اسلام کی روشن تاریخ میں بکھرے اصلاحی واقعات
کا مثالی کشکول جس میں ہر واقعہ فکر انگیز بھی ہے
تو دلچسپ بھی سبق آموز بھی ہے تو حیرت انگیز بھی۔

مؤلف
مولانا ھارون معاویہ

اصلاحی واقعات
کا
مثالی مجموعہ

اصلاحی واقعات کا مثالی مجموعہ

اسلام کی روشن تاریخ میں بکھرے اصلاحی واقعات کا مثالی کشکول جس میں ہر واقعہ فکر انگیز بھی ہے تو دلچسپ بھی سبق آموز بھی ہے تو حیرت انگیز بھی۔

مؤلف
مولانا ھارون معاویہ

بیت العلوم
ہیڈ آفس: ۲۰۔ نابھہ روڈ چوک پرانی انار کلی۔ لاہور فون 7352483
برانچ: دکان نمبر ۱۴ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور فون 7235996
www.baitululoom.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب

اصلاحی واقعات کا مثالی مجموعہ

مؤلف

مولانا ھارون معاویہ

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

ناشر

بیت العلوم

چوک پرانی انارکلی لاہور فون 7352483

7235996

www.baitululoom.com

فہرست واقعات

عرضِ مؤلف

محترم قارئین! واقعات کے حوالے سے بندہ عاجز کی یہ دوسری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس کا نام ''اصلاحی واقعات کا مثالی مجموعہ'' رکھا گیا ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس میں اصلاحی اور سبق آموز واقعات ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے فضل سے میری تالیف شدہ کتابوں کی تعداد اب تک چالیس ہو چکی ہے، اور ان چالیس کتابوں کی تالیف کے لئے بلا مبالغہ میں اب تک ہزاروں کتابوں کو اپنے مطالعے سے گزار چکا ہوں، جس میں میرا کوئی کمال نہیں بیشک یہ میرے اللہ ہی کا کرم و فضل ہے اور اب تو بحمد اللہ تقریباً زندگی کے اکثر شب و روز کا زیادہ تر وقت مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں ہی گزر رہا ہے۔ لہٰذا ان کتابوں کے مطالعے کے دوران بہت سے سبق آموز و عبرت انگیز واقعات نظر سے گزرے، یقیناً ان واقعات سے میں نے خود اپنے اندر بہت سی تبدیلیاں اور اثرات محسوس کئے، اس لئے اسی وقت سے ذہن میں یہ بات پختہ کر لی تھی کہ ان چیدہ چیدہ واقعات کو ضرور اپنے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کروں گا انشاء اللہ، چنانچہ آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب میں موجود واقعات میں سے ہر واقعہ آپ کے لئے سبق آموز اور دلچسپ واقعہ ہوگا، میری دعا ہے کہ اللہ کرے یہ واقعات میری اور میرے قارئین کی زندگیوں میں اچھی اور مثبت تبدیلی کا ذریعہ ثابت ہوں آمین یارب العلمین۔

اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنا دے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ضروری ہے کہ اپنے پُرخلوص معاونین کا شکریہ ادا کرتا چلوں جن کے

خصوصی مشورے میرے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن میں ''مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میرپور خاص'' کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب اور مہتمم حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب اور دیگر اساتذہ میں، حضرت مولانا محمد عمران سردار صاحب، اور اسی طرح ہمارے مدرسے کے استاذ الحدیث اور مکتبہ یوسفیہ کے مالک برادر کبیر جناب حضرت مولانا محمد یوسف کھوکھر صاحب، اسی طرح میرے ہم کلاس، مخلص دوست کئی کتابوں کے مؤلف جناب مولانا محمد سفیان بلندی صاحب بھی میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ میری دل سے ان حضرات کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔

ان کے علاوہ بھی میں دیگران تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصاً اس کتاب کے ناشر بیت العلوم لاہور کے مالک مولانا ناظم اشرف صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کررہے ہیں۔

میری دل سے اس ادارے کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا ناظم اشرف صاحب اور ان کے معاونین کو مزید خلوص دل سے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کے آفات سے اس ادارے کی حفاظت فرمائے آمین یارب العلمین۔

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام...... آپ کا خیر اندیش   محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی   ساکن میرپور خاص سندھ

حضرت انسؓ بن نضر کی شہادت کا واقعہ

حضرت انسؓ بن نضر ایک صحابی تھے جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کو اس چیز کا صدمہ تھا اس پر اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی عظیم الشان لڑائی اور اس میں شریک نہ ہو سکا۔ ان کی تمنا تھی کہ کوئی دوسری لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں اتفاق سے احد کی لڑائی پیش آ گئی جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری سے شریک ہوئے احد کی لڑائی میں اوّل تو مسلمانوں کو فتح ہوئی مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی وہ غلطی یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ اتنے میں نہ کہوں اس جگہ سے نہ ہٹنا کہ وہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا، جب مسلمانوں کو شروع میں فتح ہوئی تو کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی اس لیے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے اور غنیمت کا مال حاصل کیا جائے، اس جماعت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضور ﷺ کی ممانعت تھی تم یہاں سے نہ ہٹو مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ حضور ﷺ کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا۔ وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہنچ گئے بھاگتے ہوئے کافروں نے اُس جگہ کو خالی دیکھ کر اُس طرف سے آ کر حملہ کر دیا مسلمان بے فکر تھے اس اچانک بے خبری کے حملے سے مغلوب ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آ گئے جس کی وجہ سے ادھر اُدھر پریشان بھاگ رہے تھے حضرت انسؓ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک دوسرے صحابی حضرت سعدؓ بن معاذ آ رہے ہیں۔ ان سے کہا کہ اے سعد کہاں جا رہے ہو خدا کی قسم جنت کی خشبو اُحد کے پہاڑ سے آ رہی ہے یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہو گئے واپس نہیں ہوئے شہادت کے بعد ان

کے بدن کو دیکھا گیا تو چھلنی ہو گیا تھا اسی ۸۰ سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے اُن کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

ف...... جو لوگ اخلاص اور سچی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں ان کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے یہ حضرت انسؓ زندگی ہی میں جنت کی خوشبو سونگھ رہے تھے اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے تو دنیا میں بھی جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ (بحوالہ حکایاتِ صحابہ)

سوز و گداز

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہری میں شیخ الاسلام کا درجہ رکھتے تھے، لیکن ان کا اصل اور حقیقی مقام عرفان وحقیقت کا تھا۔ ان کی ذات تصوف کا منبع اور علمِ باطن کا سرچشمہ تھی۔ روحانیت کا سرچشمہ سوز و گداز قلب ہے۔ اسی سے عبادت وریاضت، زہد وورع وغیرہ تمام اخلاق اور روحانی فضائل کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ حسن بصریؒ کا دل ایسا شکستہ ساز تھا جس سے درد کے سوا کوئی نغمہ نہ نکلتا تھا۔ یونس کا بیان ہے کہ ان پر ہمیشہ غمگینی چھائی رہتی تھی۔ اُن کے لب ہنسی سے بالکل نا آشنا تھے۔ فرماتے تھے کہ ''مومن کی ہنسی قلب کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ زیادہ ہنسنے سے دل مرجاتا ہے۔'' کلام پاک کی آیات پڑھ کر شدت تاثر سے زار زار رویا کرتے تھے۔ (بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۷)

کون ہے جو مجبور کی پکار کو سنے

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور کے ایک انصاری صحابی تھے جن کی کنیت ابو معلق تھی، وہ تجارت کیا کرتے تھے، بڑے عبادت گزار اور متقی تھے، ایک مرتبہ وہ تجارت کی غرض سے نکلے تو ایک ہتھیار سے ڈھکے ہوئے ڈاکو سے ان کی ملاقات ہوئی۔ ڈاکو نے ان سے کہا: تمہارے پاس جو بھی مال ہے اسے نکالو، میں تمہیں قتل بھی کروں گا۔ حضرت ابو معلقؓ نے فرمایا: تمہیں میرے خون سے کیا غرض؟ تمہیں تو صرف مال ہی سے مطلب ہے۔ کہنے لگا، مال تو میرا ہی ہے۔ میرا مطلب تو تمہاری جان بھی ہے۔ حضرت ابو معلقؓ

نے فرمایا: اگر تم انکار ہی کرتے ہو اور اپنی بات پر ڈٹے ہوئے ہو تو مجھے چار رکعت نماز پڑھنے دو۔ کہنے لگا، تم جتنی چاہے نماز پڑھ لو۔ چنانچہ انہوں نے وضو کیا پھر چار رکعت نماز پڑھی۔ اور انہوں نے آخری سجدے میں یہ دعا پڑھی،

یا ودود یاذالعرش المجید یا فعال لما یرید اسالک بعزک الذی لایرام وملک الذی لایضام وبنورک الذی ملا اکان عرشک ان تکفینی شر هذا اللص یامغیث اغیثنی یامغیث اغثنی یامغیث اغثنی."

ترجمہ: اے محبت کرنے والے! اے بلند بالا عرش کے مالک! اے اپنی مرضی کے مطابق کرنے والی ذات! بطفیل تیری اس عزت کے جس کو کوئی نہیں پھٹک سکتا، تیری اس سلطنت کے بطفیل جس میں کوئی کمی نہیں آسکتی، اور تیرے اس نور کے بطفیل جس نے تیرے عرش کے کنارے کنارے کو بھر دیا، تو میرے لئے اس ڈاکو کے شر سے کافی ہو جا۔ اے فریاد کو سننے والی ذات! میری فریاد کو سن لے اے فریاد کو سننے والی ذات! میری فریاد کو سن لے اے فریاد کو سننے والی ذات! میری فریاد کو سن لے۔''

ابھی وہ یہ دعا تین مرتبہ ہی پڑھ پائے تھے کہ اچانک ان کے سامنے ایک گھوڑ سوار آموجود تھا جو کہ اپنے ہاتھ میں ایک نیزہ لے کر آیا تھا جس کو اس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان میں رکھا ہوا تھا۔ جب ڈاکو نے دیکھا تو اس کی طرف لپکا، اس گھوڑ سوار نے اس پر ایک وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا، پھر ان (ابو معلقؓ) کی جانب بڑھا وہ کہنے لگا، میں نے چوتھے آسمان کے دروازوں کو لرزتے ہوئے سنا۔ پھر جب تم نے دوسری مرتبہ دعا پڑھی تو مجھے حکم ہوا: ایک غمزادہ آدمی کی پکار ہے، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ اس ڈاکو کے قتل کو میرے ذمے لگائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: جان لو کہ جس آدمی نے بھی وضو کیا، اور چار رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی اس کی دعا ضرور قبول ہوگی چاہے غمگین ہو یا نہ ہو۔

(رواہ ابن ابی الدنیا فی مستجاب الدعا)

شیخ ابراہیم بن عبداللہ حازمی کہتے ہیں: ہم دو ساتھی بیت الحرام سے ریاض کی

طرف آرہے تھے کہ گاڑھی خراب ہوگئی۔ میرے ساتھی کہنے لگے۔ ہم ایک بڑی گاڑی کرایہ پر لے لیتے ہیں تم اسے چلا کر ریاض تک لے چلنا۔ تو میں نے ان سے کہا: تمہیں حضرت انسؓ کی یہ حدیث یاد نہیں؟ (جو ابھی اوپر گزری)۔

''میں نے وضو کیا اور جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا نماز پڑھی، پھر مذکورہ دعا پڑھی، تو اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرمائی، ہماری گاڑھی ٹھیک ہوگئی اور ہم خیر و عافیت کے ساتھ ریاض لوٹ آئے۔ ہمیں اس پر بڑا تعجب ہوا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کیا جو اس نے ہمیں عطا کی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس لائق ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے۔

(بحوالہ الفرج بعد الشدہ والضیقہ)

سنت سے محبت کا عجیب واقعہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانا نوش فرمارہے تھے پیالے میں شوربا تھا کدو کے جو قتلے تھے وہ اندر تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگلی ڈال کر اس میں سے کدو کا قتلہ تلاش کر کے نوش فرمارہے تھے جان لیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب ہے اسی روز سے مجھے بھی کدو مرغوب ہوگیا۔

ایک اور صحابی کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان کھلا ہوا دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ادا مجھے ایسی پسند آئی کہ پھر میں نے ساری عمر گریبان میں بٹن لگایا ہی نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔

(بحوالہ خطبات محمود)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کدو محض اس لئے پسند تھا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند فرماتے تھے اسی طرح ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی اپنا گریبان صرف اور صرف اس لئے کھلا رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گریبا کھلے رکھا ہوا

دیکھا تھا۔ یہی وہ سنت کی محبت اور اس پر عمل تھا کہ جس کی بناء پر خالق کائنات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں ہی فوز وفلاح کے سرٹیفکیٹ عطا فرمائے۔

دریا دل محدث

امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ ممتاز تبع تابعین میں ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث نے ان کی مجلس درس میں زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔ علم وفضل، تفقہ فی الدین، فیاضی و سیر چشمی اور تواضع و مدارات ان کے سوانح حیات کی جلی سرخیاں ہیں۔ وہ اپنی دولت مستحقین پر بے دریغ صرف کرتے تھے۔ لوگوں کو پیسہ جمع کرنے میں لطف آتا ہے اور ان کو خرچ کرنے میں لذت محسوس ہوتی تھی۔

ابن جوزیؒ کا بیان ہے کہ صرف غلہ سے ان کو پچاس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ تجارت کا کاروبار بھی تھا۔ ان کے تمام سوانح نگار لکھتے ہیں کہ ان کی سالانہ آمدنی ستر (۷۰) اسی (۸۰) ہزار دینار تھی، مگر اس پوری آمدنی پر کبھی زکوٰۃ دینے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ یہ پوری آمدنی فقراء اور مساکین اور مستحق اہل علم پر خرچ ہو جاتی تھی۔ خود فرماتے تھے کہ، میں جب سے بالغ ہوا ہوں مجھ پر ایک درہم بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔　(بحوالہ تاریخ بغداد: ج ۳، ص ۱۱)

جب تک زندہ رہے سو دینار سالانہ مستقل طور سے امام مالکؒ کے پاس بھیجتے تھے۔ ایک بار امام مالک نے انہیں لکھا کہ مجھ پر قرض ہو گیا ہے۔ فوراً پانچ سو دینار ان کے یہاں بھجوا دیئے۔ ایک مرتبہ امام مالک نے ان سے تھوڑی عصفر (زرد رنگ کی گھاس) لڑکوں کے کپڑے رنگنے کے لئے مانگی (غالباً یہ مصر کی خاص پیداوار تھی)۔ انہوں نے اتنی مقدار میں بھیجی کہ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ہم نے اپنے گھر کے بچوں کے کپڑے رنگے، پڑوسیوں نے استعمال کیا، پھر بھی اتنی بچ گئی کہ اسے ایک ہزار دینار میں فروخت کیا گیا۔

امام لیث بن سعدؒ ۱۱۳ھ میں حج کو گئے تھے۔ حج سے فارغ ہو کر زیارت نبوی

ﷺ کی غرض سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو امام مالکؒ نے عمدہ کھجوروں کا ایک طشت ان کے پاس ہدیۃً بھیجا۔ انہوں نے اس طشت میں ایک ہزار دینار رکھ کر واپس کر دیا۔ (بحوالہ تہذیب الاسماء: ج ۲)

ابن لہیعہ مشہور محدث ہیں۔ اتفاقاً ان کے گھر آگ لگ گئی اور سارا اثاثہ جل گیا۔ حضرت لیث بن سعدؒ کو اطلاع ہوئی تو ایک ہزار دینار بطور اعانت ان کے پاس بھجوا دیئے۔

ایک عورت ایک پیالہ لے کر آئی اور کہا کہ میرا شوہر بیمار ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں شہد ہے۔ اس پیالہ کو شہد سے بھر دیجئے۔ فرمایا، وکیل (پرائیوٹ سکریٹری) کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ تمہیں ایک مَطر شہد دیدے۔ عورت جب وکیل کے پاس پہنچی تو وکیل امام صاحب کے پاس آیا اور غالباً شہد کی اتنی بڑی مقدار دینے پر کچھ کہا سنا، مگر آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو دیدو۔ اس نے اپنے ظرف کے بقدر مانگا تھا، ہم اس کو اپنے ظرف کے بقدر دیتے ہیں۔ (ایک مطر کا ایک سوبیس رطل ہوتا ہے۔)

(بحوالہ تہذیب الاسماء: ج ۲)

امید وتوقع کا بدلہ

امام لیثؒ میں ہر وہ عادت اور خوبی بدرجۂ اتم تھی جس سے خدا کا قرب حاصل ہوسکتا ہو، وہ ان میں موجود تھی۔ ان کے بلند کرداری کے لئے اسی ایک واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کیا اوصاف تھے!

ایک بار بعض تاجروں نے ان سے پھل خریدے۔ خریداری کے بعد ان کو پھل گراں محسوس ہوئے، اس لئے آپ سے پھل واپس کر لینے کی خواہش کی۔ آپ نے پھل واپس کر لئے۔ جب معاملہ ختم ہوگیا تو روپے کی تھیلی مانگی اور اس میں سے پچاس دینار نکال کر تاجروں کو ہدیۃً دیئے۔ ان کے صاحبزادے بھی اس موقع پر موجود تھے، ان کو یہ برا معلوم ہوا، اور انہوں نے حضرت لیثؒ سے اس کا اظہار بھی کیا، مگر آپ نے فرمایا کہ،

خدا انہیں معاف کرے۔ یہ پھل انہوں نے فائدے ہی کی امید اور غرض سے تو خرید ا تھا، مگر جب ان کو کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوا تو انہوں نے واپس کر دیا اور واپس کرنے کے بعد ان کے فائدے کی امید بھی ختم ہو گئی تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کی اس امید و توقع کا کچھ تو بدلہ دے دوں۔ (بحوالہ صفوۃ الصفوۃ: ج ۴)

اخفاء خیرات

حضرت امام لیثؒ اکثر داد و دہش خفیہ طور پر کیا کرتے۔ کبھی کبھی پوشیدہ طور پر بڑی بڑی رقمیں حاجت مندوں کو دے دیا کرتے۔ اس سے ان کا ایک بڑا مقصد یہ ہوا کرتا تھا کہ میرے لڑکے، پانے والے کو ذلیل نہ سمجھیں۔

ایک بار منصور بن عمار کو انہوں نے ایک رقم دی اور کہا کہ دیکھو میرے لڑکے کو نہ معلوم ہو ورنہ اس تم اس کی نگاہ میں حقیر ہو جاؤ گے۔ جب ان کے صاحبزادے شعیب کو معلوم ہوا تو اس کی تلافی میں انہوں نے بھی اپنے والد کی رقم سے ایک دینار کم رقم منصور کو دی اور کہا کہ، میں نے ایک دینار کم اس لئے کر دیا ہے کہ عطیہ میں والد کے برابر نہ ہو سکوں۔ (بحوالہ صفوۃ الصفوۃ: ج ۴)

حضرت بلال حبشیؓ کا اسلام اور مصائب

حضرت بلال حبشیؓ مشہور صحابی ہیں جو مسجد نبوی ﷺ کے ہمیشہ مؤذن رہے شروع میں ایک کافر کے غلام تھے اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دیئے جاتے تھے امیہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تا کہ وہ حرکت نہ کر سکیں اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مر جائے اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں مگر وہ اس حالت میں بھی احد احد کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر

ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تا کہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مرجائیں۔ عذاب دینے والے اُکتا جاتے کبھی ابو جہل کا نمبر آتا کبھی امیہ بن خلف کا کبھی اوروں کا ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کردے حضرت ابو بکرؓ نے اس حالت میں دیکھا تو ان کو خرید کر آزاد فرمایا۔

ف...... چونکہ عرب کے بت پرست اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے اس لیے ان کے مقابلے میں اسلام کی تعلیم توحید کی تھی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر ایک ہی ایک کا ورد تھا یہ تعلق اور عشق کی بات ہے ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہے اس کا نام لینے کا لطف آتا ہے بے فائدہ اس کو رٹا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آنے والی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں مکہ کے لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا کہ وہ ان کو گلی کوچوں میں چکر دیتے پھریں اور یہ تھے کہ ایک ہی ایک ہے کی رٹ لگاتے تھے، اسی کا یہ صلہ ملا کہ پھر حضور ﷺ کے دربار میں مؤذن بنے اور سفر حضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوتی حضور ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور ﷺ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہو گیا اس لیے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے جتنے دن ہیں جہاد میں گزاردوں اس لیے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیئے ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی حضور ﷺ نے فرمایا بلالؓ یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے تو آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے اذان کی فرمائش کی لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی اذان کہنا شروع کی اور مدینہ میں حضور ﷺ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا عورتیں تک روتی ہوئی گھروں سے نکل پڑیں چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے ۲۰ھ کے قریب دمشق میں وصال ہوا۔ (بحوالہ حکایات صحابہ) (بحوالہ اسد الغابہ)

بندوں پر نرمی کرنے پر مغفرت کا واقعہ

ایک حدیث میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں ایک شخص ایسا تھا کہ جب وہ کوئی چیز فروخت کرتا تو اس میں نرمی سے کام لیتا یہ نہیں کہ پیسے پیسے پر لڑ رہا ہے۔ بلکہ گاہک کو ایک قیمت بتا دی اب گاہک کہہ رہا ہے کہ تھوڑی سے کمی کر دو تو اس نے یہ سوچ کر چلو تھوڑا منافع کم سہی، چلو اس کو دے دو۔ اسی طرح جب وہ کئی چیز خریدتا، تب بھی نرمی کا معاملہ کرتا، جب دوکاندار نے چیز کی قیمت بتادی، اس نے بس ایک مرتبہ اس سے کہہ دیا کہ بھائی تھوڑی سی کم کر دو۔ یہ نہیں کہ قیمت کم کرانے کے لئے اس سے لڑ رہا ہے۔ اور اس سے زبردستی کم کرا رہا ہے۔ بلکہ ایک آدھ مرتبہ کہہ دینے کے بعد قیمت ادا کر کے چیز لے لی۔ اس طرح جب دوسرے سے اپنا حق وصول کرنے کا وقت آتا، مثلاً کسی سے پیسے وصول کرنے ہیں، یا قرض وصول کرنا ہے تب بھی نرمی کا معاملہ کرتا اور اس سے کہتا کہ چلو ابھی پیسے نہیں ہیں تو بعد میں ادا کر دینا۔ تمہیں مہلت دیتا ہوں۔ جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ یہ میرے بندوں کی ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا تھا اس لئے میں بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا ہوں۔ اور پھر اس کی مغفرت فرما دی۔ بہر حال، اللہ تعالیٰ کو ک بندوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، اور تنگدست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا بہت ہی زیادہ پسند ہے۔

(بحوالہ اصلاحی خطبات)

قید اور رہائی

حضرت مالک اشجعیؓ نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (کہ یا رسول اللہ ﷺ!) میرا بیٹا قید کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اس کو یہ پیغام پہنچا دو کہ رسول اللہ تمہیں کثرت سے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔''

ان لوگوں نے ان کے بیٹے کو ایک رسی سے باندھ رکھا تھا۔ تو لا حول ولا قوۃ

الا باللہ پڑھنے سے وہ رسی کھل گئی اور جب وہ (رہا ہوکر) نکلے تو اچانک ان کے سامنے ایک اونٹنی کھڑی تھی، وہ اس پر سوار ہوکر بھاگے ان کے ساتھ اور بھی اونٹ بھاگے تو ان کا سامنا ان لوگوں کے چرواہے سے ہوا جنہوں نے ان کو باندھ رکھا تھا، انہوں نے پہچان کر چیخ وپکار کی تو لوگ جمع ہوکر ان کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ وہ بھاگنے میں کامیاب ہوگئے، اور اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ کر آواز دی ان کے والد نے آواز سن کر کہا، رب کعبہ کی قسم! یہ عوف ہی ہے۔ ان کی ماں بول اٹھیں کہ عوف کیسے آسکتا ہے وہ تو قید میں ہے، چنانچہ خادم اور وہ دونوں دروزاے کی جانب بڑھے، تو واقعی عوف ہی تھے جنہوں نے پورے صحن کو اونٹوں سے بھر دیا تھا۔

پھر انہوں نے اپنے والد کو قصہ سنایا تو ان کے والد نے کہا، تم دونوں یہیں ٹھہرو میں ابھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ان سے پوچھ کر آتا ہوں (کہ یہ اونٹ ہمارے لئے جائز ہیں یا نہیں) چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عوف اور اونٹوں کی خبر سنائی تو حضور نے فرمایا ان اونٹوں میں جیسے جی چاہے تصرف کرو جیسے کہ تم اپنے مال میں تصرف کرتے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۰۳)

اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۔ (سورۃ الطلاق، آیت ۲)

ترجمہ: ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔'' ایک روایت میں ہے! حضرت مالک اشجعیؓ کا ایک بیٹا تھا جس کو مشرکین نے قید کرلیا، چنانچہ ان کے والد حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے بیٹے کی گرفتاری اور تکلیف کا ذکر کرتے، رسول اللہ ان کو صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے، عنقریب اللہ تعالیٰ ا س کے لئے نکلنے کا راستہ پیدا کردیں گے، چنانچہ اس کے کچھ ہی عرصے بعد ان کا بیٹا دشمنو ں کی قید سے چھوٹ گیا، اور ان کا گزر دشمن کی بکریوں کے پاس سے ہوا تو وہ ان سب بکریوں کو جوان کو غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھیں والد کے پاس لے آئے۔

(بحوالہ تفسیر ابن جریر)

حضرت خبابؓ بن الارت کی تکلیفیں

حضرت خباب بن الارت ؓ بھی اُنہی مبارک ہستیوں میں ہیں جنھوں نے امتحان کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور اللہ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں شروع میں ہی پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہوگئے تھے اس لئے بہت زمانہ تک تکلیفیں اُٹھائیں۔ لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹایا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل گیا تھا یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو خبر پہنچی کہ یہ حضور اقدس ﷺ سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے اُن کے سر کو اس سے داغ دیتی تھی حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرصہ کے بعد اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خبابؓ سے ان تکالیف کی تفصیل پوچھی جو ان کو پہنچائی گئیں انہوں نے عرض کیا کہ میری کمر دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے میری کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں انھوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اس پر رویا کرتے تھے کہ خدانخواستہ ہماری تکالیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مل گیا حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے خلاف عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی صحابہؓ نے اس کے متعلق عرض کیا تو حضور ﷺ نے اشاد فرمایا کہ یہ رغبت و ڈر کی نماز تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں دو ان میں سے قبول ہوئیں اور ایک کو انکار فرما دیا میں نے یہ دعا کی کہ میری ساری اُمت قحط سے ہلاک نہ ہو جائے یہ قبول ہوگئی دوسری یہ دعا کی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو بلکل مٹا دے یہ بھی قبول ہوگئی تیسری یہ دعا کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہو یہ بات منظور نہیں ہوئی۔ حضرت خبابؓ کا انتقال سینتیس ۳۷ سال

کی عمر میں ہوا اور کوفہ میں سب سے پہلے صحابی یہی دفن ہوئے ان کہ انتقال کے بعد حضر ت علی کرم اللہ وجہہ کا گذر ان کی قبر پر ہوا تو ارشاد فرمایا اللہ خباب پر رحم فرمائیں اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزاردی اور مصیبتیں برداشت کیں مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یادرکھے اور حساب وکتاب کی تیاری کرے اور گزارہ کے قابل مال پر قناعت کرے اور اپنے مولیٰ کو راضی کرلے۔ف حقیقت میں مولیٰ کو راضی کرلینا انہی لوگوں کا حصہ تھا کہ ان کی زندگی کا ہر کام مولیٰ کی رضا کے واسطے تھا۔ (بحوالہ حکایات صحابہ)

فریب نفس کا خوف

انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اس کا نفس ہے جو اس کو کبھی قبولیت عامہ اور شہرت طلبی، کبھی ریا کاری اور کبھی عجب وغرور کے فریب میں مبتلا کر کے برباد کردیتا ہے۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس پرفریب اور چمکیلے سراب سے بہت خائف رہتے تھے۔اور اٹھتے بیٹھتے یہ دعا کرتے تھے ”خدایا! شرک،غرور، نفاق، ریا، فریب، شہرت طلبی اور اپنے دین میں شک وشبہہ سے ہمارے قلوب کو بچا۔اے مقلب القلوب! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم اور استوار رکھ، اور دین قیّم کو ہمارا دین بنا۔“ (بحوالہ ابن سعد ج ۷)

اخلاص فی العمل

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زہد وپرہیزگاری محض زبانی دعووں اور ظاہری وضع بنانے کا نام نہ تھا بلکہ اصل شئے عمل واخلاص تھا۔فرماتے تھے کہ انسان جو کچھ کہتا ہے اگر اس کو کچھ کرتا بھی ہے تو یہ فضیلت ہے، اور اگر کرنے سے زیادہ کہتا ہے تو وہ عار ہے۔آپ کی زندگی سرتا پا عمل تھی۔ابوبکر ہذلی کا بیان ہے کہ وہ جب تک خود ایک کام نہ کرلیتے تھے اس وقت تک دوسروں کو اس کے کرنے کی ہدایت نہ کرتے تھے۔یونس بن عبید سے کسی نے پوچھا، کہ تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو حسن بصریؒ کے جیسے اعمال کرتا

ہو؟ انہوں نے کہا ''ان کے جیسے اعمال کرنا تو کجا، میں کسی ایسے شخص کو بھی نہیں جانتا جو زبان سے ان کی جیسی باتیں کہتا ہو۔'' (بحوالہ شذرات الذھب: ج۱)

حضرت عمارؓ اور ان کے والدین کا واقعہ

حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں مکہ کی سخت گرم اور ریتیلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس ﷺ کا اس طرف گزر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے۔ آخر ان کے والد یاسرؓ اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ابو جہل ملعون نے ایک برچھا مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں مگر اسلام سے نہیں ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس بدنصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمار کی بنائی ہوئی ہے جب حضور اقدس ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضورؐ کے لئے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیے جس میں تشریف رکھا کریں دوپہر کو آرام بھی فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں، تو قبا میں حضرت عمارؓ نے اول پتھر جمع کئے اور پھر مسجد بنائی لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مزے میں آکر کہنے لگے کہ اب جا کر دوستوں سے ملیں گے محمد ﷺ اور اُن کی جماعت سے ملیں گے اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا اُس نے دودھ سامنے کیا اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پیئے گا اس کے بعد شہید ہوگئے۔ اس وقت چورانوے ۹۴ برس کی عمر تھی بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ (بحوالہ حکایاتِ صحابہ)

یہ مجھ سے زیادہ سخی ہے

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ایک زمین تھی، جس کی دیکھ بھال کیلئے وہ نکلے، تو

راستے میں ایک کھجوروں کا باغ تھا، وہ وہاں رک گئے ، وہاں انہیں ایک سیاہ فام غلام کام کرتا ہوا نظر آیا، پھر جب وہ اپنا کھانا لے کر آیا تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے پاس صرف تین روٹیاں تھیں، ان میں سے ایک روٹی اس نے ایک کتے کے سامنے ڈال دی اور وہ اس نے کھالی، پھر اس نے دوسری روٹی اس کے سامنے ڈال دی اس نے وہ بھی کھالی، پھر تیسری روٹی ڈالی تو وہ بھی کھالی، عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ منظر خاموشی سے دیکھتے رہے، پھر اس سے پوچھا! اے غلام! گذر اوقات، یا روزمرہ کی خوراک کتنی ہے ؟ تو اس نے جواب دیا: جو آپ نے دیکھی، تو انہوں نے کہا: تو پھر تم نے اس کتے کیلئے ایثار کیوں کیا؟ تو اس نے کہا: اس علاقے میں کتے نہیں ہیں اور یہ کتا بہت دور سے بھوکا پیاس آیا ہے مجھے اس کو بھوکا لوٹانا گوارہ نہ ہوا، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو آج تمہارا گذارا کیسے ہوگا؟ اس نے کہا کہ آج کے دن بھوکا رہ لوں گا۔ یہ سن کر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: لوگ میری فیاضی کے چرچے کرتے ہیں، جبکہ یہ غلام مجھ سے زیادہ سخی ہے۔ پھر انہوں نے اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور پورا باغ خرید کر اسے دیدیا۔ (بحوالہ حیاۃ الحیوان)

اس کے کان میں کنکری گھس گئی اور کچھ ہی دیر بعد نکل آئی

عمر بن ثابت بصری فرماتے ہیں:

بصرہ کے ایک آدمی کے کان میں کنکری چلی گئی، تو ڈاکٹروں نے اس کا خوب علاج کیا، لیکن وہ اس کو نہ نکال سکے، آخرکار وہ حسن بصریؒ کے ایک ساتھی کے پاس گیا اور اس سے شکایت کی۔ تو وہ کہنے لگے: تیرا بیڑہ غرق ہو اگر کوئی چیز تمہیں نفع پہنچا سکتی ہے، تو وہ علاء بن حضرمی کی دعا ہے جو انہیں نے دریا میں مانگی تھی۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے وہ کیا دعا ہے؟

انہوں نے فرمایا وہ دعا یہ ہے: **یا عظیم ، یاحلیم ، یاعلیم** چنانچہ انہوں نے بتایا کہ میں نے ابھی دعا کے الفاظ کہے تھے کہ وہ کنکری میرے کان سے نکل آئی اور بالکل

ٹھیک ہو گیا۔ (رواہ ابن ابی الدنیا)

پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا

ایک آدمی کی کسی دوسرے شخص کے ساتھ دشمنی تھی۔ چنانچہ وہ اس سے بہت زیادہ خوف زدہ تھا۔ اور اس کے معاملے نے اسے بے چین اور پریشان کر رکھا تھا اور اس اسے کچھ سوجھائی نہ دیتا کہ وہ کیا کرے؟

اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا اس سے کہہ رہا ہے: روزانہ فجر کی دونوں رکعتوں میں سے ایک رکعت میں: "**الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل**" سورت پڑھ لیا کرو۔

اس آدمی نے بتایا: کہ میں اسے پڑھا کرتا تھا۔ کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ میں اس دشمن کے شر سے بچ نکلا، اور اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد کر دیا، اور میں ابھی تک اسے پڑھتا ہوں۔ میں کہتا ہوں: جس کو بھی دشمن کا خوف لاحق ہو تو اسے بکثرت یہ آیت پڑھنی چاہئے:

لاتخف درکا ولا تخشی (سورۃ طه آیت ۷۷)

ترجمہ": نہ تم آ پکڑنے کا اندیشہ کرو، اور نہ (ڈوبنے سے) ڈرو۔"

اللھم انی اعوذبک من شرورھم واجعلک فی نحورھم .

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان (دشمنوں) کی برائیوں سے اور میں تجھ کو ان کے مقابلے میں پیش کرتا ہوں۔"

کیونکہ اس کے بارے میں آپ ﷺ کی صحیح حدیث وارد ہے۔

(الفرج بعد الشدۃ والضیقہ)

توبہ کی ڈھال

ظالم حکومتوں اور جابر امراء کے مقابلہ میں اعلانِ حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صلحائے امت کا خاص طغرائے امتیاز رہا ہے، لیکن اس باب میں حضرت امام حسن

بصریؒ کا طرز عمل ان سے مختلف تھا۔ وہ ان کے مقابلے میں سکوت افضل سمجھتے تھے۔

عمارہ بن مہران کا بیان ہے کہ حسن بصریؒ سے لوگوں نے کہا، آپ امراء کے پاس جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں فرماتے؟ جواب دیا، ''مومن کو اپنا نفس ذلیل نہ کرنا چاہیئے۔ اس زمانہ کے امراء کی تلواریں ہماری زبانوں سے آگے بڑھ گئی ہیں۔ جب ہم ان سے گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیں تلواروں سے جواب دیتے ہیں۔'' ان حالات میں آپ ظلم کی تلوار کے مقابلے میں توبہ کی ڈھال استعمال کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ ابو مالکؒ کا بیان ہے کہ حسن بصریؒ سے جب کہا جاتا ہے کہ آپ میدان میں نکل کر ان حالات کو بدلتے کیوں نہیں؟ تو فرماتے کہ ''اللہ تعالیٰ حالات تلوار سے نہیں، بلکہ توبہ سے بدلتے ہیں۔'' آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب لوگ اپنے حکمراں کی جانب سے آزمائش میں مبتلا کیئے جائیں، اور اس پر صبر کریں ں تو خدا ان کو جلد اس مصیبت سے نکال دے گا۔ لیکن جو تلوار نکال لیتے ہیں اور اس پر اعتماد کرنے لگتے ہیں، خدا کی قسم اس کا کبھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا۔'' (طبقات ابن سعد: ج ۷)

ذکر اور تلاوت

امام حسن بصریؒ فرماتے تھے ''جو وسوسے ایسے پیدا ہوتے ہیں اور نکل جاتے ہیں وہ شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں۔ ان کے ازالہ میں ذکر خدا اور تلاوت قرآن سے مدد لینی چاہئے اور جو پیدا ہو کر قائم ہو جاتے ہیں وہ نفس کی جانب سے ہیں ان کے دور کرنے میں نماز، روزہ اور ریاضت سے مدد لینی چاہئے۔''

حضرت صہیبؓ کا اسلام کا واقعہ

حضرت صہیبؓ بھی حضرت عمارؓ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے نبی اکرم ﷺ حضرت ارقمؓ صحابی کے مکان پر تشریف فرماتھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقیہ اکھٹے ہو گئے . ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور ﷺ کے فیض سے

مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اُس زمانے میں اس قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آنا تھا وہ پیش آیا ہر طرح ستائے گئے تکلیفیں پہنچائی گئیں آخر تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کر لیں۔ اس لیے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پا سکے چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا۔ اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لیے گئی انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیرانداز ہوں اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ یہاں تک کے تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے اس کے بعد میں جو تم سے ہو سکے کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنا مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی اسی بارے میں آیت پاک **ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ روف بالعباد**۔ نازل ہوئی۔

(ترجمہ) بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندو پر مہربان ہیں۔ حضورؐ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کے نفع کی تجارت کی صہیبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہوئے میں نے عرض کیا حضورؐ اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے حضور ﷺ یہ جواب سن کر ہنس پڑے حضرت صہیبؓ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے لگا تو ان ہی کو جنازہ نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی

تھی۔ (بحوالہ حکایات صحابہ)

مردان حق کی شان

ایک دفعہ خواجہ حسن بصریؒ وعظ فرما رہے تھے یکا یک حجاج بن یوسف مع اپنے خدام وحشم اور جاہ جلال کے شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے آپ کی مجلس وعظ میں آ گیا اور بیٹھ کر وعظ سننے لگا حجاج کا رعب داب اور سفا کی مشہور ہے لوگ اس کے نام سے تھر اتے تھے حاضرین مجلس میں سے ایک شخص کے دل میں خیال آیا کہ دیکھیں خواجہ حسنؒ پر حجاج کا رعب غالب آتا ہے یا نہیں اور ان کے وعظ کا رنگ بدلتا ہے یا نہیں لیکن حضرت خواجہ حسنؒ نے حجاج اور اس کے خدم وحشم کو پرکار کے برابر بھی وقعت نہ دی اور اپنے وعظ کو پورے جوش وخروش کے ساتھ جاری رکھا یہاں تک کہ وعظ ختم ہو گیا۔ وہ شخص جس کے دل میں خیال گزرا تھا پکار اٹھا کہ واقعی حسن حسن ہے۔ وعظ کے خاتمہ پر حجاج بھی آپ کے پاس آیا اور آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اگر مردان حق میں سے کسی کو دیکھنا چاہتے ہو تو حسن کو دیکھو۔''

گناہ گار کے آنسو

خواجہ حسن بصریؒ ایک دن مسجد کی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور فرط ذاق اور خوف خدا سے آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے اتفاقاً آپ نے چھت سے نیچے گلی کی طرف جھانکا تو آپ کے آنسو ایک راہ گیر پر جا پڑے اس نے اوپر دیکھ کر کہا بھئی پانی کے یہ قطرے پاک تھے یا ناپاک آپ نے فرمایا میرے بھائی اپنے کپڑے دھو لو یہ قطرات پاک نہیں ہیں یہ مجھ گناہ گار کے آنسو ہیں تم کو جو تکلیف پہنچی ہے اس کے لئے خدارا مجھے معاف کر دو۔

ظاہری حالت سے باطنی حالت کا اندازہ نہیں کرنا چاہئے:۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے ایک حبشی کو

دیکھا جو ایک عورت کے ساتھ اس طرح بیٹھا تھا کہ سامنے شراب کی بوتل پڑی ہوئی تھی اور اس میں سے انڈیل انڈیل کر خود بھی پی رہا تھا اور اس عورت کو بھی پلا رہا تھا خواجہ حسنؒ نے اس کے اس فعل کو ناپسند کیا اور اس کی طرف ملامت نظروں سے دیکھا اتنے میں مسافروں اور سامان سے لدی ہوئی کشتی وہاں سے گزری جو کچھ آگے جا کر منجدھار میں پھنس گئی اور الٹ گئی اس کشتی کے چار مسافر پانی میں جا پڑے اور غوطے کھانے لگے وہ حبشی فوراً دریا میں کود پڑا اور چھ آدمیوں کو پانی سے نکال لایا پھر وہ آپ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا حضرت آپ مجھ پر ملامت آمیز نظر ڈالتے ہیں لیکن میں نے جان جوکھوں میں ڈال کر چھ آدمیوں کو غرق ہونے سے بچالیا ہے خواجہ حسنؒ اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہوئے پھر اس نے کہا اے مسلمانوں کے امام بوتل میں شراب نہیں پانی ہے اور یہ عورت میری ماں ہے تم کسی کے ظاہر سے اس کی باطنی حالت کا اندازہ کیسے کر سکتے ہو خواجہ حسن بصریؒ نے اس حبشی سے معافی مانگی اور اس دن کے بعد انہوں نے کبھی کسی کو نظر حقارت سے نہیں دیکھا اور ہمیشہ اس شعر کا مصداق بنے رہے۔

اے ذاق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

لطف خداوندی

حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہگار بندہ اپنی پریشانی حالی کے باعث دربار خداوندی میں قبولیت کی امید پر ہاتھ پھیلائے گا مگر پروردگار عالم اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائیں گے پھر وہ گنہگار بندہ اپنے گناہوں کی مغفرت کی درخواست کرے گا لیکن پھر بھی باری تعالیٰ اس کی دعا پر التفات نہ فرمائیں گے پھر ایک مرتبہ گریہ وزاری کے ساتھ اپنے مولا کے دربار میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے گا تو جس طرح ماں باپ کو اپنے ضدی بچے کے رونے پر رحم آجاتا ہے اور وہ اس کی ضد پوری کر ہی دیتے ہیں اسی طرح رحمت الٰہی جوش میں آکر کہے گی: اے میرے فرشتو! مجھے تو اب اپنے بندے کی گریہ و

زاری اور مسلسل مانگتے رہنے پر شرم محسوس ہونے لگی خصوصاً جبکہ میرے علاوہ اس کا کوئی سننے والا اور قبول کرنے والا ہی نہیں لہٰذا میں نے اس کی دعا قبول کر لی اور امید پوری کر دی۔ (بحوالہ گلستان سعدی)

صدقہ کی فضیلت

حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص جنگل میں تھا اسے ایک بدلی نظر آئی اور اسی کے ساتھ ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا اسی بدلی سے کہہ رہا ہے کہ فلاں شخص کے کھیت کو پانی دے چنانچہ اس آواز کو سنتے ہی وہ بدلی روانہ ہوئی اور ایک چٹیل میدان میں پہنچ کر برسی جہاں سے اس کا پانی جمع ہو کر ایک نالی کہ ذریعہ بہہ چلا یہ دیکھ کر جس شخص نے وہ آواز سنی تھی وہ اس پانی کے ساتھ ہولیا دیکھتا کیا ہے کہ وہ پانی اس نالی کے ذریعہ سے ایک باغ تک پہنچ گیا جہاں ایک شخص پھاوڑا لئے اپنے باغ میں پانی پھیر رہا تھا یہ دیکھ کر اس شخص نے اس کا نام دریافت کیا تو اس نے وہی نام بتایا جو اس شخص نے بدلی میں سنا تھا اس کے بعد باغ والے نے اس شخص سے دریافت کیا کہ آپ میرا نام کیوں معلوم کر رہے ہیں؟ اس وقت اس باغبان نے بتایا کہ آپ کے معلوم کرنے پر اب مجھے کہنا ہی پڑا میرا عمل صرف اس قدر ہے کہ میں اس باغ کی کل پیداوار میں سے ایک تہائی خدا کے نام پر صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی اپنے اہل و عیال کے مصارف کے لئے رکھ لیتا ہوں باقی ایک تہائی پھر اسی باغ پر صرف کر دیتا ہوں۔

(بہشتی زیور)

عالمگیر اور ایک بہروپیہ

جب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی تخت نشینی کا جلسہ ہوا تو کام کے لوگوں کو عطایا دیئے گئے، ایک بہروپیہ بھی مانگنے آیا۔ مگر عالمگیرؒ عالم تھے اس کو کس مد سے دیتے اور ویسے بھی صاف انکار کرنا بھی آدابِ شاہی کے اعتبار سے نازیبا ہوا چپکے سے ٹالنا چاہا، اس سے

کہا کہ انعام کسی کمال پر ہوتا ہے تمہارا کمال ہے کہ نا آشنا صورت میں آؤ۔ مگر وہ بھی بھیس بدل کر آیا۔ بادشاہ نے پہچان لیا کبھی دھوکہ نہیں کھایا کہ جس روز دھوکہ دیدے گا ۔انعام کا مستحق ٹھہرے گا، اتفاق سے عالمگیر کو سفر دکن کا درپیش تھا۔ بہروپیہ داڑھی بڑھا کر، مقدس لوگوں کی صورت بنا کر راستہ میں کسی گاؤں میں جا بیٹھا کچھ روز کے بعد شہرت ہوگئی۔ عالمگیرؒ کی عادت تھی کہ جہاں جاتے تھے علماء وفقراء سے برابر ملتے تھے ،چنانچہ جب اس مقام پر پہنچے وہاں شہرت سن کر اول وزیر کو اس کے پاس بھیجا، وزیر نے کچھ مسائل تصوف کے پوچھے اس نے سب کے جواب معقول دیئے۔ بات یہ تھی کہ اس وقت بہروپیئے ہر فن کو قصداً حاصل کرتے تھے۔ وزیر نے عالمگیرؒ سے بہت تعریف کی۔ عالمگیرؒ خود ملنے گئے۔ آپس میں خوب گفتگو رہی اور خوب سمجھ گے کہ شاہ صاحب کامل شخص ہیں۔ چلتے وقت ایک ہزار اشرفیاں بطورِ نذر پیش کیں اس نے لات ماری اور کہا کہ تو اپنی طرح ہم کو بھی سگِ دنیا خیال کرتا ہے اس سے اور بھی اعتقاد بڑھا۔ واقعی استغنا عجیب چیز ہے۔ عالمگیرؒ لشکر میں واپس چلے آئے پیچھے پیچھے بہروپیہ صاحب پہنچے کہ لائیے انعام خدا حضور کو سلامت رکھے۔ بادشاہ نے کہا، ارے تو تھا، غرض انعام دیا مگر معمولی اور کہا اس وقت جو پیش کیا تھا اس کو کیوں نہیں لیا تھا وہ تو اس سے بہت زیادہ تھا اور میں اس کو واپس تھوڑا ہی لیتا۔ اس نے کہا حضور اگر میں لیتا تو نقل صحیح نہ ہوتی، کیونکہ وہ فقیری کا روپ تھا، اور فقیر کی شان کے خلاف تھا۔

(بحوالہ حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

خاطر شکنی سے احتراز

امام لیث بن سعدؒ کی شخصیت بڑی ہمہ گیر اور جامع تھی۔ ان کی جامعیت کی وجہ سے ہر طبقہ اور ہر زمرہ کے لوگ ان کی خدمات میں آتے اور اپنی ضرورت پوری کرتے تھے۔ حکومت کے ذمہ دار اور اہلِ علم سے لے کر عوام تک اس میں شامل تھے۔ روزانہ ان کی

چار مجلسیں ہوتی تھی۔ ایک مجلس حکومت و ارکانِ حکومت کے لئے مخصوص ہوتی تھی۔ دوسری مجلس میں وہ تشنگان حدیث نبوی ﷺ کی پیاس بجھاتے تھے اور تیسری مجلس ان لوگوں کے لئے مخصوص ہوتی تھی جو فقہ اور مسائل فقہ دریافت کرتے تھے اور چوتھی مجلس عام لوگوں کے لئے مخصوص ہوتی تھی۔ ان مجلسوں میں ان کا سلوک فیاضیانہ ہوتا تھا، نہ تو افادہ وتعلیم میں کسی کی دل شکنی کرتے تھے اور نہ اہلِ حاجت کی حاجت روائی میں دلگیر ہوتے تھے، بلکہ راوی کا بیان ہے کہ ''**یایسئله احد فیرده، صغرت حاجته او کبرت**'' یعنی یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ کوئی شخص سوال کرے اور وہ اسے رد کردیں، خواہ اس کی حاجت چھوٹی ہو یا بڑی۔ (بحوالہ الرحمۃ الغیثیہ)

نماز کو حقیر سمجھنے کی سزا

عبدالملک بن مروان (جو کہ خلفاء بنی امیہ میں سے تھے) بیان فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص پریشان حال روتا ہوا آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین میں نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟

امیر المومنین نے پوچھا کہ کیا گناہ کیا؟ تو اس نے کہا کہ میرا گناہ بہت بڑا ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین میں قبروں سے کفن چوری کرتا تھا تو میں قبروں میں عجیب حالات دیکھتا تھا تو اس سے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا ہے؟ تو اس شخص نے بتایا کہ اے امیر المومنین میں نے ایک رات ایک قبر کی کھدائی کی تو دیکھا کہ میت کے چہرہ کا رخ قبلہ سے پھرا ہوا ہے میں اس کیفیت کو دیکھ کر گھبرا گیا اور جلدی سے قبر سے نکلنے لگا تو ایک غیبی آواز آئی کہ تم میت کی حالت نہیں پوچھتے ہو کہ کس گناہ کے سبب اس کا چہرہ قبلہ سے پھیر دیا گیا؟ تو میں نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ نماز کے حکم کو ہلکا سمجھتا تھا (یعنی حقیر جانتا تھا) یہ اس کا بدلہ ہے۔

پھر میں نے دوسری قبر کھودی تو صاحب قبر کو دیکھا اس کی شکل خنزیر کی شکل میں

بدل گئی اور زنجیر سے بندھا ہوا ہے اور اس کی گردن میں طوق پڑی ہوئی ہے یہ کیفیت دیکھ کر میں گھبرا گیا اور وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی کہ اس کے عمل کے بارے میں پوچھتے نہیں ہو کہ اس کا عمل کیا تھا اور اس کو یہ عذاب کیوں دیا جارہا ہے تو میں نے پوچھا کہ کیوں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دنیا میں شراب پیتا تھا اور بغیر توبہ کے مر گیا۔

اے امیر المومنین میں نے تیسری قبر کھودی تو دیکھا کہ صاحب قبر کو آگ کی زنجیروں سے زمین کے ساتھ باندھا ہوا ہے اور اس کی زبان گدھی کی طرف نکالی ہوئی ہے یہ حالت دیکھ کر میں خوف زدہ ہوا اور واپس ہونے لگا اور قبر سے نکلنے والا تھا کہ اچانک آواز آئی کہ اس کی حالت نہیں پوچھتے ہو یہ اس عذاب میں کیوں مبتلا ہوا؟ تو میں نے پوچھا کیوں؟ تو جواب ملا کہ ایک تو یہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا دوسرا یہ کہ لوگوں میں چغل خوری کرتا تھا یہ اس کی سزا ہے۔ اے امیر المومنین میں نے چوتھی قبر کھودی تو میں نے صاحب قبر کو آگ بھڑکاتے ہوئے پایا میں اس سے ڈر گیا اور وہاں سے نکلنے لگا تو آواز آئی کہ تم ان کی حالت نہیں پوچھتے ہو (یعنی ان پر یہ عذاب کیوں ہو رہا ہے) میں نے پوچھا کہ ان کے کیا اعمال تھے تو فرمایا کہ یہ شخص بے نمازی تھا۔

اے امیر المومنین میں نے پانچویں قبر کی کھدائی کی تو دیکھا کہ وہ قبر حد نظر تک وسیع اور کشادہ ہے اس میں چمکدار نور ہے اور میت مسہری پر سویا ہوا ہے اس کا نور چمک رہا ہے اور اس پر خوبصورت مزین کپڑا ہے اس سے مجھے پر ہیبت طاری ہوگئی میں اس قبر سے نکلنے لگا تو آواز آئی یہاں کی حالت نہیں پوچھتے ہو کہ میت کا یہ اعزاز واکرام کس سبب سے ہے میں نے سبب پوچھا تو جواب ملا کہ یہ ایک فرمانبردار نوجوان تھا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں پرورش پائی تھی (یعنی ان صاحب نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری، نافرمانی اور گناہوں میں نہیں اس کے بدلہ میں یہ انعام واکرام کا مستحق بنا ہے) یہ سب واقعات سن کر عبدالملک نے کہا ان واقعات میں

گناہ گاروں کے لئے عبرت ہے اور مطیع اور فرمانبرداروں کے لئے بشارت ہے تو جو لوگ ان گناہوں میں مبتلا ہوں ان کو چاہئے کہ جلدی سے توبہ کرلے اور گناہ آلود زندگی کو چھوڑ کر اطاعت اور عبادت والی زندگی کو اختیار کرے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنے فرمانبرداروں میں سے بنائے اور فسق و فجور سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین (کتاب الکبائر حافظ ذہبی)

عقلمند کی پہچان

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے بیٹے کے انتقال پر ایک مجوسی تعزیت کے لئے آیا اس نے ایک جملہ کہا حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کو وہ جملہ اتنا پسند آیا کہ فوراً لکھ لیا وہ جملہ یہ تھا کہ۔ عقلمند وہ ہے جو اس کام کو آج کرلے جس کو جاہل نادان پانچ روز بعد کرے گا۔ صبر جاہل نادان بھی کرتا ہے لیکن وقت نکلنے کے بعد وہ بھی مجبوراً۔ (ایضاً)

غیبت پر ایک واقعہ

مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی زین العابدینؒ کے سامنے کسی شخص کی غیبت کی، تو آپ نے فرمایا: خبردار! غیبت مت کرنا۔ یہ عمل ان لوگوں کی غذا ہے جو انسانوں کی صورت میں کتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ میری غیبت کیا کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میری نظر میں تمہاری اتنی قدر نہیں ہے کہ مفت میں اپنی نیکیاں تمہارے حوالے کردوں۔

اسی طرح منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کو خبر ملی کہ فلاں شخص نے ان کی غیبت کی ہے، تو آپ نے غیبت کرنے والے کے پاس کچھ تازہ کھجوریں بھیجیں اور کہلایا کہ تم نے اپنی نیکیوں میں سے کچھ حصہ مجھے ہدیہ کیا ہے میں اس احسان کے

بدلے میں یہ کھجوریں بھیج رہا ہوں، اگرچہ یہ تمہارے احسان کا بدلہ نہیں ہے۔ اس لئے معذور خیال فرمائیں۔ (بحوالہ بصیرت افروز واقعات)

ایک سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا وہ مجھ پر کچھ غضبناک ہو رہے ہیں۔ کیونکہ میں ان کی وفات کے وقت بہت دور دراز مقام پر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کی مفارقت میں کتنے سال تک صبر کیا۔ فرمانے لگے اے بیٹے ہم کو انبیاء کے ساتھ مشابہت دیتا ہے؟ یا یہ کہا کہ ہمارا صبر انبیاء علیہم السلام کے مثل ہو سکتا ہے؟ پھر اس کے بعد ایک بار رجب کی پہلی شب کو جو کہ جمعہ کی شب تھی میں نے ان کو خواب میں دیکھا میں تلاوت قرآن کے بعد ان کی قبر پر لیٹ گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر تین احسان فرمائے ہیں ایک ان میں سے تمہاری ملاقات ہے اور دوسروں کے بیان سے پہلے میری آنکھ کھل گئی۔ اب اللہ رب العزت ان کے اور ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے اور ہمارے سب گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ارواح موتی بعض اوقات اعلیٰ علیین اور سجین سے ان کے جسموں میں آتی ہیں جب حکم الٰہی ہوتا ہے اور اکثر شب جمعہ اور روز جمعہ کو ایسا ہوتا ہے اور ہم باہم گفتگو کرتے ہیں اور اہل نعمت کو نعمت اور اہل عذاب کو عذاب اس وقت مع الجسم ہوتا ہے اور جب ارواح علیین اور سجین میں ہوتی ہیں تو ان کو وہاں روحانی عذاب اور ثواب ہوتا ہے اور قبر میں راحت و عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور شب جمعہ اور روز جمعہ میں عذاب نہیں ہوتا یہ اللہ کی رحمت اور جمعہ کی برکت ہے۔

(بحوالہ بصیرت افروز واقعات)

جب تمہارا دل تنگ ہو یا گھبرائے تو الم نشرح کو یاد کرو

کسی نیک آدمی پر غم سوار ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کے سارے کام دشوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ بالکل مایوس ہو جاتا، چنانچہ ایک دن وہ یہ کہتے جا رہا تھا:

جو ذلت میں دن گزارے اس کے لئے تو موت ہی بہتر ہے۔

تو اسے ایک غیبی آواز آئی کہ:

سنو اے وہ شخص! جس کو سخت تکلیف نے گھیر رکھا ہے جب تم پر کوئی دقت اور تنگی آئے تو ''الم نشرح'' کے بارے میں سوچو کیونکہ مشکل دو آسانیوں کیساتھ ملی ہوئی سو ناراض مت ہو۔

وہ فرماتے ہیں: کہ میں نے اس کے بعد الم نشرح کو نماز میں پابندی سے پڑھنا شروع کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کشادہ کر دیا، اور میرے غم اور دکھ کو دور کر دیا۔ اور میرا کام آسان کر دیا۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقہ)

ایک نوجوان کے بدن سے ہر وقت خوشبو مہکنے کا واقعہ

حضرت علامہ عبداللہ ابن اسعد یافعی رحمہ اللہ نے فن تصوف میں ایک کتاب لکھی اس کا نام ''الترغیب والترہیب'' ہے، اس میں انہوں نے ایک نوجوان کا واقعہ نقل فرمایا کہ ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک اور عنبر کی خوشبو مہکتی تھی تو اس کے متعلق کسی نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں، اس میں کتنا پیسہ بلاوجہ خرچ کرتے رہتے ہیں؟ تو اس پر جوان نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کوئی خوشبو نہیں خریدی اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی، تو سائل نے کہا، تو پھر یہ خوشبو کہاں سے اور کیسے؟ تو اس نوجوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جو بتلانے کا نہیں، سائل نے کہا کہ آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو بھی کوئی فائدہ ہو۔

نوجوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے باپ تاجر تھے، گھریلو سامان فروخت کیا

کرتے تھے، میں ان کے ساتھ دوکان میں بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت نے آ کر کچھ سامان خریدا اور والد صاحب سے کہا کہ آپ اپنے لڑے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ میں اس کے ہاتھ سامان کی قیمت بھیج دوں۔ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا تو ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا اور اس میں ایک نہایت خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی موجود تھی، وہ مجھ کو دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی، کیونکہ میں بھی نہایت حسین ہوں۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا، تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ میں نے کہا کہ مجھے قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے۔ اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لئے صاف کردو۔ میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر خود اجابت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا اور اسی حالت میں باہر آیا جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا اسے فوراً یہاں سے باہر نکال دو۔ یہ مجنون ہے میرے پاس ایک درہم تھا میں نے اس سے ایک صابن خرید کر ایک نہر میں جا کر غسل کیا، اور کپڑے بھی دھو کر پہن لئے اور میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں۔ جب میں اسی رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آ کر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے اور معصیت سے بچنے کے لئے جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جارہی ہے چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (بحوالہ راہ نجات)

مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ برصغیر کے عظیم رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے

اللہ تعالیٰ نے استقامت واستقلال اور مصائب پر صبر و برداشت کی عظیم نعمت سے انہیں خوب خوب نوازا تھا ایک مرتبہ جیل میں تھے کہ بیٹی کی شدید علالت کی خبر ملی ایسے موقعوں پر کون نہیں ڈگمگا جاتا لیکن مولانا نے اس مشکل وقت کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا اور مندرجہ ذیل اشعار ارشاد فرمائے۔

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں — تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
ہم کو تقدیر الٰہی سے نہ شکوہ نہ گلہ — اہل تسلیم و رضا کا تو یہ دستور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو — نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

(بحوالہ بیس بڑے مسلمان)

ایک بیماری دور کرنے والی دعا

حمید کہتے ہیں: میرے والد کو مثانے میں پتھری کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ ان کو بہت زیادہ تکلیف تھی۔ چنانچہ میں بیت المقدس کی طرف چل نکلا تو ابوالعوام سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے اپنے والد کی تکلیف کی شکایت کی۔

انہوں نے فرمایا: اپنے والد سے کہو کہ وہ یہ دعا پڑھیں:

ربنا الذی فی السماء عرشه ربنا الذی فی السماء تقدس اسمه امرک ماض فی السماء والارض، وکما رحمتک فی السماء فاجعلها فی الارض، اغفرلنا ذنوبنا وخطایانا، انک انت الغفور الرحیم اللهم انزل رحمته من رحمتک وشفاء من شفائک، علی مابفلا ن من رجع."

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! جس کا عرش آسمان میں ہے، اے ہمارے پروردگار! جس کا نام آسمان میں پاکیزہ ہے، تیرا حکم آسمان اور زمین دونوں میں چلتا ہے، اور جس طرح آسمان میں تیری رحمت ہے اسی طرح اس کو زمین پر بھی اتار دے ہمارے گناہوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دے۔ بے شک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے، اے اللہ!

اپنی رحمتوں میں سے کچھ رحمت نازل فرما، اور فلاں کی تکلیف پر اپنی شفاء میں سے شفاء نازل فرما۔''

فرمایا: کہ انہوں نے یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بیماری سے شفاء عطا فرمائی۔ (رواہ ابوداؤد فی الطب ورواہ احمد)

وہ بچھڑے کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کرنے سے اپنی عقل کھو بیٹھا

نوف البکالی کہتے ہیں:

کسی شخص نے ایک بچھڑے کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا جس سے وہ اپنی عقل کھو بیٹھا۔ ایک دن وہ ایک درخت کے نیچے تھا جس میں کسی پرندے کا گھونسلا تھا کہ اچانک ایک چڑیا کا بچہ اڑتا ہوا زمین پر گر اپڑا، اور غبار آلود ہو گیا تو پرندہ اس کے پاس آیا اور اس کے سر کے اوپر اڑنے لگا، یہ دیکھ کر اس شخص نے پرندے کے بچے کو اٹھایا اور اس پر سے مٹی صاف کی، اور اسے اس کے گھونسلے میں واپس رکھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی عقل لوٹا دی۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقہ)

عقلمند کی زبان

امام حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''عقلمند کی زبان قلب کے پیچھے ہے، جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے تو پہلے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے اگر وہ بات اس کے فائدے کی ہوتی ہے تو کہتا ہے ورنہ رک جاتا ہے اور جاہل کا قلب اس کی زبان کی نوک پر رہتا ہے، وہ قلب کی طرف رجوع نہیں کرتا جو زبان پر آتا ہے بک جاتا ہے۔'' ایک شخص نے آپ سے قلب کی قساوت کی شکایت۔ آپ نے فرمایا'' اس کو ذکر و فکر کے مقامات میں لے جایا کرو۔'' (شذرات الذھب: ج۱)

اخلاص عمل

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ علمی کمالات کے لحاظ سے علماء کے سرخیل اور روحانی

فضائل کے اعتبار سے سرتاج اولیاء تھے۔ آپ کے نزدیک زہد و پرہیزگاری، محض زبانی اور ظاہری وضع قطع بنانے کا نام نہ تھا، بلکہ اصل شئے عمل و اخلاص تھا وہ بغیر اخلاص کے محض حلقہ نشینی اور گدڑی پہننے کو فریب اور ریا سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہمارے حلقہ میں بہت سے لوگ بیٹھتے ہیں لیکن اس سے ان کی غرض دنیا ہوتے ہے۔''

ایک مرتبہ آپ کے سامنے گلیم پوش فقراء کا تذکرہ کیا گیا۔ فرمایا ''یہ لوگ دل کی گہرائیوں میں غرور کے بت کو چھپائے ہوئے ہیں، اور ظاہری لباس سے خاکساری اور فروتنی ظاہر کرتے ہیں۔ بخدا! یہ اپنی گدڑی میں قیمتی چادر میں ملبوس لوگوں سے زیادہ مغرور ہیں۔''

(طبقات ابن سعد: ج ۷)

جو بات حضرت حسن بصریؒ نے اپنے دور کے گلیم پوشوں کے بارے میں کہی تھی وہ ہمارے دور کے صوفیوں اور عالموں پر بہت زیادہ چسپاں ہوتی ہے۔ بہ ظاہر بڑے خاکسار، بہ باطن نہایت مغرور، زبان پر ہردم خدا اور رسول کا ذکر لیکن دل میں عزوجاہ اور دولت وثروت کی لالچ سمائی ہوئی۔ اخلاص عمل نہ ہونے کی بنا پر ان کی باتوں میں نہ تاثیر رہ گئی ہے اور نہ ان کا وقار ہی باقی رہا۔

ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا

حضرت حسن بصریؒ جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں، حجاج بن یوسف کے پاس واسط کے مقام پر حاضر ہوئے۔ سو انہوں نے حجاج کے مکان کو دیکھ کر فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے، بادشاہوں میں ہمیں بڑی عبرت کی باتیں دکھائی دیتی تھیں۔ ان میں سے کسی کو محل کی چاہت ہوتی ہے تو اسے بنوالیتا ہے، کسی کو آرام گاہ میں خواہش ہوتی ہے تو اسے لے لیتا، پھر وہ کہتا ہے میرا کارنامہ دیکھو اور دیکھو میں نے کیا بنایا ہے؟ تو ہم تو دیکھ چکے اے اللہ کے دشمن! تمہارے کرتوت کو، اور اے گناہ گاروں میں سب سے زیادہ گناہ گار! اور سب سے بڑے نافرمان، آسمان والوں نے تجھ پر لعنت کی اور زمین والوں نے تجھ سے نفرت کی۔

پھر وہ یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے وعدہ لیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اس بات کو بیان کریں گے اور ذرا نہ چھپائیں گے۔

حجاج یہ سن کر سخت غضب ناک ہوا اور بھڑک اٹھا، پھر کہنے لگا! اے شام والو یہ بصرہ کا غلام مجھے میرے منہ پر بد بخت کہتا ہے اور کوئی اس پر نکیر بھی نہیں کرتا۔ اس کو میرے سامنے لاؤ۔ اللہ کی قسم! میں اس کو ضرور قتل کر دوں گا۔

چنانچہ اہل شام ان کو لے کر آئے اور ان کو حجاج کی بات کا پتا لگ چکا تھا۔ وہ راستے میں اپنے اونٹ اس طور سے ہلاتے جا رہے تھے کہ کچھ سنائی نہ دیتا۔

جب وہ حجاج کے پاس آئے تو دیکھا کہ اس کے سامنے تلوار اور چمڑے کا فرش ہے اور وہ سخت غصہ میں ہے۔ جب حجاج کی نظر ان پر پڑی تو ان کیساتھ بڑی سختی سے بات چیت کی، لیکن حضرت حسن بصریؒ نے اس کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کی اور اسے وعظ ونصیحت کی۔ اس کے بعد حجاج نے تلوار اور چمڑا منگوایا تو وہ دونوں لائے گئے۔ اور حضرت حسن بصریؒ بڑے اطمینان سے گفتگو کرتے رہے، اتنے میں کھانے کا وقت ہوا تو حجاج نے کھانا منگوایا اور ان دونوں نے کھایا۔ پھر وضو کا پانی منگوایا تو انہوں نے وضو بھی کیا۔ پھر قیمتی خوشبو منگوائی اور اسے اپنے ہاتھ سے غلاف چڑھایا اور اسے عزت و کرام کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کیا اور ان کو کچھ نہ کہا۔ حضرت حسن بصریؒ سے بعد میں پوچھا گیا کہ آپ ہونٹ ہلاتے ہوئے کیا پڑھ رہے تھے؟

فرمایا: میں یہ دعا پڑھ رہا تھا۔

''یا غیاثی عند دعوتی ویا عدتی فی ملمتی ویاربی عند کربتی ویا ولیی فی نعمتی ویا الٰهی واله ابراهیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والبساط وموسیٰ وعیسیٰ ورب النبیین کلهم اجمعین ویارب کهیعص وطه ویس ورب القران یاکافی موسیٰ فرعون ویا کافی محمد الاحزاب صلی علی محمدواله الطیبین الطاهرین الاخیار وارزقنی مودة عبدک الحجا ج وخیره ومعروفه واصرف عنی اذاه شره ومکرمه وهه .''

ترجمہ: ''اے میری پکار کے وقت فریاد رسی کرنے والے! اے وہ ذات! جو مصیبت میں تو میرا توشہ ہے۔اے وہ ذات! جو مشکل میں مجھے سنبھالنے والا ہے۔اے خوشی اور نعمت کے موقع پر میرا دوست! اور اے میرے معبود، اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد، موسیٰ، عیسیٰ اور سارے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے پروردگار! اور اے کہیعص، طٰہٰ اور یسین کا رب! اور قرآن کا رب اور اے موسیٰ کو فرعون سے کافی ہو جانے والا اور بچانے والا! اور اے محمد کو احزاب سے کافی ہو جانے والا! محمد اور ان کی چنی ہوئی آل پر رحمتیں نازل فرما، اور مجھے اپنے بندے حجاج کی محبت اور اس سے خیر و عافیت والا معاملہ نصیب فرما، اور اس کے شر اور تکلیف اور سختی کو مجھ سے دور فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن بصریؒ کو اپنے فضل و کرم سے حجاج کے شر سے بچا لیا۔

(العقد الفرید، الطبری)

اللہ پر بھروسہ

ابراہیم تیمیؒ نے فرمایا:

جب قید کا مشہور واقعہ پیش آیا تو مجھے بھی قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ایک ہی قید خانے میں انتہائی تنگ جگہ میں بہت سے لوگوں کے ہمراہ مجھے بھی رکھا گیا، ہر آدمی کو صرف اتنی جگہ ملی ہوئی تھی کہ جس میں وہ بمشکل بیٹھ سکتا تھا، چنانچہ سارے قیدی کھانا بھی اسی جگہ کھاتے، قضائے حاجت بھی وہی کرتے اور اسی جگہ نماز بھی پڑھتے۔

فرمایا: بحرین کا آدمی لایا گیا اور اسے بھی ہمارے ساتھ قید کر دیا گیا جس سے جگہ اور تنگ ہوگئی، چنانچہ وہ لوگ اس کی وجہ سے بہت کڑھن محسوس کرنے لگے۔تو اس نے کہا ،صبر کرلو صرف آج کی رات ہے۔

پھر جب رات ہوئی تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، اور کہا:

''یار ب مننت علی بدینک وعلمتنی کتابک ثم سلطت علی شر ار خلقک یارب اللة اللیلة اللیلة لا اصبح فیه .''

ترجمہ: اے پروردگار! تو نے مجھے اپنا دین عطا کیا، اور اپنی کتاب سکھائی، اس کے بعد تو نے مجھ پر اپنی بدترین مخلوق مسلط کردی، پس آج کی رات، آج کی رات، میں صبح تک اس حالت میں نہیں رہ سکتا۔''

چنانچہ ابھی صبح ہونے بھی نہ پائی تھی کہ قید خانے کا دروازہ بجا کہ بحرین کا آدمی کہا ں ہے؟ بحرین کا آدمی کہاں ہے؟

ہم سب نے سوچا: کہ اس وقت اس لئے بلایا گیا ہے کہ حجاج اسے قتل کردے گا لیکن ہمارا خیال غلط ثابت ہوا اور اس کو رہا کردیا گیا۔

وہ آیا، قید خانے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور ہمیں سلام کر کے کہا: اللہ تعالیٰ کی مانو وہ تم کو ضائع نہیں کرے گا۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقہ)

سلام پہنچانے والوں کا سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ کے پاس شام میں خلوت میں دو شیخ داخل ہوئے۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۷۴۲ھ میں عصر کی نماز کے بعد ہوا ہے انہیں معلوم نہ ہوا کہ کیونکر داخل ہو گئے۔ نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں سے آئے مجھے ان سے خوف معلوم ہوا۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور مجھ سے مصافحہ کیا تو کچھ خوف رفع ہوا اور ان سے موانست پیدا ہوئی۔ میں نے کہا تم کہاں سے آرہے ہو۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ تمہارے جیسا آدمی یہ بات پوچھے۔ میں نے جو کی روٹی کے ٹکڑے ان کے سامنے پیش کئے انہوں نے کہا ہم اس واسطے تمہارے پاس نہیں آئے۔ میں نے کہا پھر کیوں آئے ہو۔ کہا فلاں شخص کو سلام پہنچانے کے واسطے آئے ہیں اور اس شخص کا نام اس سے پہلے ہی بتا بتا چکے تھے۔ اور کہا ان سے کہہ دو کہ خوش ہو جائیں میں نے کہا تم انہیں جانتے ہو۔ کبھی ان سے ملے ہو۔ کہا ہاں ہم ان سے ملے ہیں وہ ہم سے نہیں ملے۔ میں نے کہا اس بشارت کا تمہیں اذن ملا ہے۔ کہا ہاں۔ پھر کہا کہ وہ مشرق سے اپنے بھائیوں کے پاس آرہے ہیں۔ پھر وہ اسی وقت غائب ہو گئے میں نے انہیں پھر نہیں دیکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الجَمِيعِ ونفعنا بهم . آمين.

میں کہتا ہوں کہ یہ بشارت تائید کرتی ہے اس حکایت کی جو اس شیخ مبشر مذکور نے خواب میں دو صالحوں کو دیکھا کہہ رہے ہیں کہ تمہیں یا ہمیں زمین نہیں نگلے گی یہاں تک کہ تمہیں ہمارے پاس کھینچ لائے اور وہ قصہ بھی اس کا موید ہے کہ انہیں بزرگ کی نسبت بعض مشائخ نے جو اکابر اولیاء میں تھے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص حطیم کعبہ کے اندر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کا سر کعبہ کی چھت کے برابر ہے اور ان مشائخ سے کہہ رہے ہیں کہ فلاں شخص کو میرا اسلام پہنچاؤ اور ان سے یہ بھی کہہ دو کہ ہمارے آنے تک وہ صبر کریں ۔ میں نے کہا۔آپ کون ہیں ۔ میں نے کہا میں خضر ہوں۔رضوان الله عليه ونفعنا وجميعِ المسلمين. به آمين.

اسی طرح ایک صالح سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے خواب میں کہا گیا کہ فلاں شخص سے کہہ دو اپنی طلب سے زیادہ کی بشارت تمہیں دی جاتی ہے اور تمہارے مطلوب میں بطور امتحان تاخیر کی گئی ہے ۔پھر کہا جو کچھ اخیر عمر میں ہو جائے وہ اچھا ہے اور اس کا نتیجہ بھی اچھا ہے۔اے اللہ ہم سے تو اپنے لائق معاملہ کر اور ہمارے لائق معاملہ نہ کر۔مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے انہیں بزرگ نے جن کا ذکر پہلے ہوا ہے فرمایا کہ میں نے شام کے ایک ساحل پر ایک نوجوان کو اپنے قریب دیکھا ہم تین دن تک وہاں رہے نہ وہ میرے پاس آئے نہ میں ان کے پاس گیا۔پھر میرے جی میں آیا کہ میں ان سے مل کر بات چیت کروں۔چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور سلام کر کے دو رکعت نماز کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہی۔لیکن نماز میں اپنے پہلو کی طرف دیکھ بھی لیتا تھا ۔ناگاہ وہ شخص میری نظر سے غائب ہو گئے ،صرف مصلیٰ اور نعلین وہاں رکھے رہے اور ان کا پتہ نہ چلا۔اسی طرح میں نے اکثر جنگلوں میں فقراء سے ایسے واقعات دیکھے ہیں بعض تو فی الحال مجھ سے غائب ہو گئے اور بعض مجھ سے مل کر بات چیت بھی کرتے تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (کرامات اولیاء)

خصائل حمیدہ

شاہ اسماعیل سا سانی کے خصائل حمیدہ میں سے ایک یہ تھی کہ ایام برف و باراں میں باہت بیٹھے یا میدان میں کھڑے رہتے ، اگر کسی کو کچھ حاجت ہوتی تو اس کی حاجت روائی کرتے اور کوئی مظلوم ہوتا تو اس کی داد رسی کرتے اور ضعیفوں کو صدقہ دیتے اور ان کی فارغ البالی کے لیے پوری کوشش کرتے اور بوقت مراجعت نماز شکر ادا کرتے اور کہتے ، الحمد اللہ کہ آج کے دن بقدر وسعت و طاقت خدمت خلق میں صرف ہوا۔'' لوگوں نے کہا'' اے امیر! برف و باراں کے دن امراء گھروں سے باہر نہیں نکلتے ، ایسے تکلیف دہ ایام میں آپ گھر نہیں بیٹھتے اور رنج و تکلیف اٹھاتے ہیں ، اس کا کیا باعث ہے؟'' فرمایا'' ایسے ایام میں غربا اور بے کس زیادہ تنگ دل ہوتے ہیں ، اگر ایسی حالت میں ایک کی بھی توفیق خدمت گزاری مجھے حاصل ہو جائے ، تو اس کی دعا اجابت سے نزدیک تر ہوتی ہے۔

مکرم جنس ہے یادستگیری نیم جانوں کی خرید اکر ہلیں جتنی دعائیں ناتوانوں کی

ذلت ورسوائی کا واقعہ

ہمارے سامنے پچھلی قوموں کے واقعات شاہد ہیں کہ ان کو کس طرح اللہ تعالیٰ نے بوجہ نافرمانی سے سرکشی کے صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور ایسا مٹایا کہ ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ پچھلی قوموں کو تو چھوڑیں عصر حاضر پر بھی نظریں دوڑائیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی اسلام دشمنی کا انجام ہلاکت اور رسوائی ہے۔ افغانستان میں ہونے والی جنگ جو طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین عرصہ دراز تک جاری رہی اور اب بھی جاری ہے اور اس جنگ میں طالبان ۹۰ فیصد علاقے پر اسلام کا پرچم لہرانا اور شمالی اتحاد کا پسپا ہوتے چلے جانا ، پھر ان کا ذلت و خواری کا شکار ہو کر مردار کی موت مرنا اظہر من الشمس ہے۔

انہی نام نہاد مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا واقعہ جنہیں آج شمالی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جو ایک شخص کا آنکھوں دیکھا ہے اور وہ شخص خود بھی شمالی اتحاد کا حامی ہے، جس نے خود آپ بیتی زبان سے بیان کی ہے، کہ ایک مرتبہ یہی شمالی اتحاد کا حامی شخص پشاور میں کسی گاڑی میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دوسرا شخص جو اس کے ساتھ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے اس سے افغانستان کے حالات کے بارے میں دریافت کیا کہ وہاں کے حالات کیسے ہیں؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ: ''ایک مرتبہ حال ہی میں طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین معرکہ ہوا، جس میں تقریباً شمالی اتحاد کے چودہ پندرہ افراد مارے گئے ، ان میں میرا بیٹا اور داماد بھی مارا گیا، جب مجھے ان کے بارے میں اطلاع ملی تو میں فوراً وہاں گیا اور دیکھا کہ کچھ لاشیں پڑی ہیں، ان میں میں نے اپنے بیٹے اور داماد کی لاش بھی دیکھی، میں نے دل میں کہا کہ ان کو کس طرح یہاں سے اٹھا کر گھر لے جاؤں، پہلے بیٹے کی لاش کو لے کر جاؤں اور پھر داماد کی لاش کو اٹھاؤں گا، چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کی لاش کو اٹھانے کی کوشش کی اور اس کو اپنے کاندھے پر ڈال دیا۔

جیسے ہی لے کر چلا تو اس لاش نے میرے کاندھے پر زور سے کاٹا، جس کی وجہ سے میں نے اس کو نیچے اتار دیا کہ شاید یہ زندہ ہے، لیکن جب اچھی طرح چیک کیا تو وہ مردہ تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے اس لاش کو دوبارہ اٹھالیا، پھر اس لاش نے مجھے زور سے کاٹا تو میں نے اس کو زمین پر پھینک دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تمام مردہ لاشیں جو زمین پر پڑی ہوئی تھیں وہ سب زندہ ہو کر کھڑی ہوگئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں مڑ گئے اور ان سب کے پیچھے دم نکل آئی، وہ سب ایک دوسرے کو کاٹنے لگے اور جانوروں کی طرح بھاگنے لگے، یہ لوگ انسانی شکل میں حیوان نظر آرہے تھے قریب ہی ایک مکان جو امریکی بمباری سے تباہ ہو چکا تھا، وہاں کے لوگوں نے ان کتے نما انسانوں کو اس مکان میں بند کر دیا۔''

یہ واقعہ اس شخص نے خود سنایا جس کا بیٹا اور داماد ان کتے نما انسانوں کے ساتھ چوپایا بن چکے تھے، اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کے واقعات مختلف جگہوں میں رونما ہورہے ہیں، اور ایک خبر جو گزشتہ چند دن پہلے اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ افغانستان میں ایسی وباء پھیلتی جارہی ہے کہ جس سے زندہ انسانوں کی شکل بگڑ کر جانوروں کی طرح ہوجاتی ہے، اس قسم کے عبرتناک حالات محض اسلام دشمنی کا نتیجہ ہیں، اور اللہ کے شیروں کو ناحق قتل کرنے اور ان کو قید کرکے ان پر ظلم وتشدد کا نتیجہ ہے، اگر کوئی ان واقعات سے بھی عبرت حاصل نہ کرے تو اسی کی بدنصیبی اور بدبختی ہے، اسلام سے دشمنی کرنے والوں کا ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بدتر انجام ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل کی حمایت میں مصروف ہے؟ ورنہ کم فہم اور دین سے عاری مسلمان یہ کہتے ہیں کہ تم شمالی اتحاد سے کیوں جہاد کرتے ہو وہ تو مسلمان ہیں۔

تو اس کا جواب سوائے اس کے کوئی نہیں کہ وہ اگر مسلمان ہوتے تو اسلام کے خلاف دیوار نہ بنتے اور ان کا مرنے کے بعد یہ انجام نہ ہوتا۔ لہٰذا اگر اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اسلام دشمنی چھوڑ دو، ورنہ یہ دنیا تو عذاب ہے، آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ کسی کے وہم وگمان میں نہیں اور اگر اسی حال میں مرگئے تو قیامت کے دن مخالفین اسلام کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے، تم جتنی بھی مخالفت کرلو، پھر بھی اسلام کی شمع کو نہیں بجھاسکتے، یہ تو آندھیوں میں بھی روشن رہے گی، انشاءاللہ۔

(از مولانا شمشاد احمد انصاری)

جی ہاں ان کے جسم اب تک محفوظ ہیں

ایک صاحب کا بیان ہے کہ چند سال قبل مسجد نبوی کی جنت البقیع کی طرف جب توسیع کی گئی تو راستے میں چند صحابہ کی قبریں موجود تھیں۔ ۱۹۶۸ء میں جب میں مدینہ

گیا تو ان حضرات کی قبروں ن کو دیکھا تھا اور صدیوں پرانی پچی دیواروں کے نشانات بھی موجود تھے مسجد نبوی کی توسیع کے مراحل میں ان قبروں کو کھولا گیا اور ان صحابہ کرام کو جنت البقیع میں منتقل کیا گیا جس کی تفصیل اس سال نوائے وقت اخبار نے دی حج کا زمانہ تھا ان اصحابہ کی قبروں کو کھولا گیا اور یہ عمل رات کے وقت کیا گیا تا کہ لوگوں کو کم سے کم پتہ چل سکے میرے چند عزیز ان دنوں میں حج پر گئے ہوئے تھے انہوں نے ان اصحاب رسول کی زیارت کی جب ان کے جسموں کو نکالا گیا تو ویسے ہی تروتازہ تھے کہ کیڑے مکوڑے کا نام تک نہ تھا کافی لوگوں نے ان پاک جسدوں کی زیارت کی تقریباً ۲۵ سال قبل دو صحابہ کرام جو دریائے دجلہ کے کنارے پر دفن تھے ان کو دریا کے پانی نے تنگ کرنا شروع کیا وقت کے بادشاہ کو خواب میں حکم دیا کہ ہمیں یہاں سے نکال کر خشک جگہ پر دفن کیا جائے ان دونوں میں غالباً شاہ حسین کے والد شاہ طلال حکمران عراق تھے اس نے علماء کرام سے مشورہ کیا اور قبروں کو کھولکر ان دو اصحابہ رسول کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا یہ نظارہ دیکھنے کے لئے غیر مما لک سے غیر مسلم بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے ان دونوں اصحابہ کرام کو بالکل تروتازہ پایا صرف حرکت نہیں کرتے تھے باقی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی فوت ہوئے ہیں حالانکہ ان کو دنیا سے پردہ کئے ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے تھے۔

یہ نظارہ دیکھ کر بہت سے غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے اور قبر کی زندگی کو برحق سمجھا اس موقعہ پر غیر ملکی نامہ نگار اور فلم بنانے والے اور کئی ملکوں کے سفیر بھی موجود تھے دنیا کے تمام اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی۔ (نوٹ فلم بنانا زندہ کی ہو یا مردہ کی شرعاً ناجائز ہے)۔ (حکایتوں کا گلدستہ)

عذاب قبر کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا

جب منگلا ڈیم پاکستان میں تعمیر ہو رہا تھا اور بند باندھا جا رہا تھا اور مٹی ادھر سے

ادھر اکٹھی کی جارہی تھی تو اس کام کے دوران بلڈوزر نے ایک قبر کھول دیا اس قبر میں ایک مردہ لیٹا ہوا تھا اور اس کے منہ کے اوپر ایک سانپ بیٹھا ہوا وقفہ وقفہ سے ڈس رہا تھا یہ نظارہ وہاں کے تمام لوگوں نے دیکھا چنانچہ کچھ اللہ والوں نے ذکر واذکار شروع کردیا اور اس مردہ کے لئے تخفیف عذاب کے لئے درود شریف اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا کچھ دیر کے بعد یہ سانپ کہیں غائب ہو گیا یہ واقعہ وہان کے ایک انجینئر نے بتایا جوان دنوں بند کے بنانے پر مامور تھا۔

آج سے قریباً بیس سال قبل قبر کشائی کے لئے میں ایک میڈیکل آفیسر کے ساتھ گیا یہ قبر کوٹ مٹھن کے قصبے کے باہر ایک قبرستان میں واقع تھی اور قبر والے کو مرے پانچ دن ہوئے تھے جب قبر کھولی گئی تو میں وہاں موجود تھا قبر کالی چمکا در موٹی مکھیوں اور موٹے کیڑوں سے بھری ہوئی تھی اور قبر کی تہہ پر سانپ اور بچھو نظر آرہے تھے یہ نظارہ اتنا ڈراؤنا تھا کہ سب لوگ بھاگ گئے حتیٰ کے سرکاری افسران جو ہمارے ساتھ تھے وہ اس نظارے کی تاب نہ لاسکے سب سے بڑا مسئلہ مردے کو نکال کر اس کی چیڑ پھاڑ کرنا تھا مردے کو نکالنے کے لئے بڑے جتن کئے گئے بڑی مشکل سے دو مزدور پولیس کے ڈر سے رسیوں کے ذریعہ مردے کو باہر نکال لائے کیڑوں کے انبار اور مکھیوں کے جھنڈ دیکھ کر ایک مزدور بے ہوش ہو گیا اور شام تک مر گیا جب مجھے یہ منظر یاد آتا ہے تو پسینہ آجاتا ہے اور سوچتا ہوں کہ میرے ساتھ قبر میں کیا سلوک ہوگا اللہ موت سے پہلے مرنے کی تیاری کی توفیق فرمائے۔ (آمین)

میرے ایک دوست قانون طب (فارنزک میڈسن) سے منسلک ہیں اور قبر کشائی کے لئے ان کو حکومت کی طرف سے اکثر جانا پڑتا ہے انہوں نے بتایا کہ ایک جگہ قبر کشائی کی جس سے مردے کو بطور امانت رکھا گیا تھا کیونکہ اس کو خاص جگہ منتقل کرنا تھا جب قبر کھودی گئی تو اس قدر سخت بد بو نکلی کہ مردے کے تمام رشتہ دار بھاگ گئے اور قبر سے ایک عجیب قسم کا سانپ نکلا جو دنیا میں نہیں دیکھا جاتا پورا دن انتظار

کرنے کے باوجود بدبو کم نہ ہوئی تو تنگ آ کر اسی حالت میں مردے کا معائنہ کیا گیا یہ منظر بھی بہت پریشان کن تھا اور جو لوگ وہاں موجود تھے سب پریشان تھے۔

(ماخوذ از رسالہ عذاب قبر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب واقعہ

ایک دفعہ دریائے نیل خشک ہو گیا۔ ہمیشہ چڑھا کرتا تھا اسی سے آب پاشی ہوتی تھی اس دفعہ نہ چڑھا، عمرو بن العاصؓ یا عبداللہ بن عمرو بن العاص عامل تھے لوگوں نے آ کر عرض کیا۔ آپؓ نے فرمایا کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہے۔ تو تم کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ جب ایسا ہوتا ہے تو ہم ایک جوان حسین لڑکی بھینٹ کر دیتے ہیں۔ اس سے وہ جاری ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کے جاہلیت کی رسم کبھی نہیں ہوگی۔ اسلام میں۔ اور خلیفہ کو لکھتا ہوں انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا۔ حضرت عمرؓ نے نیل کے نام حکم نامہ بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ، اے نیل! اگر تو خدا تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے تو کسی شیطان کے تصرف سے بند ہونے کے کیا معنی؟ اور اگر یہ نہیں ہے تو ہم کو تیری کچھ پرواہ نہیں خدا تعالیٰ ہمارا رازق ہے۔ آپ کے اس لکھنے پر مخالفین ہنستے تھے۔ اور کہتے تھے کہ دریا پر بھی حکومت کرتے ہیں۔ مگر "قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید"۔ آپ کو شبہ بھی نہ ہوا کہ ایسا ہوا تو عزت کر کری ہوگی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اس رقعہ کو اعلان کے ساتھ لے کر چلے اور مخالفین کا گروہ بھی آپ کے پیچھے چلا، ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ اس رقعہ سے دریائے نیل کے جوش سے کیا نسبت۔ مگر رقعہ دریائے نیل میں ڈالنا تھا کہ دریا کو جوش آیا اور لبریز ہو کر چلنے لگا۔

ہارون رشید کا حضرت علیؓ کے خاندان کے ایک نوجوان کو قتل کرنے کا حکم

ہارون رشید نے ایک خادم کو حکم دے کہا: جب رات ہو جائے تو فلاں حجرے کے پاس جا کر اسے کھولنا، اور تمہیں اس میں جو بھی شخص نظر آئے اسے پکڑ کر لانا۔ پھر فلاں صحرا

کی کھائی میں اسے پھینک کر مٹی سے ڈھانپ لینا۔ اور تمہارے ساتھ فلاں دربان بھی ہونا چاہئے۔

چنانچہ خادم حجرے کے دروازے کے پاس آیا اور اسے کھولا۔ اس میں ایک نوجوان تھا جو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ طلوع ہوتا ہوا سورج ہے، تو خادم نے اسے زور سے کھینچا۔

اس نے کہا: اللہ سے ڈرو میں رسول اللہ کی اولاد میں سے ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس بات سے ڈرو کہ تم اس کے سامنے میرے خون میں رنگے ہوئے حاضر ہو، تو خادم نے اس کی بات کا کوئی دھیان نہیں دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر انہیں مقررہ جگہ پر لے گیا۔

وہاں پہنچ کر قریب ہی تھا کہ لڑکا ہلاک ہو جاتا، اور اس نے وہ کھائی بھی دیکھ لی جس میں اس کو ڈالنا تھا تو اس سے ہارون رشید کے خادم سے کہا: اے لڑکے، جو کام تم نے ابھی کیا نہیں اس سے تو رجوع ہو سکتا ہے، لیکن جو کچھ ہو چکا اس سے رجوع نہیں ہو سکتا، چنانچہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو، اور پھر جو تم حکم کرو گے میں کرلوں گا۔ اس نے کہا: جیسے تمہاری مرضی۔

پھر نوجوان نے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں اور یہ دعا کی:

"یاخفی اللطف اغثنی فی وقتی هذا والطف بی بلطفک الخفی."

ترجمہ: "اے وہ ذات! جس کا احسان چھپا ہوا ہوتا ہے، اس وقت تو میری مدد کر اپنی پوشیدہ مہربانی سے مجھ پر رحم کر۔"

اللہ کی قسم! ابھی وہ دعا پوری بھی نہ کر پایا تھا کہ ہوا چلی اور غبار اڑا، حتی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے بھی نہ پائے، تو وہ سب اپنے چہروں کے بل گر پڑے۔ اور اپنے میں مشغول ہو کر نوجوان سے غافل ہو گئے۔ پھر وہ ہوا رک گئی انہوں نے نوجوان کو ڈھونڈا تو تھا ہی نہیں اور اس کی رسیاں پھینکی ہوئی تھیں۔

خادم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم تو برباد ہو گئے۔ امیر المومنین تو یہ سمجھیں گے

کہ ہم نے اسے رہا کر دیا تو ہم انہیں کیا جواب دیں گے؟

اگر ہم جھوٹ بول بھی دیں گے تو پھر بھی نہیں چھوٹ سکتے، کیوں کہ ان کو نوجوان کی خبر پہنچ ہی جائے گی تو وہ ہمیں مار ڈالیں گے اور اگر ہم سچ بول دیں تو کوئی نہ کوی ناگوار بات فوری طور پر پیش آئے گی۔

اس کے ایک عقل مند ساتھی نے کہا: حکماء کہتے ہیں: اگر جھوٹ بچاتا ہے سچ تو اس سے بھی بڑھ کر پرامید ہے اور وہ تو جھوٹ سے بھی زیادہ بچانے والا ہے۔ پھر وہ جب ہارو ن ررشید کے سامنے حاضر ہوئے تو ہارون رشید نے ان سے کہا: میں نے تمہیں جو حکم دیا اس کی کیا تعمیل کی؟

خادم نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں آپ سے بالکل سچ کہوں گا۔ اور مجھ جیسا آدمی آپ کے دربار میں جھوٹ بولنے کی جرات بھی نہیں کرسکتا، لہذا واقعہ اس طرح ہے اور پورا واقعہ بیان کر دیا۔ تو ہارون رشید نے کہا: اللہ کی مہربانی اس کے ساتھ شامل ہوگئی، اللہ کی قسم! میں اسے سب سے پہلے اپنی دعاؤں میں یاد رکھوں گا۔ اپنے کام میں لگو اور جو کچھ ہو چکا اسے راز میں رکھو۔ (کتاب حل العقال ص)

اے ہر آواز کو سننے والے

ایک آدمی کو کوئی ایسی بات پیش آئی جس کی وجہ سے وہ بہت غمگین تھا اور اس نے اسے بے چین و پریشان کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک مرتبہ خوب الحاح وزاری کے ساتھ دعا کی تو اسے ایک آواز دینے والے نے غیب سے آواز دی۔ اسے فلاں! تو ان کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا مانگ۔

"یاسامع کل صوت، وباری النفوس بعدالموت، ویامن لاتغشاه الظلمات ویامن لایشغله شیی ء عن شیی.

ترجمہ: اے ہر آواز کو سننے والے! اے موت کے بعد لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے والے! اے وہ ذات جس کو اندھیرے نہیں چھپا سکتے! اور اے وہ ذات جسے ایک

کام دوسرے سے بے پرواور غافل نہیں کرتا!۔

چنانچہ انہوں نے یہ دعا پڑھی، تو اللہ تعالیٰ نے اسکی مصیبت دور کردی۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس رات جو بھی حاجت مانگی اللہ تعالیٰ نے وہ پوری کردی۔

(الفرج بعد الشدة والضيقة)

لباس ریا کا انجام

امام حسن بصریؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ کبھی کبھی اچھا لباس بھی پہن لیتے تھے۔ ایک مرتبہ یمنی جبہ اور چادر اوڑھ کر نکلے۔ فرقد نے اعتراض کیا کہ آپ جیسے شخص پر یہ لباس زیب نہیں دیتا۔ آپ نے جواب دیا ''فرقد تم کو معلوم نہیں کہ دوزخیوں کا بڑا حصہ گلیم پوشوں میں سے ہوگا۔'' (طبقات ابن سعد: ج ۷)

آپ نے جہاں ریا کار اور ظاہر دار عابدوں کے انجام بد سے ڈرایا ہے، وہاں آپ کا مقصود یہ بھی ہے کہ وضع قطع کسی کے صوفی اور عابد زاہد ہونے کی دلیل نہیں۔ اصل چیز تقویٰ اور دل سے خدا کی محبت ہے۔ اسی سے ملتی جلتی بات شیخ سعدی شیرازیؒ بھی فرماتے ہیں ؎

حاجب بکلاہ برکی داشتنت نیست

درویش صفت باش کلاہ تتری دار

''یعنی صوفیوں والی برکی ٹوپی پہننے کے بجائے اپنے اندر صوفیانہ خوبیاں پیدا کرو۔ اس وقت اگر تم ایرانیوں کی خوبصورت اونچی ٹوپی بھی پہن لوگے تو کوئی حرج نہیں۔''

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت علی بن حسین جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند اصغر تھے۔ کربلا کے میدان میں اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کا چمن اجڑنے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا۔ بڑے سخی اور دریا دل تھے۔ خدا کی راہ میں

بے دریغ صَرف کرتے تھے۔ فقیروں اور ضرورتمندوں کے لئے ہمیشہ ان کا ہاتھ کھلا رہتا۔ مدینہ کے معلوم نہیں کتنے غریب گھرانے آپ کی ذات سے پرورش پاتے تھے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے پاتی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ خفیہ طور پر مستقل سو (۱۰۰) گھرانوں کی کفالت کرتے۔ آپ بہ نفس نفیس خود راتوں کو جا کر لوگوں کے گھروں پر چھپ چھپ کر صدقات پہنچاتے تھے۔ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے تھے جن کی معاش کا کوئی وسیلہ نہ تھا۔ رات کی تاریکی میں غلہ کے بورے اپنی پیٹھ پر لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔ وفات کے وقت جب غسل دیا جانے لگا تو جسم مبارک پر نیل کے داغ نظر آئے، معلوم ہوا کہ آٹے کی بوریوں کے بوجھ کے داغ ہیں جنہیں آپ راتوں کو لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔ سائلین کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب کوئی سائل آتا تو ''میرے توشہ کو آخرت کی طرف لے جانے والے مرحبا'' کہہ کر اس کا خیر مقدم کرتے۔ سائل کو خود اٹھ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے ''صدقات سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں جاتے ہیں۔'' (مختصر صفوۃ الصفوۃ: ص ۱۳۴)

محبت الٰہی انسان کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو اس کی زندگی کا سانچہ بدل جاتا ہے۔ فکر و عمل کی بلندی، خدمت، راست بازی اور سچائی کتنی خوبیاں ہیں جو صرف اسی جذبے کا نتیجہ ہیں، خدا کی محبت کی راہ اس کے بندوں کی محبت میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ جو انسان چاہتا ہے کہ خدا سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ خدا کے بندوں سے محبت کرنا سیکھے۔ ہمارے بزرگوں نے محبت الٰہی کیا سی عملی راہ کو اختیار کیا تھا۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو دل پریشان ہو جاتا، بھوکوں کا خیال آتا تو لقمے حلق میں اٹکنے لگتے تھے۔

ایک مکھی پر شفقت کا سبق آموز واقعہ

شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ سے بارہا یہ واقعہ سنا کہ ایک بزرگ تھے جو بہت بڑے، عالم، فاضل، محدث اور مفسر تھے۔ ساری عمر درس و تدریس اور تالیف و تصنیف میں گزری اور علوم کے دریا بہا دیئے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو

خواب میں کسی نے ان کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ مجھ پر اپنا فضل فرمایا۔ لیکن معاملہ بڑا عجیب ہوا، وہ یہ کہ ہمارے ذہن میں تھا کہ ہم نے الحمدللہ زندگی میں دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ درس وتدریس کی خدمت انجام دی، وعظ اور تقریریں کی۔ تالیف اور تصانیف کیں۔ دین کی تبلیغ کی، حساب وکتاب کے وقت ان خدمات کا ذکر سامنے آئے گا اور ان خدمات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرمائیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہیں بخشتے ہیں لیکن معلوم بھی ہے کہ کس وجہ سے بخش رہے ہیں؟ ذہن میں آیا کہ ہم نے دین کی جو خدمات انجام دیں تھیں۔ ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں۔ ہم تمہیں ایک اور وجہ سے بخشتے ہیں۔ وہ یہ کہ ایک دن تم کچھ لکھ رہے تھے (اس زمانے میں لکڑی کے قلم ہوتے تھے۔ اس قلم کو روشنائی میں ڈبو کر پھر لکھا جاتا تھا)۔ تم نے لکھنے کے لئے اپنا قلم روشنائی میں ڈبویا۔ اس وقت ایک مکھی اس قلم پر بیٹھ گئی۔ اور وہ مکھی قلم کی سیاہی چوسنے لگی، تم اس مکھی کو دیکھ کر کچھ دیر کے لئے رک گئے اور یہ سوچا کہ یہ مکھی پیاسی ہے، اس کو روشنائی پی لینے دو، میں بعد میں لکھ لوں گا، تم نے یہ اس وقت قلم کو روکا تھا، وہ خالصتہً میری محبت اور میری مخلوق کی محبت میں اخلاص کے ساتھ روکا تھا۔ اس وقت تمہارے دل میں کوئی اور جذبہ نہیں تھا۔ جاؤ، اس عمل کے بدلے میں آج ہم نے تمہاری مغفرت کردی۔ (بحوالہ اصلاحی خطبات ج ۸)

ہار والا دن ہمارے رب کے عجائب میں سے ہے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی عورت ہمارے پاس اکثر آیا کرتی تھی۔ اور اکثر یہ شعر کہا کرتی:

ہار والا دن ہمارے رب کے عجائب میں سے ہے۔ خوب سن لو کہ اس نے مجھے

کافروں کے شہر سے نجات دی۔

اس سے پوچھا گیا کہ یہ جو شعر تم اتنی کثرت سے پڑھتی ہو، لگتا ہے کہ اس کے پس پشت کوئی واقعہ چھپا ہوا ہے تو وہ کیا واقعہ ہے ذرا بتاؤ تو سہی؟

اس نے کہا: میں گاؤں میں ایک گھر میں کام کیا کرتی تھی۔ تو ایک دن گھر والوں میں سے ایک لڑکی نے میرے سامنے ہار رکھ دیا، اتنے میں ایک شکاری چیل کا وہاں سے گزر ہوا، اور وہ ہماری بے خیالی میں ہار کو گوشت سمجھ کر اچک کر لے گئی، چنانچہ جب ان لوگوں نے ہار تلاش کیا اور ان کو نہیں ملا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، میں نے کہا، مجھے نہیں پتہ، انہوں نے کہا: تم ہی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے قسم اٹھالی اور معذرت کی، لیکن انہوں نے میری قسم اور عذر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور مردوں کو بلوایا۔ تو وہ آئے اور میری خوب چھان بین کی، مگر انہیں کچھ نہ ملا۔

تو بعض نے کہا: اس نے اپنی شرم گاہ میں رکھ لیا ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے میرے کپڑے اتارنے چاہے۔ اب ایسی عورت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے تھا جسے ایسا خوف لاحق ہو گیا تھا؟

جب مجھے اپنی بے عزتی کا یقین ہو چلا تو میں اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا:

''یا رباہ اغثنی.''

ترجمہ: ''اے میرے رب! میری مدد کر۔''

اتنے میں چیل کا ہمارے اوپر سے دوبارہ گزر ہوا اس نے اس ہار کو ہمارے پاس پھینک دیا۔ پھر تو وہ لوگ بہت نادم ہوئے۔ اور کہا: ہم نے بے چاری پر ظلم کیا اور مجھ سے معذرت کرنے لگے۔

چنانچہ جب بھی میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوتی ہوں تو اسے یاد کرتی ہوں، اور راحت کی امید کرتی ہوں۔ بخاری شریف میں یہ قصہ مختصر الفاظ میں مذکور ہے۔ اس کے اخیر میں جب اس عورت کو اللہ تعالیٰ نے نجات دلوائی تو اس نے کہا: هذا الذی اتهمتمونی به وانا منه بریئه ''اسی کے لئے تم لوگ مجھ پر تہمت لگا رہے تھے،

حالانکہ میں اس سے بری تھی۔ (بخاری شریف)

اللہ اور بندوں کے درمیان دروازہ بند نہیں ہوتا

عبداللہ بن احمد بصری کہتے ہیں: ایک فوجی کسی عورت کو راستے سے اغوا کر رہا تھا، آس پاس کے لوگوں نے اس کو بچانے کی کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے، چنانچہ فوجی اس عورت کو اپنے گھر لے آیا اور سارے دروازے بند کر دیئے۔ پھر اس نے اس عورت کو پھسلانے کی کوشش کی یعنی برائی کی ترغیب دی، تو اس نے انکار کر دیا۔ لیکن جب اس آدمی نے اس پر زبردستی کی تو وہ کہنے لگی: ٹھہرو پہلے وہ دروازہ تو بند کر دو جو بند کرنے سے رہ گیا ہے۔

اس نے پوچھا: وہ کون سا دروازہ ہے؟

عورت نے کہا: ''الباب الذی بینک و بین اللہ'' وہ دروازہ جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے۔

وہ اس کے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہا چلی جا، اللہ تعالیٰ نے تجھ سے مصیبت دور کر دی۔ یعنی اللہ نے مجھے ہدایت دے دی، اور یہ بات سمجھ آگئی کہ بندہ اللہ سے چھپ نہیں سکتا۔

چنانچہ وہ سلامتی کے ساتھ چلی گئی۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

تین آدمیوں کا اپنے اعمال کے سبب غار سے نکل جانا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پچھلے زمانے میں تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں بارش نے انہیں آلیا، تینوں نے ایک غار میں پناہ لی، لیکن جب وہ اندر گئے تو ایک بڑی چٹان گر کر غار کے منہ میں لگی جس سے غار کا منہ بند بالکل بند ہو گیا۔ اس موقع پر ایک دوسرے سے کہا: بخدا اس مصیبت سے اب صرف سچائی ہی نجات دلا سکتی ہے۔ اب ہر شخص کو اپنے کسی ایسے عمل کا واسطہ دے کر دعا کرنی چاہئے جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے تھا۔

چنانچہ ایک نے اس طرح دعا کی:

اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا جس نے ایک فرق چاول کے عوض میرا کام کیا تھا۔ لیکن وہ شخص چلا گیا اور اپنی مزدوری چھوڑ گیا۔ پھر میں نے اس فرق چاول کو لیا اور اس کی کاشت کی۔ اس سے اتنا کچھ ہوگیا کہ میں نے پیداوار سے ایک گائے خرید لی۔ اس کے بعد وہی شخص مجھ سے چاول مانگنے آیا، میں نے کہا: یہ گائے کھڑی ہے اسے لے جاؤ۔ کیونکہ یہ اسی فرق چاول سے حاصل ہوئی ہے، آخر وہ گائے کو لے کر چلا گیا۔ پس اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیرے ڈر سے کیا تھا تو غار کا منہ کھول دے۔ چنانچہ چٹان تھوڑی سی ہٹ گئی۔

پھر دوسرے شخص نے اس طرح دعا کی:

اے اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ میں اپنے بوڑھے والدین کی خدمت میں روزانہ رات کو اپنی بکریوں کو دودھ لا کر پیش کیا کرتا تھا۔ ایک رات اتفاق سے میں دیر سے آیا جب تو وہ سو چکے تھے۔ ادھر میری بیوی اور بچے بھوک سے بے چین تھے۔ لیکن میری عادت تھی کہ جب تک والدین کو دودھ نہ پلا دوں بیوی بچوں کو نہیں دیتا تھا۔ مجھے انہیں بیدار کرنا اچھا نہیں اور چھوڑنا بھی اچھا نہ لگا۔ چنانچہ میں ان کا وہیں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی، پس اے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیرے خوف وخشیت کی وجہ سے کیا تھا تو ہمارے لئے راستہ کھول دے تو چٹان تھوڑی سی اور ہٹ گئی اور اب آسمان نظر آنے لگا۔

پھر آخری شخص نے یوں دعا کی:

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اسے بدفعلی کیلئے اپنے پاس بلایا۔ لیکن اس نے انکار کیا اور صرف ایک شرط پر تیار ہوئی کہ میں اسے سو دینار لا کر دے دوں۔ میں نے یہ رقم حاصل کرنے لئے دوڑ دھوپ کی اور آخر کار وہ رقم مجھے مل گئی تو میں اس کے پاس آیا اور رقم اس کے حوالے کردی۔ اس نے مجھے اپنے اوپر قدرت دے دی۔ جب میں اس کے دونوں پاؤں

کے درمیان بیٹھ چکا تھا تو اس نے کہا اللہ سے ڈرو، اور مہر کو بغیر حق کو نہ توڑو۔ میں (یہ سنتے ہی) کھڑا ہو گیا اور سو دینار بھی واپس نہ لئے۔ پس اے اللہ اگر میں نے یہ عمل تیرے خوف وخشیت کی وجہ سے کیا تھا تو ہمارا راستہ صاف کر دے۔ تو راستہ ہو گیا اور وہ تینوں خیریت کے ساتھ نکل گئے۔ (روی البخاری، مسلم)

ذوالنون مصریؒ کا ایک واقعہ

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ جو بڑے پایہ کے اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں ایک مرتبہ سفر حج کے لئے کشتی پر سوار ہو کر جا رہے تھے جس سے امیر وغریب تاجر وسوداگر ہر قسم کے آدمی سوار تھے اتفاقاً کسی سوداگر کا ایک قیمتی موتی گم ہو گیا اسنے کشتی میں تمام لوگوں کی تلاشی لینا شروع کی ایک شخص پر جو پھٹے ٹوٹے حال سے کشتی پر سوار تھا اس پر شبہ ہوا یہ دیکھ کر اس فرسودہ حال نے دربار الٰہی میں گریہ وزاری شروع کی کہ اب رب العزت! عزت وذلت تیرے ہی ہاتھ میں ہے چنانچہ اس کی دعا قبول ہوئی اور یکایک ہزاروں مچھلیاں تیرتی ہوئیں پانی پر آ گئیں جن میں ہر ایک مچھلی اپنے منہ میں ایک ایک بے بہا موتی لئے ہوئے تھی اس درویش نے اس میں سے ایک موتی لے کر سوداگر کو دے دیا اور بلا خوف وخطر اسی وقت کشتی سے اتر کر پانی میں چلا گیا جب ہی سے ان کا نام ذوالنون (مچھلی والے) مشہور ہو گیا۔ (حکایات الصالحین)

ایک عبرت انگیز واقعہ

ایک اخباری رپوٹ کے مطابق سود خور کی قربانی ناجائز، گائے رسہ تڑوا کر بھاگ نکلی، ذبح کرنے کی بار بار کوششوں کے باوجود گائے کی گردن پر چھری نہ چل سکی۔ کالج روڈ ڈسکہ کے مشہور زمانہ تاجر نے عید قربان کے موقعے پر قربانی کی خاطر پچاس ہزار روپے مالیت کی قیمتی گائے خریدی اور قربانی کی خاطر جب ذبح کرنے کے لئے قصائی نے گائے کی چاروں ٹانگیں کھلے میدان میں باندھ کر ذبح کرنے کی نیت کی

تو گائے رسہ تڑوا کر فوراً بھاگ نکلی جسے علاقے کے لوگوں نے دوبارہ پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے باندھا اور قصائی نے جونہی گائے کی گردن پر چھری چلائی تو قدرے زور لگانے کے باوجود نہ چل سکی۔ حتیٰ کہ گائے کی گردن سے رتی بھر خون بھی نہ نکلا اور ایک غائبانہ آواز آئی کہ ''سود حرام ہے اور ناجائز سود کی قربانی نہیں ہوسکتی۔'' اس آواز کا سننا تھا کہ قصائی اور اس کے ساتھی اور دیگر قریب کھڑے لوگ دم دبا کر بھاگ نکلے اور گائے بھی موقعے سے غائب ہوگئی۔ اس واقعے کو سن کر لوگوں نے توبہ کی اور سود خور عمران شریف نے اعلانیہ اپنے گناہوں کا سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں اعتراف کیا اور اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، اس منظر کو دیکھنے والے کئی لوگ بھی معافی مانگنے لگے۔ اس دوران عمران شریف نے کالج روڈ پر لوگوں کے سامنے آہ وبکا کی، ناک کی لکیریں نکالیں اور کہا کہ ''اے اللہ! مجھے بخش دے، بے شک تو بڑا رحیم ہے۔'' اسی دوران ڈسکہ کے سینکروں لوگوں کی موجودگی میں وہی گائے دوبارہ اچانک بھاگتی ہوئی ان کے سامنے آگئی، جس کو دیکھ کر لوگ ورطۂ حیرت میں مبتلا ہوگئے، اور سمجھ لیا کہ خداوند کریم نے عمران شریف کی توبہ قبول کر لی ہے۔ دوبارہ قصائی بلوایا گیا اور قربانی کی گئی، جس کا سارا گوشت عمران شریف نے غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ اس واقعے کی خبر دور دراز تک لوگوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

(رونامہ انصاف لاہور روزنامہ خبریں لاہور، ۱۵ فروری ۲۰۰۳ء)

محل میں دو نقص ہیں

امیر المومنین مہدی نے ایک نیا محل تعمیر کروایا، خلیفہ نے فرمایا ''کسی شخص کو اس محل کے نظارے سے منع نہ کیا جائے، ناظرین یا تو دوست ہوں گے یا دشمن، اگر دوست ہیں تو خوش وخرم ہوں گے، اور ہمیں دوستوں کی خوش دلی مطلوب ہے، اور اگر دشمن ہیں تو رنج اٹھائیں گے اور دل کوفتہ ہوں گے، اور ہر شخص کی یہی مراد ہوتی ہے کہ

دشمن کو رنج پہنچے، نیز شاید وہ کوئی عیب ڈھونڈیں اور کوئی خلل کی بات بتائیں، اور اس سے وقوف پانے پر اس خلل کا تدارک کیا جاسکے اور نقص کو دور کر دیا جائے، ایک فقیر نے کہا ''اس محل میں دو نقص ہیں، ایک یہ کہ آپ اسی میں ہمیشہ نہ رہیں گے، دوسرا یہ کہ یہ محل ہمیشہ نہ رہے گا'' خلیفہ اس کلام سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ محل غرباء اور فقراء کے لیے وقف کر دیا۔

ہوئے قصر فنا سے قصر عالی بے نشاں لاکھوں
تری عبرت کو منعم ایک باقی قصر گردوں ہے

دلیرانہ سچا جواب

ابو منصور جو سلطان طغرل کا وزیر تھا، اللہ ترس اور مرد دانا تھا، ہر صبح نماز فرض پڑھتا اور سجادہ پر بیٹھ جاتا اور طلوع آفتاب تک ورد و وظیفہ پڑھتا رہتا، پھر خدمت سلطان میں حاضر ہوتا، ایک دفعہ بادشاہ کو ایک مہم درپیش آگئی، سلطان نے وزیر کو بہ تعجیل طلب کیا، آدمی بلانے آیا، تو وہ سجادہ پر بیٹھا تھا، اس کی طرف متوجہ نہ ہوا، حاسدوں کو بات ہاتھ آگئی اور شکایت کا موقع مل گیا، انہوں نے بادشاہ کو بہکایا کہ وزیر نے ایسے فرمان شاہی پر توجہ نہیں دی اور معتبر نہ سمجھا، بادشاہ کے غصے کی آگ بھڑک اٹھی، جب وزیر اپنے معمول اور وظائف کے فارغ ہو گیا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلطان نے اس کو سختی سے پوچھا کہ اتنی دیر سے کیوں آیا؟ اس نے کہا 'اے بادشاہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور تیرا چاکر، جب تک کہ اس کی بندگی سے فارغ نہ ہو جاؤں تیری چاکری پر حاضر نہیں ہو سکتا، بادشاہ اس کے اس دلیرانہ سچے جواب سے آبدیدہ ہو گیا اور اس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ بندگی کو میری چاکری پر مقدم رکھ کہ اس کی برکت سے ہمارے سب کام درست ہو جائیں گے۔

دوئی میں یک ولی کا رنگ پیدا ہو نہیں سکتا
شناسا غیر کا تیرا شناسا ہو نہیں سکتا

گوشت از خود غائب ہو گیا

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے گوشت آیا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت پسند تھا اس لئے حضرت ام رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ گوشت کمرے میں رکھدے شاید حضرت ﷺ نوش فرمائیں اس نے اندر رکھ دیا اتنے میں ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی کہ اللہ کے نام پر دو اللہ تعالیٰ برکت دے گا گھر میں سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو بھی برکت دے اس لفظ سے اشارہ تھا کہ کوئی چیز گھر میں موجود نہیں، یہ جواب سن کر وہ سائل چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا اے ام سلمہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے تو انہوں نے عرض کیا ہاں اور خادمہ سے کہا کہ وہ گوشت آپ ﷺ کے لیے لے آ وہ گوشت لینے گئی تو وہاں گوشت کا نام ہی نہیں تھا، گوشت کے بجائے فقد ایک سفید پتھر کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے سائل کو نہیں دیا اس لیے وہ گوشت پتھر بن گیا۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا انعام

حضرت عمر بن عبد الرحمٰن اذ راعی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کی رات کو ایک پڑوسی نے آکر مجھ سے کہا صبح کو عید ہے اور میرے پاس بچوں کی عیدی کے لئے کچھ نہیں ہے لہٰذا آپ کچھ عنایت فرمادیں تو بڑا اکرم ہوگا مجھے اس کی اس پریشان حالی پر بڑا رحم آیا اور اپنے بچوں کی عیدی کے لئے جو پچیس درہم میرے پاس موجود تھے میں نے اس کو دے دیئے اس امید پر کہ خدا مجھ کو اور دے گا خدا کی شان تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص آیا اور کمال ادب سے میرے ہاتھ کو چومنے لگا میں حیرت میں تھا کہ آخر یہ

ماجرا کیا ہے؟ جب میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ تو کہنے لگا میں آپ کے والد کا غلام ہوں عرصہ ہوا شیطان کے ورغلانے سے بھاگ گیا تھا اور ندامت کی وجہ سے منہ نہ دیکھاتا تھا میرے پاس یہ پچیس اشرفیاں ہیں آپ میرے مالک ہیں جو چاہیں کریں میں وہ پچیس دینار لے کر خدا کا شکر ادا کرتا ہوا گھر میں آیا اور گھر والوں سے کہا تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے پچیس درہم کے بدلے پچیس دینار سرخ عطا فرما دیئے ہیں میں نے اس خوشی میں اس غلام کو آزاد کر دیا جس سے وہ بھی خوش ہو کر دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ (حکایات الصالحین)

مثالی آہ و بکا اور گریہ وزاری

بنی اسرائیل کے کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا روٹی پکا کر کھیت میں لے آنا چنانچہ جب عورت روٹی پکا کر لے چلی تو راستہ میں ایک سائل نے اس سے سوال کیا اور عورت نے روٹی کا ٹکڑا توڑ کر اس کو دے دیا اور چلتے چلتے گود کے بچے کو کسی جگہ بٹھا کر رفع حاجت کے لئے چلی گئی اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور بچے کو اٹھا کر لے گیا عورت نے آکر دیکھا تو بچہ بھیڑئے کے منہ میں تھا وہ بے چاری یہ دیکھ کر بہت گھبرائی اور کچھ تو بن نہ پڑا بچے کی ماماتا سے دل بھر آیا اور جناب باری میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی اے پروردگار! تیرے سوا اور کون میرا مددگار ہے؟ اس لق و دق جنگل کی تنہائی میں پس تو ہی میرے دل کی آواز سننے والا ہے بار خدایا! میرے بچے کو اس مصیبت سے چھڑا دے اس عورت نے کچھ اس طرح آہ و بکا اور گریہ وزاری کے ساتھ دل کی گہرائی سے دربار الٰہی میں دعا کی کہ فوراً اس کی دعا مستجاب ہوئی اچانک ایک بڑا جانور نمودار ہوا اور بھیڑیئے کی گردن پکڑ کر اس کے سامنے لا کھڑا کیا اور گویا ہوا کہا اے عورت! تیرے اس ایک نوالہ ٹکڑے نے جو تو نے سائل کو دیا تھا تیرے اس بچے کو بھیڑیئے کے منہ کا لقمہ ہونے سے بچا لیا چنانچہ اس عورت نے دیکھا تو اس کا بچہ بالکل صحیح و سالم

تھا یہ دیکھ کر اس عورت نے اطمینان کا سانس لیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

(حکایات الصالحین)

غایت احتیاط و دیانت

حضرت محمد بن سیرینؒ کا ذریعہ معاش تجارت تھا اپنے کاروبار میں وہ اسقدر احتیاط کرتے تھے کہ کئی دفعہ فائدے کے بجائے نقصان ہو جاتا تھا لیکن ان کی پیشانی پر بل تک نہیں آتا تھا ایک مرتبہ انہوں نے بیع کے طور پر غلہ خریدا اس میں انہیں اسی ہزار کا فائدہ ہوا لیکن ان کے دل میں شک پیدا ہو گیا کہ منافع میں سود کا شائبہ ہے چنانچہ انہوں نے محض احتیاط اور تقویٰ کی بنا پر پوری رقم چھوڑ دی حالانکہ فی الحقیقت اس میں مطلق ربوٰ نہ تھا ایک مرتبہ ابن سیرینؒ نے چالیس ہزار کا روغن زیتون خریدا اس میں اتفاق سے ایک مرا ہوا چوہا نکل آیا حضرت ابن سیرین نے اس خیال سے کہ ممکن ہے یہ چوہا کولہو میں پڑ گیا ہو سارا تیل پھینکوا دیا لیکن چونکہ تیل خرید چکے تھے تیل والے نے قیمت کا مطالبہ کیا وہ اتنی بڑی رقم فوراً نہ ادا کر سکے نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اس کی سزا میں قید کر دیا گیا قید کے زمانہ میں اتفاق سے جیل کا محافظ ان کا عقیدت مند تھا اس نے ابن سیرین کو پیشکش کی کہ آپ رات کو اپنے اہل و عیال کے پاس چلے جایا کیجئے اور صبح ہونے سے پہلے پہلے قید خانے میں واپس چلے آیا کیجئے آپ نے فرمایا میں سلطانی خیانت میں تمہاری اعانت نہیں کر سکتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ابن سیرینؒ پر دو درہم کا دعویٰ کیا آپ نے اس کے دعویٰ کو غلط قرار دیا مدعی نے کہا قسم کھاؤ ابن سیرینؒ تیار ہو گئے لوگوں نے کہا آپ دو درہم کے لئے قسم کھاتے ہیں فرمایا میں جان بوجھ کر اس شخص کو حرام نہیں کھلا سکتا۔

ایک دفعہ حضرت ابن سیرینؒ نے جوجرایہ کے علاقہ میں ایک قطعہء زمین خریدا جب اس کی مال گزاری وصول کی تو اس میں انگوروں کی ایک بڑی مقدار تھی کچھ لوگوں

نے ان انگوروں سے افشردہ نکالنے کا ارادہ کیا چونکہ اس افشردہ کو شراب کے طور پر استعمال کیئے جانے کا احتمال تھا ابن سیرینؒ نے منع کیا کہ انہیں یوں ہی رہنے دو لوگوں نے کہا تو پھر ان کی نکاسی نہیں ہو سکے گی آپ نے فرمایا انہیں خشک کر کے منقے بنا لو لوگوں نے کہا ان انگوروں سے منقے نہیں بن سکتے آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر ان انگوروں کو ضائع کر دو چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق سب انگور پانی میں پھینک دیئے گئے حضرت ابن سیرینؒ کے پاس تجارت کے سلسلے میں کئی کھوٹے سکے آجاتے تھے آپ ان سب کو الگ پھینک دیتے اور ان سے کبھی کوئی چیز نہ خریدتے چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کے مال میں اس قسم کے پانچ سو کھوٹے سکے نکلے۔ حضرت ابن سیرینؒ کے زمانے میں وزن کے پیمانوں کی مقدار میں حکومت کی طرف سے اکثر کمی بیشی ہوتی رہتی تھی اس کو مدنظر رکھ کر ابن سیرین جب کسی سے کوئی مال قرض لیتے تھے تو رائج الوقت پیمانوں اور اوزان کے بجائے کسی اور چیز سے تول کر مال لیتے تھے اور جس چیز سے تولتے تھے اس کو سر بمہر کر کے محفوظ کر دیتے تھے پھر جب مال واپس کرنے لگتے تو اسی مہر شدہ چیز سے تول کر واپس کرتے اور فرماتے کہ وزن گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

(حکایات صوفیہ)

خواجہ حسن بصریؒ کی حق گوئی

اموی خلیفہ یزید بن عبدالملک نے عمر بن ہبیرہ کو خراسان وعراق کی گورنری پر مامور کیا تو اس نے خواجہ حسن بصریؒ ابن سیرینؒ اور امام شعبیؒ کو بلا کر ان سے سوال کیا کہ یزید خدا کا خلیفہ ہے خدا نے اس کو اپنے بندوں پر اپنا نائب بنایا ہے اور ان سے اس کی اطاعت اور ہم (حکام) سے اس کے احکام کی تعمیل کا وعدہ لیا ہے آپ لوگوں کو علم ہے کہ اس نے ہم کو عراق وخرسان کا حاکم بنایا ہے اور ہمارے پاس اپنے احکام بھیجتا ہے میرا فرض ہے کہ میں اس کے احکام کی تعمیل کروں آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے ابن سیرینؒ اور امام شعبیؒ نے دو معنی جواب دیا جب خواجہ حسن بصریؒ کی باری آتی تو

انہوں نے صاف صاف فرمایا ابن ہبیرہ تو یزید کے معاملہ میں اللہ سے خوف کر اور اللہ کے معاملہ میں یزید سے مت ڈر اللہ تعالیٰ تجھ کو یزید سے بچا سکتا ہے لیکن یزید تجھ کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا وہ تجھ کو تیرے تخت سے اتار کر اور تیرے وسیع محل سے نکال کر ایک تنگ قبر میں ڈال دے گا اس وقت تیرے عمل کے سوا کوئی شے تیرے کام نہ آئے گی اللہ تعالیٰ نے بادشاہ اور حکومت کو اپنے دین اور اپنے بندوں کی امداد کے لئے بنایا ہے تم خدا کی دی ہوئی حکومت کے ذریعہ اس کے دین اور بندوں پر سوار نہ ہو جاؤ خدا نہیں چاہتا کہ اس کے بندے اس کی مخلوق کے سامنے اظہار عبودیت کریں۔ (منتخب حکایات)

خشیت الٰہی

خواجہ حسن بصریؒ پر خوف خدا کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے ان کے ایک ہم عصری تابعی حضرت یونس بن عبیدؒ کا بیان ہے کہ جب حسنؒ آتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اپنے کسی قریبی عزیز کو دفن کر کے آرہے ہوں اور جب بیٹھتے تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک ایسے قیدی ہیں جس کے قتل کا حکم صادر ہو چکا ہے اور جب ان کے سامنے دوزخ کا ذکر کیا جاتا تھا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوزخ صرف انہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہی یونس بن عبید کہتے ہیں کہ خواجہ حسن بصری کو کبھی کسی نے ہنستے نہیں دیکھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کی ہنسی قلب کی غفلت کا نتیجہ ہے، زیادہ ہنسنے سے دل مر جاتا ہے خواجہ حسنؒ جب قرآن پاک پڑھتے تاثر سے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جاتا تھا۔

غیبت نیکیوں کو زائل کر دیتی ہے

خواجہ حسن بصری کو ایک دفعہ خبر پہنچی کہ فلاں آدمی نے آپ کی غیبت کی ہے آپ نے کھجوروں کا ایک طبق اس کے پاس بطور ہدیہ بھیجا اور ساتھ ہی یہ پیغام دیا کہ مجھ کو یہ

خبر پہنچی ہے کہ آپ نے اپنی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں منتقل کر دی ہیں۔اس احسان کا بدلہ دینے کی مجھ میں استطاعت نہیں ہے اس لیے صرف یہ کھجوریں نذر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو نصیحت

ایک دفعہ خواجہ حسن بصریؒ کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمایئے کہ میں اسے حرز جان بنالوں آپ نے جواب میں لکھا کہ خدا تیرے ساتھ ہے تو پھر کسی سے نہ ڈر اور اگر خدا تیرے ساتھ نہیں ہے تو پھر کسی سے امید نہ رکھ دوبارہ لکھا اس دن کو ہمیشہ یاد رکھ جب موت سر پر کھڑی ہوگی۔

شیخ داؤد طائیؒ کا استغناء

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کوفہ میں آیا اور سب مشائخ وقراء کی ایک فہرست تیار کرائی پھر حکم دیا کہ ہر ایک کو دو دو ہزار درہم دیئے جائیں شیخ داؤد طائیؒ کا نام بھی فہرست میں تھا جب نام پکارے گئے تو وہ غیر حاضر پائے گئے کہا گیا کہ ان کو خبر نہیں ہوئی ہارون الرشید نے کہا کہ ان کے گھر پہنچا دو حماد بن ابی حنیفہ اور ابن سماک بولے کہ ہم لے جاتے ہیں راستہ میں ابن سماکؒ نے کہا مناسب یہ ہے کہ ہم داؤدؒ کے پاس جا کر ان کے سامنے اس رقم کا ڈھیر لگا دیں کیونکہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اتنا ڈھیر سا روپیہ دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں جب دونوں ان کے پاس پہنچے اور روپیہ کا ڈھیر لگا دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کھیل تو بچوں کے ساتھ کیا جاتا ہے میں نہ بچہ ہوں اور نہ مجھے اس مال کی ضرورت ہے اس کو فوراً یہاں سے لے جاؤ باوجود اصرار کے انہوں نے یہ رقم قبول نہ کی۔ (حکایات صوفیہ)

میدان حشر میں ایک نیکی کی تلاش

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص ہوگا جس کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں

گئیں حکم ہوگا رہائی چاہتے ہو تو جس طرح ہو سکے نیکیوں کا پلہ بھاری کرو۔ ایک نیکی بھی اور ہو تو پلہ بھاری ہو سکتا ہے، وہ بے چارہ اہل محشر سے اپنے شناساؤں سے اور اعزا اور اقارب سے اور جس سے بھی ہو سکے گا سوال کرے گا لیکن کہیں سے بھی سوائے نفی کے جواب نہ ملے گا کیوں کہ ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ہر شخص کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید ہمارے حساب میں بھی ایک نیکی کی کمی آ جاوے اور اس کی بدولت ہم اٹکے پڑے ہیں، غرض کوئی نہ دے گا لیکن ایک شخص ایسا ہوئے گا جس کے پاس بُرائیاں ہی بُرائیاں ہوں گی اور نیکی صرف ایک ہوگی وہ کہے گا کہ بھائی جب تو اتنی نیکیاں کر کے صرف ایک نیکی کی کمی کی وجہ سے جنت میں نہ جا سکا۔ روک دیا گیا تو میرے پاس تو بجز ایک نیکی کے سب بدیاں ہیں میں تو دوزخ میں یقیناً ہی جاؤں گا کیوں کہ ایک نیکی میری اتنی بُرائیوں کا کہاں تک مقابلہ کرے گی لہذا مجھے تو بیکار ہی ہے، لے تو ہی لے جا، میرا نہ سہی تیرا ہی کام بن جائے، بس اس ایک نیکی سے حسنات کا غلبہ ہو جائے گا، اب رحمت الٰہی دیکھئے کہ اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے یہ نیکی دی تھی اور اسی سے سوال ہوگا تم نے اپنی نیکی دوسرے کو کیوں دے دی اب تمہارے پاس تو بجز گناہوں کے کچھ بھی نہ رہا وہ کہے گا الٰہی! میں نے یہ دیکھ کر کہ ایک شخص کے پاس ہزاروں نیکیاں تھیں مگر ایک کی کمی سے وہ جنت میں نہ جا سکا یہ سمجھ لیا کہ میرے پاس تو ایک ہی نیکی ہے قانون کے موافق میری مغفرت نہیں ہو سکتی اس لیے میں نے دوسرے کو اپنی نیکی دے دی کہ وہ تو بخشد یا جائے حکم ہوگا کہ ہم نے تجھ کو بھی بخشا، اس کو قانون سے اور تجھ کو فضل سے بخشا تو نے اس شخص پر رحم کیا ہم نے تجھ پر رحم کیا۔ نیکی کی قدر وہاں ہوگی۔

بلگرام کے ایک بزرگ کا قصہ

بلگرام میں ایک بزرگ تھے ان کو فاقہ تھا۔ ایک مرید کو آثار سے یہ بات محسوس ہوگئی کہ شیخ کو آج فاقہ ہے وہ اٹھ کر گئے اور ایک خوان میں کھانا لا کر شیخ کی خدمت میں

لائے۔ شیخ نے ان کے لینے سے عذر کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! یہ تو ہدیہ ہے اور بغیر سوال کے آیا ہے اس کو قبول کر لینے میں کیا حرج ہے۔ شیخ صاحب نسبت بھی تھے ۔نرا مولوی ایسا نہیں کر سکتا۔ صاف کہہ دیا کہ بیشک یہ ہدیہ ہے اور خلوص سے بھی ہے مگر اس وقت اس کا قبول کرنا سنت کے خلاف ہے مَا اتاکَ من غیرِ اشراقِ نفسٍ فخذُہ (جو چیز بغیر انتظار نفس کے تمہارے پاس آوے اس کو لے لو) اور اس وقت یہ ہدیہ اشراق نفس کے بعد آیا ہے کیوں کہ جس وقت تم اٹھ کر چلے تھے میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ کھانا لینے گئے ہو اس وقت سے نفس کو اور انتظار لگا ہوا تھا۔ یہی اشراقِ نفس ہے مرید بھی سمجھ دار اور مخلص تھا اس نے کچھ اصرار نہیں کیا اور کھانے کا خوان اٹھا کر واپس لے چلے۔ شیخ کے حکم کے سامنے اور حدیث کے سامنے انہوں نے کوئی تاویل نہیں کی اور خوان واپس لے گئے۔ حتیٰ کہ پیر صاحب کی نظر سے غائب ہو گئے اور وہاں سے پھر لوٹا کر لے آئے اور سامنے رکھ دیا کہ حضرت اب تو لے لیجئے اب تو اشراقِ نفس جاتا رہا۔ شیخ نے مرید کو گلے سے لگا لیا اور ہدیہ قبول کر لیا۔

توہین مذہب پر غصہ

زر بن حبیشؒ کبار تابعین میں ہیں۔ کسی دینی شعار کی کوئی توہین کرتا تو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

ایک مرتبہ زر بن حبیشؒ اذان دے رہے تھے، ایک انصاری کا ادھر سے گزر ہوا اس نے کہا، ابو مریم! (یہ ان کی کنیت تھی) میں تم کو اس سے بالاتر سمجھتا تھا۔ اذان کی یہ توہین سن کر انہوں نے کہا ''جب تک میں زندہ رہوں گا تم سے ایک لفظ نہ بولوں گا۔''

(تہذیب التہذیب: ج ۳)

ہر مسلمان کو شعائرِ اسلام کا احترام کرنا چاہئے۔ بہت سے لوگ اپنی گفتگو میں اس کا لحاظ نہیں کرتے اور ان کی زبان سے غلط جملے نکل جاتے ہیں۔ لیکن سچے مومن کی غیرت اسے بھی گوارا نہیں کر سکتی کہ کسی شعار دینی کی توہین ہو۔

بزرگوں کی صحبت

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبیداللہ علم وعمل کے لحاظ سے نہایت ممتاز تھے ان کے اخلاقی فضائل وکمالات کا اندازہ کرنے کے لئے یہ مثال کافی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا متدین خلیفہ ان کا تربیت یافتہ تھا۔ ان پر ان کی روحانیت اور تقویٰ کا اتنا اثر پڑا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ''عبیداللہ کی ایک صحبت اور تھوڑی دیر ان کے ساتھ ہم نشینی مجھے دنیا سے عزیز ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کی ایک رات بیت المال کے ایک ہزار دینار سے خریدنے کو تیار ہوں۔'' لوگوں نے کہا، ''امیر المؤمنین بیت المال کے تحفظ میں شدت واہتمام کے باوجود آپ ایسا فرماتے ہیں۔'' جواب دیا ''خدا کی قسم! میں ان کی رائے، ان کی نصیحت اور ان کی نصیحت کے وسیلہ سے ایک ہزار کے
بجائے بیت المال میں ہزاروں ہزار داخل کروں گا۔ باہمی گفتگو سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہے، قلب کو راحت ملتی ہے، غم دور ہوتا ہے اور ادب سدھرتا ہے۔''

(ابن خلکان: ج ۱)

بزرگوں اور صالحین کی ہم نشینی اور صحبت سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ قلب متاثر ہوتا ہے، تقویٰ کی صفات پیدا ہوتی ہیں، نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، اخلاق میں سدھار پیدا ہوتا ہے اور بے شمار روحانی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جو بزرگ جتنا صاحب کمال ہوتا ہے اسی لحاظ سے اس کا فیضان بھی ہوتا ہے اور اسی لحاظ سے اس کی صحبت پر تاثیر ہوتی ہے۔

حضرت حبیب عجمیؒ اور حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ

حضرت حبیب عجمیؒ کے حروف اچھے نہ تھے۔ ایک مرتبہ تہجد پڑھ رہے تھے حضرت حسن بصریؒ نے بھی ان کے پیچھے شریک ہونا چاہا۔ لیکن ان کی غلطیوں کی وجہ سے گھ آ بدادا کیا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا، پوچھا آپ کے نزدیک کون سا عمل

زیادہ پسندیدہ ہے؟ارشاد ہوا الصلوہ خلف الحبیب العجمی (حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا)

فائدہ......دیکھئے یہ رتبہ ہے بعضے غلط پڑھنے والوں کا۔حق تعالیٰ کی نظر قلب پر ہے۔اگر کوئی صحیح نہ پڑھ سکے اس کا غلط صحیح سے بھی بڑھ کر ہے۔

غرض تلاوت بڑی چیز ہے جس کی طرف سے لوگوں میں عام غفلت ہے۔

ایک بنئے اور اس کی بیوی کی حکایت

ایک حکایت مشہور ہے کہ کسی بنئے نے اپنی بیوی سے کہا ذرا مجھے باٹ اٹھا دے اس نے کہا اونھ بھلا مجھ کو اتنا بھاری باٹ اٹھے گا اس نے کیا کیا،سنار سے کہہ کر ایک سِل کے اوپر سونا مڑھوایا اور گھر میں لایا کہ لے بی میں نے تیرے واسطے نئی قسم کا زیور گڑھوایا ہے جیسے وہ زیور عورت کے سامنے آیا بے ساختہ گلے میں ڈال لیا پھر تو بنئے نے اس کی خوب مرمت کی۔مردار کل تو تجھ سے باٹ تک نہ اٹھتا تھا یا اب سِل کو گلے میں بلا تکلیف ڈالے پھرنے لگی۔

یہ حالت ہے ان کے زیور کے شوق کی لڑکیوں کو دیکھا ہے کہ کان لہولہان ہے مگر سونا لاد رکھا ہے کیسی ہی تکلیف ہو مگر اس کو نہیں چھوڑ سکتیں کانوں کا بوجھ اور تکلیف کی وجہ سے گردن تک نہیں جھکا سکتیں مگر تمام کنبے کو دکھلاتی پھرتی ہیں تا کہ اچھی لگو۔مشہور تو یہ ہے کہ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔مگر ان کے نزدیک بھٹ وٹ کچھ نہیں پڑتا ہندوستان میں زیور کا کچھ ایسا رواج ہے کہ لڑکیوں کا تمام بدن ابتداء سے جکڑ بند ہو جاتا ہے۔مگر اس کو اپنے لیے بڑا فخر سمجھتی ہیں۔

حضرت رابعہ بصریہؒ سے سوال و جواب

حضرت رابعہ بصریہؒ کا واقعہ یہ ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا اور قبر میں فرشتوں نے سوال کیا کہ من ربک وما دینک تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے سوال کا

جواب تو میں بعد کو دوں گی۔ پہلے تم میرے سوال کا جواب دو کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ کہا، آسمان سے، کہا، آسمان وزمین میں کتنا فاصلہ ہے؟ کہا، پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ فرمایا تم خدا تعالیٰ کو نہیں بھولے، فرمایا تم اتنی دور سے چل کر بھی نہیں بھولے تو کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ رابعہ زمین پر ایک ساعت بھی میں اس سے غافل نہیں رہی، یہ سن کر فرشتے متعجب رہ گئے۔

فائدہ...... یہ مقام ناز ہے جس کے آگے فرشتے بھی نہیں چل سکے۔ اسی کو عارف فرماتے ہیں۔

گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم برستارہ کنم

یعنی میں میکدہ کا ایک معمولی آدمی ہوں مگر مستی کے وقت میں آسمان اور ستاروں پر بادشاہت کرتا ہوں۔ (حکایتوں کا گلدستہ)

داراشکوہ اور عالمگیر کی حکایت

داراشکوہ اور عالمگیرؒ دونوں کو تاج وتخت کی آرزو تھی۔ گو ایک کو دنیا کے لیے اور ایک کو ترقی دین کے لیے، کیوں کہ عالمگیرؒ بزرگ تھے ان کو طمع دنیا کے لیے سلطنت کی خواہش نہ ہوگی، بہر حال دونوں کو بزرگوں سے دعا کرانے کا خیال دامن گیر تھا اور داراشکوہ کو تو فقیروں سے بہت ہی اعتقاد تھا۔ مگر ایسا ہی جیسا کہ آج کل بدعتیوں کو ہوتا ہے کہ بھنگڑوں، سنگھڑوں کو ہی بزرگ سمجھتے ہیں۔

چنانچہ اس دفعہ خبر ملی کہ کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ اور وہ واقعی بزرگ تھے، داراشکوہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بزرگ نے شہزادہ کی خاطر اور اس کے لیے اپنی مسند چھوڑ دی، اور فرمایا، شہزادے یہاں بیٹھو، اور داراشکوہ نے تو اضعاً عذر کیا۔ انہوں نے دوبارہ فرمایا جب بھی عذر فرمایا کہ میری کیا مجال ہے جو بزرگوں کی جگہ

قدم رکھوں، فرمایا بہت اچھا اور وہ اپنی مسند پر بیٹھ گئے، چلتے ہوئے دعا کی درخواست کی مجھے گدی مل جائے، فرمایا، شہزادے ہم تو آپ کو گدی دے رہے تھے مگر افسوس کہ تم نے اس کو رد کر دیا! اب تو داراشکوہ کو بڑا رنج ہوا کہ میں نے بڑی غلطی کی جوان کے اصرار کے بعد بھی مسند پر نہ بیٹھا۔ اب یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح عالمگیرؒ کو اس واقعہ کی خبر نہ ہو اور وہ ان کے پاس نہ آئے مگر عالمگیرؒ بھی حاضر خدمت ہوئے، بزرگ نے ان کے واسطے بھی مسند چھوڑ دی اوّل تو انہوں نے بھی عذر کیا، مگر جب انہوں نے دوبارہ کہا تو چونکہ صاحب علم تھے اس لیے الامر فوق الادبِ (حکمؔ ادب پر فوقیت حاصل ہے) کہہ کر امتثال امر (حکم کے مطابق) کیا اور مسند پر جا بیٹھے، چلتے ہوئے انہوں نے بھی تاج وتخت کے لیے دعا کی درخواست کی تو بزرگ نے فرمایا کہ تخت تو آپ کو مل گیا مبارک ہو۔ یہی مسند تخت ہے، باقی تاج میرے قبضہ میں نہیں ہے۔ جو آپ کو وضو کراتا ہے اگر وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھدے تو تاج بھی آپ کو مل جائے گا۔

عالمگیر نے سوچا یہ کیا مشکل ہے، وہ تو ملازم ہے اور بزرگ دمتقی آدمی عقد اجارہ (شرطِ ملازمت) کے لوازم سے انکار نہیں کرسکتا۔ جب ان کے سپرد ہی یہ کام ہے کہ وضو کروائیں اور کپڑے پہنائیں تو میرے کہنے سے وہ ضرور سر پر ٹوپی یا دستار رکھ دیں گے۔

چنانچہ انہوں نے رکھ بھی دی۔ جیسا کہ آگے آتا ہے، دوسرے خدا کو منظور ہی یہ تھا کہ عالمگیر کو تاج وتخت دونوں مل جائیں۔ ورنہ ویسے کسی بادشاہ کی کیا مجال جوان حضرات پر زبردستی کر سکے، دیکھئے ظاہر میں تو یہ شخص عالمگیرؒ کا نوکر تھا مگر باطن میں زبردست کہ عالمگیرؒ حصول تاج میں ان کی نظر عنایت کے محتاج دوست نگر تھے۔

قوم راکیں عشق گدایان حقیر مبیں
اند کلہ بے خسروران کمرو بے شہان

(یعنی گدایان عشق حقیر نہ سمجھو، کیوں کہ یہ لوگ شاہان بے تخت وتاج ہیں)

غرض عالمگیرؒ اپنے مکان پر پہنچے اور تھوڑی دیر میں پھر اٹھے اور اسی ملازم کو آواز دی جو وضو کراتا تھا، وہ وضو کا پانی لے کر حاضر ہوا عالمگیر نے عمامہ اتار کر وضو کرنا شروع کیا اور وضو کر کے حکم دیا کہ یہ عمامہ ہمارے سر پر رکھ دو اس نے عذر کیا کہ میری کیا مجال جو آپ کے سر تک ہاتھ لے جاؤں کہا نہیں ہمارے سر پر رکھنا ہوگا، مجبور ہو کر ان کے سر پر عمامہ رکھ دیا اور اس فقیر کا نام لے کر بہت کوسا کہ اس کمبخت نے میرا پردہ فاش کر دیا اس کے بعد وہ دہلی سے غائب ہو گئے۔

فائدہ......امتثال امر سب سے بڑا ادب ہے۔جیسا کہ عالمگیر نے امتثال امر کیا اور اس کی برکت سے بادشاہت مل گئی اور ادب کا راز بھی محبوب یا معظم کو راحت پہنچانا ہے۔

نادان کی دوستی

الف لیلہ میں ایک حکایت جاہل کی دوستی کی لکھی ہے کہ ایک شخص قاضی کی لڑکی پر عاشق تھا اور وہ بھی اس کو بلاتی تھی مگر موقع نہ ملتا تھا۔جمع کا دن آیا تو اس نے خیال کیا کہ آج اچھا موقع ہے سب لوگ نماز کے لیے چلے جائیں گے میدان خالی ہوگا،اس سے کہلا بھیجا مگر اس نے خیال کیا کہ محبوبہ کے پاس اچھی ہیئت میں جانا چاہیے چنانچہ ایک حجام کو بلوا کر خط بنوانے کا ارادہ کیا وہ نائی اس قدر بکی تھا کہ ذرا سا خط بنالیا اور پھر بک مارنے لگا،اور یہ شخص ادھورا خط چھوڑ کر اٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔حجام نجومی بھی تھا،کبھی خط چھوڑ کر دھوپ میں جا کھڑا ہوا کبھی اسطرلاب نکال کر ارتفاع شمس کو دیکھتا،غرض اس نائی نے ایسے قصے پھیلا دیئے کہ جمعہ کا وقت بھی گزرنے لگا۔یہ شخص اس سے پیچھا چھڑا کر معشوقہ کے مکان میں گیا،نائی صاحب بھی خیر خواہی سے جا کر باہر مکان کے ایک طرف تخت پڑا تھا اس پر بیٹھ گئے۔جب قاضی صاحب جمعہ سے واپس ہو کر مکان پر

آئے، گھر میں جا کر کسی غلام پر خفا ہو کر اس کو مارنے لگے، وہ رونے چلانے لگا حجام صاحب سمجھے شاید میرے میاں پکڑے گئے اور پٹ رہے ہیں فوراً امدد کے لیے پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ اپنی بیٹی کو نہیں کہتا اسی نے تو میرے آقا کو بلوایا ہے، غرض اس نے راز ظاہر کر دیا۔ وہ آقا ڈرا کہ اب پکڑا جاؤں گا، بیچارہ اندر مکان کے اس حال کو معلوم کر کے کہیں کو چھپ کر بھاگا اور چھت پر سے کودا پاؤں ٹوٹ گیا، جانے کس طرح پیچھا چھڑا کر وہاں سے بچا۔

اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کے ایک غلام آپؒ کو وضو کرا رہا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ سے برتن چھوٹ گیا جس سے حضرت حسنؒ پر چھینٹے پڑ گئے اور فطرتاً آپ کو غصہ آ گیا، غلام سمجھ گیا اور فوراً کہنے لگا "والکاظمین الغیظ "یعنی پرہیزگار لوگ غصہ کو پیتے ہیں۔

آپ نے یہ سنا تو اسے کچھ نہ کہا۔

غلام نے کہا: "والعافین عن الناس " اے میرے آقا! اور لوگوں کو معاف بھی کرتے ہیں۔

فرمایا: میں نے تمہیں معاف کیا۔

غلام نے کہا: " واللہ یحب المحسنین " اور اللہ تعالیٰ احسان (نیکی) کرنے والے کو پسند فرماتے ہیں۔

فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے آزاد ہو، اور جو کچھ میں تمہیں پہلے دیا کرتا تھا تم کو دوگناہ ملے گا۔

اس واقعہ میں تسلی ہے ان لوگوں کے لئے جو ظاہری مصیبت میں پھنس جاتے ہیں وہ اس واقعہ کو پڑھ کر سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت میں کیا انعام دے دیا۔

ایک بوڑھے کا منصور کی قید سے رہائی پانا

ابن عبدوس نے کتاب الوزراء میں ذکر کیا ہے کہ منصور کی طرف سے فلسطین پر مقرر کردہ ایک حاکم نے ان کو لکھا کہ یہاں ایک آدمی نے ان پر حملہ کیا اور ان کی ایک جماعت کو گمراہی پر اکسایا اور بہت فساد پھیلایا۔

چنانچہ منصور نے حاکم کو لکھا: کہ اس کو قید کر کے میرے حوالے کردو۔ تو انہوں نے اس کو گرفتار کر کے ان کے حوالے کردیا۔ سو جب ان کو ان کے روبرو کھڑ کیا گیا تو منصور نے اس سے کہا: تم نے امیر المومنین کے حاکم پر حملہ کیا تا؟ میں تمہارا گوشت چھیل کر ہڈیوں سے الگ کردوں گا۔" وہ بہت بوڑھا آدمی تھا، کمزوری آواز تھی، کہنے لگا:

کیا تم بڑھاپے کے بعد رنگینیوں میں کھو جانا چاہتے ہو بڑھاپے میں اس طرح کی کوشش کرنا اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنے والی بات ہے۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

منصور کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی، کہنے لگا:

اے ربیع! یہ کیا کہہ رہا ہے؟

اس نے کہا: یہ کہہ رہا ہے۔

غلام تمہارا، مال تمہارا، تو کیا تمہارا عذاب آج مجھ سے ٹلے گا؟

منصور نے کا بہت انعام واکرام کیا اور کہا: اے ربیع! میں نے اسے معاف کیا اور اس کو رہا کردو۔

استغفار کی مقبولیت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے صاحب زادے عمرؒ بیان کرتے ہیں کہ والد کی وفات کے بعد ایک مرتبہ وہ مجھے خواب میں دکھائی دیئے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے وہاں کس عمل کو سب سے بہتر پایا؟ تو انہوں نے جواب دیا" اس جہان میں استغفار سب سے مقبول چیز ہے"۔ (کتاب القبور)

جرأت ومردانگی

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فراغت کے بعد ایک عرصہ تک سیاست میں بھر پور دلچسپی لیتے رہے۔ جمعیت علماء سرحد کے ناظم منتخب ہوئے۔ اپنی پر خلوص اور مدلل تقاریر سے عوام کو ایک نیا شعور اور احساس دیا۔ دلوں میں اسلامی محبت اور دینی معرفت کی شمع روشن کی۔ اور وادئ سیاست کے پر خار میدان میں پیش آنے والے مصائب کو بصد صبر وتحمل برداشت کیا۔ مخالفین کے بیہودہ اور بے بنیاد الزامات کو مسکرا کر سنا۔ گرفتاری کی نوبت بھی آئی۔ لیکن جزبۂ صادقہ میں کسی قسم کی لچک اور کمزوری نہیں آئی۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے اس دور سے متعلق ایک واقعہ حضرت مولانا لطیف اللہ صاحبؒ نے سنایا، جس سے ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی بے خوفی وبے باکی، جرأت وہمت اور شجاعت ومردانگی کا پتہ چلتا ہے۔

اسلامیہ کالج پشاور میں قادیانیوں نے اپنے کارندوں کے تعاون سے ایک جلسہ کا اہتمام کیا۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے تلمذ کے ناطہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے دل میں قادیانیوں کے خلاف عام مسلمانوں سے کہیں زیادہ نفرت تھی۔ اس لئے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو اس جلسہ کے انعقاد پر انتہائی پریشانی تھی۔ اور ہم نے اس جلسہ کو غیرت اسلامی کے لئے ایک چیلنج تصور کیا اور اس کے مضر اثرات اور زہریلے نتائج سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے مذکورہ جلسے کو ناکام بنانے کی ٹھانی۔ جلسہ کے روز میں اپنے تلامذہ کو اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اپنے متعلقین کو لاٹھیوں سے مسلح کر کے جلسۂ گاہ میں پہنچ گئے۔ جلسہ کے آغاز میں منتظم جلسہ نے اس اجتماع کی صدارت کے لئے ایک قادیانی کا نام لیا۔ صدر جلسہ کا نام سنتے ہی حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے کمال شجاعت ومردانگی سے اعلان کیا کہ اس جلسہ کی صدارت مولانا عبدالمنان صاحب کریں گے۔ میں نے مولانا کی تائید کردی۔ ہماری

اس دلیرانہ حرکت نے قادیانی منتظمین کو آپے سے باہر کر دیا۔ ان کے چہرے سرخ ہو گئے، اور آنکھیں انگارے بن گئیں۔ وہ تلملا کر بولے، صدارت کی نامزدگی کا حق تمہیں کس نے دیا؟ تو تکار شروع ہو گئی۔ اسی اثناء میں ایک کڑیل قادیانی خاموشی سے میری پیٹھ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اس نے ابھی لاٹھی اٹھائی ہی تھی کہ ہمارے احباب اور تلامذہ نے اسے پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے دیگر رفقاً بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے قادیانیوں کی وہ درگت بنائی کہ انہیں بھاگتے ہی بنی۔ چنانچہ جلسہ گاہ پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ مرزائی اپنی ذلت و پسپائی پر باہر کھڑے دانت پیس رہے تھے۔ حتیٰ کہ جلسہ گاہ میں اپنی بچھائی ہوئی دری لینے کی بھی ان کو ہمت نہ ہوئی اور ان کی لجاجت اور منت وسماجت کے بعد ہم نے ان کو دری دی۔ اس واقعہ کے بعد مرزائیوں کو جلسہ کرنے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔ (تلخیص ماہنامہ بینات اشاعتِ خاص)

مجھے اللہ دے گا

افریقہ کے کسی ملک کا سرمایہ دار حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدمت میں ہوا۔ باتوں ہی باتوں میں اس نے اپنی عمارت اور فارغ البالی کا ذکر کیا۔ اور سرمایہ دارانہ مزاج کے مطابق اپنے مال وزر کی کثرت اور کاروبار کی وسعت کا تزکرہ کیا اور پھر کہنے لگا۔ ’’اس مدرسہ کو جتنا سرمایا درکار ہو میں دینے کے لئے تیار ہوں‘‘۔ اظہار ایثار خوب تھا، مگر اس میں تعلّی اور تکبر کی جو بو تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مزاجِ لطیف پر گراں گزری۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اسے ایسا جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ ان ’’دارثانِ رسول‘‘ کے حضور ہمارے سیم وزر کی کوئی وقعت نہیں اور ہمارا مال ودولت ان کی فطر میں ریگِ صحرا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔ ’’مجھے تمہارے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا اللہ مجھ کو دے گا، یہ مدرسہ ہم نے

اسی کے توکل پر قائم کیا ہے"۔ بات دل سے نکلی تھی، دل پر اثر کر گئی۔ شخص مذکور استغناء کے اس بدیع النظیر جوہر کا مشاہدہ کر کے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنے ملک واپسی کے بعد بیٹے کو حصول تعلیم کے لئے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ کس کس واقعہ کو تحریر کیا جائے۔ اس "درویش" کے شانہ پر تو شاہ بھی اپنے ہدایا کی قبولیت کے منتظر دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن انجام کار نہیں حسرت ویاس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

ایک سال پہلے غالباً دوبئ کے حکمران کی جانب سے ملاقات کی دوبارہ درخواست پر بھی حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے ملنے سے انکار کر دیا۔ 1974ء کی تحریک بالکل آخری مرحلہ میں تھی۔ بھٹو حکومت کے ایک رکن رکین نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ قدس سرہٗ کو پیغام بھیجا کہ "قائد عوام" آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے جواب دیا۔ "17 ستمبر کے بعد ملیں گے"۔ زندگی کے اس دور میں جب حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی بے سروسامانی انتہاء پر تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو حکومت کی جانب سے سفارتی سطح پر بڑے بڑے عہدوں کی پیش کش کی گئی لیکن حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اسے ٹھکرا دیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے اوصاف میں سب سے منفرد اور ممتاز نعمت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو عطا کی تھی وہ نعمت خلوص تھی، جس کی نظیر تاریخ کے اوراق میں تو کہیں کہیں نظر آتی ہے لیکن حال کا دامن اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (تلخیص ماہنامہ بینات اشاعتِ خاص)

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس کسی امیر نے ایک بیش قیمت موتی ہدیہ بھیجا خادم نے پیش کیا فرمایا الحمد للہ اور خم دیا کہ اس کو رکھ لو خادم نے رکھ لیا اتفاق سے وہ

موتی چوری ہو گیا خادم نے یہ واقعہ بھی عرض کیا، ان بزرگ نے فرمایا، الحمدللہ، خادم کو بڑا تعجب ہوا اس نے دوسرے وقت پوچھا حضرت مجھے بڑی حیرت ہے وہ یہ کہ جب موتی حضور کی خدمت میں آیا تھا اس وقت بھی آپ نے الحمدللہ فرمایا تھا اور ضائع ہونے کی خبر معلوم ہونے پر بھی الحمدللہ فرمایا اس میں کیا راز ہے؟ آنا جانا دونوں پر کیسے خوشی ہو سکتی ہے فرمایا میں نے نہ آنے پر الحمدللہ کہا نہ جانے پر بلکہ جس وقت آیا تھا میں نے قلب کو دیکھا کہ آنے پر کچھ خوشی نہیں ہوئی اس پر میں نے الحمدللہ کہا تھا اسی طرح جاتے رہنے پر میں نے قلب میں کچھ رنج نہیں پایا اس لئے میں نے الحمدللہ کہا۔

امام مالکؒ کا واقعہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بچھو نے انہیں کاٹا اور گیارہ بار کاٹا مگر آپ نے ذرا بھی اُف نہ کی اور برابر حدیث بیان کرتے رہے۔ یہ انہیں کا دل تھا کہ گیارہ بار بچھو نے کاٹا مگر حدیث کو ترک نہیں کیا یہ بات کہہ دینی تو آسان ہے چنانچہ میں نے بھی کہہ دی ہے مگر ابھی بچھو سامنے سے نکل آئے تو شاید سب سے پہلے میں ہی بھاگوں۔

حضرت جنیدؒ بغدادی کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی ایک بار چلے جا رہے تھے، ایک مرید ساتھ تھا، راستے میں ایک خوبصورت لڑکا عیسائی کا نظر پڑا مرید کی نظر اس پر پڑ گئی مرید نو آموز یا ناآموز تھا اس کو نظر بھر کر دیکھا شیطان نے اس کو بہکا دیا کہ صنعت خدا دیکھ لے، اس نے نظر کر لی، پھر حضرت جنیدؒ سے کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس صورت کو بھی دوزخ میں ڈال دے گا، حضرت جنیدؒ نے کہا کیا تو نے اس کو دیکھا ہے اچھا اس کا وبال سامنے آئے گا، اس وقت تو بات رفع دفع ہو گئی بیس سال کے بعد وبال کا ظہور ہوا کہ وہ مرید قرآن بھول گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجذوم عورت کو طواف کرتے دیکھا تو فرمایا یا امت اللہ اقعدی فی بیتک ولا تو ذی الناس یعنی اے خدا کی بندی اپنے گھر بیٹھ اور لوگوں کو تکلیف مت دے وہ طوعاً و کرہاً چلی گئی چند سال کے بعد دیکھا پھر آ رہی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت عمرؓ کا انتقال ہو چکا تھا مگر اس کو خبر نہ تھی ایک شخص نے اس سے کہا۔ ابشری فقد مات ذاک الرجل۔ یعنی اب دل کھول کر طواف کر لے کیوں کہ عمرؓ (جنھوں نے منع کیا تھا) وفات پا چکے ہیں اس نے بہت تاسف کیا اور انا للہ پڑھا اور کہا میں اب آئندہ طواف نہ کروں گی اگر عمرؓ زندہ ہوتے تو طواف کرتی میں ان کو مردہ سمجھ کر نہیں آئی تھی۔ بلکہ زندہ سمجھ کر آئی تھی طواف کے شوق نے مجھے مجبور کیا اور میں نے جی میں کہا طواف کروں گی بہت سے بہت یہ کہ سزا ہو جائے گی، عمرؓ ایسا شخص نہ تھا کہ زندگی میں تو اس کا حکم مانا جاوے اور مرنے کے بعد نہ مانا جاوے یہ کہہ کر چلی گئی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کی حکایت ہے کہ کسی مقام پر وہ پہنچے تو ان کی شہرت سن کر ایک مجمع زیارت کے لیے جا پہنچا۔ وہ گھبرا کر یہاں کہاں کی بلا آ ٹوٹی، آپ نے کیا ترکیب کی کہ پکار کر کہہ دیا (لا الـه الا انا فاعبدنی) یعنی کوئی خدا نہیں سوائے میرے۔ پس عبادت کر میری۔ یہ سنتے ہی سب لوگ لاحول پڑھ کر بھاگ گئے۔ کہ یہ شخص تو مردود (راندہ درگاہ خداوندی) ہو گیا اب یہ بایزید کہاں رہے یہ تو یزید ہو گئے۔ یہ زمانہ تھوڑا ہی تھا کہ جتنی کفریات بکے اتنا ہی وہ مقبول اور خدا رسیدہ سمجھا جائے۔

غرض سب لاحول پڑھ کر بھاگ گئے۔ لیکن بعض خاص خاص لوگ جو عشاق تھے وہ البتہ رہ گئے۔ انہوں نے موقع پا کر نہایت ادب سے عرض کیا، کہ حضرت کچھ سمجھ

میں نہیں آیا کہ ان الفاظ کا مطلب کیا تھا بظاہر تو خدائی کا دعویٰ معلوم ہوتا تھا۔

حضرت بایزیدؒ ہنسنے لگے کہ نعوذ باللہ میں نے خدائی کا دعویٰ تھوڑا ہی کیا تھا اجی میں تو سورہ طٰہٰ میں پڑھ رہا تھا میں نے صرف یہ کیا کہ ذرا پکار کر پڑھ دی لا الٰہ الا انا فاعبدنی پھر اس میں حرج ہی کیا ہو گیا میاں یہ کیا جائز نہیں ہے؟ کہ آہستہ آہستہ پڑھتے پڑھتے تھوڑا سا کلام مجید پکار کر پڑھ دے۔ آخر میں نے خلاف شرع کون سا کام کیا عجب پاگل ہو جو اس کو خدائی کا دعوٰی سمجھ بیٹھے، اجی مجھے لوگوں سے پیچھا چھڑانا منظور تھا اس لیے میں نے یہ کیا کہ آیت پکار کر پڑھ دی تا کہ لوگوں کو مجھ سے وحشت ہو جائے اور میرا پیچھا چھوڑ دیں۔

خدا اور رسول کے حکم کی پامالی

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ مرتاض تابعین میں تھے۔ ان کا کوئی عمل تقویٰ سے خالی نہ تھا۔ برائیوں کو روکنے اور بھلائیوں کی ترغیب دینے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے۔ ان کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ رحبہ میں ایک راستہ سے گذر رہے تھے کہ دیکھا ایک ذمی کو لوگ پکڑے ہوئے اس پر سختی کر رہے ہیں۔ پہلے انہوں نے زبانی نصیحت کر کے ان کو روکنے کی کوشش کی، مگر جب وہ باز نہ آئے تو عامرؒ کو غصہ آ گیا، انہوں نے کہا، تم لوگ جھوٹ کہتے ہو، میں اپنی زندگی میں ذمۃ اللہ کے ساتھ بدعہدی نہیں دیکھ سکتا اور ذمی کو زبردستی چھڑا لیا۔ (طبقات ابن سعد: ج ۷)

مشتبہ اور مشکوک سے احتیاط

تجارت میں زیادہ احتیاط برتنا خسارہ میں پڑنا ہے۔ مشہور تابعی ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا پیشہ تجارت تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ خندہ پیشانی کے ساتھ نقصان اٹھاتے تھے، لیکن مشتبہ اشیاء کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بیع کے طور پر غلہ خریدا، اس میں انہیں اسی (۸۰) ہزار کا فائدہ ہوا، لیکن ان کے دل میں شک پیدا ہو گیا کہ اس منافع

میں سود کا شائبہ ہے اس لئے پوری رقم چھوڑ دی، حالانکہ اس میں مطلق ربو (سود) نہ تھا۔

(طبقات ابن سعد: ج ۷)

پسندیدہ چیز کی خیرات

حضرت ربیع بن خثیم حلم و عمل اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز ترین تابعین میں ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ ان کا خاص وصف تھا۔ آپ کو شیرینی مرغوب تھی۔ اس لئے جب کوئی سائل آتا تو اسے شکر دیتے۔ لوگ آپ سے کہتے کہ وہ شکر کا کیا کرے گا؟ اس کے لئے اس سے بہتر روٹی ہے۔ جواب دیتے، خدا فرماتا ہے:

ویطعمون الطعام علیٰ حبه (اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر۔)

ان کا یہ حال تھا کہ حاجب مند، غریب اور مجنون پڑوسیوں کو اچھے اچھے کھانے پکوا کر کھلاتے تھے۔ منذر ثوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ربیع نے اپنے گھر والوں سے خبیص (ایک قسم کا کھانا) پکانے کو کہا، چونکہ وہ اپنے لئے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے تھے، اس لئے ان کی بیوی نے بڑے اہتمام سے خبیص تیار کیا۔ ان کے پڑوس میں ایک دیوانہ رہتا تھا۔ ربیع نے خبیص لے جا کر اپنے ہاتھ سے اس کو کھلایا۔ اس کے منہ سے لعاب بہتا جاتا تھا۔ جب کھلا کر واپس آئے تو بیوی نے کہا، ہم نے زحمت اٹھا کر اتنے اہتمام سے پکایا اور تم نے لے جا کر ایک ایسے شخص کو کھلا دیا جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس نے کیا کھایا۔ آپ نے جواب دیا ''خدا تو جانتا ہے۔'' (طبقات ابن سعد: ج ۶، ص ۱۳۱)

اللہ کے صالحین اور پاکباز بندے جو کچھ کرتے ہیں صرف اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کرتے ہیں۔ وہ مسکینوں، یتیموں اور غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں تو دکھاوا اور ریاکاری نہیں ہوتی۔ نیت میں جب خلوص ہوتا ہے تو اپنی پسندیدہ سے پسندیدہ چیز بھی خدا کی مرضی کے سامنے ہیچ نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس جذبہ کی بے انتہا قدر و قیمت ہے۔

حضرت شبلیؒ اور حضرت جنیدؒ کا قصہ

ایک بار حضرت شبلیؒ حضرت جنیدؒ کے گھر میں بلا اجازت چلے گئے۔ حضرت جنیدؒ کے پاس ان کی بیوی بیٹھی تھیں وہ بھاگنے لگیں حضرت جنیدؒ نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا کہ بیٹھی رہو انکو اس وقت غیبت ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ اچھے خاصے تو ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا تمہیں کیا تم بیٹھی رہو تم ان کی حالت کیا سمجھو، غرض، حضرت شبلی آ کر حضرت جنیدؒ کے پاس بیٹھ گئیں اب یہ بچھی جاتی ہیں کہ غیر مرد کے سامنے کیسے بیٹھی رہوں بار بار اٹھنے کو ہوں مگر حضرت جُنید انہیں روک روک لیں پھر حضرت شبلی نے حضرت جُنید سے باتیں جو کرنی شروع کیں تو نہایت ہوش کی کسی بات سے یہ پتہ چلیا نہ تھا کہ یہ اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہیں برابر بیٹھے حقائق و معارف بیان کرتے رہے اب وہ ان ہوش کی باتیں سن کر بے چاری اور بھی پریشان ہوں اور اٹھیں لیکن حضرت جُنید ہاتھ پکڑ پکڑ کر بٹھالیں کہ تمہیں کیا وہم ہوگیا ہے یہ شخص اپنے ہوش میں ہی نہیں ہے اور لطف یہ کہ گفتگو نہایت مسلسل اور جو کچھ پوچھا جائے اس کا نہایت معقول جواب دیں غرض بظاہر کوئی صورت ایسی نہ تھی کہ دیکھنے والا ان کو بے ہوش سمجھ سکے اسی دوران میں حضرت جُنیدؒ نے ایک مضمون جو بیان فرمایا اس پر حضرت شبلی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اس وقت حضرت جُنیدؒ نے اپنی بیوی سے کہا کہ بس اب بھاگ جاؤ اب ان کی وہ حالت جاتی رہی اب انہیں افاقہ ہوگیا اب یہ ہوش میں آگئے یعنی جو بعد میں غلبۂ گریہ سے مغلوبیت کی حالت معلوم ہوتی تھی اس میں تو ہوش تھا اور جو ابتدا میں بظاہر ہوش کی حالت میں تھی اس میں بے ہوشی تھی۔

ایک بزرگ کا قصہ

ایک بزرگ تھے جن کو ان کی بیوی بہت ستاتی تھی یہاں تک کہ لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ بیوی انکو بہت دق کرتی ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسی بیوی کو

طلاق دے دینا چاہیے۔ فرمایا طلاق تو میرے بس میں ہے مگر یہ تو سوچو کہ اگر اس نے کسی اور سے نکاح نہ کیا تب تو یہ تکلیف اٹھائے گی اور اگر کسی اور سے نکاح کیا تو اس مسلمان کو تکلیف پہنچے گی۔ اس سے اچھا یہ ہے کہ میں ہی تکلیف اٹھالوں اور مسلمانوں کا وقایہ بن جاؤں کہ جب تک میں موجود ہوں کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف کیوں پہنچے؟

ایک درویش کی حکایت

ایک درویش نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو دیکھ کر ناز کیا تھا۔ حالانکہ اس کا مرتبہ ایسا نہ تھا۔ پھر دیکھئے اس کا کیا حشر ہوا۔

قصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سلطنت کو ترک کر کے ایک جنگل میں پہنچے وہاں ایک درویش رہتا تھا کہ اس کے پاس غیب سے کھانا آتا تھا اس نے خیال کیا کہ اگر یہ شخص یہاں ٹھہر گیا تو میرے کھانے میں کمی ہوگی اس نے کہا کہ یہاں ٹھہرنے کا حکم نہیں ہے وہ درویش چھیری والا گھبرایا وہ بھی صاحب کرامت تھا اس کو غیب سے روٹی ملتی تھی مگر وہ حالت غربت سے فقیر ہوا تھا اس کا وہی حوصلہ تھا وہ بڑبڑایا اور کہا کہ یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ میں روٹی نہیں مانگتا تب اس کو تسلی ہوئی خوش ہو گیا اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو ٹھہرنے کی جگہ دے دی کھانے کے وقت اس کے پاس معمولی روٹی سالن اور مٹی کے پیالہ میں پانی آیا اور ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس غیب سے ایک خوان لگا ہوا آیا جس میں رنگا رنگ کے کھانے تھے کہ تمام جنگل اس کی خوشبو سے مہک گیا وہ درویش جانتا تھا کہ یہ ابراہیم بن ادہمؒ ہیں جو ابھی سلطنت کو چھوڑ کر فقیر ہوئے ہیں تو وہ حق تعالیٰ سے کہنے لگا کہ کیا یہی انصاف ہے؟ ہم تو اتنے دنوں کے خادم ہیں اتنی مدت مجاہدات میں گزری ہمیں تو معمولی روٹی اور سالن دیا جائے اور

اس نے نہ ابھی زیادہ عبادت کی نہ مجاہدہ اور پھر یہ خاطر داری؟ وہاں سے حکم ہوا کہ بکو مت اپنی حیثیت یاد کر کہ تو کون تھا ایک گھس کھدا تھا اور اس کی حیثیت کو دیکھ، کہ بادشاہت چھوڑ کر آتا ہے اگر منظور نہیں تو فلاں درخت کی جڑ میں کھرپا خالی رکھا ہوا ہے اس کو سنبھال وہ بزرگ جوتیاں لگ کر سیدھے ہو گئے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ ہے کہ ان کو کسی نے بعد وفات خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا مجھ سے سوال ہوا تھا کہ ہمارے واسطے کیا لائے؟ میں نے سوچا کہ اور اعمال تو میرے ناقص ہیں ان کا تو کیا نام لوں البتہ مین مسلمان ہوں اور بحمد اللہ توحید میری کامل ہے اس کو پیش کردوں چنانچہ میں نے عرض کیا کہ توحید لایا ہوں۔ارشاد ہوا۔اما تذ کر لیلۃ اللبن (وہ دودھ والی رات بھی یاد نہیں رہی) یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ تھا کہ ایک رات حضرت بایزید بسطامیؒ نے دودھ پیا تھا اس کے بعد پیٹ میں درد ہو گیا تھا تو آپ کے منھ سے نکل گیا کہ دودھ پینے سے پیٹ میں درد ہو گیا اس پر مواخذہ (پکڑ) ہوا کہ تم نے درد کو دودھ کی طرف منسوب کیا ،کیا یہی توحید ہے۔جس کو تم ہمارے واسطے لائے ہو کہ دودھ کی طرف درد کی نسبت کرتے ہو۔حضرت بایزیدؒ یہ سن کر گھبرا گئے اور عرض کیا، الٰہی! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، ارشاد ہوا کہ راہ پر آ گئے تو جاؤ اب ہم تم کو ایسے عمل سے بخشتے ہیں جس پر تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ اس سے بخشش ہو جائے گی وہ یہ کہ تم نے ایک رات ایک بلی کے بچے کو سردی میں اکڑتے ہوئے دیکھا تھا تم کو اس پر رحم آیا اور اپنے لحاف میں لا کر سلا لیا اس بچے نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو ایسے ہی راحت دیجئے جیسے اس نے مجھے راحت دی، جاؤ آج ہم تم کو اس بلی کے بچے کی دعا سے بخشتے ہیں، سارا تصوف گاؤ خورد ہو گیا، سارے مراقبے اور مجاہدے رکھے رہ گئے اور ایک بلی کے بچے کی سفارش سے بخشے

گئے۔

ایک اندھے عاشق کا قصہ

ایک اندھا عاشق لڑکیوں کو پڑھاتا تھا، ایک لڑکے کی ماں خوشامد میں اس اندھے معلم کے پاس اپنے بچہ کے ہاتھ کبھی کبھی کھانا وغیرہ بھیج دیا کرتی تھی کبھی سلام کھلا بھیجتی تھی اندھے نے سمجھا کہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے اس لیے اس کو بھی اس سے محبت ہوگئی۔ایک روز اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اس کی ماں کے پاس اظہار عشق کے ساتھ درخواست ملاقات کا پیام کہلا بھیجا، عورت پارسا تھی اسے ناگوار ہوا اس نے اپنے خاوند سے تذکرہ کیا۔ان دونوں میں یہ طے ہوگیا کہ اندھے کو اس کا مزہ چکھانا چاہیے۔اور اس کی صورت بھی تجویز کر لی گئی۔اس کے بعد اس عورت نے حافظ جی کو لڑکے کے ہاتھ بلوا بھیجا حافظ جی وقت معہود پر پہنچ گئے اتنے میں باہر سے آواز آئی کواڑ کھولو۔حافظ جی یہ سن کر گھبرا گئے عورت نے کہا گھبراؤ نہیں میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں۔تم یہ دوپٹہ اوڑھ کر چکی پیسنے لگو حافظ جی نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر کواڑ کھول دیئے خاوند اندر آیا، ملی بھگت تو تھی ہی، پوچھا یہ کون عورت ہے۔کہا ہماری لونڈی ہے آٹے کی ضرورت تھی اس لیے بے وقت چکی پیس رہی ہے۔وہ خاموش ہو رہا حافظ جی نے کیوں چکی پیسی تھی آخر تھک گئے اور ہاتھ سست چلنے لگے، یہ دیکھ کر خاوند اٹھا، کہا مردار سوتی ہے پیستی کیوں نہیں یہ کہہ کر چند جوتے رسید کئے اور آ کر اپنی جگہ لیٹ رہا۔حافظ جی نے ''قہر درویش بر جان درویش'' پھر پیسنا شروع کیا تھوڑی دیر پیسنے کے بعد پھر ہاتھ سست چلنے لگا خاوند نے پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا غرض صبح تک حافظ جی سے خوب چکی پسوائی اور خوب جوتہ کاری کی جب یہ دیکھا کہ حافظ جی کو کافی سزا مل چکی ہے تو حسب قرارداد وہاں سے خاوند ٹل گیا، عورت نے کہا حافظ جی اب موقع ہے آپ جلدی سے تشریف لے جاویں ایسا نہ ہو کہ وہ ظالم پھر آ جاوے۔حافظ جی وہاں سے

بھاگے اور مسجد میں دم لیا۔

یہ قصہ تو رفت گزشت ہوا اس کے بعد عورت کو شرارت سوجھی اور اس نے لڑکے کے ہاتھ پھر سلام بھیجا، حافظ جی نے کہا، ہاں میں سمجھ گیا آٹا نہیں رہا ہوگا۔

اللہ کے لیے سختی برداشت کرنا

ایک مقام پر جامع مسجد میں ایک تاجر عطر لایا جماعت کے بعد لوگ حسب معمول سنتیں پڑھنے لگے اتفاق سے نمازیوں میں کوئی بڑے عہدے دار بھی تھے جب سلام پھیرا تو اس تاجر نے جو ایک غریب آدمی تھا سامنے آ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ حضور آپ کی نماز ٹھیک نہیں ہوئی اسے پھر پڑھ لیجئے کیوں کہ مجھے آپ کے وقت کا بڑا قلق ہے کہ یوں ہی رائیگاں جا رہا ہے اس نماز سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوا بس اتنا سنا تھا کہ مارے غصہ کہ آگ بن گئے کہ نالائق بے ہودہ تیری یہ جُرات ارے تجھے کیا چپ رہ خبر دار جو پھر ایسی گستاخی کی اس نے کہا صاحب یہ گستاخی نہیں خیر خواہ ہی ہے کہ پھر نماز پڑھ لیجئے بہر حال دونوں میں یہاں تک گفتگو بڑھ گئی کہ عہدے دار نے اسے مارا اس نے کہا کہ آپ اور مار لیجئے مگر میں آپ کو مسجد سے نکلنے نہ دوں گا جب تک آپ نماز نہ دہرائیں گے جب شور وغل زیادہ ہوا تو چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور عہدہ دار صاحب سے کہا کہ اس میں اس قدر بُرا ماننے کی کیا بات ہے سچ تو کہنا ہے کیوں نہیں پھر پڑھ لیتے غرض اس نے انہیں نماز پڑھوائی پھر تو ایسی تعدیل سے پڑھی کہ شاید عمر بھر میں یہ پہلی نماز ہوگی کیوں اب اگر یہ بھی ویسی ہی پڑھتے تو پھر جھگڑا ہوتا جب وہ عہدہ دار نماز پڑھ کر چلے گئے تو اس تاجر کی بستی میں خوب شہرت ہوئی لوگ اسے بزرگ سمجھنے لگے اور جدھر جاتا ہے لوگ کہتے ہیں حضرت ذرا یہاں بیٹھ جائیں اور ذرا ہمارے گھر تشریف لے چلیں اب لوگ ضرورت سے نہیں بلکہ تبرّ کا عطر خریدتے ہیں داموں میں بھی کچھ تکرار نہیں کرتے کہ اگر زیادہ بھی چلے جائیں گے تو برکت ہی ہو

گی غرض اس کا سب عطر بھی بکا اور دین کی ایک بات سے دنیا کا بھی فائدہ ہو گیا۔

فائدہ:۔ غرض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ اللہ کے لئے سختیاں برداشت کرتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ نہی عن المنکر اس لئے نہیں کرتے کہ آپس میں ویسا انبساط نہیں رہے گا وہ شگفتگی باقی نہیں رہے گی اذیت کا اندیشہ تو کیا ہوتا محض انشراح کی کمی بھی نہیں چاہتے۔

تعریف میں اعتدال کا پہلو

خواجہ نظام الملک طوسی بانی مدرسہ نظامیہ بغداد اگرچہ ایک بڑی سلطنت کا وزیر بلکہ مختار کل تھا۔ مگر اس کے مزاج میں خوفِ خدا اس قدر تھا کہ خاص خاص علماء میں بھی کم نظر آئے گا۔ ایک بار اس کے دل میں خیال آیا کہ اپنی عدالت اور انصاف پسندی اور اہل ملک کو خوش رکھنے اور اپنے عہد میں ملک کے اندر امن و امان قائم رکھنے کے ثبوت میں اگر میں ایک کاغذ پر اکثر رعایا اور تمام رؤساء و امراء سے اور خصوصاً علماء و فضلاً سے دستخط کرالوں کہ میں نے کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی تو قیامت کے روز خدا کے سامنے وہ کاغذ میرے لئے ایک عمدہ حجت ہوگا۔ اس تجویز کے بموجب اس نے لوگوں سے دستخط کرانا شروع کیا۔ لوگوں نے بڑی بڑی عبارت آرائیاں کی، اور اس کی تعریف و توصیف میں زیادہ الفاظ صَرف کئے، وہ کاغذ جب ابواسحٰق شیرازی کے سامنے آیا تو انہوں نے باوجود اس حسن عقیدت کے جو نظام الملک کو علامہ ممدوح کیساتھ تھا، صرف یہ جملہ لکھ کر دستخط کردیا ''خیر الظلمة حسن '' یعنی حسن اور سب ظالموں میں اچھا ہے۔ حسن خواجہ نظام الملک کا نام ہے، خواجہ نظام الملک کو یہ جملہ دیکھ کر نہایت رقت ہوئی اور بہت گریہ و زاری کر کے کہنے لگے، اس بارے میں ابواسحٰق سے بڑھ کر کسی نے راست بازی سے کام نہیں لیا ہے۔ (وفات ۴۷۶ھ میں ہوئی)۔ (سیر علماء)

بندے سے خیر کا ارادہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس

خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا، جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا ''یہ تیری کیا حالت ہے؟'' کہا ''میرے پاس سے ایک عورت گذری تھی، میں نے اس کی طرف دیکھ لیا اس کے بعد سے میری آنکھ اس کی تاک میں رہی اور میرے سامنے ایک دیوار آگئی، جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کر دیا جو آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں۔''

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**وان اللہ اذا اراد بعبدخیرا، عجل لہ عقوبتہ فی الدنیا**﴾ ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا میں اس کو سزا دینے کی جلدی فرما دیتے ہیں۔''

یہ بندہ اہل تقویٰ میں سے تھا

ایک صالح شخص فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ایک شخص تھا، اسے ذکون کہتے تھے، اور اپنے زمانے میں سردار تھا، جب اس کی وفات ہوئی تو بصرہ کے سب لوگ اس کے جنازے میں شریک ہوئے، جب لوگ اس کے دفن سے فارغ ہو کر لوٹے تو میں ایک قبر کے پاس سو گیا، ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور پکارا ''اے اہل القبور، اٹھو اپنا اجر لے لو۔'' چنانچہ قبریں پھٹ گئیں اور سب کے سب اہل قبور نکل کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر کے لیے سب غائب رہے۔ پھر جب واپس آئے تو ذکون بھی ان کے ہمراہ تھے اور ان پر دو حلے زر سرخ کے جواہر اور موتی سے جڑے ہوئے تھے اور ان کے آگے آگے چند غلام تھے جو انہیں قبر تک پہنچا رہے تھے، اور ایک فرشتہ آواز دیتا تھا کہ ''یہ بندہ اہل تقویٰ میں سے تھا، نگاہ کی وجہ سے اس پر تکلیف اور ابتلاء نازل ہوئی اس کے متعلق حکم الٰہی کا امتثال کرو۔'' چنانچہ وہ جہنم کے قریب ہوا اور اس میں سے ایک زبان یا اژدھا نکلا اور اس کے منہ پر کاٹ لیا اور وہ جگہ سیاہ ہو گئی، آواز آئی کہ ''اے زکوان! تیرا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ اس نگاہ کا بدلہ ہے اگر اور زیادہ کرتا تو ہم بھی اور زیادہ کرتے۔'' اس حالت میں ایک شخص قبر سے سر نکالے دکھائی دیا اور اس نے ان

لوگوں سے چلا کر کہا کہ "تمہارا کیا ارادہ ہے، واللہ مجھے مرے ہوئے نوے سال ہو گئے ،اب تک تلخی موت کی میرے حلق سے نہ گئی،اللہ سے دعا کرو کہ مجھے جیسا تھا ویسا ہی کر دے۔"

خوش قسمتی کا عقل سے کوئی تعلق نہیں

ایک شخص گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا، راستہ میں اسے ایک شخص ملا، جس نے دریافت کیا کہ بوریوں میں کیا بھرا ہے؟ سوار نے جواب دیا کہ "ایک بوری میں گیہوں ہیں اور دوسری طرف بوری میں وزن برابر کرنے کے لئے ریت بھری ہے" اس شخص نے کہا کہ "اگر گیہوں ہی کو دونوں طرف تقسیم کر کے ہموزن لادا جاتا تو اس قدر زائد وزن سے گھوڑے کو اور اس قدر غیر ضروری محنت سے آپ کو نجات ملتی" سوار نے کہا واقعہ یہ تدبیر تو تم نے بہت اچھی بتائی، لیکن یہ تو فرمایئے کہ اس قدر عقل کی موجودگی میں آپ پیدل کیوں جارہے ہیں؟ اس شخص نے کہا یہ اپنی اپنی قسمت ہے، سوار نے کہا ایسی عقل کو اپنے پاس رکھیے جو آپ کو پیدل چلا رہی ہے کہیں اس کا سایہ مجھ پر نہ پڑ جائے، مجھ کو میری بیوقوفی مبارک، جس نے مجھے گھوڑے پر سوار کر دکھایا، نتیجہ یہ کہ خوش قسمتی کا عقل سے کوئی تعلق نہیں ۔

اگر روزی موقوف ہو عقل پر
تو ندان ہوتے یہاں تنگ تر
و لے رزق پہنچے یوں ناندان کو
کہ دانا کی داں عقل حیران ہو

ایک مجذوب کا واقعہ

ایک مجذوب ننگے رہا کرتے تھے، دو چار دنیا دار معتقد ہو گئے اور خدمت کرنے لگے چند روز کے بعد ان سے کہا، میاں صاحب! برہنہ رہنا خلاف شرع ہے، لنگوٹی

باندھ لو، خیر انہوں نے حسب درخواست لنگوٹی باندھ لی، اتفاقاً ایک دن لنگوٹی ناپاک ہوگئی، چوہوں نے لنگوٹی کتر ڈالی، اور جسم کو زخمی کیا، صبح کو معتقدین آئے، میاں صاحب کا حال دیکھا، تو خیال آیا کہ بلی پالنی چاہیے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جائے، غرض ایک بلی لائے، دو چار روز اس کے واسطے دودھ لاتے رہے، ایک روز عرض کیا کہ میاں صاحب اس روز کے بکھیڑے سے تو بہتر ہے کہ ایک بکری لے آئیں، اس کے دودھ سے بلی پلتی رہے گی، غرض بکری بھی لا باندھی، چند روز بکری کے واسطے چارا لاتے رہے، اب خدمت کون کرتا دنیا داروں کا اعتقاد گھڑی میں موم گھڑی میں فولاد، قہر و درویش برجان درویش، اب میاں صاحب خود جاتے اور جنگل سے بکری کا چارا لاتے، ایک روز درخت پر چڑھ گئے، کہ پتیں توڑیں، پاؤں جو پھسلا نیچے گرے اور بازو ٹوٹ گیا، گھر جا کر مرہم پٹی کی، مریدان سست اعتقاد بھی جمع ہوکر عیادت کو آئے اور حال دریافت کیا مجذوب نے لنگوٹی اتار کر منہ پر ماری کہ لو سارا اسی کا فساد ہے، خبردار جو آئندہ میرے پاس آئے نتیجہ یہ کہ دنیا سے جس قدر زیادہ تعلق ہوگا، اتنا ہی مبتلائے مصیبت ہونگے۔

کہہ رہا ہے باغ میں ہر گل زبان حال سے
مبتلائے خار غم رہتا ہے جو زردار ہے

ایک دلچسپ واقعہ

سلیمان واہبؒ کے ایام وزارت میں جو حاکم زیادہ خراج دینے کا وعدہ کرتا، پہلے کو موقوف کر کے اس کی جگہ اس کو مقرر کر دیتا، ایک شخص جو اپنے لطف طبع کے باعث مشہور تھا، اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوئی ملازمت چاہی، وزیر نے اس کو ایک علاقے کا حاکم مقرر کر دیا، جس وقت کہ وزیر اس کو وداع کر رہا تھا، تو اس نے عرض کیا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، لیکن پوشیدہ کہوں گا، فرمایا کہو، اس نے وزیر

کے کان میں کہا ''گھوڑا صرف جانے کے واسطے کرایہ کروں یا آنے کے واسطے بھی؟'' وزیر بے ساختہ ہنس پڑا اور یہ کلمہ سننے کے بعد پھر کسی کو معزول نہ کیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جب تخت پر متمکن ہوئے تو خواجہ حسن بصریؒ کو ایک خط بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا۔

''میرے دوست! تو جانتا ہے کہ میں ایک بہت بڑے کام میں مبتلا ہوں، مجھ کو کچھ نصیحت کیجئے اور اپنے ہم نشینان اللہ دوست میں سے ایک کو میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ اس کی مصاحبت سے مجھے آسائش حاصل ہو۔''

جواب میں حضرت حسن بصریؒ نے لکھا ''امیر المومین کا نامہ مطالعے سے گزرا، اور جو اشارہ کہ اس میں کیا گیا تھا وہ سمجھ لیا، آپ نے جو فرمایا کہ ''اس کی مصاحبت سے آسائش حاصل کروں'' تو سمجھ لے کہ جیسا شخص تجھ کو چاہیے وہ تیرے نزدیک نہ آئے گا اور تجھ سے فارغ ہوگا، اور جو شخص کہ تیرے پاس آئے گا ایسے کی تجھے ضرورت نہیں ہے، اس کی مصاحبت سے تجھے کچھ آسائش و نفع حاصل نہ ہوگا، اور جو کہ نصیحت کے واسطے لکھا ہے تو جان لے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے، تمام لوگ اس سے ڈرتے ہیں، ور جو کوئی اللہ سے شرم رکھتا ہے، لوگ بھی اس سے شرم رکھتے ہیں، اور جو کوئی اللہ کے حضور میں گناہوں پر دلیری کا اظہار کرتا ہے تمام لوگ اس پر دلیر ہو جاتے ہیں، اور جو کوئی آج امین ہے، کل کو مخدوش ہوگا، اور جو آج مخدوش ہے، کل کو مامون ، اور جو کوئی اپنے آپ پر مغرور ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں معزول ہوگا، دنیا کی تمام نیکیوں کا نچوڑ صبر کرنا ہے اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے، اپنے تمام کاموں میں اللہ عزوجل کی پناہ اور مدد طلب کر، تاکہ تجھ کو مدد ملے اور اس پر توکل رکھ تاکہ تیرے کاموں میں تجھے کفالت کرے، جو کوئی آنکھ کو آزاد کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے، سو دیکھے

اس کا اندوہ دراز ہو جاتا ہے، اور جو کوئی زبان کو رہا کر دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو کہے، وہ گویا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے، غالباً یہ مختصر کلمات تیری رہنمائی اور عمل کرنے کے لئے کافی ہیں۔"

سکندر اور ہفت اقلیم

بیان کرتے ہیں کہ سکندر نے جب ہفت اقلیم کو اپنے قبضے میں لانا چاہا تو بہت متفکر تھا، ارسطو نے جو سکندر کا وزیر اعظم تھا، دریافت کیا کہ باوجود ہر قسم کا سامان آرائش مہیا ہونے کے کے پھر اس قدر پریشانی کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا کہ تمام دنیا میری نظر میں بالکل حقیر ہے، مجھے شرم آتی ہے کہ اتنی سی دنیا کی تسخیر کے لئے میں گھوڑے پر سوار ہوں، اگر ایسے ہزار عالم بھی ہوں تو میری حوصلگی کے لئے کم ہیں، ارسطو نے کہا بے شک یہ جہاں تمہاری ہمت بلند کے نزدیک حقیر ہے مگر عدل سے مملک ابدی کو اس میں شامل کر لو تاکہ دونوں جہانوں پر قبضہ ہو جائے، اور اس پریشانی کی تلافی ہو جائے اور یہ مختصر جہان اس جہان کی تسخیر سے رونق پذیر ہو جائے۔

ملک عقبیٰ خواہ، کاں خرسم بود — ذرہ زاں ملک صد عالم بود

راز کا افشاء

بیان کیا جاتا ہے کہ سکندر نے کسی ندیم سے اپنا بھید کہہ دیا تھا، اور کسی کے پاس ظاہر نہ کرنے کی بے حد تاکید کر دی تھی، ناگاہ اس شخص نے یہ بھید کسی سے کہہ دیا، سکندر کو اس کی خبر ملی، اس نے حکیم بلیناس سے مشورہ لیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے؟ جو کسی کا راز فاش کرے، حکیم نے کہا ذرا واضح فرمایئے، سکندر نے قصہ بیان کیا، حکیم نے کہا "اے بادشاہ! اس شخص سے رنجیدہ نہ ہو، اپنے راز کو تم نے خود افشا کیا ہے، تم خود دو اس کے متحمل نہ ہو سکے دوسرا کیسے ہو سکتا ہے۔

سر خود را ہم تو محرم شو کہ محرم یافت نیست

ہمدم خود باش تو زیرا کہ ہمدم یافت نیست

ایک بادشاہ اور بزرگ کا واقعہ

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کی مجلس میں ایک بزرگ کی بہت تعریف کی گئی، بادشاہ کو اشتیاق ہوا اور فرمان بھیج کر بلایا، وہ بزرگ جب مجلس میں آئے، انہوں نے سلام کے بعد کہا ''بادشاہ کی ہزاروں سال کی عمر جو جیو۔'' بادشاہ نے کہا ''آپ نے پہلے کلام ہی میں حماقت ظاہر کی، جو آپ جیسے بزرگ کے شایان نہ تھی، اس نے جواب دیا کہ آدمی کی حیات بقائے بدن پر موقوف نہیں ہے، لیکن نیک نام کی زندگی وفات کے بعد دوسری حیات ہے، میری غرض یہ تھی کہ آپ کا نام صفحہ دہر پر ہزاروں سال تک قائم رہے۔''

رہزنوں کو ہدایت مل گئی

فضیل بن ایاز رحمہ اللہ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ڈاکو تھے ڈکیتی ہی ان کا پیشہ تھا اس دوران وہ ایک لڑکی پر عاشق ہو گئے اس کے گھر میں داخل ہونے کے لیے دیوار پر چڑھے ابھی پھلانگنے ہی والے تھے کہ گھر کے اندر سے تلاوت کرنے والے کی آواز آئی وہ اس آیت کو تلاوت کر رہا تھا! اَلَمْ یانِ للذین اٰمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهم لِذِكْرِ اللّٰه۔ (سورۃ حدید)

ترجمہ۔ کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لیے کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے۔

اس آیت کا سننا تھا بس فوراً ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہو گئی اور وہ دیوار کے اوپر ہی زار و قطار رونے لگے اور بار بار کہتے جاتے ''بلیٰ یا ربی بلیٰ یا ربی الآن جاء الوقت ''یعنی ہاں اے میرے پروردگار اب ڈرنے کا وقت آ گیا

ہے وہیں پر ہی خود اور ان کے ساتھی سب کے سب توبہ تائب ہو گئے اور مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفا چلے گئے اور حرم شریف کے مجاورین میں شامل ہو گئے۔

مضبوط ایمان

''روضۃ الصفاء'' ایک کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ فرعون کی بیٹی کی ایک خادمہ تھی اسکی کنگی چوٹی بھی وہی کرتی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی مگر فرعون کے خوف سے ظاہر نہ کرتی تھی ایک دفعہ اس کے بال سنوار رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے کنگی چھوٹ کر گر گئی اس نے بسم اللہ کہہ کر اٹھائی تو فرعون کی لڑکی نے کہا کہ تم نے یہ کیا کہا یہ کس کا نام لیا تو خادمہ نے کہا کہ یہ اسی کا نام ہے جس نے تیرے باپ کو پیدا کیا اور اس کو بادشاہی دی لڑکی کو بڑا تعجب ہوا کہ میرے باپ سے بھی کوئی بڑا ہے دوڑتی ہوئی فرعون کے پاس گئی اور سارا قصہ بیان کیا تو فرعون غصہ سے بھر گیا پھر خادمہ کے پاس آ کر اس کو ڈرایا دھمکایا مگر اب کے دفعہ خادمہ نے صاف صاف کہہ دیا تجھ سے جو ہو سکتا ہے کر لے میں ایمان نہیں چھوڑوں گی فرعون کو اور غصہ آیا اس نے سزا کا حکم جاری کر دیا پہلے اس کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں گاڑ کر اس پر گرم انگارے ڈالے گئے اس سزا سے اس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہ آیا تو اس کی گود میں ایک لڑکا تھا اس کو اٹھا کر آگ میں ڈال دیا تو لڑکے نے آگ میں جلتے ہوئی ماں سے کہا اماں جان صبر کرتی رہیے ایمان نہ چھوڑیئے وہ اپنے ایمان پر جمی رہی یہاں تک کہ اس بیچاری کو بھی اٹھا کر تنور میں جھونک دیا ''عم پارہ'' کے سورہ بروج میں جو کھائیوں والوں کا قصہ آیا اس میں بھی اس طرح کی عورت کا اور اس کے بچے کا قصہ مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معیت کا استحضار

انفاس عیسی (حضرت تھانوی رحمتہ اللہ کے ملفوظات کا مجموعہ) میں لکھا ہے کہ خلافت کے شورش کے زمانہ کا قصہ ہے کہ یہاں ایک شخص تھا ہندو راجپوت پرانا آدمی

تھا میں (یعنی حضرت تھانوی) صبح کو جنگل سے آرہے تھے وہ مل گیا کہنے لگا کچھ خبر بھی ہے؟ تمہارے لئے کیا کیا تجویزیں ہو رہی ہیں اکیلے مت پھرا کرو میں نے کہا کہ جس چیز کی تم کو خبر ہے مجھ کو اس کی بھی خبر ہے اور ایک اور چیز کی خبر بھی ہے جس کی تم کو خبر نہیں پوچھا وہ کیا ہے؟ میں نے جواباً کہا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی سے کچھ نہیں ہو سکتا (یعنی کوئی کسی کو زرہ برابر نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا) تو کہنے لگا پھر تو جاں چاہو پھرو تمہیں کوئی اندیشہ نہیں، دیکھئے ایک ہندو کا خیال ہے کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن مسلمان میں آج وہ توکل اور بھروسہ اور خدا پر اعتماد ہی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مکمل دین پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اپنے اوپر کامل توکل نصیب فرمائے۔ (آمین)

حضرت ابوسعید خرازؒ کا واقعہ

حضرت ابوسعید خرازؒ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا۔ مجھے سخت بھوک لگی۔ میرے نفس نے کہا کہ میں اللہ سے کوئی کھانے کی چیز مانگوں۔ میں نے کہا یہاں متوکلین کا کام نہیں ہے جو کہ ہمت والے ہیں تو میرے نفس نے کہا کہ میں اللہ سے صبر مانگوں جب میں نے اس کا ارادہ کیا تو ایک ہاتف کی آواز سنائی دی وہ کہتا تھا۔

ویزعم انه منا قریب ....وانا لا نضیع من اتانا

فهم ابو سعید سئل صبر..............کانا لا نراه ولا یرانا

اس کا گمان ہے کہ وہ ہم سے قریب ہے : حالانکہ جو ہمارے پاس آتا ہے ہم اسے ضائع نہیں کرتے : ابوسعید نے ہم سے صبر کی درخواست کا قصد کیا : گویا ہم اسے نہیں دیکھتے نہ وہ ہمیں دیکھتے ہیں.

یا غائبا وهو فی قلبی اشاهدهٗ

ماغاب من لم یزل فی قلب مشھودًا
ان فات عینی من رؤیاک حفظھما
فالقلب قد نال حظ منک محمودا

اے غائب حالانکہ وہ میرے دل میں ہے۔ میں اسے دیکھتا ہوں۔ جو قلب میں حاضر و شاہد ہو وہ غائب نہیں ہے اگر چہ آنکھوں سے تیرے مشاہدہ کی نعمت فوت ہوگئی ہے۔ لیکن دل کو تیرے مشاہدہ کا پورا حصہ مل گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ اشعار اس لئے کہے تھے کہ میں نے بعض مصنفین کو ذیل کے شعر سے جو کہ ناتمام ہے استدلال کرتے دیکھا ہے۔

ان کنت لست معی فالذکر منک معی
یراک قلبی وان غیبت عن بصری

اگر تو میرے ساتھ نہیں ہے تو تیرا ذکر میرے ساتھ ہے۔ تجھے میرا دل دیکھتا ہے اگر چہ تو میری آنکھوں سے غائب کیا گیا ہے اور یہ شعر دو وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حق میں منطق نہیں ہوسکتا۔ ایک تو یہ کہ اس میں یہ لفظ ہے اگر تو میرے ساتھ نہیں ہے یہ اللہ کے حق میں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے ساتھ موجود ہے۔ دوسرے یہ لفظ کہ اگر چہ آنکھوں سے غائب کیا گیا ہے۔ یہ بھی اللہ کی شان پر منطق نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا قلب کسی مخلوق کو نہیں دیکھتا۔ کیونکہ رویت قلبی اس نور کی وجہ سے ہوتی ہے جو عارفین باللہ کو حاصل ہوتا ہے اور ایسے شخص کا قلب تو جہال کے قلب سے بھی زیادہ سیاہ ہے اور رویت قلبی تو عارفین باللہ ہی کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قائل کا قول ہے: قلوب العارفین لھا عیون: یعنی عارفون کے قلب میں ایسی آنکھیں ہیں جن سے وہ چیزیں دیکھتے ہیں جن کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ تیرا ذکر میرے ساتھ ہے کیونکہ یہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب ذکر سے ذکر خالق مراد لیا جائے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: وھو معکم اینَ ما کُنتُم: یعنی تم جہاں کہیں پر ہو اللہ تعالیٰ

تمہارے ساتھ ہے اور ایک جگہ فرمایا ہے: فاذکرونی اذکرکم: یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور فرمایا: انا جلیس من ذکرنی: یعنی جو مجھے یاد کرتے ہیں میں ان کے ساتھ رہتا ہوں۔ اسی طرح کے اور اقوال خداوند کریم کے جن سے حق تعالیٰ نے بندہ کو خلعت بزرگی عطا فرمائی ہے اور جنت کے بڑے بڑے محلات کی سکونت عطا فرمائی ہے اے اللہ تو ہمارے قلوب کو بارانِ رحمت سے زندہ کر اور اس کو نور معرفت سے منور کر اور اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت سے زینت دے۔ تو ہی بادشاہ احسان و کرم والا ہے اور مسلمانوں پر بڑے فضل والا ہے آمین۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ اس قسم کا اطلاق مخلوق کے حق میں جائز ہے باوجود یہ کے کہ اس میں تعسف ہے لیکن یہ تو جائز نہیں ہے کہ معرفت کے موقع میں اس سے استشہاد کیا جائے۔ جہاں اس کے جمال وجلال کے مشاہدہ قلبی انوار سے فرش تقریب پر جامِ وصل میں شراب محبت کے پینے والے کرتے ہیں جس وقت کہ انہیں مناجات اور انس پیدا ہو جاتا ہے کسی کا کیا اچھا قول ہے۔

قلوب العارفين لها عيون ترى مالا يراه الناظرونا
والسنةُ بسر قد تناجى يغيب من الكرام الكاتبينا
واجنحة تطير بغير ريش فتاوى عند رب العالمينا
وترعى فى رياض القدس طورا وتشرب من بحار العارفينا
عباداً قاصدوا بالسر حتى دنوا منه وصاروا صابرينا

عارفین کے دلوں میں ایسی آنکھیں ہیں جو ایسی چیزیں مشاہدہ کرتی ہیں جنہیں آنکھوں والے نہیں دیکھ سکتے اور ان کی زبان ایسے راز بیان کرتی ہے جو کراما کاتبین سے بھی پوشیدہ ہیں۔ ان کے بازو بغیر پروں کے اڑتے ہیں اور رب العالمین کے پاس بسیرا لیتے ہیں۔ کبھی باغ قدس میں چلتے ہیں اور دریائے معرفت کا پانی پیتے ہیں اور وہ ایسے بندے ہیں جو پوشیدہ چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ محبوب کے قریب ہو گئے اور

صابر ہو گئے ہیں۔ ایک اور قائل کا قول بھی بہت اچھا ہے۔

للعارفين قلوب يعرفون بها نور الاله بسر السر في الحجب

صم عن الخلق عمي عن مناظرهم بكم عن الظق في دعواه بالكذب

عارفین کے ایسے قلب ہیں جن سے وہ پہچانتے ہیں۔ اللہ کا نور جو پردہ راز در راز میں ہے۔ مخلوق سے بہرے ہیں اور ان کی آنکھیں ان سے اندھی ہیں۔ اگر مخلوق ان کے جھوٹے ہونے کا دعوی کرتی ہو تو وہ خاموش رہتے ہیں۔

حضرت ام عمارہؓ کی عجیب بہادری کا سبق آموز واقعہ

ام عمارہؓ جن کا نام نسیبہ بنت کعب انصاریہ ہے، یہ عظیم خاتون خیبر، حنین، عمرۃ القضاء، یمامہ اور احد میں شریک ہوئیں، فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ احد کے دن حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جس طرف دیکھتا یہ عورت اسی طرف سے لڑ کر میرا دفاع کر رہی تھی، علامہ واقدیؒ کہتے ہیں کہ ام عمارہؓ فرماتی ہیں کہ میں احد کے دن لڑی اور مجھے بارہ زخم آئے، ایک زخم گہرا گردن میں تھا اس پر مرہم لگایا اتنے میں منادی نے کہا کہ حمراء الاسد میں جمع ہو جائیے، میں نے پٹی باندھ کر خون بند کیا اور وہاں چلی گئی، یہ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں مرتدین والے جہاد میں بھی شریک ہوئی تھیں، جب مسیلمہ کذاب کو اللہ تعالیٰ نے قتل کروا دیا تو یہ لوٹیں، اس جنگ میں بھی ان کو بارہ زخم آئے، تھے، واقدیؒ نے کہا ہے کہ نسیبہؓ بنت کعب کو جب اپنے بیٹے حبیب بن زید کے شہادت کی اطلاع ملی جو مسیلمہ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے، تو انہوں نے قسم کھائی کہ یا مسیلمہ کو ماروں گی یا شہید ہو جاؤں گی، چنانچہ نسیبہ بنت کعب خالد بن ولید کے ساتھ جنگ یمامہ میں گئیں، مسیلمہ کذاب مارا گیا اور ان کا اس جنگ میں ایک بازو کٹا۔

ابن ہشامؒ نے ام سعد بنت سعد بن ربیع کے واسطہ سے کچھ زیادہ نقل کیا ہے، کہ میں ام عمارہؓ کے پاس داخل ہوا اور کہا کہ مجھے کوئی بات سنائیے، فرمانے لگیں کہ میں یوم

جنگ احد میں گئی، میرے ساتھ مشکیزہ تھا، اس میں پانی تھا، آپ ﷺ کے اصحاب آپ کے پاس آتے اوراس میں سے پانی پیتے، جب مسلمان شکست کھانے لگے تو میں رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹی، میں آپ ﷺ کے ساتھ مل کر لڑ رہی تھی اور تلوار کے ساتھ آپ ﷺ کے دشمنوں کو آپ ﷺ سے دفع کر رہی تھی اوران کو نیزہ سے مار رہی تھی، یہاں تک کہ میں خود زخمی ہوگئی، ام سعد بنت سعد ربیع فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے کندھے پر گہرا زخم دیکھا پوچھا کہ آپ کو کس نے زخمی کیا تھا فرمایا ابن قمیہ نے۔

(بحوالہ طبقات ابن سعد)

فرعون کی لڑکی کے کنگھی کرنے والی کی شہادت کا ایک سبق آموز واقعہ

فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی حضرت موسیٰ پر ایمان لاچکی تھی، ایک دن وہ کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی ہاتھ سے نیچے گرگئی اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا ’’خدا کے کافر کا برا ہو‘‘ فرعون کی بیٹی نے پوچھا کہ کون سے خدا کا ذکر تم نے کیا ہے؟ بولی، جس خدا کا پتہ موسیٰ نے دیا، فرعون کی بیٹی طیش میں آکر بولی، کیا تم بھی موسیٰ کو مانتی ہو اور میرے ابا کے خدا ہونے کا انکار کرتی ہو؟ بولی بے شک تمہارا باپ جھوٹا خدا ہے، وہی ایک خدا ہے جس نے مجھے تمہیں اور تمہارے باپ کو پیدا کیا ہے، اور موسیٰ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا فرعون کی بیٹی غصے میں آکر اپنے باپ کے پاس پہنچی اور سارا قصہ سنایا، فرعون نے اس مومنہ لڑکی کو بلا کر پوچھا، کیا یہ بات سچی ہے جو میں نے اپنی بیٹی سے سنی ہے؟ بولی بالکل سچی ہے، میں تجھے خدا ہرگز نہیں مانتی اور موسیٰ کا کلمہ پڑھتی ہوں فرعون نے جلاد کو بلا کر اسے لٹکا کر اس کے ہاتھ اور پیروں میں کیلیں ٹھکوا کر اسے سخت ایذا دی پھر اس کی دودھ پیتی بچی کو منگوا کر اس کے سامنے لٹکا کر حکم دیا کہ ماں کے سامنے اس بچی کو ذبح کر دو، یہ منظر دیکھ کر مومن بے اختیار چیخ اٹھی، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس دودھ پیتی بچی کو زبان عطا فرمائی اور کہنے لگی

مت پریشان ہوتو صبر وشکر کر میں نے دیکھا ہے ترا جنت میں گھر ہے۔

''اے ماں !خبردار اپنا ایمان نہ چھوڑنا،صبر وشکر سے میری اور اپنی تکلیف برداشت کر، خدا نے تمہارے لئے جنت میں گھر بنا رکھا ہے تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں وہاں پہنچ کر ہمیشہ کی راحت پالیں گے۔'' چنانچہ ظالم نے دونوں کو شہید کر دیا۔

(بحوالہ نزہۃ المجالس باب الجاہد)

۲۲۵ دنوں کے بعد اس کی سلطنت اسے واپس مل گئی

صباح کے مثالی خاندان کے امیر شیخ جابر احمد الصباح اور ولی عہد شیخ سعد عبداللہ الصباح سے کویت کی سلطنت چھین لی گئی اور ۲۲۵ دنوں کے بعد واپس مل گئی۔

یہ واقعہ اگست کی دوسری تاریخ ۱۹۹۰ کو بروز جمعرات پیش آیا تھا جو اہل کویت کے لئے ایک منحوس ونامبارک دن تھا۔

شیخ جابر احمد بن الصباح خوف زدہ حالت میں اپنے شہر کو چھوڑ کر فرار ہوگیا، وہ عزت وجاہ کے چھن جانے کے بعد اپنی اس موجودہ حالت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

وہ جلاوطنی کی حالت میں سعودیہ کے شہر طائف میں تقریباً سات مہینے تک رہا، یہاں تک کہ کویت ملکی معاہدے کے تحت مکمل طور پر آزاد ہوگیا۔ اور ساری دنیا کے لوگ ا س بات پر انتہائی خوش ہوئے کہ کویت اس کے باشندوں کو واپس مل گیا، کیونکہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور وطن سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔

پہلے کویت کی ولی عہد شیخ سعد عبداللہ الصباح لوٹے، پھر ائر پورٹ پہنچ کر انہوں نے اپنے آباء واجداد کے وطن لوٹ آنے پر شکرانے کے دو رکعت نفل ادا کیں۔ کویت کے باشندے بھی اس سے بہت خوش تھے۔

اس کے بعد کویت کے امیر مملکت شیخ جابر احمد بن الصباح بھی لوٹ آئے اور اپنی سلطنت بحال ہوجانے اور وطن سے دوری اور رنج ومشقت برداشت کرنے کے بعد اپنے وطن واپسی پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔ اور ان کی حالت یہ کہہ رہی تھی۔

صبر کرو! کیونکہ صبر کا صلہ بہت بہتر ہے اور کسی بھی آنے والی پریشانی پر دلبرداشتہ مت ہو۔ بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے اور تنگی کے بعد غم کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اور بہت کم لوگ ایسے ہیں جو مشکلات پر فوراً آہ و فغاں شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ ان سے بالکل ملی ہوئی فراخی چلی آرہی ہوتی ہے۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

اپنے کو ہر چیز سے کم تر سمجھے

حضرت حماد اللہ ہالیجوی رحمتہ اللہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص ایک پیر صاحب کے پس گیا اور عرض کیا کہ مجھے اپنے مریدوں میں داخل فرمالیجئے صاحب نے فرمایا کہ پہلے دنیا میں چلو پھرو اور تلاش کرو اپنے سے ذلیل ترین چیز میرے پاس لے کر آؤ پھر بیعت کروں گا مذکورہ شخص اس ارادے سے نکلا اس کی نظر ایک نہایت ہی کمزور کتے پر پڑی جو نہایت خراب خستہ حالت میں پڑا ہوا تھا اس کے دل میں خیال آیا کہ اس کتے کو پیر صاحب کے پاس لے چلنا چاہئے جونہی کتے کو ہاتھ لگایا کتے سے آواز آئی کہ میں تم سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں تو حیوان ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے کوئی سوال نہیں ہوگا اور تیرے اعمال کی باز پرس قیامت میں ہونے والی ہے پھر میں کس طرح تجھ سے ذلیل ہوں اس شخص نے سمجھ لیا کتا ٹھیک کہتا ہے پھر دیکھا کہ ایک بھنگی نجاست اٹھا رہا ہے اس نے خیال کیا کہ نجاست مجھ سے ذلیل ہے اس کو میرے پیر صاحب کے پاس لے چلنا چاہئے نجاست سے آواز آئی کہ میں تم سے کمتر کیونکر ہوں اس لئے کہ میں غلہ ہوں میوہ تھا جب تم نے کھایا اور میں تیرے پیٹ میں پہنچا تیرے باطن نے مجھے نجس کر دیا پس تیرا پیٹ مجھ سے بدتر ہے جیسے پاک صاف میوہ کو نجس اور پلید کر دیا اس کے بعد وہ شخص اپنے پیر صاحب کے پاس لوٹا پیر صاحب نے سوال کیا کہ اپنے سے کمتر کوئی شے لائے اس نے جواب دیا کہ اپنے سے بدتر اور کمتر میں کسی چیز کو نہیں پاتا پیر صاحب نے فرمایا کہ اب میں تجھے بیعت کرتا ہوں۔

فائدہ:۔اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ سالک طریقت کو چاہئے کہ خود کو سب سے کمتر اور حقیر سمجھے یہی اصل سرامایہ، کامیابی ہے، بڑائی تو صرف حق تعالیٰ کا حق ہے اسی کی ذات قدیم وغنی ہے انسان کسی بات پر تکبر اور خود بینی کرے درآنحالیکہ اس کے اندر پاخانہ اور پیشاب بھرا ہوا ہے ناک اور دماغ بلغم سے پر ہے جو کچھ بھی انسان کو کمالات اور نعمتیں حاصل ہوں اس کو مولی کا عطیہ سمجھنا چاہئے۔

سارا جنگل خوشبو سے مہک گیا

حضرت سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ نے جب سلطنت بلخ چھوڑ کر نیشاپور کے ایک غار میں عبادت اور مجاہدات شروع کیے تو جنگل میں جنت سے کھانا آنے لگا جس سے سارا جنگل خوشبو سے مہک جاتا تھا۔اسی جنگل میں ایک گھاس کھودنے والے نے اپنا پیشہ ترک کر کے فقیری لے رکھی تھی اس کو بارہ سال سے دوروٹی اور چٹنی خدائے پاک کی طرف سے آیا کرتی تھی اس فقیر کو بڑا رنج ہوا شیطان نے اس کو بہکایا دیکھ تیری کیا قدر ہے اللہ میاں نے تیرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا یہ دل میں ایسی نامناسب باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی کہ او بے ادب اور ناشکرے! جا اپنی کھرپی اٹھا جس سے گھاس کھودا کرتا تھا اور اپنی جھولی سنبھال جس میں گھاس رکھتا تھا اور اسی طرح کما جس طرح پہلے کماتا تھا تو نے میری راہ میں اپنی کھرپی اور جھولی قربان کی تھی اور اس نے سلطنت بلخ کا تخت اور تاج شاہی اور مخمل کے گدے اور عزت سلطانی کو میری راہ میں قربان کیا تھا۔

بے وقوف زمیندار کا قصہ

ایک علاقہ میں واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص درخت پر چڑھ گیا لیکن اس کو اترنا نہیں آتا تھا چڑھتے وقت اترنے کا خیال نہیں رہا بہرحال بے خیالی میں چڑھ گیا اب

جب اترنے کی باری آئی تو چلانا شروع کیا مجھے اتارو مجھے اتارو اس کی آواز پر محلے والے جمع ہو گئے لیکن کسی کو اتارنے کی ترغیب سمجھ نہ آئی بالاخر فیصلہ ہوا کہ یہ مسئلہ زمیندار صاحب کے پاس پیش کیا جائے چنانچہ زمیندار صاحب کے پاس پہنچے اور سارا ماجرا سنایا تو اس نے بغل بجا کر کہا یہ تو بہت آسان مسئلہ ہے ابھی حل کر لیتے ہیں لیکن ایک اور فکر دامن گیر ہے وہ یہ ہے کہ اگر میں دنیا سے چلا گیا تو ایسے مشکل مسائل کون حل کرے گا اب تک تو خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک میں زندہ ہوں اس کے بعد وفد کو چائے پیش کی پھر سب مل کر اس درخت کے قریب پہنچے تو زمیندار نے جائے وقوع پر پہنچنے کے بعد حکم جاری فرمایا ایک رسی لے کر آ ؤ رسی لائی گئی تو کہا اس میں پھندا بنا کر اوپر کو پھینکو اور جو صاحب درخت کے اوپر پھنسے ہوئے تھے ان سے کہا کہ اس رسی کو کمر کے ساتھ باندھ لو تو اس نے باندھ لیا اب چند جوانوں سے کہا کہ اس رسی کو زور سے کھینچو جب کئی جوانوں نے ملکر زور سے کھینچا تو نتیجتاً وہ بے چارہ اس زور سے نیچے گرا کہ ہڈی پسلی ایک ہوگئی اور اللہ کو پیارا ہو گیا اب لوگوں نے آہ و پکار شروع کی تو وہ زمیندار صاحب کہتے ہیں شکر کرو نیچے آ کر مرا ہے اوپر ہی مر جاتا تو کیا ہوتا؟ پھر کچھ دیر بعد کہتا ہے ارے اس کی تو قسمت خراب تھی مر گیا ورنہ ہم نے کتنوں کو اس طرح کنویں سے نکالتے دیکھا۔

سیّد احمد شہیدؒ کا واقعہ

حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ شاہ عبدالعزیز کے ہاتھ میں بیعت ہوئے بیعت کے بعد دوسری مرتبہ جب بغرض تعلیم اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کو شاہ صاحب کے مدرسہ سے پچاس قدم کے فاصلہ پر واقع مسجد میں ٹھہرایا جس میں شاہ صاحب اور طلبہ نماز پڑھا کرتے تھے اور ذکر و اشغال تعلیم فرما کر حکم دیا کہ آٹھویں روز ملاقات کریں اور تین افراد کو سید صاحب کی خدمت کے لئے مقرر فرمایا کہ سید

صاحب کو جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کریں ایک ٹھلیا اپنے پاس سے دی اور فرمایا کہ روز اس ٹھلیا میں سید صاحب کے لئے دریائے جمنا سے پانی لایا کرو سید صاحب نے چھ ماہ تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ کے خاندان میں سے کسی کی شادی تھی اس تقریب میں شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالقادر صاحب، اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمہم اللہ تینوں بھائی تشریف فرما تھے شامیانہ تانا جا رہا تھا اس مقام پر ایک نیم تھا جس کی وجہ سے شامیانہ اچھی طرح نہ تنتا تھا بلکہ اس میں جھول رہتا تھا اتنے میں سید صاحب بھی مسجد تشریف لے آئے جب آپ نے یہ جھول دیکھا تو کرتہ کو کمر سے باندھ کر نیم کے درخت پر چڑھ گئے پھر جب شامیانہ کو کھینچا تو شامیانہ بالکل ٹھیک تن گیا اور جھول بالکل ختم ہو گیا۔

سید صاحب کی یہ دھج شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ کو بہت پسند آئی انہوں نے شاہ عبدالعزیز سے عرض کیا سید احمد کو مجھے عنایت فرمایئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ لیجاؤ اور سید صاحب سے فرمادیا کہ میاں عبدالقادر صاحب کے ساتھ جائیں شاہ عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ ان کو اپنے ساتھ اکبری مسجد لے گئے اور ایک حجرہ میں ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا کہ ذکر و اشغال میرے سہ دری کے پاس بیٹھ کر کیا کریں سید صاحب نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور شاہ عبدالقادر کے حکم کے مطابق ذکر و شغل کرتے رہے اور جو جگہ شاہ عبدالقادر نے ان کو بتا دی تھی سید صاحب بارش ہو یا آندھی یا دھوپ ہو ہر حال میں برابر اسی جگہ بیٹھے رہتے تھے جب تک شاہ صاحب اٹھنے کا حکم نہ فرماتے اس وقت تک نہ اٹھتے تھے شاہ عبدالقادر صاحب نے ڈھائی سال تک سید صاحب کو اپنی خدمت میں رکھا اس کے بعد شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں لا کر فرمایا کہ سید احمد حاضر ہیں پرکھ لیجئے شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ میاں تم جو کچھ کہتے ہو ٹھیک کہتے ہو اب ان کو بیعت کی اجازت دے دو شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت اجازت تو آپ ہی دیں گے ان سے آپ ہی کا سلسلہ چلے گا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ نے ان کو بیعت کی

اجازت دے دی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۱۵)

نیک بیوی کی پہچان

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ جب وہ جوان ہو گئے تو آپ نے قبیلہ جرہم میں شادی کر لی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ جا کر حالات دیکھوں جب ابراہیم علیہ السلام پہنچے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام مکان میں موجود نہ تھے ان کی بیوی سے دریافت فرمایا معاشی حالت کیسی ہے! اس نے کہا بڑی تنگی ہے بڑی تکلیف میں ہیں گزارہ بڑی مشکل سے ہو رہا ہے اس قسم کی کچھ شکایات کیں تو ابراہیم السلام نے فرمایا جب تمہارے میاں آئیں تو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ پیغام بھی دے دینا کہ:

غیر عتبته بیتک ، اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالو

حضرت اسماعیل السلام جب گھر واپس آئے تو انہوں نے کسی طرح محسوس کر لیا کہ ابا آئے تھے بیوی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں ایک بڑے میاں آئے تھے انہوں نے مجھ سے حالات پوچھے تو میں نے حالات بتائے اس کے بعد وہ آپ کو سلام اور یہ پیغام دے گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو تو اسماعیل السلام نے فرمایا کہ وہ میرے ابا تھے اور ان کے پیغام کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں طلاق دے دوں اس لئے کہ تو ناشکری ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر نظر نہیں اس لئے تو نے شکایت کی مہربانی کر کے اپنے ملک تشریف لے جاؤ۔

پھر اسماعیل علیہ السلام نے دوسری شادی کی ابراہیم علیہ السلام کو پھر دیکھنے کا خیال ہوا تشریف لے گئے مگر دوسری بار بھی اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجود نہ تھے وجہ یہ تھی کہ ان کا گذارہ شکار پر تھا پیداوار تو وہاں کچھ تھی نہیں شکار کر کے لاتے تھے اسی پر گزارہ کرتے تھے اس لئے تقریباً روزانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شکار پر جانا پڑتا

تھا اس نے کہا الحمد اللہ بہت اچھی حالت ہے بہت کچھ تعریفیں کیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت نعمتیں دے رکھی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے میاں آئیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور یہ پیغام دے دینا۔

ثبت عتبته بیتک، اپنے دروازہ کی چوکھٹ برقرار رکھو،

جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے اور پیغام سنا تو فرمایا کہ وہ میرے ابا تھے تم شکر گزار بندی ہو اس لئے وہ مجھے حکم فرما گئے ہیں کہ تمہیں کبھی طلاق نہ دیجائے۔

کون بہتر ہے؟

ایک بدوی گنوار شخص ایک بزرگ کے پاس آیا اور بھرے مجمع میں کہا کہ جناب بتایئے کہ آپ بہتر ہیں یا میرا کتا بہتر ہے اس بزرگ نے سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا مرنے کے بعد بتاؤں گا اتفاق کی بات ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اس بزرگ کا انتقال ہو گیا تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ سے فارغ ہو کر جب میت قبرستان کی طرف لیجائی جا رہی تھی وہ شخص سامنے آیا لوگوں سے کہا چارپائی زمین پر رکھو میرا ان سے ایک سوال تھا وہ پوچھ لوں چنانچہ لوگوں نے چارپائی کندھوں سے اتاری تو اس شخص نے کہا حضور آپ نے کہا تھا موت کے بعد جواب دوں گا اب جواب دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت گویائی دی انہوں نے کفن کے اندر سے جواب دیا، الحمد اللہ آج یقین سے کہتا ہوں کہ میں کتے سے بہتر ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایمان پر موت نصیب فرمائی ہے اس کے بعد آواز بند ہوگئی لوگ تدفین کے لئے لے گئے۔

عبادت کا اخفاء

حضرت داؤد طائیؒ چالیس برس تک مسلسل روزے رکھتے رہے لیکن ان کے گھر والوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی وہ عبادت گاہ کو جاتے وقت دوپہر کا کھانا ساتھ لے جاتے تھے اور راہ میں کسی کو دے دیتے تھے شام کو گھر آ کر روٹی کھا لیتے تھے اور گھر

والوں کو خبر تک نہ ہوئی تھی کہ آپ روزے سے تھے،

لذّات دنیا سے پرہیز

ابو ربیع اعرا جؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ داؤد طائیؒ سے ملنے گیا وہاں مجھے سخت پیاس لگی شیخ کے گھر میں پانی کا ایک پرانا مٹکا پڑا تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی میں مٹکے سے پانی لینے لگا تو دیکھا کہ گرم تھا اور پینے سے وحشت ہوتی تھی میں نے کہا کاش آپ پانی کے لیے ایک کورا مٹکا رکھ چھوڑتے ،آپ نے فرمایا کہ جب یہ عادت ہو جائے کہ پانی ٹھنڈا ہی پینا ہے اور کھانا عمدہ ہی کھانا ہے اور لباس نرم ہی پہننا ہے تب آخرت کے لیے تم نے کیا باقی چھوڑا میں نے عرض کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔

فرمایا دنیا سے ایسا روزہ رکھ لے جسے موت ہی کھولے اور دنیا داروں سے اس طرح بھاگ جس طرح درندوں سے بھاگا جاتا ہے اور اہل تقویٰ کی صحبت اختیار کر پھر تو دیکھ لے گا کہ وہ کتنے کم خرچ ہوتے ہیں اور بھائی کی کیسی اچھی مدد کرتے ہیں نیز جماعت کو کبھی ترک نہ کر بس عمل کے لیے کافی ہے۔

یتیموں کی سرپرستی

حضرت داؤد طائیؒ کے پاس ایک لونڈی تھی جو آپ کی خدمت کیا کرتی تھی ایک دن اس نے حضرت سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو آج تھوڑا سا گوشت پکا لوں آپ نے فرمایا ''ہاں پکا لے میرا دل بھی چاہتا ہے'' اس نے خوب سنوار کر گوشت پکایا، جب آپ کے سامنے لا کر رکھا تو پوچھا فلاں یتیموں کا کیا حال ہے لونڈی نے کہا ، بے چارے پہلے کی طرح خستہ حال ہیں۔آپ نے فرمایا ''یہ گوشت لے جاؤ اور انہیں کھلاؤ'' لونڈی نے عرض کی اتنا عرصہ ہو گیا ہے آپ نے گوشت نہیں کھایا آپ کھا لیں فرمایا یتیموں کا کھایا ہوا عرش پر پہنچے گا اور میرا کھایا ہوا خاک میں مل جائے گا۔

اللہ پر بھروسہ

حضرت حبیب عجمی کا حجرہ بصرہ کے بازار میں چوراہے پر تھا اور آپ کے پاس ایک پوستین تھی جس کو سردی گرمی میں برابر استعمال کرتے تھے ایک دن وضوء کرنے کے لیے گئے اور پوستین وہیں چھوڑ گئے اتنے میں خواجہ حسن بصری ادھر آنکلے دیکھا کہ پوستین پڑی ہے پہچان لی اور فرمایا حبیب اپنی پوستین یہیں چھوڑ گیا ہے اسے یہ خیال ہی نہیں آیا کہ اس کو کوئی اٹھا کر بھی لے جا سکتا ہے پھر آپ وہیں ٹھہر گئے حتیٰ کہ حبیب واپس آگئے آپ کو سلام کیا اور پوچھا اے امام المسلمین آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں ،خواجہ حسن بصری نے جواب دیا کہ تمہاری پوستین کی حفاظت کر رہا ہوں ،تم اسے کس کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے حضرت حبیب عجمیؒ نے فرمایا اس ذات کے بھروسے پر جس نے آپ کو میری پوستین کی حفاظت کے لیے یہاں بھیج دیا۔

مخلوق سے بے نیازی

حضرت عتبہ بن الغلام حضرت خواجہ حسن بصری کے شاگرد تھے کسی نے حضرت عبدالواحد بن زید سے پوچھا، کیا کوئی ایسا آدمی آپ کی نظر میں ہے جو خلقت سے واقعی بے نیاز ہو۔انہوں نے فرمایا ذرا ٹھہرو ویسا آدمی تھوڑی دیر میں میرے پاس آنے والا ہے اتنے میں حضرت عتبہؒ تشریف لائے حضرت عبدالواحد بن زید نے عتبہ سے پوچھا، کہیے راستے میں کس کس سے ملاقات ہوئی، جواب دیا میں نے نگاہ ہی اونچی نہیں کی ملاقات کا کیا سوال۔

شکایت کی پٹی

ایک مرتبہ ایک شخص ماتھے پر پٹی باندھے حضرت رابعہ بصریؒ کے سامنے سے گزرا آپ نے اس سے دریافت کیا کیوں بھئی کیا بات ہے سر پر پٹی باندھ رکھی ہے اس نے جواب دیا میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے حضرت رابعہؒ نے پوچھا تمہاری عمر

کیا ہے اس نے کہا تیس برس آپ نے دریافت کیا کہ تم اس مدت میں بیمار رہے یا تندرست اس نے جواب دیا میں ہمیشہ تندرست رہا ہوں کبھی بیمار نہیں ہوا حضرت رابعہؒ نے فرمایا کہ تیس برس صحت کی دولت سے مالا مال رہنے کے باوجود تو نے کبھی اپنے سر پر شکر کی پٹی نہیں باندھی آج تیرے سر میں درد ہو گیا تو تو مخلوق خدا کے سامنے شکایت کی پٹی سر پر باندھے پھرتا ہے۔

علم کی موت کا خدشہ

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ عسقلان تشریف لے گئے تین دن گزر گئے لیکن کوئی شخص آپ سے کوئی مسئلہ یا دین کی بات پوچھنے نہ آیا آپ نے اپنے ساتھی سے فرمایا کہ بھئی اس شہر میں میرا قیام ہو چکا بس اب یہاں سے چلنے کی تیاری کرو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں علم مر جائے گا۔

اتباع سنت کی عجیب مثال

دیوبند میں ایک بزرگ تھے حضرت عابد حسین رحمہ اللہ یہ گرمی میں مشکیزہ بھر کر سڑکوں پر لوگوں کو پانی پلاتے پھرتے تھے حالانکہ بڑے رئیس تھے۔ خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں اور بہت مخلوق پیچھے ہے ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ سب لوگ دوڑ رہے ہیں مگر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ آہستہ آہستہ چل رہے ہیں میں نے کہا حضرت آپ بھی دوڑیئے فرمایا کہ نہیں میں تو نشان قدم ڈھونڈ کر چل رہا ہوں دیر میں پہنچوں وہ الگ بات ہے مگر اتباع اصل بنیادی چیز ہے۔ رات جاگ کر عبادت کرنا اور ہے اور ایک لمحہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بہت بلند چیز ہے فرمایا کہ ایک بیت الخلاء میں جانے کی دعا ہزاروں نفلی عبادتوں سے بہتر ہے اس میں نور اور برکت ہی اور ہے ایک صاحب روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھے دل میں نادم تھے ان پر

رعب تھا روضہ اقدس کے قریب نہ جا سکے دور کھڑے رہے جو لوگ مرتبہ جانتے ہیں وہ ادب کا معاملہ سمجھتے ہیں دوڑ کر جالی کا چومنا اور چیز ہے اور ہیبت دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قدم آگے نہ بڑھنا اور چیز ہے جس کو جتنا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا اتنی ہی اس پر جلال کی کیفیت اور ہیبت دل پر ہوگی لوگ دھکے دے کر آگے بڑھتے رہے یہ بیچارے پیچھے کھڑے سلام پڑھتے رہے دل میں حسرت بھی تھی کہ لوگ آگے بڑھ رہے ہیں دل میں فوراً ایک ندا آئی۔ سن لو ہم سے قریب وہ ہیں جو ہماری سنت پر عمل کرتے ہیں جو ہماری سنت پر عمل نہیں کرتے وہ چاہے ہماری جالیوں سے چپٹے ہوئے ہوں دور ہیں اور یہ بھی سنا کہ لوگوں سے کہہ دو ہماری قربت اور دوری ہماری اتباع میں ہے۔ حق تعالیٰ جس کو عشق دیتا ہے اس کو اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر دیتا ہے۔ (مجالس مفتی اعظم ص ر ۳۲۸)

امراء القیس کندی کی توبہ

امرء القیس کندی خواہشات اور لذت کے ساتھ انتہائی شغف رکھتا تھا اور عیش و طرب میں منہمک رہتا تھا۔ ایک دن صحرا میں نکلنے کی خواہش سے یا شکار کھیلنے کی غرض سے باہر نکلا اور وہاں وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک شخص نے مردوں کی بہت ساری ہڈیاں اپنی سامنے جمع کر رکھی ہیں اور ان کو الٹا پلٹا کر رہا ہے۔

اس نے کہا کیا حال ہے تیرا صاحب! اور کیا سبب ہے تیری حالت کی پراگندگی جسم کی لاغری اور اڑے اڑے رنگ ہونے کا اور کیا سبب ہے تیری پراگندہ حالت لاغر جسم اور اڑی اڑی رنگت کا؟ اور اس جنگل میں اکیلے کیسے ہو؟ اس شخص نے کہا بھائی میں ایک لمبے سفر پر ہوں میرے پیچھے دو مؤکل ہیں جو مجھے بے چین کئے ہوئے ہیں اور وہ مجھے ہنکا کر ایسی جگہ لے جا رہے ہیں جو تنگ، تاریک اور خوفناک ہے اور پھر وہ

مجھے منوں مٹی کے نیچے مردوں کے پڑوس میں بوسیدگی کے حوالے کردیں گے۔ پھر بھی میں گراس اذیت ناک، تنگ وتاریک، وحشت ناک جگہ میں جس میں میری رگ و پے کوزمین کے حشرات کھاجاتے ہیں چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ میں خاک میں مل جاتا ہوں اور میری ہڈیاں بوسیدہ ہوکر بکھر جاتی ہیں تو ابتلا و آزمائش ختم ہوسکتی اور بدنصیبی کی انتہا آجاتی، لیکن میں اس کے بعد حشر کے لئے اٹھایا جاؤں گا اور پھر مجھے یوم الجزاء کے خوفناک مناظر کا سامنا ہوگا۔ اور پھر مجھے نہ معلوم دوگھروں (جنت ودوزخ) میں سے کس میں جانے کا حکم ہوگا، تو جس کا معاملہ اس حد تک خطرناک ہے وہ کس حال میں خوش ہوسکتا ہے۔

جب امرءالقیس نے اس کی بات سن لی تو گھوڑے سے کود کر اس کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور کہا اے صاحب! تیرے کلام نے تو میری رنگین زندگی کو گدلا کردیا اور اندیشوں نے میرے دل کو گھیرے میں لے لیا، آپ اپنی تقریر کو ذرا دوبارہ کہہ دیں اور میرے لئے اپنے دین کی تشریح کریں۔

اس شخص نے کہا: کیا تم دیکھ رہے ہو جو میرے سامنے ہیں؟ اس نے کہاں: ہاں اس نے کہا کہ یہ ہڈیاں ان بادشاہوں کی ہیں جن کو دنیا کی خوبصورتی نے دھوکے میں رکھا اور ان کے دلوں کو قابو کرلیا اور ان کو اس افتادگی کی تیاری سے غافل رکھا یہاں تک کہ اچانک ان پر موت آئی اور ان کی آرزوئیں ساتھ چھوڑ گئیں اور سب رونقیں اور نعمتیں لٹ گئیں اور عنقریب یہ ہڈیاں پھر سے جسم بن کر اٹھیں گی اور اپنے اعمال کا بدلہ پاکر یا تو چین و آرام کی جگہ جائیں گی اور یا ہلاکت کی گھاٹ اتر جائیں گی۔ اس کے بعد وہ اچانک غائب ہوگیا اور پھر اس کا کوئی سراغ نہیں ملا بادشاہ (امرءالقیس) کے ساتھی جب آکر مل گئے تو دیکھا کہ بادشاہ کا رنگ اڑا ہوا ہے اور اس کے آنسو لگا تار جاری ہیں۔

بادشاہ اپنی سواری پر خستہ حالت میں سوار ہوا جب رات کی تاریکی چھاگئی تو اس

نے اپنے شاہانہ لباس اتار دیئے اور پرانے کپڑے پہن کر رات کی تاریکی میں نکل گیا اور اس کے بعد اس کا کسی کو پتہ نہیں چلا۔

عمر قیدیوں کی رہائی

۲ اگست ۱۹۹۰ میں وہ واقعہ ہوجو وہم وگمان میں بھی نہ تھا اور جس کی توقع پڑوسی مسلمان تو کیا کوئی بھی مسلمان نہیں کر سکتا تھا۔ عراقی فوجیں اپنے صدر کے حکم سے کویت اتر گئیں جو کہ اس کا پڑوسی ملک ہے۔

عراقی فوجوں نے لوٹ مار، چوری ڈکیتی قتل وغارت گری اور زور زبردستی کے وہ گھناؤنے انداز اختیار کئے جو زمانہ جاہلیت کی حالت سے میل کھاتے تھے، بلکہ اس سے بھی چند ہاتھ آگے تھے۔

انہوں نے جیل کے دروازے کھول دیئے جن سے تمام مجرم اور فاسق وفاجر نکل پڑے۔

جو لوگ رہا ہوئے ان میں اکثریت ان افراد کی تھی جنہیں عمر قید کی سزا سنادی گئی تھی، کیونکہ وہ کویت کے صدر پر کئے گئے قاتلانہ حملے میں ملوث تھے، مگر شاہی سواری کے تباہ وبرباد ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا عراقی فوج کے ذریعے سے۔

جب عراقی فوجیں کویت میں داخل ہوئیں تو انہوں نے جیلوں کے دروازے کھولتے ہوئے سب قیدیوں کو رہا کر دیا جن میں سے ایک شخص کا بیان یہ تھا کہ وہ بالکل بے قصور تھا اور صدر کے قتل کی سازش میں اسکا کوئی ہاتھ نہ تھا، وہ رہا تو ہوگیا تھا، لیکن اسے یقین نہ آتا تھا۔۔۔۔۔۔وہ اکثر کہا کرتا تھا: ''پریشانی کے بعد راحت ضرور ملتی ہے۔''

(الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

زنا سے بچنے والے ایک بزرگ کا سبق آموز واقعہ

حضرت ابن عباسؓ حضرت کعب بن احبارؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک صدیق (اول درجہ کا ولی) تھا جو عبادت میں منفرد مقام رکھتا

تھا یہ ایک عرصہ تک اپنی خانقاہ میں عبادت کرتا رہا اسکے پاس روزانہ صبح وشام بادشاہ وقت حاضری دیتا تھا اور اس سے پوچھا کرتا تھا کہ آپ کی کوئی ضرورت ہے؟ تو وہ جواب دیتا ''اللہ میری ضرورت کو خوب جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس عابد کی خانقاہ پر انگور کی ایک بیل اگا دی تھی جو ہر روز ایک انگور اٹھاتی (یعنی ایک انگور لگتا) تھی جب اس عابد کو پیاس لگتی تو وہ اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا تو پانی ابل پڑتا تھا اور یہ اس پانی کو پی کر پیاس بجھالیتا تھا اس طرح ایک طویل عرصہ گزر گیا، ایک مرتبہ اس عابد کے پاس مغرب کے وقت کے وقت ایک عورت گذری جو نہایت حسین وجمیل تھی اس عورت نے پکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندے تو اس بزرگ نے کہا اس عابد نے کہا لبیک ! یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی کیا تمہیں تمہارا رب دیکھ رہا ہے؟......

اس نے فرمایا کہ وہ اللہ ایک ہے قہار ہے۔ حی وقیوم ہے، دلوں کے اسرار سے واقف ہے اور جو قبروں میں ہیں ان کا اٹھانے والا ہے۔

عورت یہ سن کر کہنے لگی مجھ سے میرا شوہر دور (اس لیے مجھے ایک رات کے لیے اپنے پاس تھکانہ دے دو) بزرگ نے یہ سن کر اس عورت سے کہا کہ اوپر آجاؤ پس وہ عورت اوپر چڑھ گئی اور اس بزرگ کی خانقاہ میں پہنچ گئی وہاں پہنچتے ساتھ ہی اس عورت نے اپنے جسم سے کپڑے اتار پھینکے اور ننگی کھڑی ہوگئی اور اس عابد کے سامنے اپنا ننگا بدن ظاہر کر دیا یہ منظر دیکھ کر اس بزرگ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا تو تباہ ہوجائے اپنے آپ کو ڈھانپ لے یہ سن کر اس عورت نے جواب دیا تیرا کیا جاتا ہے اگر تو آج رات مجھ سے فائدہ اٹھالے تو بزرگ نے سن کر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا اے نفس تو کیا کہتا ہے؟

نفس کہنے لگا اللہ کی قسم میں تو فائدہ اٹھاؤں گا۔

یہ سن کر بزرگ نفس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا تو تباہ ہوجائے کیا تو گندھک کے دوزخ کے کپڑے مانگتا ہے؟ آگ کے پاٹ مانگتا ہے۔ میری عرصہ کی عبادت ضائع

کرنا چاہتا ہے؟ پھر کہنے لگا ہر زانی کی بخشش نہیں اور اس کا عذاب مٹنے کو نہیں میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر ایسا ناراض ہو کہ پھر کبھی راضی نہ ہو لیکن اس بزرگ کے نفس نے اس کو اس عورت کے متعلق خوب بہکایا تو بزرگ نے نفس سے مخاطب ہو کر پھر کہا میں تیرے سامنے (دنیا کی) چھوٹی آگ پیش کرتا ہوں، اگر تو اس کو برداشت کر گیا تو اس رات اس لڑکی سے نفع حاصل کر لوں گا۔

حضرت کعب بن احبارؒ فرماتے ہیں کہ اس بزرگ نے یہ کہنے کے بعد ''دیئے'' (چراغ) کو تیل سے بھر دیا اور بتی کو موٹا کر دیا اس منظر کو وہ عورت بھی دیکھ رہی تھی اور اس بزرگ کی اپنے نفس سے گفتگو بھی سن رہی تھی پھر اس بزرگ نے چراغ کو جلانے کے بعد اپنا ہاتھ اس جلتی بتی پر رکھ دیا یہ بتی جل رہی تھی لیکن اس بزرگ کے ہاتھوں کو نہیں جلاتی تھی۔

دیکھ کر بزرگ چیخ کر کہنے لگے تجھے کیا ہے؟ جلاتی کیوں نہیں؟

تو وہ بتی اس کا انگوٹھا کھا گئی (یعنی جل گیا) پھر اس کی انگلیاں کھا گئی۔ پھر اسکا ہاتھ کھا گئی یہ منظر دیکھ کر اس عورت نے زوردار چیخ ماری اور دنیا سے کوچ کر گئی پھر اس بزرگ نے اس عورت کے جسم کو اس کے کپڑوں سے ڈھانپ دیا۔ جب صبح ہوئی تو ابلیس لعین نے چیخ کر کہا اے لوگو!

فلاں بیٹی سے فلاں عابد شخص نے زنا کیا ہے اور زنا کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا ہے چنانچہ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو بادشاہ اپنے لشکر اور رعایا کے ساتھ سوار ہوا اور عبادت خانے تک پہنچ گیا جہاں وہ راہب عبادت کیا کرتا تھا وہاں پہنچ کر بادشاہ زور سے چیخا تو عابد نے اس کو جواب دیا۔ بادشاہ نے عابد سے پوچھا کہ فلاں کی بیٹی فلاں کہاں ہے؟

عابد نے کہا یہیں پہ میرے پاس موجود ہے۔

بادشاہ یہ سن کر عابد سے کہنے لگا اس کو کہو کہ وہ میرے پاس آئے بزرگ نے کہا وہ

مر چکی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کہنے لگا چونکہ وہ زنا کے لیے رضامند نہیں ہوئی حتیٰ کہ تو نے ایک جان کو قتل کر دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ پھر بادشاہ نے غضبناک ہو کر اس عبادت خانہ کو گرا دیا اور عابد کی گردن میں زنجیر ڈالی اور اسے گھسیٹنے لگا اور عورت کی لاش کو وہاں سے اٹھا دیا گیا اور اس عبادت خانے کو گرا دیا گیا۔ اس وقت کے لوگوں کا دستور تھا کی زانی کو آرے کے ساتھ چیر دیا کرتے تھے۔ عابد کا ہاتھ جو رات کے واقعہ میں جل گیا تھا اسے عابد نے ہاتھ کی آستین میں چھپایا ہوا تھا اور وہ عابد واقعہ کی حقیقت کسی کو نہیں بتا رہا تھا چنانچہ آرے کو عابد کے سر پر رکھا اور جلادوں کو حکم دیا گیا کہ آرا چلادو چنانچہ حکم ملتے ہی جلادوں نے تعمیل کی اور آرا چلا دیا جب آرا عابد کے دماغ تک پہنچا تو اس کی آہ نکل گئی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اس کو کہو کچھ نہ بولو میں تیرا صبر دیکھنا چاہتا ہوں اس کے صدمے نے میرے عرش برداروں کو میرے آسمان کے مکینوں کو رلا دیا ہے مجھے میرے غلبے اور جلال کی قسم اگر اس عابد نے دوسری مرتبہ آواز نکالی تو میں آسمانوں کو زمین پر گرا دوں گا، چنانچہ اس عابد نے دوسرے مرتبہ آہ نہیں نکالی اور نہ کوئی بات بتائی حتیٰ کہ اس حالت میں اس کا انتقال ہو گیا (رحمۃ اللہ علیہ) چنانچہ جب وہ فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس مردہ عورت میں روح ڈالی (جو عابد کا عمل دیکھ کر دنیا سے کوچ کر گئی تھی) تو عورت نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا اللہ کی قسم! یہ مظلوم ہو کر فوت ہوا ہے اس نے زنا نہیں کیا تھا اور میں ابھی تک کنواری ہوں اس کے بعد اس عورت نے گذشتہ رات کا سارا واقعہ لوگوں کے سامنے نقل کیا تو یہ سن کر جب لوگوں نے اس کا ہاتھ نکالا تو جیسا لڑکی نے بتایا تھا ویسا ہی جلا ہوا تھا یہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ اگر ہمیں علم ہوتا کی اصل حقیقت کیا ہے تو ہم کبھی بھی اس کے جسم کو نہ چیرتے۔ عابد دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور لڑکی بھی جیسے پہلے (مردہ) تھی ویسے ہی ہو گئی۔ پھر ان دونوں کو دفنانے کے لیے قبریں کھودیں گئیں تو اس میں کستوری، عنبر اور کافور کی خوشبوئیں مہک رہی تھیں اور پھر ان کا جنازہ پڑھنے کے لیے

ان کی میتوں کولایا گیا توان کو آسمان سے کسی نے منادی کی۔

اصبروا حتی تصلیی علیها الملا ئیکة ترجمہ:۔صبر کرو یہاں تک کہ فرشتے ان کا جنازہ پڑھ لیں۔

اس کے بعد لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھا اور دفن کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر پر چنبلی کو اُگایا اور لوگوں نے ان کی قبر پر تختہ دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندہ اور اپنے ولی (دوست) کی طرف سے میں نے اپنے عرش کے نیچے ایک منبر لگایا اور اپنے فرشتوں کو گواہ بنایا کہ میں نے جنت الفردوس کی پچاس ہزار (۵۰,۰۰۰) عورتوں سے اس ولی کا نکاح کیا اور میں اپنے فرمابرداروں اور مقربین کو ایسے ہی انعام واکرام سے نوازتا ہوں۔

سبحان اللہ اس واقعہ کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوجاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنا انعام فرمایا کہ جواس کی اتباع کرتا ہے اس کے لیے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں اللہ کے اس ولی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کی اتباع نہیں جس کی وجہ سے وہ رب کا مقرب بن گیا اللہ تعالیٰ اسی طرح تمام مسلمانوں کو نفس کی غلامی سے بچائے اس واقعہ کو پڑھ کر یہ سبق ملتا ہے کہ نفس کی اتباع کبھی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ نفس انسان کو ہمیشہ عیش وعشرت اور غلط خواہشات کا دلدادہ بناتا ہے اور پھر نفس کے باعث انسان جہنم کی طرف چلا جاتا ہے۔ نیز آپ اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ زنا پہلی امتوں میں کتنا قبیح اور برافعل سمجھا جاتا تھا اور اس کی سزا ان لوگوں نے کتنی سخت رکھی تھی اور اس عابد نے اپنے جسم کو اتنی شدید تکلیف میں مبتلا کیا لیکن جہنم کے خوف کی وجہ سے زنا کی طرف نہیں گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جہنم کی ہولناکیاں اپنے اندر کتنی شدت رکھتی ہیں اور جہنم کی آگ کتنی سخت ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''النارلکبریٰ'' کہ وہ سب سے بڑی آگ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ تمہاری یہ (دنیا کی)

آگ دوزخ کی آگ کا سترہواں (۷۰) حصہ ہے اے مسلمانان عالم زنا کی شدت اور ہلاکت خیزیوں کا اندازہ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کے واقعات میں آئے ہو ئے ان کھلے اور واضح احکامات کو پڑھ کر ہو جاتا ہے جس سے ہر مسلمان کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ وہ اس گناہ عظیم کا مرتکب ہونے سے بچے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے واضح راستے بیان کردیئے ہیں جن پر چل کر انسان خود کو عذاب علیم (دردناک عذاب) سے محفوظ رکھ سکتا ہے پس عقلمند وہی ہے جو گناہوں کی اس پرخار وادی سے اپنا دامن بچا کر گذر جائے۔ (بحوالہ بے حیائی آغاز سے انجام تک)

مظلوم کی سفارش

ایک دفعہ سلطان فیروز شاہ کے وزیر خان جہان نے ایک نوجوان کو ذاتی عداوت کی بنا پر قید میں ڈال دیا تھا اور اس کو نت نئی اذیتیں پہنچاتا تھا اس نوجوان کا باپ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ میرے ساتھ چل کر وزیر کے پاس سفارش کیجئے کہ وہ میرے فرزند کو رہا کردے اور ناحق اس کو اذیتیں نہ دے مخدوم جہانیاںؒ کا دل سے مظلوم کی مصیبت پر تڑپ اٹھا فوراً وزیر کے مکان پر پہنچے اس نے آپ سے ملنے سے انکار کردیا حضرت واپس آ گئے لیکن اس شخص کا فرزند چانکہ بہت تکلیف میں تھا وہ بار بار آپ کی خدمت میں آتا اور آپ بار بار وزیر کے پاس جاتے لیکن وہ اس نوجوان کو رہا کرنے سے صاف انکار کردیتا تھا شیخ جمالیؒ سیر العارفین میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم اس مظلوم کی سفارش لے کر انیس بار وزیر کے پاس گئے اور ناکام واپس آئے جب بیسیوں مرتبہ گئے تو وزیر نے جھلا کر کہا اے سیّد تم کو شرم نہیں آتی کہ صاف جواب پا کر بھی بار بار میرے پاس دوڑتے آتے ہو۔

آپ نے فرمایا اے عزیز مجھے تمہارے پاس آنے جانے میں دوہرا ثواب ملتا

ہے اسے تو اس بات کا کہ ایک مظلوم کو مصیبت سے بچانا چاہتا ہوں دوسرا اس بات کا کہ تجھے نیکوں کے گروہ میں داخل کرنے کی سعی کرتا ہوں وزیر آپ کا ارشاد سن کر کانپ اٹھا اور آپ کے قدموں پر گر کر معافی مانگی پھر اس نے اس مظلوم کو نہ صرف رہا کیا بلکہ بہت کچھ انعام و اکرام بھی دیا۔

خطا کار کی دلجوئی

حضرت مخدوم جہانیاںؒ ایک روز جامع مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے گئے موذن نے اذان میں ''اکبر'' کی جگہ ''اکبار'' کہا آپ نے فرمایا یہ کفر ہے کیونکہ اکبار شیطان کے ناموں سے ایک نام ہے قاضی القضاۃ صدر جہان کی توجہ اس طرف دلائی بادشاہ کو خبر ملی تو اس نے موذن کو طلب کیا اس بے چارے کی جان پر بن گئی پریشان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی عتاب سے بچنے کی التجا کی آپ نے اس کی کمر پر دست شفقت پھیر کر دل جوئی کی اور فرمایا میں بادشاہ سے کہوں گا کہ تمہیں اپنے کام پر بحال رکھے لیکن ''اکبار'' نہ کہنا اور نہ حی علی الصلوۃ کے بجائے حیا علی الصلوۃ کہنا کیوں اس سے معنی بدل جاتے ہیں۔

صبر وتحمل

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی خانقاہ اور قیام گاہ سے چیزیں اکثر چوری ہو جاتیں لیکن آپ ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتے ایک بار دہلی میں مقیم تھے کہ آپ کی چادر کسی نے اڑا لی ایک عقیدت مند نے کہا کہ آپ کی چیزیں اکثر چورائی جاتی ہیں آپ چور کے لئے بددعا کریں فرمایا میں نے نہ پہلے کبھی بددعا کی ہے اور نہ اب کروں گا بلکہ اگر چور آ جائے تو میں چادر اس کو بخش دوں گا۔

شان حلم وعفو

ایک روز حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ اپنے حجرہ خاص میں مشغول

عبادت تھے کہ ایک قلندر تراب یا ترابی نامی آپ کے حجرے میں گھس گیا اور آپ پر چھری سے پے درپے حملے کرنے لگا۔ آپ کو گیارہ زخم آئے اور ان سے خون نکل نکل کر حجرے سے باہر بہنے لگا لیکن آپ کی محویت اور استغراق میں فرق نہ آیا۔ حجرے کے باہر مریدوں نے خون دیکھا تو وہ اندر آگئے اور تراب کو پکڑ لیا۔ چاہتے تھے کہ اس کی تکہ بوٹی کر ڈالیں لیکن حضرت شیخ نے روکا اور ان کو قسم دی کہ اس سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کریں پھر آپ نے قلندر کو پاس بلا کر معذرت کی کہ بھائی چھری چلاتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کرنا۔ پھر اس کو بیس ٹنکے عنایت فرمائے اور دعائیں دے کر رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے چند دن کے بعد حضرت کے زخم مندمل کر دیئے۔

ابو عبداللہ محمد بن ابو نصر فتوح حمیدیؒ فن حدیث میں اپنے ضبط و تحقیق اور تطبیق و اصول میں مہارت کے لحاظ سے بڑا مرتبہ رکھتے تھے علم و فضل کی طرح تقویٰ کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔ اتباع سنت ان کا خاص شعار تھا، وہ شرم و حیاء کے پیکر تھے۔ ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ابو بکر بن میمون نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حمیدی نے غفلت کی وجہ سے کوئی جواب نہیں دیا، تو وہ سمجھے کہ شاید مجھ کو اندر جانے کی اجازت ہے۔ چنانچہ وہ کمرے کے اندر داخل ہو گئے، اس وقت حمیدی کی ران کھلی ہوئی تھی وہ شرم سے پانی پانی ہو گئے، اور دیر تک رقت طاری رہی، انہوں نے کہا جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے آج تک کسی نے میری ران کو برہنہ نہیں دیکھا تھا۔

(ابن خلکان: ج ۳، ص ۲۸۵)

پیکرِ حیاء و عفت

حیاء کو ایمان کا ایک جزو کہا گیا ہے، اور احساس ایمانی کی یہ دلیل ہے کہ آدمی ہمیشہ ان باتوں کا لحاظ رکھے کہ وہ بدن کے ان حصوں کو نہ کھلنے دے جن کا چھپانا ضروری ہے۔ متقی و پرہیزگار لوگ اس کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام رکھتے ہیں۔ حضرت امام

حمیدیؒ گرچہ گھر میں تھے اور وہاں کسی کے آنے کا خیال بھی نہ تھا، لیکن جب یہ صورتحال پیش آگئی تو کس قدر محجوب ہوئے۔ یہ ان کے ورع وتقویٰ کی دلیل ہے۔ (وفات ۴۸۸ھ میں ہوئی)۔

غلطی کا اعتراف

علامہ ابواسحاق شیرازیؒ علماءِ شافعیہ میں درجہ امامت رکھتے تھے۔ ان کے علم وفضل کا شہرہ پانچویں صدی ہجری میں دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ زہد وتقویٰ میں بھی اپنے ہمعصروں میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ علماء کا بہت بڑا طبقہ ان سے فیضیاب ہوا۔ ان کی ایک خوبی اور بھی اپنے ہمعصروں میں سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے اپنی تحقیق اور اجتہادی غلطی جب واضح ہوجاتی تو اس کے اعتراف میں پس وپیش نہ کرتے۔ انصاف پسندی کے ساتھ فروتنی کے وصف نے لوگوں کے دل میں ان کی وقعت بہت بڑھا دی تھی۔ مشہور ہے کہ ایک بار لوگوں نے ایک استفتاءً ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اس وقت جو خیال میں آیا لکھ دیا۔ اتفاقاً وہ استفتاءً مع جواب کے امام ابونصر بن صباغ کی نظر سے گزرا۔ ان کو علامہ ممدوح کی ہمسری کا دعویٰ تھا۔ اور واقعی تھے بھی وہ اسی پائے کے بزرگ۔ اسے ابن صباغ نے دیکھتے ہی صاحب فتویٰ سے کہا کہ اس کاغذ کو ابواسحاق کے پاس پھر لے جاؤ، اور کہو کہ اس پر نظر ثانی کیجئے۔ علامہ ابواسحٰق نے دیکھا تو حقیقت میں وہ فتویٰ غلط تھا۔ اپنے فتوے کو درست کیا اور اس کے نیچے یہ جملہ لکھ دیا:

''الحق ماقاله الشيخ ابن صباغ و ابواسحٰق يخطى'' یعنی جو ابن صباغ نے لکھا وہی صحیح ہے اور ابواسحٰق غلطی پر ہے۔ (سیر علماء)

طلبہ کے لئے ہدیے اور تحفے

ابوبکر ذکریا جو مشہور لغوی ہیں کہتے ہیں کہ، جن دنوں خطیب بغدادی کے تبحر علمی اور کمالات کا شہرہ تمام عالم میں پھیلا ہوا تھا، میں بغداد میں بطور طالب علم داخل ہوا اور ان کی درسگاہ میں گیا۔ میں جیسا استاد ڈھونڈتا تھا، خطیب اس سے کہیں بڑھ کر نظر آئے، لہٰذا

میں نے ان کا دامن اس مضبوطی سے پکڑا کہ ہزار دشواریوں کے بعد بھی نہ چھوڑا۔ روزانہ ان کی خدمت میں حاضری دیتا اور ان کی تقریر و تدریس سے استفادہ کرتا۔ اس زمانے میں جامع بغداد کے منار کے نیچے ایک حجرہ میں رہا کرتا تھا، ایک دن اسی حجرہ میں بیٹھا مطالعہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ استاد محترم حضرت خطیب تشریف لاتے ہیں کھڑے ہو کر میں نے تعظیم کی اور نہایت عزت سے بٹھایا۔ فرمانے لگے، میں تم سے ملنے کا نہایت مشتاق تھا ہمیشہ آنے کا ارادہ کرتا تھا مگر مکروہات زمانہ سے مہلت نہ ملتی تھی۔ اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ آخر فرمانے لگے، بھائیوں اور دوستوں کی خدمت میں ہدیہ اور تحفہ لے جانا شریعت اسلامی میں نہایت عمدہ کام ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں صرف ان حدیثوں کی تعمیل کرنے کے لئے میں کچھ تھوڑی سی رقم آپ کو ہدیۃً وتحفۃً دینے کے لئے لیتا آیا ہوں تا کہ آپ اپنے مصارف قلم و دوات وغیرہ میں صَرف کریں یہ کہہ کر کاغذ کی ایک بہت بڑی پڑیا میرے سامنے رکھ دی اور اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے کھول کر دیکھا تو اس کاغذ میں پانچ سو درہم لپٹے ہوئے تھے۔

(سیر علماء)

وعظ ونصیحت کی تاثیر

علامہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مستقی اپنے محاسب پر بہت خفا ہوا۔ اس کی ناراضگی کی خبر جب محاسب کو پہنچی تو اس کو اس کے سوا کچھ بن نہ پڑا کہ بغداد میں چھپ کے بیٹھا رہا اور ایسا چھپا کہ ملازمان دولت نے ہزار جستجو کی مگر اس کا کہیں پتہ نہ لگا۔ جب اس کے بھاگ جانے کی خبر خلیفہ کو پہنچی تو اس کی آتشِ غضب اور بھڑک اٹھی، حکم دیا اس کے بھائی کو گرفتار کرلو۔ اس کے بعد یہ فرمان جاری ہوا کہ اس مفرور محاسب کی غلطی وفرار کے جرم میں اس کے بھائی سے معتد بہ رقم وصول کرلی جائے تب اس کو رہائی ملے۔ اس نے بہ ہزار وقت رقم ادا کی اور اس سخت عذاب سے رہائی پائی، اس نے اپنے بھائی کی طرف سے بے قصور جرمانہ ادا کی تھی مجبور ہو کے ابن جوزیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنا سارا حال

اور خلافت کی تمام زیادتیاں ظاہر کر کے کہنے لگا، میں بے قصور ہوں، اگر خطا ہے تو میرے بھائی کی۔ مگر مجھ سے جبر کر کے زبردستی رقم لی گئی۔ میں اس شاہی جرمانہ کے ادا کرنے سے تباہ ہو گیا، اور اب اپنی زندگی بسر کرنا دشوار ہے۔ ابن جوزیؒ کو اس پر ترس آ گیا، فرمایا، اچھا اب جس روز مجلس میں وعظ منعقد ہو تو تم بھی آنا اور جب میں بیان کر چکوں تو مجھے کھڑے ہو کر یاد دلانا، میں اس بارۂ خاص میں بھی کچھ بیان کر دوں گا، شاید تیرا کام نکل جائے۔ دوسرے روز ابن جوزیؒ ممبر پر بھی بیٹھ کر وعظ کہنے لگے۔ خود خلیفہ نے بھی پردے کی آڑ میں وعظ سنا۔ ادھر وعظ ختم ہوا اور ادھر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ میری فریاد سن لیجئے، مجھ پر بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ ابن جوزیؒ نے کہا کہ اس قسم کے معاملات میں اکثر زیادتیاں ہو جاتی ہیں، یہ شخص بالکل بے قصور ہے اس معاملہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مگر صحیح ہے کہ اس پر جبر کیا گیا اور جرمانہ وصول کیا گیا، بہتر یہی ہے کہ اس سے جس قدر رقم وصول کی گئی ہے واپس دی جائے، اور خود خلیفہ کا فرض ہے کہ اس سے جو کچھ لیا گیا ہے اس کی واپسی کا حکم صادر فرمائیں اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

قفی ثم اخبر ینی یا سعاد   بذنب الطرف لم تلف الفؤاد

''اے سعاد (معشوقہ کا نام) ذرا قرار لے لے، اس زیادتی کا تو حال بتا کہ آنکھوں کی خطا کے بدلے میں تو بے چارے دل پر کیوں ظلم کرتی ہے؟''

وای قضیة حکمت اذا ما   جنی زید به عمر او بقاد

''بھلا یہ کیسا انصاف ہے کہ زید تو خطا کرے اور عمرو پکڑا جائے؟''

خلیفہ نے یہ اشعار بہت پسند کئے اور اس کے دل پر ابن جوزیؒ کے ان کلمات کا ایسا اثر ہوا کہ پردے کے اندر سے اسی وقت حکم دیا کہ فوراً اس شخص کا مال واپس کر دیا جائے۔ (سیر علماء ا)

سرمایۂ کتابت

محدث ابن جوزیؒ کو حدیث کی سماعت و کتابت میں اتنا زیادہ اشتغال رہا کہ

اپنے ہاتھ سے مرویات حدیث کتابت کرتے۔ ان کی کتابت شدہ مرویات کے متعلق بعض مورخین کا بیان ہے کہ انہوں نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے جو حدیث لکھنے کے لئے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا اور بچ رہا۔ (۵۹۷ھ میں بغداد میں وفات پائی)۔

(ابن خلکان: ص ۳۹۵)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

امام ابو یحییٰ نوویؒ اکابر محدثین اور ممتاز شراح حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بڑے متدین اور عابد و زاہد تھے۔ برابر عبادت، ذکر الٰہی اور اَوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ حامی دین اور ناصرِ سنت تھے عبادت و ریاضت کے ساتھ ہمہ دم تصنیف و تالیف میں ان کا وقت بسر ہوتا لیکن اس کے باوجود وہ فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی سے کبھی غافل نہیں رہے۔ امراء و سلاطین کو معروف کی تلقین کرتے اور منکر سے روکتے تھے۔ اس معاملہ میں نہایت بیباک و جری تھے۔ اور اس میں کسی مصلحت و مداہنت کے قائل نہ تھے۔ حق گوئی کے پاداش میں ان کو امراء کے غیظ و غضب کا نشانہ بھی بننا پڑا۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ گوناگوں مصروفیتوں اور علمی اشغال کے باوجود اصلاح خلق اور امر بالمعروف کا فریضہ انجام دیتے۔ بادشاہوں اور ظلم و جفا پرور لوگوں کے روبرو حق بات کہتے، اور ان کے غلط کاموں پر سخت رد و نکیر فرماتے۔ انہوں نے سلاطین و امراء کو خط لکھ کر امور خیر کی تلقین اور معاصی سے بچنے کی دعوت دی۔

ایک دفعہ ملک ظاہر کو ایک خط لکھا وہ سخت برہم ہوا، اور گرفتار کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے تشدد سے ان کو بچالیا۔ بعد میں یہی ملک ظاہر ان کا معتقد ہو گیا، اور وہ بڑی تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی۔ (مرآۃ الجنان و تذکرۃ الحفاظ: ج ۴)

دل کا کعبہ

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ

تارک نماز اگر محفل میں آکر بیٹھے تو اس کی تعظیم نہ کریں اور سلام کے جواب میں علیک نہ کہیں تا کہ اس کی اہانت ہو اور وہ شرمائے اور نماز پڑھنے والے بھی جماعت کی سخت پابندی کریں۔نماز پڑھنے کیلئے ضروری ہے کہ حضورِ قلب کے ساتھ پڑھی جائے نماز کے وقت اعضا کا قبلہ کعبہ شریف ہوتا ہے۔اگر منہ اس طرف نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہوگی اس طرح دل کا کعبہ اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے۔اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو پھر یہ کیسی نماز ہوگی۔

نماز قضا ہو جانے کا افسوس

حضرت شیخ شرف الدین احمد منیریؒ نے ایک دن علی الصباح سرد پانی سے غسل کیا طبیعت کمزور تھی۔سرد پانی برداشت نہ کر سکے اور آپ بے ہوش ہو گئے۔جب ہوش آیا تو فجر کی نماز کا وقت جا چکا تھا آپ کو سخت رنج ہوا بار بار اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے کہ جتنا مجاہدہ اور ریاضت میں نے کی ہے اگر کسی پہاڑ نے کی ہوتی تو پانی ہو جاتا۔لیکن افسوس شرف الدین کچھ نہ ہوا۔(ہیچ نہ شد)۔

مثنوی کی ایک حکایت

مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے، کہ ایک شخص نے ایک گودنے والے سے کہا، میری پیٹھ پر شیر کی تصویر بنا دو، تا کہ کمر میں قوت رہے، وہ تصویر بنانے بیٹھا اور سوئی چھبوئی ، اس نے ایک آہ کی ،اور پوچھا کہ کیا بناتے ہو، اس نے کہا دُم بناتا ہوں ، آپ بولے دم نہ بناؤ یہ کوئی مکھیاں تھوڑا اُڑائے گا، اس نے دم چھوڑ کر دوسری طرف سوئی چبھوئی ، پھر آہ کی ،اور پوچھا اب کیا کرتے ہو، اس نے کہا کہ سر بناتا ہوں، آپ نے کہا، یہ کوئی دیکھے گا تھوڑا ہی، ایسا ہی رہنے دو، پھر اس نے پیٹ بنانا چاہا تو، آپ کہتے ہیں کہ کوئی کھائے گا تھوڑا ہی، غرض جس عضو کو بناتا تھا آپ یہی کہتے تھے کہ اس کو کیوں بناتے ہو؟ اس پر بنانے والے نے سوئی پھینک دی اور کہا۔

شیر بے گوش وسر وشکم کہ دید ایں چنیں شیر خدا ہم نافرید

ترجمہ:۔شیر بغیر کان اور سر پیٹ کا کس نے دیکھا ہے،ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں بنایا میں کیا بناؤں گا۔

آگے مولانا فرماتے ہیں:۔

چوں نداری طاقت سوزن زدن از چنیں شیر زیاں بس دم مزن

یعنی اگر تمہارے اندر اتنی بھی طاقت نہیں کہ سوئی کو برداشت کر سکو تو شیر کا نام بھی مت لو۔

سونے کی سوئیاں

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس سلطنت چھوڑنے کے بعد ایک وزیر آیا کہ آپکے سلطنت چھوڑ دینے سے لوگوں کو قلق ہے فرمایا الحمد اللہ مجھے قلق نہیں۔فقیری میں بہت راحت ہے۔اس نے پوچھا کہ فقیری میں کیا راحت ہے۔میں تو دیکھتا ہوں کہ سارا کام آپ کو خود ہی کرنا پڑتا ہے،نہ کوئی نوکر نہ خادم،اس میں تو سخت تکلیف ہے ۔جب اس نے بہت ہی اصرار کیا تو آپ نے اپنا ایک ظاہری تصرف دکھلایا کہ سمندر کے قریب جا کر اس میں ایک سوئی پھینک دی اور فرمایا کہ اے سمندر کی مچھلیو میری سوئی سمندر میں گری ہے نکال کے دے دو،صدہا مچھلیاں چاندی سونے کی سوئیاں منہ لئے ہوئے کھڑی ہو گئیں،آپ نے فرمایا وہی سوئی لوہے کی میری لا دو،ایک مچھلی آئی اور وہی سوئی لے کر رکھ گئی اس وقت وزیر کو معلوم ہوا کہ اس فقیری سے حضرت ابراہیمؒ کو اتنی عظیم الشان سلطنت حاصل ہو گئی ہے کہ ہر چیز ان کے کہنے میں ہے۔

فائدہ:۔یہ اس کے مذاق کے موافق آپ نے ایک مثال دکھلا دی،ورنہ اصل دولت کے سامنے یہ کیا چیز ہے۔

موت سے پہلے مر نہیں سکتا

ایک شخص ایک انگریز کا واقعہ بیان کرتے تھے، کہ اس کو کسی نے تہمت لگائی تو بدنامی کے رنج سے اس نے استرہ لے کر اپنا گلا کاٹ لیا اور کمرے کو اندر سے بند کر لیا تھا تھوڑی دیر کے بعد نالی میں سے جو خون نکلا تو ملازم گھبرایا کہ یہ خون کیسا ہے اس نے کمرے کے کواڑوں میں جو اوپر آئینے لگے ہوئے تھے ان میں سے جھانکا تو دیکھا کہ صاحب بہادر کا گلا کٹا ہوا پیچھے کو گرا ہوا ہے، مگر کھال اٹکی ہے اور خون بہہ رہا ہے اس نے فوراً پولیس اور ڈاکٹر کو اطلاع دی سب نے آکر کواڑ کھولے اور ڈاکٹر نے لاش کا معائنہ کیا۔ اس وقت ڈاکٹر کو یہ معلوم ہوا کہ بدن میں کچھ حرارت باقی ہے اور رگیں سب نہیں کٹیں، تو اس نے جلدی سے سر اٹھا کر سیدھے کر کے جما دیا، اور گلے میں فوراً ٹانکے لگا کر کوئی اور دوا لگا دی شام تک اس مردے نے آنکھیں کھول دیں اور چند روز میں مقوی دوائیں کھا کھا کر چلنے پھرنے لگا راوی کہتے ہیں کہ وہ بالکل اچھا خاصا ہو گیا صرف ایک عیب ہو گیا تھا کہ گنگنا بولتا تھا نہ معلوم خیشوم کی کون سی رگ خراب ہو گئی تھی۔

شیطان کے شیرہ کا قصہ

جس کا ایک قصہ ہے کہ شیطان نے کسی سے کہا کہ میاں تم بڑے فساد کراتے ہو کشت وخون کرا دیتے ہو، گھر کے گھر برباد کرا دیتے ہو۔

شیطان نے کہا کہ مجھے مفت بدنام کر رکھا ہے میں تو کچھ نہیں کرتا چلو تمہیں نمونہ دکھلاؤں۔ حلوائی کے دوکان پر پہنچے، شیطان نے انگلی بھر شیرہ دیوار پر لگا دیا اس شیرہ پر مکھیاں آبیٹھیں ان مکھیوں پر چھپکلی آگئی اتفاق سے دوکان دار کی بلی آگئی وہ چھپکلی پر دوڑی ایک خریدار سوار کے ساتھ کتا تھا وہ بلی پر جھپٹا حلوائی نے غصے میں آکر ایک پتھر اس کتے کے مار دیا اس کتے کے مالک یعنی سوار کو جوش آیا اس نے حلوائی کے ایک تلوار ماردی بازار والوں نے جمع ہو کر اس سوار کو قتل کر دیا فوج میں خبر ہو گئی انہوں نے بازار

والوں کا قتل عام شروع کر دیا، شیطان نے کہا دیکھا، انصاف سے کہیے میرا کیا قصور
! میں نے تو انگلی پر شیرہ دیوار پر لگا دیا تھا اور شیرہ لگانا کوئی جرم نہیں اور قصہ میں تو ایک
انگلی ہی بھر شیرہ تھا جس کا طول یہاں تک کھینچا۔

اہلِ علم کے لئے کام کی بات

حضرت ابن مہدیؒ اہل علم کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب آدمی اپنے سے زیادہ صاحب فضل وکمال سے ملے تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ اگر اپنے برابر سے ملے تو اس سے استفادہ اور مذاکرہ کی کوشش کرے، اور اگر اپنے سے کم تر آدمی سے ملے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور اس کو اپنے علم وفضل سے فائدہ پہنچائے۔

(صفوۃ الصفوۃ)

عزت مومن کی حفاظت

امام مالکؒ کے جو تلامذہ ان کے علم وفضل کے وارث ہوئے اور جن کے ذریعہ ان کے فقہی مسلک کی ترویج ہوئی ان میں حضرت عبداللہ بن وہبؒ بھی ہیں۔ ابن وہب کو قدرت نے عقل، دین اور صلاح وتقویٰ سب کچھ دیا تھا۔ حدیث کی جمع وتدوین کے کام میں ممتاز خدمات انجام دیں۔ شاگردوں کا بہت بڑا حلقہ تھا۔ ایک دن آپ درس دے رہے تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے کہا کہ، اے ابو محمد! (آپ کی کنیت تھی) کل آپ نے جو درہم مجھ کو عطا کئے تھے، وہ سب کے سب کھوٹے تھے۔ ابن وہب نے کہا کہ، بھائی! ہمارے پاس عموماً ہدیے اور عاریت کی رقمیں آتی ہیں، جیسی رقمیں آتی ہیں، ویسی ہی ہم تم کو دے دیتے ہیں۔ سائل کو اس جواب سے تسکین نہیں ہوئی، وہ غصہ میں آ کر برا بھلا کہنے لگا۔ یہاں تک کہہ ڈالا کہ خدا کی رحمت ہو جناب رسول اللہ ﷺ پر جنھوں نے یہ فرمایا کہ ”ایک وقت ایسا آئے گا جب صدقات وخیرات کے ذرائع امت کے منافقوں کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔“

ابن وہبؒ تو اس تلخ کلامی پر خاموش رہے مگر ایک نوجوان عراقی شاگرد کو بہت بُرا

معلوم ہوا اور اس نے درس سے اٹھ کر اس فقیر کو ایسا طمانچہ رسید کیا کہ وہ زمین پر گر گیا۔ اس نے شور مچانا شروع کیا اور آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا، اے ابو محمد! آپ کی مجلس میں لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ ابن وہب کو بھی یہ حرکت بُری معلوم ہوئی۔ وہ مجلس سے اٹھ کر واقعہ کی تفتیش کرنے لگے۔ معلوم ہوا کہ حرکت فلاں عراقی نوجوان نے کی ہے۔ آپ نے اس سے باز پرس کی وہ نوجوان بولا، استاد محترم! میں نے آپ ہی کی زبان سے یہ ارشاد نبوی ﷺ سنا ہے کہ ''جو شخص کسی مومن کی عزت کی حفاظت اس منافق سے کرے جو اس کی برائی کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ دوزخ سے اُس کی حفاظت کرے گا۔'' جب خدا نے عام مسلمانوں کی حمایت میں اتنے اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے تو آپ تو امام و پیشوا ہیں۔ آپ کی حمایت سے تو نہ جانے کتنا ثواب دربار الٰہی سے ملے گا۔ ابن وہب نے فرمایا، اگر تمہاری یہ نیت تھی تو خدا تعالیٰ تم کو اس کا بدلہ دے گا۔

پھر فرمایا، اچھا اس سلسلہ کی دوسری حدیث بھی سن لو۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''کچھ ایسے مساکین ہوں گے جو مالدار ہوں گے۔ جو نہ نماز کے لئے وضو کرتے ہوں گے اور نہ ناپاکی دور کرنے کے لئے غسل۔ جو مسجدوں اور عیدگاہوں میں جا کر اپنا فضل اور اپنی بزرگی جتلا کر لوگوں سے سوال کریں گے اور یہ خیال بھی ان کو ہوگا کہ یہ تو ہمارا حق ہے جو ہم لوگوں سے وصول کرتے ہیں، اور اپنے اوپر خدا کا کوئی حق نہ سمجھتے ہوں گے۔'' (بستان المحدثین)

عہدۂ قضا سے انکار

حکومت کی عام بے راہ روی اور اس کی غیر اسلامی روش کی بناء پر عام ائمہ تبع تابعین نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی، مگر اس سے کسی طرح کا تعلق رکھنا پسند نہیں کیا۔ اس لئے جو ارباب فضل و کمال اس سے تعلق رکھتے ہیں وہ عوام و خواص میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔

ممتاز محدث حضرت عبداللہ بن وہبؒ انہی بزرگوں میں تھے، جو دربار خلافت

سے اپنا دامن بچائے رہے۔ گو اس سلسلہ میں ان کو کچھ مصائب بھی برداشت کرنا پڑے۔ امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ عباد بن محمد والی مصر ہیں ان کو بلایا اور ان کے سامنے عہدۂ قضا پیش کیا۔ انہوں نے اس سے کسی طرح پیچھا چھڑایا اور چھپ گئے۔ عباد کو ان کے غائب ہو جانے کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں ان کا گھر گروا دیا، مگر اس کے باوجود انہوں نے اس عہدے کو قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ا،ص ۲۷۹)

غیبت کی پاداش میں

حضرت عبداللہ بن وہبؒ کے واقعات تذکروں میں بہت کم ملتے ہیں۔ مگر ایک ہی واقعہ سے ان کی سیرت کے خدوخال دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کا دستور تھا کہ جب وہ کسی کی غیبت کرتے تو اس کی پاداش میں ایک روزہ رکھتے تھے۔ ایک دن لوگوں سے کہا کہ مجھے روزہ رکھتے رکھتے عادت پڑ گئی ہے کہ اب نفس کے اوپر روزوں کا رکھنا شاق نہیں گزرتا۔ اس لئے اب میں نے طے کیا ہے کہ اب اگر کسی کی غیبت کروں گا تو ایک درہم خیرات کروں گا۔ چنانچہ ایک درہم کا صدقہ کرنا مجھ پر (تنگی کی وجہ سے) اتنا شاق گزرا کہ غیبت کرنے کی عادت ہی چھوٹ گئی۔ (بستان المحدثین)

امت کے طبقے

ایک روز مُسیّب بن واضحؒ سے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے پوچھا، تم کو معلوم ہے کہ عام بگاڑ اور فساد کیسے پیدا ہوتا ہے؟ مُسیّب نے کہا کہ، مجھے علم نہیں۔ فرمایا کہ، خواص کے بگاڑ سے عام بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ، امت محمدیہ کے پانچ طبقے ہیں۔ جب ان میں فساد اور خرابی پیدا ہو جائے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے۔

(۱) علماء، یہ انبیاء کے وارث ہیں، مگر جب یہ دنیا کی حرص میں پڑ جائیں تو پھر کس کو اپنا مقتدا بنایا جائے؟

(۲) تاجر، یہ اللہ کے امین ہیں، جب یہ خیانت پر اتر آئیں، تو پھر کس کو امین سمجھا جائے؟

(۳) مجاہدین، یہ اللہ کے مہمان ہیں، جب یہ مال غنیمت کی چوری شروع کردیں، تو پھر دشمن پر فتح کس طرح حاصل کی جائے؟

(۴) زہاد، یہ زمین کے اصل بادشاہ ہیں، جب یہ لوگ بُرے ہوجائیں، تو پھر کس کی پیروی کی جائے؟

(۵) حکام، یہ مخلوق کے نگران ہیں جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیا صفت ہوجائیں تو گلہ کو کس کے ذریعہ بچایا جائے؟ (کردری: ج۲)

حضرت گنگوہی کے ایک افیونی مُرید کا قصّہ

ایک گنوار شخص حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں آیا اور کہا مولوی جی مجھے مرید کرلو حضرت نے فرمایا اچھا بھائی آ مرید کرتے ہوئے جو باتیں کہلواتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھا کرو سب کچھ کہلوایا جب مولانا اپنی باتیں پوری فرما چکے تو آپ کہتے ہیں کہ مولوی جی تم نے افیم سے تو توبہ کرائی نہیں مولونا نے فرمایا کہ بھائی مجھے کیا خبر تھی کی تو افیم بھی کھاتا ہے چوں کہ طبیب بھی تھے جانتے تھے کہ دفعتہً افیون کا چھوڑنا مشکل ہے اور طالب کی حالت کی رعایت ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ کتی کھایا کرتے ہو میرے ہاتھ پر رکھدو اس نے گولی بنا کر حضرت کے ہاتھ پر رکھ دی حضرت نے اس میں سے کچھ کم کر کے باقی اس کو دے دی اور فرمایا کہ اتنی کھالیا کرو پھر مشورہ کر لینا وہ شخص کچھ دیر خاموش بیٹھ کر کہنے لگا اجی مولوی جی جب توبہ ہی کر لی تو اتنی اور اتنی کیا یہ کہہ کر افیون کی ڈبیہ نکال کر دیوار پر ماری اور کہا ارے افیم جا میں نے تجھے چھوڑ دیا بس یہ کہہ کر چلا گیا نہ ذکر پوچھا نہ شغل افیون کے چھوڑنے سے دست آنے لگے اس نے کہا کہ مولوی جی دعا کرو کیوں کہ میں اچھا ہو جاؤں مگر افیون نہ کھاؤں گا غرض بری حالت تک نوبت پہنچی مرتے مرتے بچا مگر اچھا ہو گیا تندرست ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے کہا کون؟ کہا میں ہوں افیم والا اور سارا قصہ بیان کیا اس کے بعد

دو روپے پیش کیے مولانا نے کسی قدر عذر کے بعد دل جوئی سے قبول فرمائے تو آپ کہتے ہیں کہ اجی مولوی جی یہ تو تم نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ کیسے روپے ہیں مولانا نے فرمایا کہ بھائی اب بتلا دے کیسے روپے ہیں اس نے کہا کہ روپے افیم کے ہیں حضرت نے کہا کہ کیسے اس نے کہا کہ دو روپے مہینے کی افیم کھاتا تھا جب میں نے افیم سے توبہ کی تو نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپے ماہوار بچیں گے میں نے کہا یہ تو دین میں دنیا مل گئی ۔بس میں نے نفس سے کہا کہ یہ یاد رکھو کہ یہ روپیہ تیرے پاس نہ چھوڑوں گا۔ یہ مت سمجھ کہ تجھے دے دوں گا بلکہ اسی وقت نیت کر لی کہ جتنے کی افیم کھایا کرتا تھا۔ وہ پیر کو دیا کروں گا بس یہ دو روپے ماہوار آپ کے پاس آیا کریں گے۔

فائدہ:۔ دیکھا آپ نے ، یہ گنوار کی حکایت ہے، جو تھا تو بے پڑھا لکھا مگر دین کی ایسی سمجھ تھی کہ دین دنیا کی ملاوٹ کو فوراً سمجھ گیا، یہ وہ بات ہے کہ اچھے لوگوں کی بھی سمجھ میں نہیں آئی ، البتہ کامل بزرگوں سے ایسے واقعات منقول ہیں۔

شیخ ابوالحسن نوریؒ کا واقعہ

حضرت شیخ ابوالحسن نوریؒ کا واقعہ ہے کہ ایک جہاز میں بیس مٹکے شراب کے خلیفہ وقت کے واسطے آئے تھے ،آپ بھی دریا کے کنارے ٹہلتے ہوئے پہنچے۔ جہاز والے سے پوچھا کہ اس میں کیا چیز ہے۔اس نے کہا کہ خلیفہ کے واسطے شراب آئی ہے،آپ نے مٹکوں کو توڑنا شروع کیا ، انیس توڑ دیئے صرف ایک باقی رہ گیا تھا اس کو آپ نے چھوڑ دیا، اس واقعہ کی خبر خلیفہ کو پہنچی ، خلیفہ کو غصہ آیا اور ان کو پکڑ لانے کا حکم ہوا۔ حاضر کیے گئے، خلیفہ نے ایسی جرأت کی وجہ دریافت کی تو آپ نے کہا حق تعالیٰ کا حکم ہے **وامر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر علىٰ ما اصابك** ترجمہ:۔ حکم کر نیکی کا اور روک برائی سے اور جو تکلیف تجھ کو پہنچے اس پر صبر کر۔

خلیفہ نے کہا کہ ایک کو کیوں چھوڑ دیا، فرمایا اس کے توڑنے میں نفس کی آمیزش

ہوگئی تھی اس لیے چھوڑ دیا وہ اس طرح کہ جب انیس مٹکے توڑ چکا تو نفس کے اندر خیال ہوا کہ تو نے بڑا کام کیا کہ خلیفہ کی بھی پرواہ نہ کی اس بات پر نفس پھولا تو میں نے ایک کو چھوڑ دیا کہ وہ کام خالص اللہ کے واسطے نہ رہا تھا۔ خلیفہ پر اس اخلاص کا یہ اثر ہوا کہ ان کا معتقد ہو گیا اور محتسب (کوتوال) شہر بنا دیا۔

تھوڑی سی خطا پر سخت سزا

نوشیرواں کے عہد میں ایک ظالم نے ایک ضعیف کے طمانچہ مارا، نوشیراں نے اس کی گردن اڑا دی، ایک ندیم نے کہا تھوڑی سی خطا پر ایسی سخت سزا، نوشیرواں نے کہا "میں نے آدمی کو نہیں مرا، بلکہ ایک بھیڑیے کو قتل کیا ہے تا کہ بھیڑیں محفوظ رہیں۔

ترحم بر پلنگ تیز دنداں　　　　ستمگاری بود بر گوسفنداں

ہاتھ کاٹ دیئے جائیں

طمغاج خاں کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا، جو نہایت حسین اور خوبصورت تھا، حکم دیا گیا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں، ارکان دولت نے سفارش کی، اس نے کہا کہ جوان کے حسن و جمال پر رحم نہ کرنا چاہیے بلکہ صاحب مال اور دل غمزدہ پر غور چاہیے، اور جب اللہ کا حکم ہی یہ ہے تو میں مجبور ہوں۔

صاحب مروت

کرمان میں ایک بادشاہ تھا نہایت سخی و جوانمرد، ایک مرتبہ عضد الدولہ نے اس کے ملک پر لشکر کشی کی اور اس کا ملک فتح کرنا چاہا، وہ طاقت مقابلہ نہ رکھتا تھا، قلعہ بند کر لیا، عضد والدولہ جنگ کرتے کرتے قلعہ تک آ گیا، جب رات ہوتی تھی، بادشاہ کرمان اس قدر کھانا بھیجتا، جو عضد والدولہ کے تمام لشکر کو کافی ہوتا، عضد والدولہ نے کہلا بھیجا کہ دن کو جنگ کرنا اور رات کو کھانا بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے جواب بھیجا جنگ کرنا اظہار مردی ہے، اور کھانا بھیجنا وظیفہ مردی، آپ کا لشکر اگر چہ دشمن ہے، لیکن میرے

شہر میں مسافر ہے، یہ مروت سے بعید ہے کہ آپ میرے مکان میں ہوں اور اپنا کھانا کھائیں، عضدوالدولہ رویا اور کہا، جو شخص ایسا صاحب مروت ہو، اس سے جنگ کرنا بے مروتی ہے، چنانچہ لشکر لوٹا لیا، پھر اس نے تعرض نہ کیا۔

ہمسائیگی کا حق

ایک امیر کے پڑوس میں ایک فقیر رہتا تھا، ایک دن امیر کا لڑکا فقیر کے گھر میں گیا، دیکھا کہ فقیر مع بال بچوں کے کھانے میں مصروف ہے، امیر کے بچے کو خواہش پیدا ہوئی، مگر فقیر نے کچھ توجہ نہ کی، وہ روتا ہوا گھر آیا، ہر قسم کا کھانا دیا گیا وہ کہتا تھا کہ میں تو اسی قسم کا کھانا کھاؤں گا جیسا فقیر کھا رہا ہے امیر مجبور ہو کر فقیر کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا، درویش نے کہا میں مجبور تھا، اس لئے کہ جو کھانا میں کھا رہا تھا وہ مجھ پر حلال تھا اور تم پر حرام کیونکہ تین دن کے بعد اکل حرام کی اجازت ہے، امیر اس بات سے بہت متاثر ہوا اور جو کچھ اس کے پاس نقد خزانہ تھا، اس میں سے نصف فقیر کو دیا اور امیر رویا اور کہا ''اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن مجھ سے باز پرس کی کہ تیری ہمسائیگی میں ایسی صورت تھی اور تو حال ہمسایہ سے بالکل بے خبر تھا تو میں کیا جواب دوں گا؟''

فقیر بہشت کے بادشاہ ہوں گے

کہتے ہیں کہ بادشاہ صالح جو شاہان شام سے تھے ایک غلام کے ساتھ رات کو باہر آتے تھے اور مساجد و مقابر و مزارات میں گھومتے تھے، اور ہر شخص کی حالت معلوم کرتے تھے، ایک دن ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک فقیر برہنہ سردی میں کانپ رہا ہے اور کہتا ہے ''یا اللہ بادشاہ لوگ دنیا میں ہم سے غافل ہیں اور ہم تکلیف سے ہیں قیامت کے دن اگر تو نے بادشاہوں کو بہشت میں بھیجا تو میں بہشت میں ہرگز قدم نہ رکھوں گا بادشاہ صالح یہ بات سن کر مسجد کو آئے، کپڑے اور درہموں کا توڑا فقیر کے آگے رکھ کر

روئے اور کہا، میں نے سنا ہے فقیر بہشت کے بادشاہ ہوں گے، آج میں بادشاہ ہوں اور تم سے صلح کرتا ہوں کہ مجھ کو فردائے قیامت میں بھول نہ جانا۔

مقبولیت دعا

حضرت بازید بسطامی رحمتہ اللہ ہمہ وقت انوار الٰہیہ میں مستغرق رہتے تھے اور خدا کی راہ میں اس قدر کثرت سے خرچ کرتے تھے کہ ہمیشہ مقروض رہتے مگر ان کے مریدین میں سے اہل دولت خدمت گزار فوراً ان کا قرضہ ادا کر دیا کرتے ایک مرتبہ اس قدر مقروض ہو گئے کہ کوئی صورت ادائیگی کی متصور نہ ہوتی تھی اتفاقاً آپ بیمار ہو گئے تو یہ سن کر قرض خواہوں نے سخت تقاضے شروع کئے کسی خادم نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت! قرض خواہوں کا سخت تقاضا ہے آخر ان سے کس طرح پیچھا چھڑایا جائے ؟ یہ سن کر حضرت بازید بسطامیؒ نے دربار الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا کہ الٰہ العالمین تو خوب جانتا ہے کہ میں اس مرتبہ بے حد مقروض ہو گیا ہوں جو کچھ میں نے خرچ کیا سب تیری راہ میں کیا اپنے لئے کچھ نہیں کیا جب تک میں سالم و تندرست تھا تو قرض خواہوں کو اطمینان تھا اور میں گروی چیز کی طرح ان کے قبضہ میں رہتا تھا مگر جب کہ اب وقت رحلت قریب ہے اور تو اپنے پاس بلا رہا ہے تو یہ بات دیانتداری اور راست بازی سے بعید ہو گی کہ گروی چیز تو لے لی جائے اور زر دین ادا نہ کیا جائے لہٰذا پہلے بازید کو قرضہ سے چھڑا اور اس کے بعد اپنے پاس بلا اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دروازے پر ایک سوار آیا ہے اور حضرت بازیدؒ کے سب قرض خواہوں کا قرضہ ادا کر دیا اور کہا کہ تم حضرت بازیدؒ سے کوئی تعرض نہ کرو جب ان سب قرض خواہوں نے اپنا قرضہ ایک ایک پیسہ وصول کر لیا تب حضرت بازیدؒ کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا اور سب لوگوں نے مل کر حضرت بازیدؒ کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا اس کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ حضرت! بتایئے تو

سہی آخر کیسے چھٹکارا ملا؟ انہوں نے فرمایا کہ رحمت الٰہی کی کوئی حد وشمار نہیں حکم ہوا کہ میرے بایزید! تو نے اس تھوڑے سے قرضے پر مجھ کو ضامن بنایا اگر تو تمام دنیا کا مال بھی قرض لے کر خرچ کر دیتا تب بھی میں اس کو فوراً ادا کر دیتا۔ (حکایات الصالحین)

اولیاء اللہ کی وفات

جب امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے تمام عزیز و اقربا اور دوست، آشناؤں کو علیحدہ کر کے دروازہ بند کر دیا، جب صبح کو ان کی بیوی نے اندر جا کر دیکھا وہ کفن پہنے ہوئے روبقبلہ لیٹے ہیں تو یہ دیکھ کر ان کو بڑی حیرت ہوئی اور علماء وقت کو بلا کر حال معلوم کیا تو ان کو بتایا گیا کہ اللہ کے نزدیک پرہیزگاری اور تقویٰ کی بڑی قدر ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ''(یعنی تم میں جو شخص خدا سے زیادہ ڈرتا ہے وہی خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے اس لئے فرشتوں نے خدا کے حکم سے غسل دے کر ان کو حلہ بہشتی پہنا دیا ہے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ہاں! اگر تم چاہو تو تم بھی ان کو غسل دے سکتی ہو یہ اور بھی افضل ہے۔ چنانچہ جب غسل کے بعد نماز کی تیاری ہوئی اور صف اراستہ ہو کر امامت کے لئے مسلمہ بن عبدالملک بن مروان آگے بڑھا تو اچانک کسی نے اس کو زمین پر پٹخا، اس کے بعد الیاس بن حبیب کو امام بنا دیا گیا تو وہ بھی سینہ میں دھکا لگنے سے گر گئے، یہ ماجرا دیکھ کر لوگ حیرت میں رہ گئے کہ آخر کیا تدبیر کی جائے امیر المومنین کا جنازہ بغیر نماز کے دفن کرنا پڑے گا، اور پھر کسی کو جرت نہ ہوئی کہ امامت کے لئے آگے بڑھے اتنے میں تکبیر کی آواز آئی مگر امام کوئی نظر نہیں آیا، اب لوگوں نے مل کر نماز ادا کی اس پر سب لوگوں پر عجیب ہیبت طاری ہوگئی تو علماء وقت نے بتایا کہ غالباً امیر المومنین کے جنازہ کی امامت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمائی

ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک ان کا درجہ بہت بلند تھا اب ان کی تجہیز و تکفین کے تین یوم بعد ان کی قبر پر ایک رقعہ ملا جس میں لکھا تھا کہ اللہ بزرگ و برتر کی جانب سے یہ عمر بن عبدالعزیز کی نجات کی چٹھی ہے۔ اس رقعہ نے لوگوں کو اور بھی حیرت میں ڈال دیا اور وہ چٹھی خلیفہ کے سامنے پیش کی گئی، جس کو دیکھ کر خلیفہ وقت نے اپنے وقت کے علماء اور صلحا کو جمع کر کے دریافت کیا کہ یہ چٹھی کس چیز پر لکھی ہوئی ہے؟ مگر کسی کے ذہن نے وہاں تک رسائی نہیں کی۔ لیکن حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: ہماری امت میں اصغر نامی ایک شخص کے لئے جنت کے درخت کے پتے پر نجات کا رقعہ لکھا جائے گا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔

(حکایات الصالحین)

حضرت ذوالنون مصریؒ کی مقبولیت

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ بہت کم گو تھے ہر وقت دریائے محبت الٰہی میں مستغرق رہتے تھے اور لوگ ان کو مجنوں سمجھتے تھے چنانچہ ان کا وصال ہوا تو شدید گرمی تھی جس میں کسی کو جنازے کے ساتھ جانے کی تاب نہ ہو سکی مگر چند کامل الایمان کسان حضرت کے جنازے کو لے کر چلے تو دیکھا کہ پرندے حضرتؒ کے جنازے پر سایہ کئے چلے جا رہے ہیں حضرتؒ کی یہ کرامت دیکھ کر تمام شہر کے باشندے جنازے کے ساتھ ہو لئے اور کسی مسجد کے دروازے پر نماز جنازہ لے جا کر رکھ دیا اتنے میں مسجد میں موذن نے اذان پڑھی تو ان با کرامت بزرگ نے کلمہ ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' سن کر کفن سے ہاتھ نکال کر انگشت شہادت بلند کی اور کلمہ شہادت پڑھ کر شہادت دی یہ حالت دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا اور کفن کھول کر دیکھنے لگے کہ یہ اندہ ہیں کلمہ شہادت پڑھ کر انگلی اٹھا رہے ہیں مگر جب دیکھا تو وہ اسی حالت میں مردہ تھے مگر انگشت شہادت اسی طرح کھڑی تھی چنانچہ نماز پڑھ کر سب نے بکمال ادب تجہیز و تکفین سے فراغت

پائی دوسرے دن دیکھتے ہیں کہ ان کی قبر پر ایسے جلی خط میں لکھا ہوا تھا جو کسی خط کا مشابہ نہ تھا کہ ''ذوالنون حبیب اللہ نے اللہ ہی کے ذوق وشوق اور محبت میں اپنی جان نثار کی ہے'' جوان کے مقبول بارگاہ ہونے کی دلیل تھی۔

لہروں کہ تہہ میں مانگی گئی دعا

ایک نوجوان تھا جسے سمندر سے عشق اور اس کی ہوا سے محبت تھی۔ اسی بناء پر اس نے ایک کشتی خریدی، تا کہ جتنا وقت ممکن ہو سمندر میں گزارے، اور اسے یہ محبت کیوں ہوتی جب کہ موجیں ایسا دل سوز نغمہ تھیں، سماعتیں جنہیں سننے کی ہمیشہ خواہش کرتی ہیں۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا، کیونکہ اس پر ایک مصیبت آپڑی تھی، چنانچہ وہ کہتا ہے:

ایک دن میں اپنی کشتی کے ساتھ سمندر میں لہروں کا سفر تنہا طے کر رہا تھا۔ سورج غروب ہونے والا تھا، اس گھڑی سمندر میں تنہا رہنا مجھے بہت پسند تھا کہ میں ہوں اور میرے خواب اور بس، میں اپنا خوبصورت ترین وقت کشتیوں کے ہمراہ گزاروں، چنانچہ میں نیلے پانی پر اکیلا تھا کہ اچانک وہ کچھ ہوا جو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا، میں نے دیکھا کہ کشتی اچانک میرے قابو سے باہر ہوگئی اور دوسرے ہی لمحے میں پانی کے درمیان لہروں اور موت دونوں سے بیک وقت جھگڑ رہا تھا۔

ایسے حالات میں میرے لئے نہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نجات دہندہ تھا اور نہ ہی میں کسی حفاظتی گھیرے میں مدد لے سکتا تھا۔ میں اپنی پوری قوت سے چلایا: اے میرے رب! مجھے بچالے، یہ آواز میرے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی۔ میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور پھر میرا ہوش جاتا رہا۔

جب میں ہوش میں آیا اور میں نے نظریں دائیں بائیں گھمائیں تو میں اپنے اردگرد کافی سارے لوگ کو جمع دیکھا جو کہہ رہے تھے:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے یہ زندہ ہے مرا نہیں۔ ان میں سے دو نے تیراکی کا لباس

پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: شکر ہے خدا کا جس نے تمہیں ڈوبنے سے بچایا۔ تم تو بالکل ہلاک ہی ہونے والے تھے، مگر خدا کا ارادہ تمہارے حق میں رحمت اور فضل کا ثابت ہوا۔

اس حادثے میں جو کچھ ہوا مجھے کچھ یاد نہ تھا، کیونکہ میں خوف اور دہشت کی وجہ سے بے ہوشی میں تھا، بجز اس آواز کی جو میں نے اپنے رب کو دی تھی۔ میرے نگاہوں میں ایک بار پھر دنیا گھوم گئی اور میں اپنے آپ سے کہنے لگا۔

کیوں نے اپنے خدا کو چھوڑ رکھا ہے؟ کیوں اس کی نافرمانی کرتا ہے؟

چنانچہ، یہ سب کچھ میرے ساتھ شیطان ونفس کے ماننے اور دنیا سے محبت کی وجہ سے ہوا جنہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ اور آخرت سے بے خبر رکھا تھا۔

سر چکرانے سے جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے حاضرین سے کہا: کیا عشاء کا وقت شروع ہو گیا ہے؟

انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔

میں حیرت زدہ سا کھڑا ہو گیا، وضو کیا اور نماز پڑھی۔ میں نے کہا: حیرت ہے کیا واقعی میں نماز پڑھ رہا ہوں؟ کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں بجز چند نمازوں کے کبھی نماز نہ پڑھی تھی۔ اس کے باوجود میرے رب نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے موت اور اس ہلاکت سے بچا لیا جو میرے سر پر منڈلا رہی تھی۔ کیا وہی رب میرے شکر گزاری کا مستحق نہیں ہے؟

میں نے اپنے رب سے عہد کیا کہ میں اب کبھی اس کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اور اگر شیطان نے میرے قدم ڈگمگا بھی دیئے تو میں اپنے رب سے معافی مانگ لوں گا۔ بے شک وہ بڑا مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے۔

میں نے سچی توبہ کر لی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے، چاہے اس کے گناہ آسمان کی بلندیوں تک چلے جائیں۔

اس نوجوان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ اس نے اپنے اردگرد موجود لوگوں کو بھی رلا دیا، یہاں تک کہ روتے روتے اسے صبح ہو گئی۔

وہ سولہ سال بعد جیل سے باعزت بری ہوا

بہت سے لوگ ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر گپ شپ میں مشغول تھے کہ اچانک انہوں نے ایک دل دہلانے والے دھماکے کی آواز سنی جس نے اس جگہ کے علاوہ آس پاس کے علاقوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔

یہ واقعہ سن ۱۹۷۴ میں آئرلینڈ کی فوج کی جانب سے لندن کے درالحکومت میں پیش آیا۔ اس دھماکے کا ہدف شہری تھے۔ چنانچہ سینکڑوں افراد مارے گئے اور متعدد زخمی ہوئے۔ اور الزام چھ آئرلینڈیوں پر لگا، کیونکہ یہ چھ اشخاص اس دھماکے کے آس پاس پائے گئے تھے اور دھماکہ کرنے کے اثرات ان کے ہاتھوں پر موجود تھے، تب ہی پولیس والوں نے انہیں گرفتار کر کے شدید پٹائی کی اور بالآخر ان بے چاروں نے اس گناہ کا اعتراف کرلیا جو انہوں نے کیا ہی نہیں تھا۔

چنانچہ وہ اپنے اس اعتراف کی بناء پر جیل بھیج دیئے گئے۔ وکیل صفائی بھی ان سے الزام کو رد نہ کر سکا، کیونکہ حاکم نے شاہدوں اور وکیل کو سوچنے سمجھنے کا کوئی موقع ہی نہ دیا۔

سن ۱۹۷۵ میں انہیں عمر قید کی سزا سنادی گئی۔ وہ جیل میں حسرت وندامت کے ساتھ جی رہے تھے، اور سختیوں کی آگ میں تپ رہے تھے، کیونکہ ان کا کوئی قصور نہیں تھا، بلکہ وہ اس طرح بری تھے جیسے بھیڑیا حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا۔

وہ ۱۹۷۴ سے ۱۹۹۱ بمطابق (۱۳۹۴ سے ۱۴۱۱ھ) سولہ سال تک جیل میں رہے، اور جمعرات کے روز ۲۸۔۸۔۱۴۱۱ھ بمطابق (۱۹۹۱) میں یہ چھ افراد باعزت طور پر جیل سے بری ہوگئے۔ وہ بے انتہا خوش تھے۔

لیکن یہ کیسے بری ہوئے؟

وہ اس طرح ہوا کہ عدالت نے از سر نو مقدمے کا جانچ پڑتال کا حکم دیا۔ اور وکیل صفائی نے ان پر عائد کردہ الزامات جھوٹ ثابت کر دیئے، چنانچہ عدالت کا مقدمے نے از سر نو جانچ پڑتال کا یہ حکم بالکل صحیح تھا، کیوں کہ بعد میں معلوم چلا کہ وہ کوئی اور لوگ تھے

جو اس گھناؤنے فعل کے مرتکب ہوئے ہیں اور پھر ان کو حراست میں لے لیا گیا۔

(الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

کفن بردوش سپاہی

ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی۔ پاکستان کا ہر باعزت شہری کسی نہ کسی طور پر اس مقدس تحریک میں شریک تھا اور کاروانِ تحریک کے قائد حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ تھے۔ اس وقت کا ایک واقعہ حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ نے یوں بیان فرمایا:

''ان دنوں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ پر سوز و گداز کی جو کیفیت طاری رہتی تھی، وہ الفاظ کے جامۂ تنگ میں نہیں سما سکتی۔ تحریک کے دنوں میں جو آخری سفر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے کراچی سے ملتان، لاہور، راولپنڈی اور پشاور تک کا کیا اس کی یاد کبھی نہ بھولے گی۔ کراچی سے روانہ ہوئے تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ پر بیحد رقت طاری تھی اور جناب مفتی ولی محمد سے فرما رہے تھے۔ ''مفتی صاحب! دعا کیجئے حق تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں۔ میں کفن ساتھ لئے جا رہا ہوں۔'' مسئلہ حل ہو گیا تو الحمدللہ ورنہ شاید بنوریؒ زندہ واپس نہ آئے گا''۔ حق تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے سوزِ دروں کی لاج رکھ لی اور...... قادیانی ناسور کو جسدِ ملت سے کاٹ کر جدا کر دیا گیا۔''

(ماہنامہ بینات، ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ)

ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف سے ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی (جس کا اہتمام ادارہ تحقیقات کے سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے کیا تھا۔) تو اس کے پہلے ہی اجلاس میں ایک مقرر نے حضرت عمرؓ کی اوّلیات کو غلط انداز میں پیش کر کے آزاد اجتہاد کے لئے گنجائش پیدا کرنی چاہی اور اس کے لئے انداز بھی ایسا اختیار کیا کہ جیسے قوت اجتہادیہ میں حضرت عمرؓ اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اس محفل میں عالم اسلام کے معروف اور جید علماء موجود تھے۔ لیکن اس

موقع پر اس بھرے مجمع میں جن صاحب کی آواز سب سے پہلے گونجی وہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ تھے انہوں نے مقرر کی تقریر کے دوران ہی صدر محفل مفتی اعظم فلسطینؒ سے خطاب کر کے فرمایا۔ **سیدی الرئیس! "ارجوکم ان تلجموا ھذا الخطیب ادجوکم ان تلجموہ، ماذا یقول؟** " ترجمہ: جناب صدر! ان مقرر صاحب کو لگام دیجئے۔ براہ کرم ان کو لگام دیجئے، یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ان کے یہ بلیغ الفاظ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں۔

(مولانا تقی عثمانی صاحب البلاغ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

اے اللہ میری بصارت چھین لے

حضرت یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کھڑی ہو کر چراغ جلانے لگی، ایک آدمی نے اس کی طرف دیکھا، عورت کو پتہ چل گیا اور وہ یہ بھی سمجھ گئی کہ یہ آدمی کبھی کبھی مجھے اس طرح دیکھتا رہتا ہے، چنانچہ اس نے اس آدمی کو مخاطب کر کے کہا کہ "غیر عورت کو دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اس طرح دیکھ رہے ہو؟' اس آدمی نے اللہ سے دعا کی کہ "اے اللہ! میری بصارت چھین لے۔" چنانچہ وہ بصارت سے محروم ہو گیا اور بیس سال نابینا رہا۔ جب عمر زیادہ ہو گئی تو اللہ سے دعا کی کہ "اے اللہ! میری بصارت لوٹا دے۔" تو اللہ نے اس کی بصارت لوٹا دی، یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ واقعہ ایسے آدمی نے سنایا جس نے اس آدمی کو بصارت سے محروم رہ کر پھر سالم آنکھوں والا بھی دیکھا تھا۔ (بحوالہ العقوبات الھیۃ)

حضرت عثمانؓ کے صدقہ کی فضیلت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں لوگ قحط سے پریشان ہو کر حاضر ہوئے کہ تمام مخلوق بھوک سے پریشان ہے، اللہ کچھ تدبیر فرمایئے! حضرت صدیق رضی اللہ نے ارشاد فرمایا "تم مطمئن رہو آج انشاءاللہ کچھ تدبیر ہو جائے

گی چنانچہ دیکھا تو اسی روز شام کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسو اونٹ غلہ سے لدے ہوئے ملک شام سے آپہنچے ان کو دیکھ کر سب لوگ خوش ہو گئے اور دلال حضرت ؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر دس گناہ زیادہ سیر تک غلہ کا بھاؤ لگانے لگے اس پر حضرت عثمان نے فرمایا ہمیں تو اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے لہٰذا ہم اس کو کیوں نہ دیں جس میں زیادہ نفع کی توقع ہو دلالوں نے عرض کیا کہ شہر میں تو اس سے زیادہ نرخ پر کوئی خریدے گا نہیں اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو سات سو گناہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بے شمار نفع دینے کا وعدہ فرمایا ہے پھر میں اور کسی کے ہاتھ غلہ کیوں فروخت کروں؟ بس میں تو خدا ہی کے ساتھ بیچوں گا اور یہ تمام غلہ مساکین اور فقراء میں خوشی خوشی تقسیم کر دیا۔

اسی رات کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (جنہوں نے یہ روایت بیان فرمائی ہے) حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور عرض کیا! عبداللہ تو مدت سے مشتاق دیدار تھا اللہ نے اس کی آرزو پوری کی آخر حضور کہاں تشریف فرما ہوئے ہیں کہ اسقدر ہشاش وبشاش براق پر سوار تشریف لے جا رہے تھے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج قحط زدہ لوگوں کو عثمانؓ کا غلہ تقسیم کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند آیا اور اس کو قبول فرما کر اس صدقہ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے عثمانؓ کو حلّہ آراستہ و پیراستہ بے شمار حسین وجمیل حوریں انتہائی اعزاز واکرام کے ساتھ عنایت فرمائی ہیں اور مجھے بھی ارشاد ہوا ہے کہ، اے محمد ﷺ آپ بھی عثمان کے اس تزک و احتشام کو ملاحظہ فرمایئے جو اس کے مالک نے اس صدقہ کے صلہ میں عطا فرمایا ہے چنانچہ میں اس وقت اسی رحمت خداوندی کی رونق کو دیکھنے جا رہا ہوں جس سے پروردگار عالم نے عثمانؓ کو نوازا ہے۔

(حکایات الصالحین)

راہ خدا میں دو روٹی کی فضیلت

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شہر کا حاکم بے حد ظالم اور مردم آزاد تھا چنانچہ اس نے شہر میں منادی کرادی کہ تھی کہ جو شخص کسی فقیر کو کچھ دے گا اس کا ہاتھ کاٹ کر شہر بدر کر دیا جائے گا اتفاقاً کسی دن بھوک کا مارا فقیر جو زندگی سے مایوس ہو چکا تھا شہر میں آ کر ایک عورت سے بڑی لجاجت اور عاجزی کے ساتھ کچھ طلب کرنے لگا عورت نے کہا! بندے خدا کیا تو نے حاکم وقت کس حکم نہیں سنا جو میری ذلت و رسوائی کا سامان کرنا چاہیئے؟ کہنے کو تو اسنے یہ کہہ دیا مگر اس فقیر کی حالت زار دیکھ کر عورت سے نہ رہا گیا اور دو روٹیاں نکال کر اس فقیر کو دے ہی دیں اور کہنے لگی اب حاکم کا جو جی چاہے کرے مجھ سے تو بھوک کی حالت زار دیکھی نہیں جاتی جب اس ظالم حاکم کو واقعہ کی خبر ملی تو اس نے عورت کا ہاتھ کٹوا کر اس کو شہر بدر کر دیا جس کے ساتھ ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا شہر سے نکل جانے کے بعد وہ عورت جنگل و بیابانوں میں ماری پھرتی تھی کہ شدت گرمی کے باعث پیاس سے بے تاب ہوگئی مجبوراً کہیں پانی نہ ملا تو ایک نہر کے کنارے جا کر پانی پینے کو جھکی ہی تھی کہ اچانک وہ شیر خوار بچہ اس کی گود سے چھوٹ کر نہر میں جا گرا جس سے وہ بے قرار ہو کر کہنے لگی کہ افسوس! میری یہ پیاس میرے فرزند دل بند کے خون کی پیاسی تھی بچہ کی جدائی اور بے تابی سے جب اسکا دل بھر آیا اور زار و قطار رونے لگی تو یکا یک کیا دیکھتی ہے کہ دو خوبصورت نوجوان جو بہترین پوشاک میں ملبوس تھے ظاہر ہو کر اس عورت سے معلوم کرنے لگے آخر تو اتنی پریشان کیوں ہے؟ اور زار و قطار رو رو کر تیرا کیا حال بنا ہے جس پر کسی کا دست شفقت تیری طرف نہیں بڑھتا؟ عورت نے تمام حال ان نوجوان سے کہہ سنایا بس اب کیا تھا فوراً ایک نوجوان دریا میں کودا اور اس عورت کے بچہ کو صحیح سلامت نکال لے آیا اور دوسرے نے اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کو صحیح و درست کر دیا اب وہ دونوں عورت سے کہنے لگے کہ تو نے ہمیں

پہچانا بھی ؟ عورت نے کہا ! تو وہ بولے ہم دونوں تیری وہی دو روٹیاں ہیں جو تو نے اللہ کے لئے اس بھوکے فقیر کو دی تھیں اور جن کے سبب تو ظالم کے ہاتھوں اس بلا میں مبتلا ہوئی تھی خدا کا شکر ہے کہ اب انہیں دو روٹیوں کے صدقہ سے نجات ملی۔

(حکایات الصالحین)

قول کا پاس

حضرت عمر کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اس وقت کے مسلمان اپنی زبان کے کس قدر پابند تھے' وعدہ توڑنے اور مکرنے کے لئے نہیں کرتے تھے بلکہ زبان سے جو لفظ نکالتے تھے اس کو پتھر کی لکیر سمجھتے تھے' ہرمزان ایرانیوں کے ایک لشکر کا سردار تھا' ایک مرتبہ مغلوب ہو کر اس نے جزیہ دینا بھی قبول کیا تھا' مگر باغی ہو کر مقابلے پر آیا' آخر شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر اس حالت میں کہ تاج مرصع سر پر تھا ' کی قبارت تن' کمر سے مرصع تلوار آویزاں بیش بہا زیورات سے آراستہ حضرت عمر کی عدالت میں پہنچا آپ اسوقت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے فرمایا تم نے بار بار بدعہد کی' اب اگر اس کا بدلہ تم سے لیا جائے تو تم کو کیا عذر ہے؟ ہرمزان نے کہا مجھے خوف ہے کہ شاید میرا عذر سننے سے بیشتر ہی مجھے قتل نہ کر دیا جائے آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا تم کوئی خوف نہ کرو' ہرمزان نے کہا مجھ کو پہلے پانی پلا دو حضرت عمرؓ نے پانی لانے کا حکم دیا' ہرمزان نے پانی کا پیالہ لے کر کہا مجھے خطرہ ہے کہ میں پانی پینے کی حالت میں قتل نہ کر دیا جاؤں' حضرت عمرؓ نے جب تک تم پانی نہ پی لو اور اپنا عذر بیان نہ کر لو تم اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ سمجھو' ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا میں پانی نہیں پینا چاہتا' آپ نے مجھ کو امان بخشی ہے اس لئے آپ مجھ کو قتل نہیں کر سکتے۔

حضرت عمر کو ہرمزان کی اس چالاکی اور دھوکہ دہی پر بہت غصہ آیا' لیکن حضرت انسؓ درمیان میں بول اٹھے اور کہا: امیر المؤمنین یہ سچ کہتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے

کہ جب تک پورا حال نہ کہہ دو کسی قسم کا خوف نہ کرو' اور جب تک پانی نہ پی لو کسی قسم کے خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے حضرت انسؓ کے کلام کی اور لوگوں نے بھی تائید کی 'حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے لیکن میں تمہیں دھوکہ نہ دوں گا ' اسلام نے اس کی تعلیم نہیں دی' ایفائے عہد اور حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرمزان مسلمان ہو گیا' امیر المؤمنین نے دو ہزار سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔

فاروق اعظمؓ کا انصاف

جب فاروق اعظمؓ بطریق ''پادری'' کے ہمراہ بیت المقدس میں داخل ہوئے 'کل زادراہ ایک سرخ اونٹ جس پر ایک تھیلی جس میں بھنے ہوئے جو اور دوسرے میں کھجور تھے' ایک پانی کا مشکیزہ اور ایک لکڑی کا برتن تھا' ایک غلام مدینہ سے ساتھ آیا' یروشلم تک خلیفہ اور غلام اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے فاروقِ اعظمؓ اور بطریق (پادری) بیت المقدس میں تھے کہ موذّن نے اذان دی' پادری نے اصرار کیا کہ نماز اسی جگہ ادا کرلیں لیکن خلیفہ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مبادا آئندہ مسلمان میری تقلید کریں اور رفتہ رفتہ اس پر قبضہ جمالیں' مدعا یہ تھا کہ اغیار کے مذہبی جذبات اور ان کے معبد کی حفاظت' اسلئے خلیفہ اسلام نے گرجے کے باہر نماز پڑھی۔ (مشاہیرِ اسلام ص۵)

علمی استحضار

محمد احمد بن ابی سہیل سرخسی شمس الائمہ سرخسی کے نام سے مشہور ہیں' بعہد خلیفہ القادر باللہ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے' بڑے حق گو اور حریت پسند تھے' کلمہ حق کہنے میں کسی کا خوف نہیں کرتے تھے بادشاہ کو بعض نقائص سے آگاہ کیا' اسے بتایا کہ رعب وداب اور طاقت کے زور سے خاموش تو ہو جاتی ہے مگر مطیع نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے دلوں پر حکومت ہوسکتی ہے' رعایا کا دل صرف اسی طریقے پر قابو کیا جاسکتا ہے کہ سختیاں دور کی جائیں ان کی فریاد اور چیخ و پکار سنی جائے اور ہر طرح افراد رعایا کی دلجوئی کی جائے بادشاہ

ایسی آزادانہ گفتگو سننے کے بہت کم عادی ہیں اس نے ناراض ہو کر شہر زورجند میں ایک پرانے کنویں کے اندر قید کر دیا' آپ عرصہ تک وہاں قید رہے اور آپ کے شاگرد کنویں پر آ کر آپ سے سبق پڑھتے رہے اور آپ جو کچھ کنویں کے اندر کہتے وہ اسے لکھتے جاتے' مجوسی کی حالت ہی میں چار پانچ ضخیم کتابیں تیار ہو گئیں' آخر رہا ہوئے اور فرغانہ پہنچے' امیر فرغانہ نے بڑی عزت کی آپ کے تمام شاگرد بھی اسی جگہ آ گئے اور یہاں بھی درسِ فقہ وحدیث جاری ہو گیا آپ کی وفات بعض ۴۹۰ھ اور بعض ۵۰۰ھ میں ہوئی ہے یہ زمانہ المستظہر باللہ کا تھا۔

اِس پُل پر یا اُس پُل پر

سلطان ملک شاہ ایک مرتبہ اصفہان میں جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کسی گاؤں میں قیام ہوا' وہاں ایک غریب بیواہ کی گائے تھی جس کے دودھ سے تین بچوں کی پرورش ہوتی تھی بادشاہی آدمیوں نے اس گائے کو ذبح کر کے خوب کباب بنائے' غریب بڑھیا کو خبر ہوئی وہ بدحواس ہو گئی بادشاہی آدمیوں کا مقابلہ کوئی دادوفریاد سننے کو تیار نہ تھا' اس لاوارث اور غریب عورت' ساری رات اس نے پریشانی میں کاٹی صبح ہوئی دل میں خیال آیا کوئی نہیں سنتا تو نہ سہی کیا بادشاہ بھی نہ سنے گا جس کو خدا نے غریبوں کو ظالموں سے نجات دینے کے لئے اتنی بڑی سلطنت دی ہے' بادشاہ تک پہنچنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام رہی' معلوم ہوا بادشاہ فلاں راستے سے شکار کو نکلے گا چناچہ ''زندرود'' (اصفہان کی مشہور نہر) کے پل جا کر کھڑی ہو گئی جب سلطان پل پر آیا تو بڑھیا نے ہمت اور جراءت سے کام لے کر کہا: اے الپ ارسلان کے بیٹے میرا انصاف اس پل پر کریگا یا پل صراط پر جو جگہ پسند ہو انتخاب کر لے' بادشاہ کے ہمراہی یہ بے باکی دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے' بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا' اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عجیب وغریب اور حیرت انگیز سوال کا اس پر خاص اثر ہوا' اور بڑھیا سے کہا پل

صراط کی طاقت نہیں ہے میں اسی جگہ فیصلہ کرنا چاہتا ہوں' کہو کیا کہتی ہو' بڑھیا نے سارا قصہ بیان کیا بادشاہ نے لشکریوں کی اس نالائق حرکت پر افسوس ظاہر کیا اور ایک گائے کے عوض میں اس کو ستر گائے دلائیں اور مالا مال کر دیا اور جب اس بڑھیا نے کہا تمہارے عدل وانصاف سے میں خوش ہوں اور میرا خدا اور رسول خوش ہے' تو گھوڑے پر سوار ہوا' آہ! کیا زمانہ تھا' کہنے والے کیسے آزاد تھے اور سننے والے کیسے عالی حوصلہ! اگر موجودہ تہذیب وشائستگی کے زمانے میں کوئی شخص اس طرح حاکم کی سواری روک لے اور اس سے ایسی آزادانہ گفتگو کرے تو اس کو پاگل خانے بھجوا دیا جائے۔

وہ مائیں

خلافت بنوامیہ کے زمانے میں ایک بزرگ عبدالرحمٰن فروخ نامی فوج میں ملازم تھے وہ دور اسلامی فتوحات کا تھا اور مسلمان فرمانروا بحر و بر اسلامی پرچم کے نیچے لانے کا تہیہ کر رہے تھے' چنانچہ خراسانی مہم میں ان کو ۲۷ برس لگ گئے جب لوٹے تو جس بچے کو ماں کے پیٹ میں چھوڑ گئے تھے وہ بڑا ہو کر ربیعۃ الرأے کے نام سے موسوم ہو چکا تھا' اور امام مالکؒ اور خواجہ حسن بصریؒ اس کی شاگردی پر فخر کرتے تھے 'فروخ چلتے وقت .... تین ہزار اشرفیاں اپنی بیوی کے سپرد کر گئے تھے انہوں نے اس کی نسبت استفسار کر لیا بیوی نے کہا گھبرائیے نہیں' موجود ہیں۔ اسی اثناء میں فروخ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے گئے تو دیکھا کہ ایک سر جھکائے اونچی ٹوپی پہنے حلقہ درس میں متمکن ہیں اور خواجہ حسنؒ اور امام مالکؒ جیسے اعیان شامل درس ہیں اور تلامذہ کا ایک ہجوم چاروں طرف شیخ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کون شیخ ہیں سامعین نے جواب دیا ربیعہ ابن عبدالرحمٰن' فروخ کی مسرت کا اندازہ اس وقت سوائے عالم الغیب کے اور کون کر سکتا تھا' گھر آئے بیوی سے سارا ماجرا بیان کیا' اس نے کہا بیٹے کی یہ شان پسند ہے یا ۳۰ ہزار اشرفیاں؟ شوہر نے کہا واللہ میں اس شان کو پسند کرتا ہوں۔

بی بی: میں نے وہ اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم میں صرف کر دیں۔

شوہر: خدا کی قسم تم نے وہ مال ضائع نہیں کیا:

اس واقعہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم ہو کر ماں کی حفاظت میں رہے اور ماں کی قبضہ میں ۳۰ ہزار اشرفیاں ہوں، پھر اس کے بچے کو ایسی بیش بہا تعلیم دی جائے کہ اس کے شاگرد دنیا کے نام آور شاگرد ہوں، بیشک یہ اس عہد کی عورتوں کے عقل اور علم دوست ہونے کی دلیل ہے، ہمارے ملک میں اگر چودھویں صدی کی کسی ماں کے اختیار میں ۳۰ ہزار اشرفیاں اور ایک بچہ دے دیا جائے تو معلوم نہیں ماں کے لاڈ پیار سے بلند اقبال صاحبزادے کے اخلاق کہاں تک ترقی کریں۔ (نظام الملک طوسی، حصہ دوم)

ایک نبی کا خواب

ابو اللیث سمرقندیؒ کے والد کا بیان ہے کہ کسی نبی نے خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کل صبح اٹھ کر پہلے پہل جو چیز تمہیں ملے اسے کھا لینا اور دوسری چیز کو چھپا لینا تیسری کو پناہ دینا اور چوتھی کو نا امید نہ کرنا پانچویں سے بھاگ جانا صبح ہوئی تو سب سے پہلے ایک کالا پہاڑ ملا تو حیران ہو کر کہنے لگے کہ الٰہی اس پہاڑ کو کس طرح کھاؤں؟ مگر جب کھانے کا ارادہ کیا تو تمام پہاڑ حلوہ کا ایک لقمہ بن کر منہ میں آ گیا آگے چل کر سونے کا ایک تخت ملا آپ نے اسے زمین میں گاڑ دیا مگر وہ فوراً باہر نکل آیا پھر اس کو گاڑا تو پھر نکل آیا مجبوراً چھوڑ کر چل دیئے آگے بڑھ کر دیکھا ایک پرند کے پیچھے باز لگا ہوا ہے اس پرند نے چلا کر کہا اے نبی! میری مدد کیجئے! آپ نے اسے آستین میں چھپا لیا باز نے عرض کیا اے اللہ کے نبی مجھے روزی سے محروم نہ کیجئے یہ سن کر آپ نے اپنی ران کے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر اسے کھلا دیا اور پرند کو چھوڑ کر آگے چلے تو راستے میں ایک مردار جانور پڑا دیکھا وہاں سے وہ تیزی سے بڑھ کر آگے نکل گے

پھر فرمایا الٰہی اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

تو وحی آئی کہ کالا پہاڑ غصہ ہے جو ابتداء میں پتھر ہے اور انتہا میں شہد، اور سونے کا تخت نیکیاں ہیں جنہیں آدمی کتنا ہی چھپائے مگر ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی، پرند کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم کو پناہ دو اور جو تمہیں امانت دار سمجھیں ان سے کبھی خیانت نہ کرو، باز سے مراد یہ ہے کہ اہل حاجت کی ضرورتیں حتیٰ الوسع پوری کرتے رہو، اور مردار سے غیبت مراد ہے اس سے ہمیشہ متنفر رہنا چاہیے۔ (خیر المونس)

حضرت فاطمہؓ کی چادر فروخت کرنے کا واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غلہ خریدنے کی ضرورت کے لئے حضرت فاطمہؓ کی چادر چھ درہم کی فروخت کردی، اتفاقاً راستہ میں ایک سائل ملا تو وہ چھ درہم اس کو دے دیئے۔ تھوڑی ہی دور چلنے پائے تھے کہ ایک شخص اونٹنی لئے ہوئے سامنے آیا اور کہنے لگا: علی! تم اس ناقہ کو ضرور لو قیمت چاہے پھر دے دینا۔ حضرت علی نے سو درہم کی وہ اونٹنی خرید لی ابھی تھوڑی ہی دور چلنے پائے تھے کہ سامنے سے ایک شخص نے آکر کہا اگر تم اس کو بیچنا چاہتے ہو تو ایک سو ساٹھ درہم لے لو۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ اونٹنی ایک سو ساٹھ درہم کی فروخت کردی، اتنے میں پہلا شخص جس نے اونٹنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دی تھی سامنے آکر کہنے لگا میرے سو درہم مجھے دے دیجئے! آپ نے اس کی رقم اس کے حوالہ کی اور باقی ساٹھ درہم لے کر گھر آئے حضرت فاطمہؓ نے معلوم کیا کہ: آخر یہ رقم کہاں سے ملی؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے خدا سے تجارت کی تھی اس میں ساٹھ درہم کا نفع ہوا، جب واقعہ حضرت علیؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔ اے علی! تمہیں معلوم نہیں، اس اونٹنی کو فروخت کرنے والے جبرئیل تھے اور خریدار میکائیل اور وہ اونٹنی وہ تھی جو قیامت کے دن حضرت فاطمہؓ کی سواری ہوگی۔ (مشاہیر اسلام ص ۵)

پردہ پوشی

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی اور دنیائے اسلام کے امام اور مقتدا مانے جاتے تھے وہ اگرچہ احکامِ خداوندی کے باب میں بڑے سخت گیر تھے لیکن کسی کے گناہ کی پردہ دری نہ کرتے تھے اور خود دوسروں کو بھی پردہ پوشی کی تلقین کرتے تھے۔

ابن حرملہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں صبح کو باہر نکلا تو ایک شخص کو نشہ کی حالت میں پایا اس کو زبردستی اپنے گھر گھسیٹ لایا۔ اس کے بعد سعید سے ملاقات ہوئی، ان سے پوچھا کہ ایک شخص نے ایک شخص کو نشہ کی حالت میں پایا اس صورت میں وہ کیا کرے؟ اس کو حاکم کے سپرد کر کے اس پر حد جاری کرائے؟ ابن مسیبؒ نے جواب دیا، ''اگر تم اس کو اپنے کپڑے سے چھپا سکو تو چھپا لو۔'' یہ سن کر میں گھر واپس آیا۔ اس وقت وہ شخص ہوش میں آ چکا تھا، مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر شرمندگی طاری ہو گئی میں نے اس سے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی اگر تم صبح اس حالت میں پکڑ لئے جاتے اور تم پر حد جاری کی جاتی تو لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری کیا آبرو رہ جاتی، تم زندگی ہی میں مردہ ہو جاتے، تمہاری شہادت تک قبول نہ کی جاتی۔ یہ نصیحت سن کر اس شخص نے کہا ''خدا کی قسم! آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اس کی پردہ پوشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد: ج ۵)

برائیوں سے روکنے کے لئے جہاں تک ہو سکے حکمت اور دانشمندی سے کام لینا چاہئے۔ بہت سے لوگ غلط ماحول اور غلط تربیت کی بنا پر برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک مصلح اور ہمدرد کو اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔ پھر پردہ پوشی بھی ایک اچھی وصف ہے۔ اس کے نتائج بھی بسا اوقات اچھے نکلتے ہیں۔

خدا کی امان میں

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حد درجہ محتاط اور زاہد تھے۔ آپ کے نزدیک

مسلمان کا خون اتنا محترم تھا کہ مجرم مسلمان پر بھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے آپ کو ایک ایسے شخص کے قتل کا حکم دیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے معاونین میں تھا۔ آپ تلوار لے کر مجرم کی طرف بڑھے اور پاس جا کر پوچھا، تم مسلمان ہو؟ اس نے کہا ہاں میں مسلمان ہوں لیکن آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کیجئے۔ آپ نے پوچھا، تم نے صبح کی نماز آج پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں پڑھی ہے۔ یہ سن کر سالم لوٹ گئے اور حجاج کے سامنے تلوار پھینک کر کہا، یہ شخص مسلمان ہے۔ آج صبح تک اس نے نماز پڑھی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ خدا کے حفظ و امان میں آ گیا۔'' حجاج نے کہا، ہم اس کو صبح کی نماز کے لئے تھوڑے ہی قتل کرتے ہیں، بلکہ اس لئے قتل کرتے ہیں کہ وہ قاتلینِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاونوں میں ہے۔ فرمایا، اس کے لئے اور لوگ موجود ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ سالم کے والد حضرت عبداللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا، سالم نے سمجھ داری سے کام لیا۔

(طبقات ابن سعد: ج ۵)

اللہ تعالیٰ پر اعتماد کا نتیجہ

ایک مرتبہ ہارون رشید کی پولیس نے کچھ رہزنوں کو گرفتار کیا، اتفاقاً ان میں سے ایک چور چھوٹ کر بھاگ گیا۔ چونکہ پوری تعداد کی رپورٹ سرکار میں ہو چکی تھی تو پولیس والوں نے اپنے بچاؤ کے لیے یہ ظلم کیا کہ کسی غریب راہ گیر کو پکڑ کر تعداد پوری کر دی، ان سب کو حوالات کا حکم ہوا اور معلوم ہونے پر ظالموں کے ورثاء اپنے قیدیوں کو چھڑا کر لے گے، پس یہی ایک غریب مسافر رہ گیا تھا جس نے داروغۂ جیل کو ایک رقعہ دے کر کہا، برائے کرم! آپ چھت پر سے اس رقعہ کو ہوا میں اڑا دیجئے! داروغۂ جیل نے اس غریب کی عرضداشت کو پورا کیا، یعنی اس رقعہ کو بالا خانہ سے ہوا میں اڑا دیا ،جس میں لکھا تھا ''عبدِ ذلیل، ربِ جلیل سے التماس کرتا ہے کہ جن کے سفارشی موجود

تھے وہ سب رہائی پا کر چلے گے مگر میں کہاں جاؤں؟ اور تیرے سوا کس کو سفارشی لاؤں؟'' اسی رات کو ہارون رشید نے خواب میں دیکھا کہ فلاں مظلوم مسافر کو فوراً رہا کردو، چنانچہ صبح ہوتے ہی ہارون رشید نے دس ہزار درہم، دس طرح کی خلعت اور دس گھوڑے دے کر اس ملزم مسافر کو رہا کر دیا اور منادی کرادی کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کو ایسا ہی بدلہ ملتا ہے۔ (خیر المونس)

ایک حاجی کی گرفتاری کا واقعہ

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ کے راستے میں ایک عجیب نظارہ دیکھا، ایک کوا چونچ میں روٹی لئے اڑا جا رہا ہے یہ دیکھ کر میں بھی اس کے پیچھے ہولیا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مقام پر جہاں وہ کوا اترا مشکیں بندھا ہوا ایک بوڑھا شخص پڑا ہوا ہے، کوے نے روٹی کا ایک ایک لقمہ اس کو کھلانا شروع کیا، پھر پتے کے دونے میں کہیں سے پانی لا کر اس بوڑھے کو پلا دیا، یہ دیکھ کر میں نے اس بوڑھے سے دریافت کیا کہ، سچ بتایئے! آپ کون ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ میں حاجی ہوں! میرا تمام مال واسباب چوروں نے چھین لیا اور مجھے اس طرح باندھ کر ڈال دیا ہے آج پانچ روز سے یہ کوا مجھے اسی طرح کھلا پلا جاتا ہے، جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں یہ سن کر ہم نے اس بوڑھے کو کھول دیا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ (خیر المونس)

ذوالنون مصریؒ کے ایک مرید کا واقعہ

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ایک مرید اسم اعظم سیکھنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اٹھارہ مہینے تک برابر اسی خواہش میں لگا رہا، ایک روز اس نے حضرت ذوالنون رحمہ اللہ کو قسم دے کر کہا کہ، آپ مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے! تو آپ نے اس کو کپڑے سے ڈھکا ہوا ایک برتن دے کر فرمایا کہ، اے شخص! اس کو فلاں شخص کے پاس لے جا، چنانچہ وہ اس برتن کو لے کر چلا تو راستہ میں خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی آخر اس

میں کیا ہے؟ جیسے ہی اس نے برتن کا منہ کھولا تو اسی برتن سے ایک چوہا نکل کر بھاگ گیا ، یہ دیکھ کر غصہ کی آگ سے بھڑک اٹھا اور جھبی ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور تیور بدل کر ان سے کہا، آپ مجھ سے دل لگی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا ،میاں! دل لگی میں ہم نے تو ایک چوہے پر تیری آزمائش کی تھی اس میں بھی تو نے خیانت کی، پھر آپ پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے کہ تو اسم اعظم کی امانت پر ثابت قدم رہ سکے گا؟۔ (خیر الموانس)

ایک بوڑھے شخص کا درخت لگانا

کسی بادشاہ کا گزر ایک ایسے بوڑھے شخص پر ہوا جو درختوں کو کاٹ چھانٹ کر رہا تھا، اسے دیکھ کر بادشاہ نے جاتے وقت کہا کہ اے بوڑھے! کیا تجھے ان درختوں سے پھل کھانے کی امید ہے جن کی تو خدمت میں لگا ہوا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ،بادشاہ سلامت! ہم سے پہلے لوگوں نے زراعت کی، تو ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا ،اسی لیے ہم بھی اپنے آنے والوں کے لیے محنت کر رہے ہیں تاکہ ہماری اس محنت سے وہ فائدہ حاصل کریں، بادشاہ کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی اور اس نے خوش ہو کر ایک ہزار اشرفیاں بوڑھے کو انعام دیں، اس پر وہ بوڑھا کاشتکار کھل کھلا کر ہنس پڑا ،بادشاہ نے حیرت سے دریافت کیا کہ، آخر اس میں ہنسی کی کیا بات تھی؟ تو اس نے جواب دیا کہ، حضور! مجھے اس زراعت کے اس قدر جلد پھل دینے سے تعجب ہوا، یہ بات سن کر بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں اور دے دیں۔

اس پر بوڑھے کو پھر ہنسی آ گئی، بادشاہ نے معلوم کیا اب ہنسی کی کیا بات ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ، حضور! کاشتکار پورا سال گزارنے کے بعد ایک ہی مرتبہ فائدہ حاصل کرتا ہے مگر میری اس زراعت نے اتنی سی دیر میں دو مرتبہ خاطر خواہ فائدہ پہنچا دیا ،یہ سن کر بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں اور دیں اور کاشتکار کو اپنے کام میں لگا چھوڑ کر

چلا گیا۔

عبد اللہ بن سلام رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تو اپنی زمین کا بونا جوتنا نہ چھوڑ، اگر چہ دجال پیدا ہو جائے۔ (خیر المونس)

بنی اسرائیل کے ایک گنہگار کی بخشش

بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا گنہگار شخص تھا جو اپنی آخیر عمر میں خوابِ غفلت سے چونکا اور اپنے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا خدا کے پاس میرا کوئی سفارشی بن سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں! ہرگز نہیں! یہ سن کر وہ شخص جنگل کی طرف نکل گیا اور اپنے نفس کو خاک پر ڈال کر کہنے لگا کہ الہیٰ! تو میرے مرض اور دوا کو خوب جانتا ہے میں تیرے پاس دشوار حاجت اور ناشائستہ عمل لایا ہوں میں اپنے لیے کوئی ایسا سفارشی نہیں چاہتا کہ سفارش کرے اور نہ کوئی ایسا قلعہ دیکھتا ہوں جو مجھے بچا سکے۔ پس اب تو مجھ سے وہ معاملہ کر جو تیرے کرم اور بخشش کے لائق ہو، اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ کریم اور مہربان ایسے شخص کے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کرتا جو اس کے دروازے پر آ کھڑا ہوتا ہے، اس نے تیری بُرائیوں کو نیکیوں سے بدل ڈالا اور تیرے درجے بلند کر دیئے۔ (خیر المونس)

ایک گنہگار کو ولایت کی بشارت

بصرہ میں ایک نوجوان رہا کرتا تھا جو ہمہ وقت پروردگار کی معصیت میں ڈوبا رہتا تھا، اس کی نیک بخت والدہ نے بارہا اس کو ناشائستہ افعال سے بچنے کی نصیحت کی مگر وہ باز نہ آیا، یہ نیک بخت عورت اکثر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی مبارک مجلس میں داخل ہوا کرتی تھی، اور ان کی نصائح کا برابر بیٹے سے تذکرہ کرتی رہتی تھی چنانچہ جب نوجوان کی موت کا وقت قریب آیا تو عرض کیا کہ، اے میری مہربان ماں! حسن بصریؒ کو میرے پاس بلا تا کہ وہ مجھے توبہ کی تلقین فرما دیں، یہ سن کر اس کی مہربان والدہ

نے حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ تمام کیفیت بیان کی تو انہوں نے فرمایا، میں اس شخص کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھاؤں گا ۔ یہ سن کر وہ باعصمت عورت کبیدہ خاطر ہو کر واپس ہوئی اور مرنے والے نوجوان کو ان کے جواب سے مطلع کیا، جس کو سن کر اس نوجوان نے بڑی مایوسی کے ساتھ اپنی ماں سے عرض کیا کہ، جب میری روح بدن سے نکل جائے تو میری گردن میں ایک سخت رسی باندھ کر گھر کے صحن میں منہ کے بل گھسیٹیو اور یہ اعلان کرنا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے اور میری لحد گھر ہی میں بنا دینا تاکہ جس طرح مجھ سے زندہ لوگ زندگی میں تکلیف اٹھاتے تھے مرنے کے بعد مجھ سے گزند نہ اٹھائیں۔

چنانچہ جب اس کی روح پرواز کر گئی تو ماں نے وصیت کے مطابق گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ دفعتاً ایک آواز سنائی دی کہ، اے عورت! خدا کے ولی کے ساتھ نرمی اور تلطف کا برتاؤ کر! یہ سن کر اس عورت نے میت کے گلے سے رسی نکالی اور گھر ہی میں اس کو دفن کر دیا، اچانک صبح کو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، عورت نے اندر سے دریافت کیا کون ہے؟ جواب ملا کہ حسن! فرمانے لگے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ رب العزت فرماتا ہے کہ اے حسن! تو میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید کرتا ہے، اور میرے بندے کے منہ پر توبہ کا دروازہ بند کرنا چاہتا ہے، مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! میں نے اس کو بخش دیا اور جنت کی پائیدار نعمتوں میں داخل کر دیا۔ (خیر المونس)

ایک گستاخ کی مدعی ولایت

حضرت مخدوم جہانیاں گست کے زمانے میں ایک مرتبہ ایک شخص شہر اُچہ میں وارد ہوا اس نے دعویٰ کیا کہ وہ ولی اللہ ہے چنانچہ وہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کا مرجع بن گیا حضرت مخدومؒ ایک دن اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے پہلو میں جا کر

بیٹھ گئے اس نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے سیّد ابھی اللہ تعالیٰ میرے پاس سے گیا ہے حضرت مخدومؒ یہ سن کر جلال میں آ گئے اور فرمایا اے ملعون تو کافر ہو گیا ہے پھر سے کلمہ پڑھ کر تجدید اسلام کر یہ فرما کر آپ قاضی شہر کے پاس چلے گئے اور اس سے فرمایا کہ ناہنجار کو بلا کر باز پرس کرو اگر توبہ کر لے تو معاف کر دو ورنہ قتل کا مستحق ہے جبکہ شہر کا حاکم اعلیٰ بھی اس شخص کا معتقد ہو گیا تھا قاضی نے اس کا سزا دینے میں تامل کیا حضرت مخدوم نے حاکم کو پیغام بھیجا کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور لوگوں میں کفر پھیلا رہا ہے اگر تم نے اس کو سزا نہ دلائی تو میں بادشاہ کے پاس شکایت کروں گا اس پر حاکم نے اس کو شہر بدر کر دیا۔

سرکاری خرچ پر حج

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت جہانیاںؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں لیکن استطاعت نہیں ہے آپ بادشاہ کو لکھیں کہ وہ سرکاری خزانہ سے مجھے زادراہ عنایت فرمائے آپ نے یہ سن کر محرورں سے فرمایا کہ بادشاہ کو لکھ دو کہ اس شخص کو زادراہ عنایت کیا جائے لیکن میں نے فقہ میں دیکھا ہے کہ جو شخص بادشاہ سے خرچ لے کر حج کو جاتا ہے اس کا حج قبول نہیں ہوتا۔

احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دفعہ ایک شخص سیّد مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت میں آئے اور اپنے کفن کے لئے کپڑے کا سوال کیا اس وقت آپ کے پاس نہ کوئی کپڑا تھا اور نہ روپیہ خادم خاص سے فرمایا کہ سردی کا موسم گزر چکا ہے میرے جاڑے کے بستر سے روئی نکال کر کپڑا ان صاحب کو دے دو اور روئی بیچ کر جو کچھ ملے ان کو درویشوں میں تقسیم کر دو یہ کہہ کر نماز کی نیت باندھ لی خادم خاص نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور ساتھ ہی کہا حضرت مخدوم جہانیاں سائلوں پر کس قدر شفقت فرماتے ہیں پھر اس نے یہ آیت پڑھی۔

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلّاَ رحمَۃَ لِلّعٰاَ لَمِینَ

حضرت مخدوم نے یہ آیت سنی تو نماز توڑ دی اور خادم خاص پر تیز نظر ڈال کر فرمایا یہ آیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے کسی دوسرے کے لئے نہیں ہوسکتی۔

قبر کی خوشبو

حضرت مغیرہ بن حبیبؒ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کی قبر کے پاس سے جب گزرتا تو ایک عجیب قسم کی خوشبو محسوس کیا کرتا تھا۔ایک دن حسن اتفاق سے خود وہی بزرگ خواب میں نظر آگئے تو میں نے ان ہی سے اس کی حقیقت دریافت کرلی۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ خوشبو تلاوت قرآن اور روزے کی پیاس کی ہے۔ (کتاب القبور)

وقت کی قدر شناسی

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت والد صاحبؒ کو وقت کی قدر و قیمت کا بڑا احساس تھا اور حضرت والد صاحبؒ اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھتے تھے،اور حتیٰ الامکان کوئی لحہ فضول جانے نہیں دیتے تھے حضرت والد صاحبؒ کے لئے سب سے زیادہ تکلیف کی بات یہ تھی کہ وقت کا کوئی حصہ ضائع چلا جائے حضرت والد صاحبؒ سنت کے مطابق گھر والوں کے ساتھ ضروری،اور بسا اوقات تفریحی گفتگو کے لئے بھی وقت نکالتے تھے،لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپکے دل میں کوئی الارم لگا ہوا ہے جو ایک مخصوص حد تک پہنچنے کے بعد آپ کو کسی اور کام کی طرف متوجہ کردیتا ہے،چنانچہ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے کام میں مشغول ہوجاتے،سفر ہو یا حضر،حضرت والد صاحبؒ کا قلم چلتا ہی رہتا تھا،ریل گاڑی میں تو آپ ایسی روانی سے لکھتے تھے جیسے ہموار زمین پر بیٹھے ہوں،اور تحریر میں کوئی خاص بگاڑ بھی عموماً پیدا نہیں ہوتا تھا،حد یہ کہ احقر نے حضرت

والد صاحبؒ کو موٹر کار، بلکہ موٹر رکشہ تک میں بیٹھ کر لکھتے دیکھا ہے، حالانکہ کار اور رکشہ کے جھٹکوں میں لکھنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، مگر حضرت والد صاحبؒ ہلکے پھلکے خطوط اس میں بھی لکھتے تھے، یہاں تحریر کے طرز میں کچھ تبدیلی پیدا ہوتی، لیکن خط پھر بھی آسانی سے پڑھ لیا جاتا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ وقت کی وسعت کے لحاظ سے مختلف کاموں کی ایک ترتیب ہمیشہ ذہن میں رکھتے، اور جتنا وقت ملتا اس کے لحاظ سے وہ کام کر لیتے جو اتنے وقت میں ممکن ہو، مثلاً اگر گھر میں آنے آنے کے بعد کھانے کے انتظار میں چند منٹ مل گئے تو ان میں ایک خط لکھ لیا، یا کسی سے فون پر کوئی مختصر بات کرنی ہو تو وہ کر لی گھر کی کوئی چیز بے ترتیب یا بے جگہ ہے تو اسے صحیح جگہ رکھ دیا، کوئی مختصر سی چیز مرمت طلب پڑی ہے، تو اپنے ہاتھ سے اس کی مرمت کر لی، غرض جہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو طویل کاموں کے درمیان کوئی مختصر وقفہ ملا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے پہلے سے سوچے ہوئے مختلف کاموں میں سے کوئی کام انجام دے لیا۔

ایک روز لوگوں کو وقت کی قدر پہچاننے کے لئے نصیحت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ہے تو بظاہر نا قابل ذکر سی بات، لیکن تمہیں نصیحت دلانے کے لئے کہتا ہوں کہ مجھے بے کار وقت گزارنا انتہائی شاق معلوم ہوتا ہے، انتہا یہ کہ جب میں قضاء حاجت کے لئے بیت الخلا میں جاتا ہوں تو وہاں بھی خالی وقت گزارنا مشکل ہوتا ہے، چنانچہ جتنی دیر بیٹھنا ہوتا ہے، اتنے اور کوئی کام تو ہو نہیں سکتا، اگر لوٹا میلا کچیلا ہوا تو اسے دھو لیتا ہوں۔، وہ اسی طرح زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں زاویہ نظر درست فرما کر انہیں عبادت بنا دینے کی فکر میں رہتے تھے۔

موجودہ دور کا ایک عبرت آموز واقعہ

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، یہ دور ایسا آگیا ہے کہ اس میں انسانیت کی

قدریں بدل گئیں ہیں۔انسان انسان نہ رہا۔ایک وقت وہ تھا کہ اگر کسی انسان کو چلتے ہوئے ٹھوکر بھی لگ جاتی اور وہ گر پڑتا تو دوسرا انسان اس کو اٹھانے کے لئے اور کھڑا کرنے کے لئے اور سہارا دینے کے لئے آگے بڑھتا۔اگر سڑک پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہر انسان آگے بڑھ کر اس کی مدد کرنے کی کوشش کرتا تھا۔لیکن آج ہمارے اس دور میں جو صورت ہو چکی ہے،اس کو میں اپنے سامنے ہونے والے ایک واقعہ کے ذریعے بیان کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک گاڑی ایک شخص کو ٹکر مارتے ہوئے چلی گئی،اب وہ شخص ٹکر کھا کر چاروں شانے چت سڑک پر گر گیا،اس واقعہ کے بعد کم از کم بیس،پچیس گاڑیاں وہاں سے گزر گئیں۔ہر گاڑی والا جھانک کر اس گرے ہوئے شخص کو دیکھتا۔اور آگے روانہ ہو جاتا۔کسی اللہ کے بندے کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ گاڑی سے اتر کر اس کی مدد کرتا،اس کے باوجود آج کے لوگوں کو اپنے بارے میں مہذب اور شائستہ ہونے کا دعویٰ ہے،اسلام تو بہت آگے کی چیز ہے لیکن ایسے موقع پر ایک انسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک آدمی اتر کر دیکھ تو لے کہ اس کو کیا تکلیف پہنچی ہے۔اور اس کی جتنی مدد کر سکتا ہے کر دے۔حضور اقدس ﷺ نے اس حدیث میں فرما دیا کہ ایک مسلمان یہ کام نہیں کر سکتا کہ وہ دوسرے مسلمان کو اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ کر چلا جائے۔بلکہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اگر وہ دوسرے مسلمان کو کسی مصیبت میں گرفتار پائے یا کسی پریشانی یا مشکل میں دیکھے تو حتی الامکان اس کی پریشانی اور مصیبت کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

حضور اقدس ﷺ کا زندگی بھر یہ معمول رہا کہ جب بھی کسی شخص کے بارے میں یہ معلوم ہوتا کہ اس کو فلاں چیز کی ضرورت ہے یا یہ مشکل میں گرفتار ہے تو آپ بے چین ہو جاتے۔اور جب تک اپنی استطاعت کے مطابق اس کی مدد کی کوشش نہ فرما لیتے،آپ کو چین نہ آتا تھا،صرف صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار سے معاہدہ کر لیا۔اور اس معاہدہ کے نتیجے میں آپ ان مسلمانوں کی

مدد نہ کرنے پر اور ان کو واپس کرنے پر مجبور تھے جو مسلمان مکہ مکرمہ سے بھاگ کر مدینہ آجاتے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں واپس کرنے پر مجبور ہوں، اس واقعہ کے علاوہ شاید ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے کسی مسلمان کو مشکل اور تکلیف میں دیکھ کر اس کی مدد نہ فرمائی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (بحوالہ از اصلاحی خطبات جلد ۸)

عمر بن عبدالعزیزؒ کا اعزاز

ابو نعیم نے لیث بن سعیدؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک شامی مسلمان کسی لڑائی میں شہید ہو گیا تھا مگر وہ ہر جمعہ کی رات میں اپنے والد سے دنیا میں حاضر ہو کر ملاقات اور بات چیت کیا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک جمع خالی گیا، دوسرے جمع کو جب وہ پھر آیا تو باپ نے گزشتہ جمع کو نہ آنے کی شکایت کرتے ہوئے نہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا ''اس جمع کو خدا نے تمام شہیدوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ملاقات کا حکم دے دیا تھا۔ اور ہم سب وہاں چلے گئے تھے۔ اس وجہ سے آپ کے پاس حاضر نہ ہو سکا''۔

(مکارم الاخلاق)

معاشی تنگی کے باوجود علم کا شوق

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا، مگر ان کے والد نہایت غریب آدمی تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پڑھنے کے بجائے کمانے میں وہ ان کا ہاتھ بٹائیں۔ چنانچہ ایک دن یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں شریک تھے کہ ان کے والد پہنچے اور زبردستی ان کو اٹھا کر گھر لے گئے اور سمجھایا کہ ابو حنیفہ کھاتے پیتے آدمی ہیں، تم ان کی ریس کیوں کرتے ہو؟ چنانچہ والد کے حکم کی تعمیل میں کئی روز وہ امام صاحب کی مجلس میں نہیں گئے تو امام صاحب نے دریافت کیا، امام یوسف کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو وہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب نے آتے ہیں پوچھا کہ اتنے

دن سے درس میں کیوں نہیں آئے؟ بولے "الشغل بالمعاش وطاعة والدی" (روزی کمانے کی مشغولیت اور والد کی اطاعت رکاوٹ بنی رہی) یہ کہہ کر مجلس درس میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھنا چاہا تو امام صاحب نے روکا۔ جب مجلس برخاست ہوگئی تو امام صاحب نے چپکے سے اُن کو ایک تھیلی دی اور فرمایا کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرو۔ ختم ہو جائے تو پھر کہنا۔ گھر پہنچ کر تھیلی کھولی تو سو (۱۰۰) درہم تھے۔ اس کے بعد وہ برابر درس میں شریک ہونے لگے۔ اس طرح جب رقم ختم ہو جاتی تو ان کو امام صاحب کی طرف سے کچھ رقم مل جاتی۔ (مناقب موفق: ج۲)

یہ تھا ہمارے بزرگوں کا رویہ۔ شاگرد کی حالت کمزور دیکھی تو وہ ان کی مالی مدد بھی کرتے تھے۔ کتنے اچھے ذہین طالب علم محض اس لئے تعلیم سے محروم ہو جاتے ہیں کہ ان کی معاشی حالت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ کاش! یہ احساس ہماری ملت کے مالدار طبقہ میں عام ہو جائے اور ہم بھی اسی طرح ایسے طالب علموں کی مالی مدد کریں اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے سرخرو ہوں۔

تقویٰ اور خوف آخرت

امام ابو یوسفؒ نہایت پاک دامن، اور عفت مآب تھے۔ نہ کبھی کسی حرام فعل کے مرتکب ہوئے اور نہ حرام پیسہ کھایا۔ فرماتے تھے، بارِ الٰہا! تو جانتا ہے کہ جب دو آدمی میرے پاس کوئی معاملہ لائے تو میں نے کبھی کوئی جانبداری نہیں کی، اور نہ میری یہ کبھی خواہش ہوئی کہ فلاں کے حق میں فیصلہ ہو، خواہ وہ خلیفۂ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ بارالٰہا! اس کے بدلے تو مجھے معاف کر دے۔

علی بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں ایک بار ایسے وقت امام ابو یوسفؒ کے پاس آیا کہ مجھے گمان تھا کہ وہ آرام گاہ میں ہوں گے، اور ملاقات نہ ہو سکے گی۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ، دیکھو اس کمرے کے چاروں طرف یہ الماریاں ہیں، ان میں کتابیں اور کاغذات کے بہت سے پوٹ رکھے ہوئے ہیں، یہ تمام میرے فیصلوں کی نظریں ہیں۔

قیامت کے دن جب مجھ سے باز پرس ہوگی کہ تم نے فیصلے کس طرح کیے؟ تو خدا کے حضور اس کے جواب میں یہی پیش کردوں گا۔ (مناقب موفق: ج ۲)

خدا کی خوشنودی میں چھوڑی ہوئی چیز

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی اتباع تابعین میں علم وفضل، سیرت واخلاق اور زہد و تقویٰ میں بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے ورع وتقویٰ کا حال یہ تھا کہ اگر ان کو کسی چیز میں حرام ہونے کا شبہ ہوجاتا تھا تو اس کو اپنے استعمال میں نہیں لاتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو چیز تم خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے چھوڑ دو گے خدا تعالیٰ اس کو تمہارے پاس ضرور واپس کردیگا۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ، میں نے اور میرے بھائی نے مشترکہ تجارت کی جس میں کافی نفع ہوا، مگر جب نفع تقسیم ہونے لگا تو اس مال میں کچھ شبہ ہوا۔ میں اپنے حصہ سے دستبردار ہوگیا۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ میری زندگی میں وہ تمام دولت پھر میرے اور میرے لڑکوں کے پاس آگئی۔ وہ اس طرح کہ میرے بھائی نے اپنی تین لڑکیوں کی شادی میرے تین لڑکوں سے کردی تھی، اور میں نے اپنی لڑکی کی شادی ان کے لڑکے سے کردی۔ اتفاق سے کچھ دن بعد بھائی کا انتقال ہوگیا اور اس کے سارے مال کے وارث میرے والد اور مرحوم بھائی کی لڑکیاں جو میرے لڑکوں سے منسوب تھیں، ہوئیں۔ اس کے بعد والد کا بھی انتقال ہوگیا، اور وہ کل دولت میرے گھر آگئی۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج ۴)

فائدہ کے حصول میں حد درجہ احتیاط

ایک مرتبہ حضرت ابن مہدیؒ نے کسی زمین کے بیچنے کا ارادہ کیا۔ ڈھائی سو دینار فی جریب پر معاملہ طے ہوگیا۔ دلال جس کے ذریعہ غالباً یہ معاملہ طے ہوا تھا اس نے آپ سے کہا کہ خریدار نے اس زمین کو ویران اور غیر آباد سمجھ کر اتنی قیمت لگائی ہے۔ اگر میں اور آپ کا غلام دونوں مل کر اس زمین میں کھاد وغیرہ ڈال کر اس کو آباد کردیں تو اس زمین کی قیمت فی جریب پچاس دینار زیادہ ہوجائے گی۔ اس طرح پوری زمین میں آپ کو چار

ہزار دینار مزید مل جائیں گے۔ گو ایسا کرنا غلط نہیں تھا، اس لئے کہ اس نے ابھی قیمت ادا نہیں کی تھی، مگر پھر بھی انہوں نے محض تھوڑے سے فائدہ کے لئے وعدہ کرنے کے بعد اس کو مایوس کرنا ایک طرح کی بدمعاملگی اور بداخلاقی سمجھی۔ اس لئے دلال کی گفتگو سے بہت ناراض ہوئے، اور بولے کہ تم چار ہزار دینار کا لالچ دیتے ہو! میں اس چار ہزار سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں ہرگز اس معاملہ سے باز نہیں رہ سکتا خواہ چار ہزار کے بجائے ایک لاکھ دینار کا فائدہ کیوں نہ ہو۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج ۴)

قرآن کا اثر اور خوف آخرت

حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کے لحاظ سے ممتاز تبع تابعین میں تھے۔ اُن کے متعلق ان کے زمانہ کے علماء نے فرمایا ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری میں اسلام کی زندہ تصویر تھے۔ ان کی ہر ادا سے خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ محض قرآن کی تلاوت نہ کرتے بلکہ جوں جوں پڑھتے جاتے اثر پذیر ہوتے جاتے۔ بسا اوقات قرآن کی زبان سے آخرت کا تذکرہ سن کر وہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔

ممتاز محدث علی بن المدینیؒ کا بیان ہے کہ ایک بار ہم لوگ ان کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حاضرین میں سے کسی سے فرمایا کہ قرآن پاک کا کوئی حصہ سناؤ، اس نے سورۂ دخان کی تلاوت شروع کی۔ جوں جوں وہ پڑھتا جاتا تھا ان پر رقت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ جب وہ اس آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''فیصلہ کے دن سب لوگ حاضر ہوں گے۔'' پر پہنچا تو ان پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر سارا خاندان، گھر کے بچے اور عورتیں رو پڑیں۔ کچھ دیر کے بعد جب ان کی کیفیت دور ہوئی تو ان کی زبان پر یہی آیت تھی۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج ۳)

حصول ثواب کا عشق

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ زمرۂ تبع تابعین میں ممتاز محدث ہیں، تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ حصول ثواب کا انہیں عشق تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر

مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ خدا کی نافرمانی ہوگی تو میں یہ تمنا کرتا کہ اس شہر کا ہر حصہ میری غیبت کرے۔ بھلا اس نیکی سے عمدہ کون سے نیکی ہوسکتی ہے جس کو اس نے نہ تو کیا ہو اور نہ اسے اس کا علم ہو۔ مگر قیامت کے دن محاسبہ ہو تو ان کے صحیفہ اعمال میں وہ نیکی موجود ہو۔ (صفوۃ الصفوۃ)

یہ اشارہ اس حدیث نبوی ﷺ کی طرف ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جب کسی بندہ کی ناحق برائی کی جاتی ہے تو ہر برائی کی بدلہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

قطع رحمی کا ایک عبرتناک واقعہ

فقیہ ؒ اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن سلمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مکہ میں خراسان کا ایک آدمی رہتا تھا۔ بڑا نیک آدمی تھا لوگ اس کے پاس امانتیں رکھا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے اس کے پاس دس ہزار دینار امانت رکھے اور خود سفر پر چلا گیا۔ واپس آیا تو خراسانی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے اہل وعیال سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس شخص نے مکہ کے تمام فقہا سے جو کہ ان دنوں وہاں بکثرت موجود تھے سوال کیا میں نے فلاں شخص کے پاس دس ہزار دینار ودیعت رکھے تھے وہ فوت ہو گیا ہے میں نے اس کے اہل وعیال سے پوچھا تو لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایئے میرے لئے کیا حکم ہے۔ فقہا مکہ نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ خراسانی جنتی ہوگا۔ لہٰذا رات کا تہائی یا نصف گزرنے پر چاہِ زمزم پر پہنچو اور اس میں جھانک کر آواز دو کہ اے فلاں بن فلاں میں امانت کا مالک حاضر ہوا۔ اس نے یہ عمل تین رات کیا۔ مگر اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ یہ ان حضرات کے پاس واپس پہنچا اور اپنا قصہ سنایا۔ انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا ہمیں خطرہ ہو گیا ہے کہ کہیں تیرا ساتھی اہل دوزخ میں سے نہ ہو۔ لہٰذا تو یمن میں جاؤ وہاں پر ایک وادی برہوت نامی ہے جس میں ایک کنواں ہے۔ تو اس میں ایک تہائی یا نصف رات گزرنے پر جھانک کر وہی آواز

لگا کہ اے فلاں بن فلاں میں امانت والا شخص حاضر ہوں۔ اس نے ایسا ہی کیا، وہ پہلی ہی آواز پر بول اٹھا تو یہ اس سے کہنے لگا تجھے افسوس ہو تو یہاں کیسے پہنچا تو تو بڑا صاحب خیر اور نیک آدمی تھا۔ کہنے لگا کہ میرے کنبے کے لوگ خراسان میں تھے۔ میں نے ان سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ موت آ گئی تو اب اسی وجہ سے پکڑا گیا ہوں اور یہاں تک پہنچا ہوں۔ البتہ تیرا مال بعینہ محفوظ ہے۔ میں نے اس پر اپنے لڑکے کو بھی امین نہیں سمجھا اور اسے گھر میں دفن کر رکھا ہے۔ میرے لڑکے کو کہو کہ وہ تجھے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دے۔ تو خود اندر جا کر جگہ کھود اور مال نکال لے۔ یہ شخص واپس آیا اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنا مال حاصل کر لیا۔

فائدہ:۔ فقیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے قرابت داروں کے پاس رہتا ہو۔ تو لازم ہے کہ ان کو ہدیہ وغیرہ بھیجا کرے اور ملاقات کے لئے جایا کرے۔ مال دینے کی ہمت نہ ہو تو ملاقات ضرور رکھے، اور ضرورت پڑے تو کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹائے۔ اگر دور رہتا ہو تو خط و کتابت کے ذریعہ تعلقات قائم رکھے اور سفر کر کے جا سکے تو بہت ہی اچھا ہے۔

رسول اکرم ﷺ اور خدمت خلق کے واقعات

ایک مرتبہ ایک بوڑھی خاتون مکہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی۔ اس نے اپنے سر پر ایک بھاری گٹھڑی اٹھا رکھی تھی۔ بے چاری اس گٹھڑی کے وزن سے اس طرح دب گئی تھی کہ بمشکل قدم اٹھا سکتی تھی۔ لوگ اس کا تمسخر اڑانے لگے۔ اتفاق سے حضور ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا آپ ﷺ نے اس خاتون کی یہ حالت دیکھی تو آگے بڑھ کر اس کا بوجھ خود اٹھا لیا اور جس جگہ اس نے جانا تھا اسے ساتھ لے کر وہاں چھوڑ آئے۔

❁❁❁❁❁❁

مدینہ منورہ میں ایک مخبوط الحواس لونڈی تھی ایک دن رسول اکرم ﷺ کے پاس

آئی اور آپ کا دست مبارک پکڑ لیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: بی بی مدینہ میں جہاں بھی تجھے کوئی کام میں کر دوں گا۔ پھر آپ اس کے ساتھ مدینہ کی ایک گلی میں تشریف لے گئے۔ وہ اس گلی میں بیٹھ گئی۔ آپ بھی وہیں رک گئے اور اس کا جو کام تھا، وہ کر دیا۔

❁❁❁❁❁❁

ہجرت نبویؐ سے پہلے کا ذکر ہے کہ مکہ میں ایک دن ایک یتیم لڑکا روتا ہوا حضور ﷺ کے پاس آیا اور فرمایا کے میرے باپ کے مرنے کے بعد ابو جہل نے اس کے چھوڑے ہوئے سارے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھے اس میں سے کچھ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ میں قریش کے دوسرے سرداروں کے پاس فریاد لے کر گیا لیکن انہوں نے میری کوئی مدد نہیں کی۔ اب آپ کے پاس آیا ہوں، آپ میرا حصہ ابو جہل سے دلوا دیں۔ ابو جہل آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا لیکن آپ ﷺ یتیم لڑکے کو ساتھ لے کر فوراً ابو جہل کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ:

''اس بچے کا حق اسے دیدو'' اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسی ہیبت طاری کی کہ اس نے اسی وقت لڑکے کا مال لا کر اس کو دے دیا۔،،

(سیرت سرور عالم ج ۲ بحوالہ اعلام النبوۃ)

معاملات کی خفیہ تحقیقات

حضرت امام ابو یوسفؒ خلفائے عباسیہ میں تین خلفاء کے دور میں قاضی کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ایک مرتبہ ایک باغ کے معاملہ میں خلیفہ ہادی اور کسی عام آدمی میں اختلاف ہو گیا۔ ہادی نے حکم دیا کہ معاملہ قاضی کے روبرو پیش کیا جائے۔ امام ابو یوسفؒ کے سامنے ایسی شہادتیں گزریں جن سے باغ ہادی کا ثابت ہوتا تھا۔ لیکن امام صاحب نے انہیں شہادتوں پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ خفیہ طور پر تحقیقات کی، جس سے معلوم ہوا کہ باغ خلیفہ کے مخالف فریق کا ہی ہے۔ جس کے خلاف عدالت میں شہادتیں گزر رہی تھیں۔

قاضی صاحب نے مقدمہ تو اس وقت ملتوی کر دیا۔ ہادی سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا کہ مقدمہ میں آپ نے کیا فیصلہ کیا؟ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ، شہادتیں تو آپکے موافق ہی گزریں ہیں، مگر مدعا علیہ کی طرف سے یہ مطالبہ ہوا کہ ہے کہ مدعی (خلیفہ) سے حلف لے لی جائے۔ ہادی نے پوچھا، تو آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا آپ مدعی کا حلف صحیح سمجھتے ہیں؟ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ، قاضی ابن ابی لیلیٰؒ (اپنے وقت کے ایک امام) کی تو یہی رائے ہے۔ اس کے بعد ہادی نے کہا کہ، اچھا باغ مدعا علیہ کے حوالے کر دیجئے۔ (مناقب موفق: ج۲،)

تلامذہ کے ساتھ حسن سلوک

تلامذہ کے ساتھ حسن سلوک صرف درس وتدریس اور وقت کی قربانی ہی تک محدود نہیں تھا، بلکہ روپیہ پیسہ کے بارے میں ان کا یہ وصف اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ اسد بن فراتؒ کا خرچ چک گیا۔ انہوں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ ایک دن امام محمدؒ نے دیکھا کہ وہ پنسرے سے پانی پی رہے ہیں۔ انہوں نے وجہ دریافت کی۔ اسد نے صرف اتنا کہا کہ میں مسافر آدمی ہوں۔ امام محمدؒ سمجھ گئے اور چپکے ہو رہے، اور رات کے وقت خادم کے ذریعہ ان کے پاس اسی (۸۰) دینار بھجوا دیئے۔

(معالم الایمان: ج ۲)

ناجی فرقہ

اسمٰعیل بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے مشہور محدث حافظ ابو عبداللہ حاکمؒ کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ "آپ کے نزدیک اسلام کے تمام فرقوں میں نجات کے قریب کون ہے؟" تو انہوں نے جواب دیا "اہل سنت وجماعت"۔ (ابن عساکر)

ظالموں کا دنیا میں دردناک انجام

اخبارات کے مطالعہ سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ ہماری قوم کی اخلاقی حالت اس

وقت کیسی ہے۔آپ کسی بھی دن کا اخبار اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو اس میں ظلم وستم کی نا قابلِ یقین داستانیں ملیں گی۔کہیں بھائی، بھائی کی جائیداد پر قابض ہو جاتا ہے، کہیں شوہر بیوی کو زندہ جلا دیتا ہے، کہیں سگے چچا یتیم بھتیجوں کی زمین پر قابض ہو کر انہیں دربدر کی ٹھوکروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔کہیں بے گناہ قیدی برسوں جیل میں گلتا سڑتا رہتا ہے، کہیں کوئی سرمایہ دار غریب مزدور کا حق دبا لیتا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہر طرف ظلم ہی ظلم ہے۔گھروں میں ظلم، بازاروں میں ظلم، کارخانوں میں ظلم، حکومت کے ایوانوں میں ظلم، ہر جگہ ظلم ہی ظلم ہے۔حالانکہ ظلم ایسا ناسور ہے جو معاشروں کو، خاندانوں کو، حکومتوں کو اور ملکوں اور تہذیبوں کو لے ڈوبتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ایک مشہور قول ہے کہ کوئی ملک کفر وشرک کے ساتھ تو قائم رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ گناہوں کی اصل سزا تو ظاہر ہے آخرت ہی میں ملے گی لیکن ظلم ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کا برا انجام بسا اوقات انسان اپنی آنکھوں سے اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔

دنیا میں جتنے مشہور ظالم گزرے ہیں ان میں سے ایک ایک کی ہسٹری پڑھئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کسی کا انجام اچھا نہیں ہوا۔ہم چند ظالموں کا انجام بطورِ عبرت کے یہاں نقل کرتے ہیں۔

آپ دنیا کے پہلے ظالم قابیل کے حالات پڑھئے جس نے اپنے نیک اور پارسا بھائی ہابیل کے خون سے ہاتھ رنگے تھے، قتل کے بعد اسے ایک پل سکون نصیب نہ ہوا۔اس کے دل میں ندامت کی آگ جلتی رہی اور اس کے قلبی سکون کو غارت کرتی رہی۔عظیم والد...... وہ والد جو دنیائے انسانیت کے پہلے پیغمبر تھے وہ الگ ناراض ہوئے، بھائی بہنوں کی نفرت اس پر مستزاد! اور ذہنی وقلبی سکون کی بربادی اس کے علاوہ۔

بھائی کو قتل کرنے بعد اب اس کے سامنے مسئلہ یہ تھا کہ اس کی لاش کو کیسے ٹھانے لگاؤں، اللہ تعالیٰ چاہتا تو تدفین کا طریقہ اس کے دل میں القاء کر سکتا تھا، اسے عقل کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آسکتی تھی مگر اسے اس کی کمینگی اور بے عقلی کا احساس دلانے کے لئے ایسے حیوان کو اس کا رہنما بنایا گیا جو عیاری و مکاری اور کمینگی اور دنائت میں ضرب المثل ہے اور قابیل نے بڑی حسرت اور تأسف کے ساتھ کہا تھا۔ ''ہائے افسوس! کیا میں ایسا گزرا ہو گیا کہ اس کوے جیسا بھی نہ بن سکا''۔

اکرام مہمان

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی ملاقات کے لئے ہر روز بیسیوں آدمی آتے لیکن آپ کسی کو بغیر کھلائے پلائے نہ جانے دیتے فرماتے تھے کہ جو شخص کسی زندہ آدمی کی ملاقات کو آئے اور اس کے یہاں کوئی چیز نہ چکھے تو گویا اس نے کسی مردے کی زیارت کی جب کوئی مہمان آپ کے یہاں مقیم رہتا نہ صرف اس کے کھانے پینے کا سامان مہیا کرتے تھے بلکہ نقد وظیفہ بھی دیتے تھے اور اس کے رہنے کے لئے علیحدہ حجرہ کا انتظام بھی کر دیتے تھے۔ (مشاہیرِ اسلام)

اہل حق کل کی فکر نہیں کرتے

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ایک دن محمد بن واسعؒ نے مجھ سے کہا کہ کیا تم آج میرے ساتھ ایک مردِ خدا کی زیارت کو چلو گے۔ میں نے کہا ہاں یہ سن کر محمد بن واسعؒ گھر کے اندر گئے اور روٹی کے چند ٹکڑے ہاتھ میں لے کر آئے۔ پھر ہم بصرہ سے باہر نکلے اور ان بزرگ کی قیام گاہ پر پہنچے جو آبادی سے دور واقع تھی ہم مکان کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ ہم کو اندر سے چند لڑکیوں کی آواز سنائی دی جو اپنی بدحالی اور فقر و فاقہ کا شکوہ کر رہی تھیں اور وہ بزرگ ان سے فرما رہے تھے بچیوں جس ذات پاک نے تم کو پیدا کیا ہے تمہارے منہ کو کھولا۔ تمہارے دانت بنائے ہیں اور تمہارے پیٹ

بنائے ہیں اس کو تمہاری روزی کا خیال بھی ہے. ہم نے باہر سے آواز دی. شیخ نے پوچھا کون ہے ہم نے اپنے نام بتائے تو شیخ فوراً باہر تشریف لائے اور علیک سلیک کے بعد پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی محمد بن واسعؒ نے کہا۔ روٹی کے چند ٹکڑے آپ کی بچیوں کے لئے لائے ہیں۔ شیخ نے فرمایا. لاؤ بڑے اچھے موقع پر آئے ہو اس کے بعد ہم مکان کے اندر داخل ہوئے اور بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر پھر کسی نے دستک دی شیخ نے پوچھا کون ہے جوب ملا مالک بن دینارؒ شیخ اٹھ کر باہر گئے اور پوچھا آپ نے کیسے تکلیف فرمائی مالک بن دینار نے کہا آپ کی بچیوں کے لئے دو درہم لایا ہوں، شیخ نے فرمایا محمد بن واسعؒ آپ سے پہلے پہنچ گئے اور بچیوں کے لئے اس قدر روٹی لے آئے جو آج دن بھر کے لئے ان کو کافی ہوگی۔ مالک بن دینار نے کہا یہ درہم بھی رکھ لیجئے کل آپ کے کام آئیں گے شیخ نے فرمایا مالک بن دینار کیا آپ مجھے کل کی فکر میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں خدا کی قسم مجھ کو کل کے مطلق خوف واندیشہ نہیں ہے میں یہ درہم ہرگز نہیں لوں گا۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ شیخ کا جواب سن کر میں نے محمد بن واسع سے کہا کہ ذرا ان بزرگ کے گھر کی بدحالی دیکھو اور ان کی استقامت کو دیکھو محمد بن واسعؒ نہ کہا بے شک یہ بزرگ فضلاء زمانہ میں سے ہیں میں نے پوچھا کیا یہ زاہدوں میں نہیں کہا ہاں زاہدوں میں بھی ہیں میں نے پوچھا اور عبادت گزاروں میں سے؟ کہا عبادت گزاروں میں سے بھی مختصر یہ کہ میں طریقت کے مختلف درجوں کا نام لیتا رہا اور ابن واسعؒ ان کی تصدیق کرتے رہے اور آخر میں فرمایا یہ بزرگ فقرائے سابقین میں سے بھی ہیں۔ (مشاہیرِ اسلام)

نماز میں استغراق کی انتہاء

حضرت شیخ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک ایسا موذی پھوڑا نکل آیا کہ

ہاتھ کاٹ دینے کے سوا اس کا کوئی علاج نہ تھا جراحوں نے کہا ہاتھ کٹوا دیجئے آپ اس پر رضامند نہ ہوئے آپ کے مریدوں نے جراح سے کہا کہ شیخ جب نماز میں مشغول ہوں تو تم ہاتھ کاٹ لینا چنانچہ جراح نے نماز کی حالت میں ہاتھ کاٹ لیا اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔

دولتمند سے مقابلے کا عجیب طریقہ

حضرت سمنونؒ روزانہ پانچ سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے ایک دفعہ بغداد میں ایک دولت مند آدمی نے چالیس ہزار درہم مسکینوں اور محتاجوں کو تقسیم کئے حضرت سمنونؒ نے یہ بات سنی تو فرمایا درہم تو ہمارے ہیں نہیں ہم یہی کریں کہ ہر درہم کے بدلے ایک رکعت نماز ہی پڑھ ڈالیں یہ کہہ کر وہ مدائن تشریف لے گئے اور وہاں چالیس ہزار رکعت نماز پڑھی۔ (مشاہیرِ اسلام)

قران بھولنے کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے، ایک نصرانی کا حسین لڑکا سامنے سے آیا تھا۔ ایک مرید نے پوچھا کہ ''اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے۔''

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ ''تو نے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے، عنقریب اس کا اثر تم کو معلوم ہوگا۔'' چنانچہ نتیجہ اس کا یہ ہو کہ وہ شخص قران بھول گیا. نعوذ باللہ ذالک.

آنکھ پھوٹ گئی

ایک بزرگ طواف کر رہے تھے۔ ان کی ایک ہی آنکھ تھی، دوسری نہ تھی وہ طواف کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے: ﴿اللھم انی اعوذبک من غضبک﴾ ''اے اللہ میں تیرے غصے سے پناہ چاہتا ہوں۔''

کسی نے پوچھا ''اس قدر کیوں ڈرتے ہو؟ کیا بات ہے؟'' کہا کہ ''میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا۔ غیب سے چپت لگی اور آنکھ پھوٹ گئی، اس لیے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے۔''

ایک گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص کی حکایت معلوم ہوئی جو بغداد میں رہتا تھا، اس کا نام صالح تھا۔ اس نے چالیس سال تک اذان دی تھی اور نیک نامی میں بہت مشہور تھا، ایک دن یہ اذان دینے کے لیے مینارے پر چڑھا تو مسجد کے ساتھ واقع عیسائیوں کے گھر میں اس کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑ گئی، اس کے حسن و جمال کے باعث یہ اس کے فتنے میں مبتلا ہو گیا۔ اذان دے کر اس کے دروازے پر پہنچ گیا، دروازہ بجایا۔ لڑکی نے اندر سے پوچھا ''کون؟'' اس نے کہا ''صالح مؤذن'' نام سن کر لڑکی نے دروازہ کھول دیا۔ مؤذن نے فوراً اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ لڑکی نے حیرانگی سے پوچھا کہ ''تم مسلمان تو بڑے دیانتدار ہوتے ہو، پھر یہ خیانت کیسی؟'' مؤذن نے اپنا حال اس کے سامنے بیان کر دیا، لڑکی نے کہا کہ ''ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، ہاں اگر تم اپنا دین چھوڑ دو تو شاید یہ ممکن ہو جائے۔'' مؤذن بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً بولا (معاذ اللہ) ''میں اسلام سے بیزار ہوں اور اس سے بھی جو محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے'' یہ کہہ کر وہ لڑکی کے قریب ہوا، لڑکی نے کہا۔ یہ جو کچھ تم نے کہا صرف اس لیے تھا کہ اپنا مقصد حاصل کر لو، ہو سکتا ہے کہ اپنا مطلب پورا کر کے تم دوبارہ اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ لہٰذا اب میری بھی کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ پہلے تم خنزیر کا گوشت کھاؤ۔'' مؤذن نے عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے کھا لیا۔ لڑکی نے کہا کہ اب ''شراب بھی پیو'' اس نے پی لی۔

جب شراب نے اپنا اثر کیا تو آگے بڑھا۔ لڑکی نے جلدی سے ایک کمرے میں

داخل ہو کر اندر سے کنڈی لگالی اور اندر سے ہی بولی، ''اب تم چھت پر چڑھ جاؤ، حتیٰ کہ میرا باپ آجائے اور میرا نکاح کردے۔'' حسب ہدایت وہ نشے کی حالت میں چھت پر چڑھ گیا، جہاں سے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گر کر مر گیا، لڑکی نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ دیا، جب اس کا باپ آیا تو اس نے سارا قصہ سنایا۔ دونوں نے رات کے وقت اسے اٹھا کر گلی میں ڈال دیا۔ پھر اس کا قصہ مشہور ہو گیا اور لوگوں نے اسے اٹھا کر ایک گندگی کے ڈھیر میں پھینک دیا۔ (ذم الھوٰی)

یہ کالک مجھے کہاں سے لگی

ابو عمران بن علوان کہتے ہیں کہ میں کسی کام سے رجبہ بازار میں گیا تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا، میں شرکت کی نیت سے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا، نماز و دفن کے بعد میری نگاہ بلا ارادہ ایک حسین عورت کے چہرے پر پڑ گئی، میں نے آنکھیں بند کرلیں اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ ایک بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ ''آقا! مجھے کیا ہو گیا کہ میں آپ کا منہ کالا دیکھ رہی ہوں۔'' میں نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرا منہ کالا ہو چکا تھا، میں نے غور تفکر شروع کیا کہ یہ کالک مجھے کہاں سے لگی ہے، اچانک مجھے اپنی بغیر ارادہ کے کی گئی بدنگاہی یاد آ گئی تو میں نے خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور چالیس دن تک کی مہلت طلب کی، پھر مجھے خیال آیا کہ اپنے شیخ حضرت جنید بغدادیؒ کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں بغداد روانہ ہو گیا، جب میں نے آپ کے حجرہ مبارک کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے (بذریعہ کشف) فرمایا ''اے ابو عمرو! آجاؤ، گناہ تو رجبہ کے بازار میں کرتے ہو اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈنے بغداد میں آتے ہو۔''

(ذم الھوی لا ابن جوزی)

سچائی کا فائدہ

حجاج دو آدمیوں کو سزا دے رہا تھا، ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے حجاج ! مجھ کو سزا نہ دے، میرا ایک حق تیرے اوپر ہے، حجاج نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ کہا ایک شخص تم کو گالیاں دے رہا تھا میں نے اس کو روک دیا، کہا کوئی گواہ ہے؟ اس نے کہا میرا گواہ یہی اسیر ہے جو میرے برابر کھڑا ہے، اسیر نے کہا واقعی یہ ٹھیک کہتا ہے حجاج نے اس گواہ سے پوچھا تو نے اس شخص کو گالی دینے سے کیوں منع نہ کیا؟ اس نے کہا چونکہ میں تجھ کو دشمن رکھتا ہوں، اس وجہ سے خاموش رہا، حجاج نے باوجود اس قدر سنگدل وظالم ہونے کے ان کی سچائی پر ہر دو کو رہا کر دیا۔

حکم حاکم لایا ہے

مامون الرشید کے زمانہ میں کوئی شخص گناہ کر کے فرار ہو گیا، مجرم کے بھائی کو گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا، مامون نے حکم دیا کہ اپنے بھائی کو پیش کرے، ورنہ بھائی کے عوض میں اس کو قتل کر دیا جائے، اس شخص نے کہا۔ ''اے بادشاہ! اگر تیرا عامل مجھ کو مارنا چاہے اور تیرا حکم پہنچے کہ اس کو چھوڑ دو تو تیرا عامل اس کو چھوڑ دے گا کہ نہیں۔'' مامون نے کہا بے شک چھوڑ دے گا، اس نے کہا پس میں ایسے بادشاہ کا حکم لایا ہوں جس کی عنایت سے تو بادشاہ ہے، ماموں نے کہا کہ اسکی نشانی وثبوت کیا ہے؟ کہا نشان یہ ہے کہ اللہ کریم فرماتا ہے (ترجمہ آیت شریف) ''یعنی کوئی شخص کسی کا گناہ نہیں اٹھاتا ہے، کسی دوسرے کے گناہ میں گرفتار نہ کرو۔'' مامون نے اس سے متاثر ہو کر حکم دیا کہ اسے چھوڑ دیا جائے کہ حکم حاکم لایا ہے۔

ٹیڑھے ٹیڑھے اڑھ رہے تھے

ایک اللہ رسید بزرگ کی بیوی ان سے شکایت کیا کرتی تھی کہ دنیا تو خیر ہم پر تنگ

ہی تھی، لیکن بایں ہمہ زہد وریاضت اور شبانہ روز وردوعبادت بھی کوئی بزرگانہ کشف وکرامت بھی آپ سے ظہور میں نہ آئی، حالانکہ بزرگان اللہ رسیدہ کے متعلق تو ہم نے یہاں تک سنا ہے کہ وہ فضائے آسمانی مین بھی اپنی قوت روحانی سے پرواز کر سکتے ہیں، یہ سنتے ہی وہ بزرگ جنگل کو گئے اور وہاں سے جو اڑان لگائی تو اپنے ہی گھر سے کافی بلندی پر خاصی دیر تک پرواز کرے رہے، تاکہ بیوی صاحبہ کو میرے کشف وکرامت کے متعلق بھی عین الیقین حاصل ہو، کہ اس کی نظر میں میری کچھ وقعت ہوجائے، شام کو آپ جب فتح مندانہ جذبات کے ساتھ گھر پہنچے تو ان کے آتے ہی بیوی نے کہا کہ پہلے تو ہم سنا ہی کرتے تھے لیکن آج تو ہم نے اپنی آنکھوں سے ایک بزرگ کو فضائے آسمانی میں پرواز کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے، سبحان اللہ بزرگی ہو تو ایسی ہو، بزرگ نے حلفیہ بیان دیا کہ وہ ہوا میں اڑھنے والا آپ کا خادم ہی تو تھا، بیوی صاحبہ نے بے ساختہ کہا "ہاں ہاں جبھی تو ٹیڑھے ٹیڑھے اڑھ رہے تھے بھلا ایسی کج پروازی بھی کوئی بزرگی کا نشان ہوسکتا ہے۔

حقیقت ہے کہ خاوند خواہ کتنا ہی اللہ رسیدہ اور ہمہ صفت موصوف کیوں نہ ہو اور بیوی خواہ کتنی ہی فرمانبردار اور خدمت گزار کیوں نہ ہو، لیکن اس کی نظر میں خاوند کی وہ وقعت وعقیدت اور عزت وعظمت نہیں ہوتی جتنی کہ دوسرے لوگوں میں ہوتی ہے، کیونکہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ مرغوب کبھی مرغوب نہیں ہوسکتا، ہندی مثل ہے کہ "گھر کا جوگی جوگ نہ، باہر کا جوگی سدھ" راغ خواہ شہنشاہ اور یوسف ثانی ہی کیوں نہ ہو؟ لیکن مرغوب کی نظروں میں بے قدر رہی رہتا ہے، مثل مشہور ہے کہ چاہت کے نام پر گدھی نے بھی کھیت چرنا چھوڑ دیا تھا۔

باغ بطور نذرانہ

حبشی غلام باغ میں کام کرتا تھا، اس کی روٹی آئی، اسی وقت ایک کتا بھی باغ

میں چلا آیا اور اس غلام کے پاس آ کر کھڑ ہو گیا، اس غلام نے کام کرتے ایک روٹی اس کتے کے سامنے ڈال دی، کتے نے اس کو کھالیا اور پھر کھڑا رہا، اس نے پھر دوسری اور تیسری روٹی بھی ڈال دی، کل تین ہی روٹیاں تھیں، وہ تینوں کتے کو کھلا دیں، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ غور سے کھڑے دیکھتے رہے، جب وہ تینوں روٹیاں ختم ہوگئیں تو آپ نے اس غلام سے پوچھا کہ تمہاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں، اس نے عرض کیا آپ نے ملاحظہ فرمالیا تین ہی آیا کرتی ہیں، حضرت نے فرمایا، پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا؟ غلام نے کہا کہ حضرت یہاں جنگل میں کتے رہتے نہیں ہیں، یہ غریب بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے، اس لئے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ اس کو ویسے ہی واپس کر دوں، حضرت نے فرمایا پھر آج تم کیا کھاؤ گے، غلام نے کہا ایک دن فاقہ کرلوں گا، یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے، حضرت نے اپنے دل میں سوچا کہ ایثار کے مقابلے میں گویا لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ بہت سخاوت کرتا ہے، یہ غلام تو مجھ سے بہت زیادہ سخی ہے یہ سوچ کر آپ نے شہر میں جا کر مالک باغ سے وہ باغ اور غلام خرید لیا اور جا کر غلام سے کہا جا میں نے تجھے آزاد کیا اور یہ باغ بھی تجھے ہی بخش دیا، غلام نے انتہائی خودداری سے جواب دیا کہ میں آپ کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس شکریے کے اظہار میں یہ باغ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں چونکہ اب آپ کے دل میں میری عزت وعظمت اور عقیدت ہوگئی ہے جو کہ میرے حق میں زہر قاتل ہے، لہٰذا اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں، یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

ہاتف غیب کی ندا

ایک غازی کا زمانہ ماضیہ میں کسی مشرک سے مقابلہ ہوا، بڑی دیر تک جدال وقتال میں مصروف رہے کوئی کسی پر غالب نہ ہوسکا، غازی نے کہا کہ اب مجھے تھوڑی

دیر کے لئے مہلت دے، تاکہ نماز ادا کرلوں، اس نے مہلت دے دی، بعد از نماز پھر مشغول حرب وضرب ہوئے، اتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت ہوگیا، اس نے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا، مسلمان کو کیال آیا کہ اب وقت نصرت ہے، اس کا کام تمام کروں نگاہ غیب سے ندآئی، او بے وفا! کیا ''اوفوا بالعقود'' کے معنے یہی ہیں؟ اس معاملہ میں تجھ سے مشرک ہی افضل نکلا، یہ ندا سنتے ہی مسلمان رونے لگا اور گر پڑا، جب مشرک اپنی عبادت سے فارغ ہوکر غازی کے مقابلے میں آیا تو اس کو زار و بے قرار پایا، حال پوچھا اس نے کیفیت سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب ہوا مشرک کے دل پر اس بات نے تاثیر کی، اور سمجھا کہ بے شک ان کا دین سچا ہے کہ اللہ نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا، فوراً غازی سے کہا کہ مجھ کو ارکان اسلام کی تعلیم کر اور مسلمان ہوگیا ایسے ہی آج کل کے مسلمان بھی بے وفائی میں یکتا ہیں، لیکن ہاتف غیب کی ندا ان کو سنائی نہیں دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہیں اور دیکھتے ہیں تو عمل نہیں۔

انتظار موت میں دن کاٹتا ہوں زیست کے

ایک طالب علم کسی مسجد میں بڑی بے قدری کے ساتھ رہتا، نہ لنگر کی روٹیوں میں سے اس کو حصہ ملتا نہ دعوت میں اس کو کوئی ساتھ لے جاتا، نہ کسی جگہ کھانا اس کا مقرر تھا، ایک روز کوئی امیر آدمی مرا اور جنازہ نماز کے واسطے مسجد میں لائے، اس طالب علم نے دور سے دیکھ کر پہلے تو جانا کہ روٹیوں کا خوان آیا۔ حصہ لینے کی امید سے دوڑا۔ حوض کے پاس جاکر معلوم ہوا کہ جنازہ ہے، بیچارہ ناامید ہوکر پوچھنے لگا کیوں جی کون مر گیا لوگوں نے کہا کہ فلاں سوداگر مر گیا طالب علم نے پوچھا کچھ بیمار تھے؟ لوگوں نے کہا کل تک تو بھلے چنگے تھے، رات اسی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی گھر پہنچتے پہنچتے تخمہ کیا، طالب علم نے پوچھا تخمہ کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے کہا بدہضمی جو بہت کھانا کھا جانے

سے ہو جاتا ہے، طالب علم نے کہا اللہ! یہ مرض مبارک ہم کو بھی نہیں ہوتا، نتیجہ یہ کہ دنیا اس کی تکلیفیں آدمی کو موت پر دلیر کرتی ہیں۔

نیست پروائے عدم دازدہ ہستی را   ازقفس مرغ بہر جا کہ رو بستان است

انتظار موت میں دن کاٹتا ہوں زیست کے
زندگی مقصد میں میرت اب خلل انداز ہے
چین اب زیست میں ممکن نہیں اصلا آئے
موت آئے گی تو سمجھوں گا مسیحا آیا
زندگی بھر آنکھ سے دیکھا ہے نقشہ زیست کا
موت کے منہ سے سنو گا داستان زندگی

تین رقعے

کہتے ہیں اردشیر بانک نے جو سلاطین نامدار اور ملوک کامگار میں سے ایک مشہور و نیک نام بادشاہ گزرا ہے، فرمایا کہ تین رقعے لکھے جائیں اور اپنے ایک خاص غلام کے سپرد کیا اور کہا کہ کسی معاملے میں حکم کرتے وقت اگر مزاج تغیر پذیر ہو جائے اور غصہ وغضب کا اثر میری آنکھوں اور چہرے سے ظاہر ہونے لگے، قبل اس کے میں حکم کروں، پہلا رقعہ مجھے کو دکھلایا جائے، پھر اگر دیکھو کہ آتش غضب سرد نہیں ہئی، تو اس کے بعد دوسرا رقعہ دکھلاؤ اور اگر ضرورت پڑے تو تیسرا رقعہ بھی نظر سے گزار دینا چاہئے۔

مضمون اول: تامل کر اور اپنے ارادے کی باگ کو نفس امارہ کے قبضہ وتصرف میں نہ دے، کیونکہ تو مخلوق عاجز اور خالق قوی تر ہے، جس نے تجھے نیست سے ہست کیا۔

مضمون رقعہ دوم: زیر دستوں کے ساتھ جو کہ ودیعت پروردگار ہیں، شتاب زدگی سے معاملہ نہ کر، اوران لوگوں پر جو کہ تیرے مغلوب ہیں، رحم کر، تا کہ وہ جو تجھ پر غالب

ہے، اس کے عوض تجھ پر رحم کرے۔

مضمون رقعہ سوم: اس شتاب کاری میں جو حکم کہ تو کرے، شرع سے تجاوز نہ کر، اور انصاف سے جو کہ دین داری کا جز و اعظم ہے درگزر نہ کر۔ (مشاہیرِ اسلام)

مصیبت میں ان کا کوئی شریک نہیں

دو شخصوں نے ایک ساتھ سفر کیا، ایک سرائے میں اترے، ایک جگہ کھانا پکواتے، ایک دن چلتے چلتے ایک نے اشرفیوں کی تھیلی پڑی پائی، وہ تھیلی اٹھا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا، دیکھو بھائی میں نے یہ تھیلی پائی، دوسرا بولا یہ تم نے کیا کہا کہ میں نے پائی، یوں کہو کہ ہم نے پائی، اس واسطے کہ کہ ہم تم دونوں ساتھ ہیں، یہ ہم دنوں کا حق ہے غرض تھیلی پر لڑتے جھگڑتے چلے جاتے تھے، اتنے میں پیچھے سے کچھ لوگوں کی آہٹ سی معلوم ہوئی، کان لگا کر سنا تو وہ لوگ یہ کہتے ہوئے لپکے چلے آرہے تھے کہ تھیلی کے چور وہ دونوں آگے جاتے ہیں یہ سن کر وہ تھیلی پانے والا اپنے ساتھی سے کہنے لگا کیوں بھائی کیا علاج؟ اب ہم مارے گئے، دوسرا بولا یہ تم نے کیا کہا کہ ہم مارے گئے، یوں کہوں کہ میں مارا گیا، جب تم نے تھیلی پانے میں مجھ کو شریک نہیں کرتے، مصیبت میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

اپنا تاج اتارا اور پھر کبھی نہ پہنا

انگلستان کے بادشاہوں میں سے کینوٹ نامی نہایت رحمدل اور نیک مزاج بادشاہ گزرا ہے، اس کے امراء وزراء کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ خوشامد سے بادشاہ کو خوش رکھیں، ایک روز بادشاہ ساحل بحر پر امراء کے ساتھ ٹہل رہا تھا، امراء نے حسب دستور خوشامدانہ گفتگو شروع کی کہ آپ بڑے بھاری بادشاہ ہیں اور بحر و بر کے حاکم ہیں، کینوٹ نے کہا کیا سمندر پر میرا حکم چلتا ہے؟ امراء نے کہا جہاں پناہ سلامت کیوں نہیں، کینوٹ نے اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ کرسی لا کر پانی کے کنارے کے پاس

بچھادو، خود اس پر چڑھ گیا، اور چلا کر حکم دیا اے سمندر! پیچھے ہٹ، خبردار میرے پاؤں تر نہ کیجئیو، میرے امراء مجھ سے کہتے ہیں کہ میرا حکم تجھ پر بھی چلتا ہے، اس واسطے تجھے میرا حکم ماننا لازم ہے، مگر اس وقت جوار بھاٹا آرہا تھا، لہریں کنارے کی طرف بڑھی چلی آتی تھیں، تمام امراء چپکے کھڑے حیرت سے تماشا دیکھ رہے تھے، سب کو خیال تھا کہ بادشاہ دیوانہ ہوگیا حکم دینے سے یہ سمندر بھلا کہیں مانتا ہے؟ بادشاہ نے امراء کی طرف مخاطب ہوکر کہا ''تم نے کہا کہ سمندر میرا حکم مانے گا، مگر مجھے تمہاری بات کا اعتبار نہ تھا، میں بے شک بادشاہ ہوں، مگر بادشاہ بھی آخر انسان ہوتا ہے اللہ ہی سمندر سے کہہ سکتا ہے کہ تو یہاں تک بڑھے گا اور آگے نہیں، یہ کہہ کر کینوٹ نے اپنا تاج اتارا اور پھر کبھی نہ پہنا۔

انگلی کا کٹ جانا واقعی بہت اچھا ہوا

کسی بادشاہ کا وزیر شاکر قدیر تھا، اور ہر ایک برے بھلے واقعے پر یہ کہنے کا عادی تھا بہت اچھا ہوا، ایک دفعہ بادشاہ کی انگلی کٹ گئی، وزیر نے حسب عادت کہا بہت اچھا ہوا، بادشاہ کو وزیر کے اس بے محل فقرے کے استعمال سے رنج ہوا، اور وزیر کو قید خانے بھجوانے کا حکم دیا، وزیر نے اس حکم کو سن کر بھی وہی فقرہ کہا بہت اچھا ہوا، دوسرے روز بادشاہ شکار میں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر اکیلا جنگل میں دور نکل گیا چونکہ راستہ معلوم نہ تھا لاچار ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا، اتنے میں ایک شیر نمودار ہوا، بادشاہ پر حملہ آور ہوا، بادشاہ نے سانس کھینچ لیا اور مردہ سا بن کر پڑا رہا، شیر زخمی انگلی کو سونگھ کر بادشاہ کو اس خیال سے چھوڑ کر چلا گیا کہ یہ پہلے سے کسی جانور کا کھایا ہوا ہے۔ بقول

نخورد شیر نیم خوردہ سگ　　　　در بختی بمیر داندر غار

اتنے میں بادشاہ کے ہمراہی بھی تلاش کرتے وہاں آگئے، بادشاہ کو صحیح سلامت

پا کر سجدہ شکر بجالائے ،اوراس واقعہ کو سن کر بادشاہ کی جان بچ جانے کو نہایت غنیمت اوراللہ کی خاص رحمت خیال کیا،واپس آکر بادشاہ نے وزیر کو قید خانے سے طلب کر کے انعام سے مالا مال کردیا اور کہا'' واقعی اگر کل میری انگلی نہ کٹتی ،تو آج وہ شیر مجھے ہر گز نہ چھوڑتا اور انگلی کا کٹ جانا واقعی بہت اچھا ہوا،وزیر سے کہا تم نے قید خانے کو جاتے وقت بھی بہت اچھا ہوا کہا تھا اس میں کیا مصلحت خیال کر کے یہ فقرہ کہا گیا تھا؟وزیر نے جواب دیا کہ لازمی طور پر میں آپ کا ہم رکاب رہتا،اورشیر آپ کو چھوڑ کر مجھے کھا جاتا،نتیجہ یہ کہ قدرت کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا،خواہ بظاہر کتنا ہی برا کیوں نہ ہو؟ ۔

خیر و شر کو تو سمجھ ناداں کہ آب　　　　خاک کو نافع ہے آتش کو مضر

یہ کس مرض کی دوا ہے

ایک امیر آدمی کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا،اسی وقت ایک بیچارہ غریب وشکستہ حال بھی اس امیر کے برابر آبیٹھا،وہ امیر اپنے کپڑے سمیٹ کر علیحدہ ہوگیا،بزرگ نے یہ تماشا دیکھ کر ارشاد فرمایا،''حضرت موسیٰ ایک مکان میں بیٹھے تھے،اوپر سے کچھ قطرے حضرت کے کپڑے پر گرے،دیکھا تو چھپکلی تھی، جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا اے اللہ!اس کو کیوں پیدا کیا؟یہ کس مرض کی دوا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' اے موسیٰ!یہ چھپکلی بھی ہر روز یہ سوال کیا کرتی ہے کہ'' اے اللہ! موسیٰ کو کیوں پیدا کیا ہے؟اس سے غرض یہ کہ ہر ایک ذی روح کے دل میں اوروں کی نسبت ایسے ہی خیالات جاگزیں ہیں۔

یہ کوئی بزرگی کی علامت نہیں ہے

ایک بزرگ تھے ان کی ایک شخص نے دعوت کی جب وہ کھانا کھانے کے لئے بلانے کے لئے آیا تو وہ بزرگ اس کے ساتھ تشریف لے گئے،جب گھر پہنچے تو اس

شخص نے کہا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا کہ بھائی تم نے ہماری دعوت کی تھی اسی وجہ سے آیا ہوں، وہ شخص کہنے لگا کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں لوگوں کے سر پڑتے ہیں (یعنی کہ ہم نے دعوت کی نہیں آپ ایسے ہی ہمارے گلے پڑ رہے ہیں) جاؤ کیسی دعوت ہے۔

چنانچہ وہ بزرگ واپس چلے آئے، وہ شخص پھر آیا اور کہا کہ آپ بھی عجیب شخص ہیں آپ اس قدر نخرے باز ہیں آپ کی دعوت کی تھی چلتے کیوں نہیں؟ چنانچہ یہ بزرگ پھر اس کے ساتھ ہو لئے اور جب گھر پہنچے تو پھر وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے تو دعوت نہیں کی آپ خواہ مخواہ آئے ہیں جان نہ پہچان خواہ مخواہ بنتے ہیں آپ میرے مہمان، یہ بزرگ پھر چلے گئے۔

وہ شخص تیسری مرتبہ پھر آیا اور کہا کہ آپ بڑے متکبر ہیں کیا آپ کو دس دس دفعہ بلایا جائے گا؟ آپ آتے کیوں نہیں؟ چنانچہ یہ بزرگ پھر ساتھ چلے، غرض اس ظالم شخص نے تین چار مرتبہ ایسا ہی کیا اور وہ بزرگ ہر دفعہ آتے تھے اور یہ شخص اس کو ذلیل وخوار کر کے بھگا دیتا تھا، اس کے بعد وہ شخص پاؤں میں گر پڑا اور کہا کہ حضرت خدا کے واسطے میرا قصور معاف فرمادیں؟ میں نے یہ حرکت قصداً آپ کا امتحان لینے کے لئے کی تھی، معلوم ہو گیا کہ آپ واقعی بزرگ ہیں۔

اس بزرگ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو کوئی علامت بزرگی کی نہیں ہے، یہ خصلت تو کتے میں بھی ہوتی ہے کہ روٹی دکھلا دو آجائے گا اور دھمکا دو تو چلا جائے گا۔

(اشرف الحکایات)

مچھر کا خون

امام یزید بن حبیبؒ تابعی ایک دفعہ علیل تھے، ابن سہیل والئ مصران کی عیادت کو آیا اثنائے کلام میں اس نے پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگا ہو اس سے نماز جائز

ہے یا نہیں؟ امام نے یہ سن کر غصہ سے منہ پھیر لیا اور کچھ نہیں کہا' تب امیر نے چلنے کا قصد کیا تو اس کو نظر بھر کر دیکھا اور فرمایا کہ تو روزانہ بندوں کا خون بہاتا ہے' اور مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہے۔ (علمائے سلف)

بے مثال ایثار

ابراھیم نخعیؒ اور ابراھیم تیمیؒ، یہ دونوں حضرات تبع تابعین کے اعلیٰ طبقہ میں ہیں، ظالم امت حجاج بن یوسف نے جس طرح ہزاروں علماء وفضلاء کو جیلخانہ میں سڑایا اور ہزاروں کو شہید کیا یا کرنا چاہا، ان میں ابراھیم نخعی بھی ہیں کہ حجاجی سپاہی آپ کی تلاش میں پھرتے اور آپ اس وجہ سے روپوش رہتے، ایک روز کسی مخبر نے سپاہیوں خبر دی کہ ابراھیم فلاں جگہ ہیں وہاں اتفاق سے دوسرے ابراھیم جو ان ہی کے ہم عصر ہیں اور ابراھیم تیمی کے نام سے موسوم ہیں، موجود تھے۔

سپاہی ان کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ ابراھیم کون ہے اور کہاں ہے، ابراھیم تیمی جانتے تھے کہ یہ لوگ میری تلاش میں نہیں بلکہ ابراھیم نخعی کی طلب میں ہیں، لیکن آپ نے محیر العقول ایثار سے کام لیا کہ ابراھیم نخعی کا پتہ دینے کے بجائے یہ کہہ کر خود گرفتار ہوگئے کہ میرا نام ہی ابراھیم ہے اور حجاج کے حکم سے دیناس نامی جیل میں قید کر دیئے گئے جس میں نہ دھوپ سے بچنے کے لئے کہیں سایا تھا اور نہ سردی سے بچاؤ کی کوئی صورت، پھر اس میں بھی دو دو آدمیوں کو ایک زنجیر میں جکڑا گیا تھا، حضرت ابراھیم تیمی اس قید کی شدت سے اس درجہ لاغر کمزور کہ ان کی والدہ ان ملنے جیلخانہ آئی تو دیکھ کر پہچانا نہیں، آخر کار اسی جیلخانہ میں آپ کی وفات ہوگئی، لوگوں نے آپ سے عرض بھی کیا کہ جب سپاہی آپ کی طلب میں نہ تھے تو آپ بہ اختیار خود کیوں گرفتار ہوئے فرمایا میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ابراھیم نخعی جیسے امام وقت کو لوگ گرفتا کریں۔

بلعم باعورا کی عبرتناک حکایت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عالم مقتدیٰ جس کا نام باعورا ملک شام بیعت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا بعض روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا جب غرق فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو جبارین سے جہاد کا حکم ملا تو جبارین خائف ہوئے اور جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے دعا کی درخواست کی کہ ہمارے مقابلے سے حق تعالیٰ ان کو واپس فرما دیں۔ بلعم بن باعورا کو اسم اعظم معلوم تھا اس کے ذریعے جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی بلعم نے کہا کہ افسوس کہ وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں ان کے ساتھ کیسے دعا کر سکتا ہوں اس سے تو میرا دین اور میری دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گی ان لوگوں نے جب اصرار کیا تو بلعم نے کہا اچھا میں حق تعالیٰ سے اس نوع کی دعا کی اجازت لیتا ہوں اس کے لیے کوئی استخارہ کیا جواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے اس نے قوم کو بتلایا کہ مجھے بددعا کرنے سے روک دیا گیا تو اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اس نے یہ ہدیہ قبول کرنے سے انکار کیا پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گے اور اس کی بیوی نے بھی مشورہ دیا کہ رشوت قبول کر و اپس وہ بیوی اور مال کی محبت میں اندھا ہو گیا ہدیہ قبول کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کر دی۔

اس وقت قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ جو کچھ وہ کلمات بددعا نکالتا وہ کلمات جبارین کے لیے نکلتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے نکلتا ہی نہ تھا پس جبارین کے لوگ گھبرا گے اور چلا اٹھے کہ تو ہمارے خلاف بددعا کر رہا ہے۔

بلعم نے کہا میں کیا کروں میری زبان میرے اختیار سے باہر ہو گی نتیجہ یہ ہوا کہ قوم پہ تباہی آئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی اسی عذاب کا

قرآن میں ذکر ہے! فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الکلبِ ان تحمل علیه یلهثُ او تترکُهٗ یلهث۔ (سورۃ اعراف)

پس بلعم کا حال ایسا ہے کہ جیسے کتا کہ اس پر بوجھ لادو تو وہ ہانپنے لگے اور اگر چھوڑ دو تو بھی ہانپے۔ پھر بلعم نے کہا کہ اے میری قوم اب تو میری دنیا اور آخرت تباہ ہو گی مگر ہم تمہیں ایک چال بتاتیں ہیں جس کے ذریعے تم موسیٰ اور ان کے لشکر پر غالب آسکتے ہو وہ چال یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو یہ لوگ مسافر ہیں گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں اس تدبیر سے اگر یہ حرام کاری میں مبتلا ہوئے تو ان پر قہر و عذاب نازل ہوگا اور پھر یہ قوم فاتح نہیں ہوسکتی بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آگئی اور اس تدبیر سے بنی اسرائیل کا ایک شخص فتنہ میں مبتلا ہو گیا حضرت موسیٰ نے بہت روکا مگر نہ مانا جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل پر طاعون کا سخت عذاب آیا اور ستر ہزار اسرائیلی مر گئے، بعد ازاں جس شخص نے بُرا کام کیا تھا اس جوڑے کو قتل کر کے منظر عام پر ٹانک دیا گیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور سب نے توبہ کی اس وقت یہ عذاب رفع ہوا۔

سلطنت بلخ قربان کر دیا

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اچانک اپنی سلطنت چھوڑ کر سمند کے کنارے پر جا کر بیٹھ گئے وہی پر ہی قیام فرمانے لگے حکومت کے نظم و نسق درہم برہم ہونے لگے ارکان سلطنت سخت پریشان ہوئے آخر کیا بات ہوگئی (یعنی حکومت جس کو حاصل کرنے کے لئے لوگ مال و دولت عزت آبرو سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں اس کو چھوڑ کر سمندر کے کنارے جا کر ایک چٹائی پر جا کر بیٹھ گئے ان کو کیا ہو گیا) تمام ارکان سلطنت پر مشتمل ایک وفد تیار ہو کر ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس پہنچے اور ان سے منت سماجت کی حضرت حکومت کا نظم و نسق چلانے والا کوئی نہیں ہے ہم بہت پریشان ہیں ہم سے کیا غلطی ہوگئی

بتادیں آئندہ کے لئے جو حکم ہوگا بجالائیں گے چلیں زمام حکومت کو سنبھالیں انہوں نے فرمایا میں ایک بات میں بہت ہی متفکر ہوں وہ آپ حل فرمادیں تو میں ابھی حکومت سنبھالنے کے لئے تیار ہوں ارکان دولت نے پوچھا حضور وہ کونسی بات ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

! فریق فی الجنة و فریق فی السعیر !

(قیامت کے دن ایک جماعت جنت میں ہوگی اور ایک جماعت جہنم میں)

آپ بتادیں میں کس فریق میں ہوں تو سب نے کہا حضور ہم فیصلا تو نہیں کر سکتے تو انہوں نے فرمایا کہ پھر جاؤ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک مجھ میں حکومت چلانیکی صلاحیت نہیں ہے۔ (مشاہیر اسلام)

دل کو ناپاکی سے بچائیں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں ایک نالہ پر لکڑی کا پل بنا ہوا تھا وہ پل ایسا تھا کہ اس پر سے ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا ایک طرف شاہ صاحب پل پر چڑھے ابھی چند قدم ہی چلے تھے دوسری طرف سے ایک کتا پل پر چڑھ گیا درمیان میں آکر دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اب ایک دوسرے کو کراس کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی ، دونوں ہی اس انتظار میں تھے کہ دوسرا پیچھے چلے جائے تو میں پار کر جاؤں جب کوئی صورت نہ بن پڑی تو شاہ صاحب نے کتے کو خطاب کر کے کہا کہ ارے نالہ میں کود جا تمہارا جسم ناپاک ہوئے تو کوئی بات نہیں اگر میں کود جاؤں تو میرے کپڑے ناپاک ہونگے یہ نماز کے کپڑے ہیں اللہ پاک نے کتے کو زبان دے دی اس نے کہا شاہ صاہب اگر میری خاطر نالہ میں کودیں گے تو صرف آپ کا کپڑا ہی ناپاک ہوگا جس کو بعد میں دھونے سے پاک ہو جائے گا لیکن اگر آپ کی خاطر میں کود جاتا ہوں تو

آپ کا دل ناپاک ہو جائے گا جس کو سات سمندر کے پانی کے ساتھ دھونے سے بھی پاک نہ ہوگا ۔یعنی آپ کے دل میں کبر پیدا ہوگا کہ میں اتنا بڑا ہوں کہ کتا بھی میرا احترام کرتا ہے مجھے راستہ دینے کے لئے نالہ میں کود گیا۔

جاہل پیروں کی دنیا پرستی

ایک نصرانی پادری نے ایک مرتبہ دیکھا کہ پرندہ کا ایک چھوٹا سا بچہ جسے اڑنے اور چلنے پھرنے کی طاقت نہیں ہے ایک گھونسلے میں بیٹھا ہے جب وہ اپنی ضعیف اور پست آواز نکالتا ہے تو اور پرندے اسے سن کر اس پر رحم کھا کر اس پر زیتون کا پھل اس کے گھونسلے میں لا لا کر رکھ جاتے ہیں تو اس نے سوچا کہ دوسروں کے ہاتھ سے کھانے پینے کا ایک اچھا دھندہ ہے مجھے بھی کوئی ایسی صورت نکالنی چاہئے چنانچہ اس نے بھی کسی چیز سے اس پرندے کے بچے کی شکل بنا ڈالی اور اس کو اپنے گرجے میں ہوا کے رخ پر رکھ دیا اور چھت میں ایک چھوٹا سا سوراخ کر دیا تا کہ ہوا اس میں سے نکل جائے اب ہوا چلتی ہے تو اس مصنوعی پرندہ سے آواز نکلتی ہے اور اس کے پاس اس قسم کے پرندے جمع ہو جاتے ہیں اور زیتون کے پھل لا لا کر رکھ جاتے اس نصرانی نے لوگوں میں چرچا کرنا شروع کر دیا کہ اس گرجہ میں یہ کرامت ہے یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے یہ کرامت اسی کی ہے لوگوں نے جب اس انوکھی بات کو دیکھا تو اس کا اعتقاد جم گیا اور اس کو بزرگ کا مزار سمجھ کر نذر و نیاز چڑھانے لگے پھر یہ بات دور دور تک مشہور ہونے لگی ، حالانکہ نہ کوئی کرامت تھی نہ معجزہ بلکہ صرف ایک پوشیدہ مکارانہ طریقہ تھا جس سے ملعون شخص نے اپنا پیٹ پالنے کے لئے پوشیدہ طور پر اختیار کر رکھا تھا ایک گمراہ فرقے نے اس کو پسند کر لیا اس پر اعتماد کر لیا اور اس پر مرا جا رہا ہے یہی حال عرس منانے والوں اور مزاروں اور درگاہوں کے مجاروں کا۔

اللہ ہر شر سے بچا سکتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے واپسی میں دوپہر کے وقت ایک وادی میں قیلولہ (یعنی دوپہر کا آرام) کرنے کے لئے اترے صحابہ کرام مختلف درختوں کے سایہ میں آرام کر رہے تھے جناب نبی کریم ﷺ بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے آرام فرمانے کی غرض سے اترے اور اپنی تلوار کو اسی درخت پر لٹکایا اچانک مشرکین میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی تلوار سونت کر کہا: **من یمنعک منی** ؟ (بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا) آپ ﷺ نے فوراً فرمایا: اللہ، بس آپ کا یہ فرمانا تھا تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی تو آپ ﷺ نے اٹھا لی اور فرمایا کہ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا تو اس مشرک نے کہا آپ نرمی کا برتاؤ فرمایئے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدنیت اور میری رسالت کی گواہی دیتے ہو (یعنی ایمان قبول کرتے ہو اس نے کہا نہیں البتہ یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ نہ آپ سے قتال کروں گا اور نہ ہی آپ سے قتال کرنے والوں کا ساتھ دوں گا آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا تو اس نے اپنے ساتھیوں کے پاس آکر بیان کیا کہ میں تمہارے پاس دنیا کی سب سے بہترین شخصیت کے پاس سے آرہا ہوں۔ (ریاض الصالحین)

نعمت کا شکر

محمود غزنویؒ جو مشہور بادشاہ گزرے ہیں ان کا ایک غلام تھا ایاز فہم وفراست کا مالک تھا محمود غزنوی نے جب ایاز کے اندر صلاحیت دیکھی تو ان کو آہستہ آہستہ اپنے قریب کرنا شروع کر دیا حتی کہ ان کو اپنا مشیر بنالیا یہ حالت دیکھ کر دوسرے وزراء کے دل میں ایاز کے بارے میں حسد پیدا ہونے لگا۔ اور آپس میں چند مگوئیاں کرنے لگے محمود غزنویؒ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ ایاز کی فہم وفراست عقل وتدبر

ہونے کے وزراء پر ظاہر کیا جائے چنانچہ انہوں نے ایک دعوت تیار کروائی اس میں سب وزراءاور ارکان سلطنت کو مدعو کیا دعوت کے بعد خزانہ کا دروازہ کھول دیا گیا اور حکم ہوا کہ آج شاہی خزانے میں سے جس کا جو دل چاہے اٹھالے اور وہ اسی کا ہوگا یہ اعلان سنتے ہی سب وزراء اٹھے اور اپنی اپنی پسند کی چیزیں ہیرے موتی جواہرات میں سے انتخاب کر لئے پھر واپس نشست گاہ میں آکر بیٹھ گئے ایاز اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا وزراء کا خیال ہوا کہ دیکھو کیسا بے وقوف ہے جب شاہی علان تھا تو اس کو بھی کچھ لینا چاہیے تھا اس نے لیا نہیں اپنا نقصان کیا تو محمود غزنویؒ نے ایاز کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ ایاز کیا بات ہے آپ نے خزانے میں سے کچھ نہیں لیا ؟ تو ایاز نے کہا بادشاہ سلامت میں جو کچھ لوں وہ میرا ہو جائے گا ؟ فرمایا ہاں بھئی بالکل وہ آپ ہی کا ہو جائے گا تو ایاز اپنی جگہ سے اٹھے اور جا کر بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا کہ میں نے ان کو اپنے انتخاب میں لایا جب بادشاہ میرا ہو گیا تو پوری سلطنت ہی میری ہوگئی اس پر تمام وزراء ششدرر رہ گئے واقعی یہ تو بڑا عقلمند ہے بادشاہ جس کا ہو جائے تمام سلطنت ہی اسی کی ہے سب نے اعتراف کیا کہ واقعی ایاز مشیر بنائے جانے کے قابل ہے۔

شیخ ابوزید قرطبی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی یہ خبر سن کر ستر ہزار کی مقدار اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھی اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر زخیرہ آخرت بنایا ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کہ متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے جنت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے مجھے اس کی صحت پر کچھ تردد تھا ایک دفعہ وہ نوجوان کھانے میں ہمارے ساتھ شریک تھا کہ دفعتاً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبی کہتے ہیں میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا چنانچہ میں نے ایک نصاب

ستر ہزار کا ان نصابوں سے جو اپنے لئے پڑھا تھا اس کی ماں کو بخش دیا میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ سے فوراً ہٹا دی گئی ہے قرطبی کہتے ہیں مجھے اس قصہ سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار کے بارے میں میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرا اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

(فضائل ذکر)

بوڑھے مسلمان کی قدر

یحییٰ ابن اکثم رحمتہ اللہ ایک محدث ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کیا گذری؟ فرمانے لگے میری پیشی ہوئی مجھ سے فرمایا او گنہگار بوڑھے تو نے فلاں کام کیا فلاں کام کیا میرے گناہ ایک ایک کر کے گنوا ئے گئے تو نے ایسے ایسے باعث عذاب کام کئے میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی فرمایا کونسی حدیث پہنچی؟ میں نے عرض کیا مجھ سے عبدالر زاق نے کہا ان سے معمر نے کہا ان سے زہری نے کہا ان سے عروہ نے کہا ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ان سے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو اور میں اس کو اس کے اعمال کی وجہ سے عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اسکے بوڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں ارشاد ہوا کہ عبدالرزاق نے سچ کہا اور معمر نے بھی سچ کہا عروہ نے سچ نقل کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیل نے بھی سچ کہا اور میں نے سچی بات کہی یحییٰ کہتے ہیں اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمایا۔

(فضائل ذکر)

ظالم کا کیا انجام ہوا؟

آپ فرعون کے انجام کو دیکھئے، وہ فرعون جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا، وہ فرعون جو بڑے طنطنے سے کہا کرتا تھا۔ ''کیا میرے لئے نہیں مصر کا ملک اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں''۔ وہ فرعون جس نے اپنے ایک مبہم خواب کی بنا پر بنی اسرائیل کے ہزاروں معصوم بچوں کو قتل کروادیا تھا۔ وہ فرعون جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے مردوں اور عورتوں کو غلام لونڈی بنا رکھا تھا۔ اُس ظالم کا کیا انجام ہوا؟

وہ جن دریاؤں اور نہروں کو اپنی ملکیت بتلاتا تھا اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک کے اندر اسے ڈبو دیا، اس کے فوجی، اس کے سپاہی، اس کے غلام، اس کی رعایا سب اس کی بے بسی کا منظر دیکھ رہے تھے، اس نے ملائکہ عذاب کو دیکھ کر کہا تھا کہ۔ **امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوآ اسرآئیل وانا من المسلمین** ''میں اس وحدہ لاشریک لہ ہستی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمان برداروں میں سے ہوں''۔ مگر موت کا منظر اور ملائکہ کو دیکھ لینے کے بعد اس کی چیخ و پکار اور توبہ کسی کام نہ آئی۔

ایک مرد صالح کی کرامت

ابن ابی الدنیاؒ نے عبداللہ بن نافعؒ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک آدمی کا انتقال ہوا اور وہیں وہ دفن بھی کیا گیا۔ اس کے چند ہی روز کے بعد ایک بزرگ نے اسے خواب میں بہت ہی دردناک عذاب میں گرفتار دیکھا اس کی اس تعزیب وتکلیف پر اس بزرگ کو بڑا افسوس ہوا مگر مگر وہ بیچارے کر ہی کیا سکتے تھے۔ ایک ہی ہفتے کے بعد وہ پھر خواب میں دکھائی دیا تو معلوم ہوا کہ اب وہ جنت میں موج کر رہا ہے ان متضاد حالات کی ان بزگ نے اس سے وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ اصل واقعہ تو وہی ہے جو تم پہلے

دیکھ چکے ہومگر اتفاق سے دوسرے ہی دن ایک مرد صالح میرے قریب آ کر دفن ہو گئے اورانہوں نے اپنے قریب وجوار کے چالیس آدمیوں کی بخشائش کی شفارش کی جس میں ایک میرا بھی نام تھا''۔ (کتاب القبور)

اللہ کا پکڑنا تو پھر نرالا ہی ہوتا ہے

آپ نے فرعون کے درباری قارون کا نام ضرور سنا ہوگا جس نے غریبوں کا خون چوس چوس کر دولت کے انبار لگا لئے تھے اس کے خزانے سونے چاندی اور قیمتی موتیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ حالت یہ تھی کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں مضبوط جسم والے مزدوروں کی ایک جماعت بہت مشکل سے اٹھا کر چلتی تھی۔

یہ شخص پرلے درجے کا ظالم تھا، غریبوں یتیموں اور کمزوروں کے حقوق ہڑپ کر جانا اس کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ اسی چیز نے تو اس کو اتنا بڑا سرمایہ دار بنا دیا تھا۔ یہ شخص ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ بے انتہا مغرور اور متکبر بھی تھا۔ وہ دولت کے نشہ میں اس قدر چور تھا کہ اپنے غریبوں اور خونی رشتہ داروں کے ساتھ بڑی حقارت سے پیش آتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے سمجھایا کہ ظلم تکبر، بخل اور فساد سے باز آ جاؤ کیونکہ یہ چیزیں اللہ کو پسند نہیں۔ **﴿ولا تبغ فی الارض الفساد ان اللہ لا یحب المفسدین ۝﴾** ''ملک میں فساد نہ پھیلاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

مگر تاریخ بتاتی ہے کہ ہر ظالم شخص کا دماغ اتنا اونچا ہو جاتا ہے اور اس کی عقل میں ایسا فتور آ جاتا ہے کہ اس پر کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی اور کوئی وعظ اس کے حق میں کارگر نہیں ہوتا، وہ یہی سمجھتا ہے کہ میرا اقتدار، میرا دبدبہ، میری ہیبت، میری قوت، میری سطوت، میری دولت اور میری حشمت ہمیشہ رہے گی اور وہ اپنے اس فضول گھمنڈ میں مارا جاتا ہے۔

جب قارون کا ظلم وفساد حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑا اور اللہ کا پکڑنا تو پھر نرالا ہی ہوتا ہے۔ وہ ایسا پکڑتا ہے کہ ظالموں اور متکبروں کو عالم انسانی کے لئے عبرت کا نشان بنا دیتا ہے۔ وہ جب پکڑتا ہے تو مال ودولت، عہدہ ومنصب اور دوست احباب میں سے کوئی بھی کام نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے زندہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا مگر اکیلے کو نہیں بلکہ اس کے خزانوں اور محلات سمیت۔ وہ خزانے جن کی وجہ سے اس کی عقل میں فتور آ گیا تھا، وہ خزانے جنہوں نے اسے ظالم اور متکبر بنا دیا تھا، وہ خزانے جن کی وجہ سے وہ انسانوں کو انسان نہیں سمجھتا تھا، سورۂ القصص میں ہے کہ۔ ''پھر ہم نے قارون اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا پس اس کے لئے کوئی جماعت مددگار ثابت نہیں ہوئی جو اسے اللہ کے عذاب سے بچائے اور وہ بے یار ومددگار ہی رہ گیا''۔

زمانے کے لئے عبرت کا مرقع

آیئے! اب ہم آپ کو اسلامی تاریخ کے چند ظالموں کا انجام بتائیں۔ آپ نے امام مظلوم سیدنا عثمانؓ بن عفان پر ہونے والے ظلم کی داستان ضرور سنی ہوگی۔

وہ عثمانؓ جنہیں جناب رسول اکرم ﷺ کی دوہری دامادی کا شرف حاصل تھا، وہ عثمانؓ جنہوں نے سخت تکلیف کے زمانے میں بیر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے آسانی پیدا کر دی تھی، وہ عثمانؓ جنہیں جامع القرآن ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ عثمانؓ جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے، وہ عثمانؓ جن کی دولت اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے وقف تھی، وہ عثمانؓ جن کے ہاتھوں کو کتابتِ وحی کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ عثمانؓ جنہوں نے اقتدار پر فائز ہونے کے باوجود مظلومیت کو پسند کیا اور ظلم تو کیا دفاع کے لئے بھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔

اُسی امامِ مظلوم پر سبائی سازش کا شکار ہو کر جب کچھ لوگوں نے ظلم ڈھایا تو ربِ

عثمانؓ نے ان میں سے ایک ایک کو زمانے کے لئے عبرت کا مرقع بنادیا۔

ان میں سودان بن حمران کو جناب ذوالنورین کے غلام قتیرہ نے قتل کردیا، اشتر کو زہر دے کر تڑپا تڑپا کر ہلاک کردیا گیا۔ محمد بن ابی ابکرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ اسے پہلے قتل کیا گیا پھر اس کی لاش کو گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا۔ عمرو بن احمق نے خلیفہ ثالث کے سینے پر چڑھ کر مسلسل کئی وار کیے تھے اس کو مرض استقاء ہو گیا تھا، اس کے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی جو کسی طرح بجھتی ہی نہ تھی، تیروں کا نشانہ بنایا گیا لیکن وہ بزدل شخص پہلے یا دوسرے تیر میں مر گیا۔

مامون کا شاعر دعبل خزاعی کو معاف کرنا

جب دعبل شاعر نے مامون کی ہجو کی، تو مامون نے لوگوں سے کہا: مجھے وہ اشعار سناؤ جو اس نے میری ہجو میں کہے ہیں، چنانچہ لوگوں نے اسے ان شعروں میں سے یہ دو اشعار سنائے۔

میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کیا اور تجھے کرسی کا اعزاز دیا۔ تیرے تذکرے کے بے شہرت ہو جانے کے بعد اسے بلند کیا اور تجھے پست زمین سے بچالایا۔

مامون نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کا ناس کرے۔ کتنا بڑا بہتان لگایا، میں گم نام کب تھا ؟ اور میں نے تو خلافت ہی کی گود میں پرورش پائی، اور اسی خلافت کا دودھ ہی تو میری غذا تھی، میں خلیفہ ہوں اور خلیفہ ہی کا بھائی ہوں، اور خلیفہ ہی کا بیٹا ہوں۔

اس نے دعبل کو ڈھونڈنے کی خوب کوشش کی، آخر کار اسے پالیا اور پالینے کے بعد کسی کو بھی شک نہ رہا کہ وہ اسے قتل نہیں کرے گا۔

جب دعبل مامون کے پاس آیا تو مامون نے اس سے کہا: اے دعبل! وہ تجھے پست زمین سے بچالائے۔

یعنی مامون نے اس کے اشعار میں یہ مصرعہ سنا کر اس کو بتانا چاہا کہ تو نے میری ہجو

کی ہے۔

دعبل نے کہا: اے امیر المومنین! آپ مجھ سے بھی بڑے مجرم کو معاف کر چکے ہیں (لہذا مجھے بھی معاف کر دیں) تو انہوں نے کہا: تو نے سچ کہا، تجھ پر کوئی ملامت نہیں، مجھے ''مدارس آیات'' سنا دعبل نے کہا: کیا میں امن سے سناؤں گا؟ مامون نے کہا: ہاں، تو وہ سنانے لگا:

وہ پرانی آیتیں جن کا نہ تلاوت میں سے کچھ حصہ ہے اور نہ ان کا کوئی مقام ہے، اس محلے کی مانند جو کہ ویران سنسان پڑا ہو۔ علی، حسین، جعفر، حمزہ اور وہ کثرت سے سجدہ کرنے والا جس کے اعضاء کثرت سے سجود کی وجہ سے سخت ہو گئے۔ (علی بن حسین) جب بھی یہ فخر کرتے ہیں تو اپنے فخر کا رخ محمد، جبریل، قرآن اور سورتوں کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ زیاد کی بیٹیاں تو محلوں میں محفوظ رہیں اور رسول خدا کی بیٹی جنگلوں میں بھٹکتی پھرے۔

جب اس نے یہ اشعار سنائے تو مامون رونے لگا، پھر اس کے ساتھ احسان کیا، اور اسے امن دیا۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

کھوٹے سکوں کا مصرف

حضرت عبداللہ خیاطؒ بڑے متقی اور محتاط بزرگ تھے۔ ان کا ایک گاہک مجوسی تھا وہ ان کی دوکان پر کپڑے سلواتا اور اجرت میں کھوٹے سکے دیتا وہ اسے لے لیا کرتے۔ ایک دفعہ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ اپنی دوکان سے کہیں گئے اور اسی اثناء میں مجوسی آیا اس نے اپنے کپڑے لئے اور کھوٹے سکے دیئے، عبداللہ کے شاگرد نے سکے واپس کئے تو پھر اس نے کھرے سکے حوالے کئے۔ جب عبداللہ آئے اور شاگرد سے پوچھا کہ اس مجوسی کا کرتہ کہاں ہے؟ اس نے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا تم نے برا کیا ایک عرصے سے میں وہ سکے لے کر صبر کر رہا تھا میں وہ سکے لیتا اور ایک کنویں میں ڈال دیتا کہ کہیں پھر کسی کو ان سے دھوکہ نہ دیا جائے۔ (الرسالۃ القشیریۃ، باب الخلق)

کھوٹے سکوں کے بارے میں عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کو دھوکے میں مل گیا تو پھر وہ بھی اس طرح دوسرے کو دھوکے میں دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس طرح دھوکہ کھانے والوں کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے سکوں کو ضائع کر دیا جائے۔

ایک مثالی شادی

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیّب کی لڑکی کی شادی کا واقعہ ایثار، ہمدردی، غربت پسندی اور سادگی کے لحاظ سے نہ صرف ایک مثالی واقعہ ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے نہایت سبق آموز ہے۔ ان کی ایک لڑکی بڑی حسین و جمیل اور تعلیم یافتہ تھی۔ خلیفہ عبدالملک اس کو اپنی بہو بنانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ولی عہد کے ساتھ اس کی نسبت کا پیغام بھیجا۔ ابن میتبؒ نے انکار کر دیا۔ عبدالملک نے بہت دباؤ ڈالا اور مختلف قسم کی سختیاں کیں۔ ابن میتبؒ برابر انکار پر قائم رہے اور چند دنوں کے بعد قریش کے ایک معمولی اور غریب آدمی ابو وداعہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔

اس واقعہ کے متعلق خود ابو وداعہ کا بیان ہے کہ میں سعید بن میتبؒ کے پاس پابندی سے جا کر بیٹھتا تھا۔ ایک مرتبہ چند دن غیر حاضری کے بعد جانے کا اتفاق ہوا۔ ابن میتبؒ نے پوچھا، اتنے دن تک کہاں غائب رہے؟ میں نے کہا، میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ فرمایا، مجھے کیوں خبر نہ دی؟ میں بھی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں اٹھنے لگا تو انہوں نے کہا، تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا؟ میں نے جواب دیا میں غریب و نادار آدمی ہوں، میرے ساتھ کون شادی کرے گا؟ فرمایا، میں کروں گا، تم تیار ہو؟ میں نے کہا، بہت خوب! سعید بن میتبؒ نے اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا۔ میں وہاں سے اُٹھا تو فرطِ مسرت میں میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔ گھر پہنچ کر رخصتی کے لئے قرض کی فکر میں پڑ گیا، شام کے وقت سعید بن میتبؒ نے اپنی لڑکی کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔

پہلے دو رکعت نماز خود پڑھی، اور دو رکعت لڑکی سے پڑھوائی۔ اس کے بعد اس کو لئے ہوئے میرے گھر پہنچے۔ میں مغرب کے بعد روزہ افطار کرنے جارہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا، سعید! میں نے عرض کیا، فرمایئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا، تم تنہا آدمی تھے، اور میں نے خیال کیا کہ تنہا کیوں رات بسر کرو، اس لئے تمہاری بیوی کو لے آیا ہوں۔

میں نے چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں میں اعلان کیا کہ آج سعید نے اپنی لڑکی کا عقد میرے ساتھ کردیا، اور اسے میرے گھر پہنچا گئے۔ میری ماں نے تین دن تک دستور کے مطابق اس کو بنایا سنوارا۔ اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا تو وہ نہایت حسین، کتاب اللہ کی حافظ، سنتِ رسول اللہ ﷺ کی عالمہ اور حقوق شوہر کی واقف کار عورت تھی۔

(ابن خلکان: ج ۱، ص ۲۰۷)

مجھے اپنا کام کرنے دو

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر رحم کا عجیب حال عطا فرمایا تھا کہ کبھی کسی جانور کو مارنا تو دور کی بات ہے۔ کسی جانور کو اس کی جگہ سے ہٹانے کے لئے بھی ہاتھ نہیں اٹھتا تھا۔ یہ سوچ کر کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ پاؤں پر زخم ہوگیا۔ اس زخم پر مکھیاں آکر بیٹھنے لگیں، ظاہر کہ زخم پر مکھیوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن حضرت والا ان مکھیوں کو اڑاتے نہیں تھے۔ بلکہ اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔ اس وقت ایک صاحب آپ کے پاس آگئے ۔ انہوں نے جب یہ صورت دیکھی تو عرض کیا کہ حضرت! اجازت دیں تو میں ان مکھیوں کو اڑا دوں؟ جواب میں حضرت نے فرمایا کہ بھائی! یہ مکھیاں اپنا کام کررہی ہیں۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ دل میں یہ خیال جما ہوا تھا کہ یہ میرے اللہ کی مخلوق ہے۔ ان کو یہاں سے اڑا کر کیوں پریشان کروں؟ بہر حال، اللہ تعالیٰ کی محبت صحیح معنی میں اس وقت ہوگی جب اللہ کی مخلوق سے بھی محبت ہوجائے۔ اس پر بھی

رحم کرے۔ (مشاہیرِ اسلام)

عطیہ پر برہمی

ابوبکر خطیب بغدادی جو مؤرخ بغداد کے لقب سے مشہور ہیں عجیب وغریب فضل وکمال کے بزرگ تھے۔ روایتوں کے نقل کرنے اور وسعت نظر کے اعتبار سے وہ اپنے عہد ہی میں نہیں بلکہ ہر عہد میں عجوبۂ روزگار تھے۔ راویوں کی جانچ پڑتال اور نقد رجال میں ان کا رتبہ نہایت بلند تسلیم کیا گیا ہے۔

بڑے خلیق اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ سچائی اور راستبازی ان کا امتیازی وصف تھا۔ استغناً بے نیازی ایسی تھی کہ اچھے اچھے لوگوں کو خاطر میں نہ لاتے۔ عمر نسوی کہتے ہیں کہ جن دنوں خطیب بغدادی شہر صور میں تھے اتفاقاً وہاں کی جامع مسجد میں ایک روز مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی میں ان کی صحبت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اس کی آستین میں کچھ دینار تھے، جن کو لاکر اس نے خطیب ممدوح کے سامنے رکھ دیا اور عرض کرنے لگا کہ شہر کے فلاں رئیس نے یہ دینار بطور نذر آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں اور عرض کیا ہے کہ ان کو آپ اپنی ضروریات میں صَرف کیجئے۔ ابوبکر خطیب نے نہایت لاپروائی سے جواب دیا، مجھے ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس علوی نے یہ جواب سن کر کہا، شاید آپ دیناروں کو تھوڑا خیال کر کے قبول نہیں فرماتے۔ بہتر ہے لے لیجئے اور بھی حاضر ہیں، یہ کہہ کر اس نے آستین جو جھاڑی تو چھنا چھن بہت سے دینار گر پڑے اور ان کی جا نماز پر پھیل گئے، جو خطیب صاحب کے نیچے بچھی ہوئی تھی اور ان دیناروں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، لیجئے یہ تین سو دینار ہیں ان کو قبول فرما کر اپنے امور ضروریہ میں صَرف کیجئے۔ اتنا سننا تھا کہ ابوبکر خطیب کو غصہ آ گیا۔ جھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنی جانماز اٹھا کر جھاڑ دی۔ وہ تمام دینار مسجد کی چٹائی پر ادھر ادھر بکھر گئے اور خود مسجد سے نکل کر اپنی فرودگاہ کا راستہ لیا۔ وہ علوی ذلیل ہو کر رہ گیا۔ نسوی کہتے ہیں کہ، میں نے اپنی

زندگی میں نہ کسی کو اتنا برہم اور مستغنی دیکھا جس قدر کہ اس وقت مجھے خطیب بغدادی نظر آئے اور نہ میں نے کسی کو اتنا نادم اور ذلیل دیکھا جس قدر کہ اس وقت علوی تھا۔ اس بیچارے نے آخر پچھتا کے وہ دینار چٹائی کے شگافوں سے نکالے اور اپنے دل میں خود اپنے اور پر نفریں کرتا ہوا چلا گیا۔ (سیر علماء)

جس کے ڈر سے کپڑوں میں پیشاب نکلا بعد میں اسی کی قبر پر پیشاب کیا

محمد بن فضل جرجرائی کہتے ہیں: میں کسکر میں عجیف کی زمین کو سنبھالا کرتا تھا۔ میرے بارے میں یہ بات پہنچائی گئی کہ میں نے خیانت کی ہے اور باغ کو اجاڑ دیا ہے، چنانچہ عجیف نے میرے پاس ایک شخص بھیجا کہ وہ مجھے قید کر دے۔ تو اس نے مجھے گرفتار کر لیا اور سر من رائی کے مقام پر مجھے اسی حالت میں ان کے پاس حاضر کیا گیا، اس نے مجھے دیکھ کر گالیاں دیں اور کہا: تو نے ساری زمین برباد کر دی اور اس میں خیانت اور لوٹ مار کی، خدا کی قسم! میں تجھے قتل کر دوں گا اور پھر کہا: کوڑا لاؤ! وہ لایا گیا میری قمیص اتاری گئی، جب میں نے یہ دیکھا تو میں حواس باختہ ہو گیا اور میں نے اپنی شلوار میں پیشاب کر دیا۔

اس کے مشیر نے مجھے پیشاب کرتے ہوئے دیکھ لیا تو عجیف سے کہا: اللہ حاکم کو عزت دے، تمہارا دل تو اسی میں پھنسا ہوا ہے، اس کو مارنا اور قتل کرنا تو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ یہ چھوٹ تو سکتا نہیں، چنانچہ آپ اس کو قید کرنے کا حکم دے دیں اور میں اس کے بعد غور خوض کروں گا اگر تو خبر درست نکلی تو اس کو سزا دینا آپ کے اختیار سے باہر نہیں۔ اور اگر جھوٹی نکلی تو آپ گناہ میں مبتلا ہونے سے بچ جائے گے۔''

محمد بن فضل کہتے ہیں: پھر دوبارہ مجھے جیل بھیج دیا گیا تو میں کئی دنوں اسی میں پڑا رہا، چنانچہ امیر المومنین معتصم نے عموریہ پر چڑھائی کی تو عجیف کے ساتھ جو ہونا تھا وہ

ہو گیا، یعنی اسے قتل کر دیا اور جب اس کے مشیر کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے مجھے آزاد کر دیا اور میں قید سے چھوٹ گیا اور مجھے چاندی کا ایک سکہ دیا تو میں سرمن رائی کے خزانچی (صاحب الدیوان) کے پاس گیا، وہ میرا دوست تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے میری رہائی پر بڑی خوشی ہوئی اور میری خستہ حالی پر افسوس ہوا۔ اور اس نے میرے سامنے کچھ مال کی پیش کش کی۔ میں نے اس سے کہا: بلکہ تم مجھے کسی کام میں لگوا دو کہ جس کی اجرت سے میں اپنی ضروریات پوری کرلوں۔ چنانچہ اس نے مجھے ربیعہ کے گھروں کے قریب کوئی کام سپرد کر دیا۔ اور جب تاجروں کو مجھ پر اعتماد ہو گیا تو میں نے ان سے قرض لے لیا تا کہ کچھ کام کر سکوں، اور میں نکل پڑا۔ میں جس زمین میں کام کرتا تھا وہاں ایک اور زمین تھی جو بکراث کے نام سے مشہور تھی، تو کام ختم کرنے کے بعد رات گزارنے کے لئے وہاں گیا اور وہاں رات گزاری، سو جب صبح ہوئی تو مجھے قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، میں بیت الخلا میں گیا، لیکن وہ بہت گندہ تھا تو میں گھر سے نکل کر صحراء میں کسی ٹیلے کی طرف نکل پڑا، چنانچہ میں ٹیلے پر پہنچا اور جب وہاں بیٹھ کر قضائے حاجت کی، تو مالک مکان میرے پاس آیا اور کہنے لگا، کچھ پتا ہے بھی ہے کہ کہاں پیشاب کیا؟

میں نے کہا: مٹی کے ٹیلے پر، تو وہ ہنسا اور کہا: یہ ایک آدمی کی قبر ہے جو عجیف کے نام سے مشہور ہے وہ بادشاہ کا ایک مقرر کردہ کمانڈر تھا جس سے بادشاہ ناراض ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ قید کر کے لایا سو جب وہ اس جگہ پہنچا تو اسے قتل کر دیا۔ اور دیوار کے پاس پھینک کر چلا گیا تو ہم نے اس کے اوپر دیوار گرا دی تا کہ اسے کتوں سے چھپالیں، خدا کی قسم! وہ اس ٹیلے کے نیچے ہے۔

یہ سن کر مجھے اس کے ڈر سے اپنی شلوار میں پیشاب کرنے کے بعد اور پھر اس کی قبر پر پیشاب کرنے سے بڑا تعجب ہوا۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

ذکر اللہ کی کثرت کرو

رابعہ عدویہ رحمہا اللہ مشہور ولیہ ہیں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے

بعد تھوڑی دیر سورہتیں اور صبح کی روشنی اچھی طرح پھیل جاتی تو گھبرا کر اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتی رہیگی عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی پڑے گا جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ اونی گدڑی جس کو تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھ کو کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کر دی گئی بعد میں اس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اس نے دریافت کیا وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں فرمایا یا اللہ کا ذکر جتنا بھی کرسکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابل رشک بن جاؤ گی۔ (فضائل ذکر)

ہر نعمت کا حساب دینا ہوگا

حضرت مکحولؒ نے فرمایا کہ ایک بار بساط ہوا پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک کاشتکار پر گذر ہوا اس نے کہا کہ میں سلیمان علیہ السلام سے تین باتیں کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس سے آگاہ کیا اور آپ اتر گئے اور کاشتکار سے فرمایا کہ وہ تین باتیں بتلاؤ اس نے کہا اے نبی اللہ آپ کو نہ کل گذشتہ کی لذت معلوم ہوئی اور نہ مجھے اس کی کچھ تھکن محسوس ہوتی ہے پس میں اور آپ برابر ہیں۔ (۲) آپ کو بھی موت آئے گی اور مجھے بھی آئے گی اس میں بھی میں آپ برابر ہیں (۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی دنیا عطا کی آپ سے اس کا حساب ہوگا، اور مجھے جتنا عطا کیا مجھ سے اس کا حساب ہوگا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے رب آپ تو کریم ہیں دے کر واپس نہیں لیتے ورنہ واپس لے لینے کی درخواست کرتا۔

(نزہۃ المجالس)

حضرت سلیمانؑ کا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک شخص نے آکر اہل مجلس کو گھور کر دیکھا اور چلا گیا۔اس کے بعد ایک شخص نے سلیمان علیہ السلام سے کہا یہ شخص مجھے ہی گھور گھور کر دیکھ رہے تھے آپ ہوا کو حکم دیں مجھ کو کسی دور مقام پر لیجائے ان کے اصرار پر سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا ان کو اٹھا کر ہندوستان کے آخری کنارہ میں جزیرہ مالدیپ پہنچادے۔بس ہوا نے حکم کی تابعداری کرتے ہوئے ان کو وہاں پہنچا دیا اگلے روز پھر وہ شخص مجلس میں دوبارہ آیا، حضرت سلیمان علیہ السلام تو ان کو پہچانتے تھے کہ وہ ملک الموت ہیں اس لیے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں لوگوں کو ڈارتے ہیں کل ایک شخص کو آپ نے گھور کر دیکھا وہ بہت پریشان ہوا حتیٰ کہ ان کو جزیری مالدیپ پہنچا دیا گیا تو ملک الموت نے کہا بات دراصل یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا اس شخص کی جان جزیرہ مالدیپ میں قبض کروں اب مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ وہ سینکڑوں میل دور آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے اس کی جان وہاں کیسے قبض کروں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ان کو مالدیپ تک پہنچا دیا آپ نے میرا کام آسان کر دیا، اب میں ان کی روح قبض کر کے آرہا ہوں۔

تمام جانوروں کی دعوت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک چیونٹی سے کہا کہ سال بھر میں کتنا رزق درکار ہے؟ اس نے کہا گیہوں کا ایک دانہ آپ علیہ السلام نے اس چیونٹی کو ایک شیشی میں بند کر دیا اور اس میں ایک دانہ گیہوں کا ڈال دیا، جب سال گزر گیا تو اسے کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا اس نے صرف آدھا دانہ کھایا تھا۔سلیمان علیہ السلام نے اس سے سبب پوچھا تو چیونٹی نے جواب دیا کہ شیشی میں بند ہونے سے قبل تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

تھا اور اب آپ پر بھروسہ ہو گیا اس لیے مجھے خوف ہوا کہ کہیں آپ مجھے فراموش نہ کر دیں اس لیے میں نے آدھا دانہ آئندہ سال کے لیے بچا کر رکھا۔

اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ایک روز میں تمام جانوروں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی، چونکہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی سلطنت عطاء فرمائی تھی انسانوں کے علاوہ جنات، ہوا اور پرندے وغیرہ پر بھی سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی انہوں نے اپنے حکومتی کارندوں کے ذریعے بہت سا کھانا جمع کروایا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے دریا سے ایک مچھلی بھیجی جو تمام تیار کھانوں کو ایک لقمہ بنا کر کھا گئی پھر اس نے کہا، اے اللہ کے نبی میں ابھی بھوکی ہوں سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ روزانہ اس سے بھی زیادہ کھلاؤں تو اس مچھلی نے کہا اس تیار کھانے سے کئی گنا زیادہ۔ (نزہۃ المجالس)

اللہ تعالیٰ کی مدد کا واقعہ

صحیح بخاری میں ہے ایک صالح شخص نے کسی سے قرض لیا اس نے کہا کہ ضامن لاؤ جو اس قرض کی ضمانت اٹھائے اس صالح شخص نے کہا کہ اللہ ضامن ہے اداء کرنے کا وقت بھی متعین کر لیا کہ فلاں وقت ادا کروں گا جب ادا کرنے کا وقت آیا تو یہ قرض لے کر گئے قرض خواہ دریا پار رہتا تھا مقروض نے کشتی تلاش کی کافی انتظار کیا مگر کشتی نہیں ملی سوچا کہ وعدہ بھی کیا ہوا ہے اور کشتی بھی نہیں مل رہی انہوں نے ایک لکڑی میں سوراخ کیا قرض کی رقم اس سوراخ میں رکھ کر لکڑی کو دریا میں بہا دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! میں نے تو تجھے ضامن بنایا اس لئے تو ہی اس قرض کو قرض خواہ کے پاس پہنچا دے یہ کہہ کر واپس ہو گئے لکڑی بہتی ہوئی دوسرے کنارے تک پہنچ گئی ادھر قرض خواہ اس انتظار میں تھا کہ مقروض حسب وعدہ اس وقت آئے گا دوسرے کنارے پر بیٹھا انتظار کر رہا ہے مایوس ہو کر جانے لگا تو دیکھا ایک لکڑی دریا میں بہہ رہی ہے

جلانے کی غرض سے اس کو گھر لے گیا گھر جا کر جب لکڑی کو چیر پھاڑ کی تو اس میں سے اس کی رقم نکل آئی۔

ٹی وی دیکھنے کا عبرتناک انجام

رمضان المبارک کی بات ہے کہ افطار سے کچھ دیر پہلے ماں نے بیٹی سے کہا آؤ میرے ساتھ ملکر افطاری کے لئے تیاری میں مدد کرو،

بیٹی نے جواب دیا ''امی مجھے ٹی وی پر پروگرام دیکھنا ہے وہ دیکھ لوں تو پھر کام کروں گی یہ کہہ کر اوپر چھت پر چلی گئی کمرے میں ٹی وی رکھا تھا اس لڑکی نے ماں کے ڈر سے کہیں مجھے زبردستی کام کے لئے اٹھا کر نہ لے جائیں دروازہ بھی بند کر لیا ادھر ماں بیٹی کو آوازیں دیتی رہی بیٹی نے ایک نہ سنی کافی وقت گزر گیا گھر میں سب مرد بھی آ گئے افطاری ہو گئی لیکن لڑکی ابھی تک کمرے سے باہر نہیں نکلی ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز نہ آئی دل ڈر گیا اس کے باپ اور بھائیوں سے کہا انہوں نے دروازہ توڑا اندر داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں وہ لڑکی زمین پر اوندھے منہ پڑی ہوئی ہے ہلا کر دیکھا تو مر چکی تھی اب حالت یہ ہوئی کہ لڑکی زمین کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی اٹھانے سے اٹھتی نہ تھی اسکو اٹھا اٹھا کر تھک گئے اب حیران ہیں کیا کریں کسی کے ذہن میں اچانک یہ بات آئی کہ ٹی وی اٹھاتے ہیں اس نے اٹھ کر ٹی وی اٹھایا تو لڑکی اٹھ گئی اب تو یہ ہوا کہ اگر ٹی وی اٹھاتے ہیں تو لڑکی اٹھتی ہے ورنہ اکیلی لڑکی کو اٹھانا کسی کے بس کی بات نہ تھی آخر انہوں نے لڑکی کے ساتھ ٹی وی کو بھی اٹھایا اور اس کو نیچے لائے جب غسل دے کر کفنانے کے بعد جنازہ اٹھانا چاہا تو پھر حیرت ناک بات یہ پیش آئی کہ چار پائی ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

یعنی ٹی وی کے بغیر جنازہ اٹھایا نہیں جا سکتا تھا بالآخر ٹی وی کو بھی جنازہ کے ساتھ قبرستان تک لے گئے اور لڑکی کو دفن کر کے ٹی وی کو اٹھا کر گھر لانے لگے تو میت قبر

سے باہر آپڑی ایسا کئی بار ہوا کہ دفن کر کے ٹی وی لے کر روانہ ہوتے ہیں تو میت باہر آ جاتی ہے حتیٰ کہ آخر میں ٹی وی کو بھی لڑکی کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا اب میت باہر نہیں آئی اب قبر میں اس کا جو حشر ہو گا وہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ (رسالہ ختم نبوت شمارہ ۸)

حضرت ذوالنون مصری کا ایک دلچسپ واقعہ

ذوالنون مصری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے بہت سے ایسے بندے ہیں کہ انہوں نے گناہوں کے بہت سے درخت لگائے اور پھر ان کو آب توبہ سے سینچا تو ان کو ندامت اور حزن کے پھل لگے اور بغیر جنون کے مجنون بن گئے اور بلا کسی عیب کے کند ذہن بن گئے اور باوجود بلیغ فصیح ہونے کے گونگے ہو گئے اور حالت ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی معرفت میں وہ کامل ہیں پھر انہوں نے جام شفا پیا تو ان کو طول بلا کر صبر کی میراث ملی پھر ان کے دل ملکوت میں واللہ حیران ہوئے اور ان کے افکار و جبروت کے سراپردوں میں جولانی کرنے لگے اور ندامت کے پتوں کا سایہ حاصل کرنے لگے اور خطاؤں کے صحیفہ کی تلاوت میں مشغول ہوئے (یعنی ان کو اپنی خطائیں پیش نظر ہو گئیں) اور جزع وفزع کی دولت ان کو ملی یہاں تک کہ وہ ورع کے زینہ کے ذریعہ بام زہد پر پہنچ گئے اور ترک دنیا کی تلخی انہیں شیریں معلوم ہونے لگی اور سخت بستر کی سختی کو وہ مثل حریر (ریشم) نرم سمجھنے لگے یہاں تک کہ وہ کمند نجات اور سلامتی کے عروہ وثقی (مضبوط دستہ) سے فائز ہوئے اور ان کی ارواح ملاء اعلیٰ کی سیر کرنے لگیں اور بستان نعیم (نعمتوں کے باغ) میں مقیم ہو گئے اور بحر حیات (زندگی کے سمندر) میں گھس گئے اور خواہشات نفسانیہ کہ پلوں سے گذر کر صحن علم میں جا اترے اور حوض حکمت سے سیراب ہوئے اور کشتی عطیہ میں سوار ہو کر بستان راحت اور معدن عز و کرامت میں پہنچ گئے۔

اللہ والوں کا ہاتھ حرام کی طرف نہیں بڑھتا

حکایت ہے کہ شیخ جلیل ابو العباس قریشی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی شبہ کا کھانا لے کر آیا تا کے آپ کو آزما دے آپ نے اعراض کیا اور نہ کھایا پھر اس کھانے والے کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ حارث ابن اسد محاسبی کی انگلی میں ایک رگ تھی جب آپ شبہ کے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی اس کھانے والے نے استغفار (روبہ) کیا اور شیخ سے معذرت کی رضی اللہ عنہ اسی طرح مجھے خبر ملی ہے کہ ایک کافر بادشاہ مسلمانوں کے شہروں پر قابض ہو گیا اور ان کا خون کیا اور مال لوٹا اور بعض فقراء اور مشائخ کے بھی قتل کا ارادہ کیا شیخ نے اس سے مل کر اس کام سے منع کیا ان سے بادشاہ نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے کچھ علامت دکھاؤ چنانچہ شیخ نے اونٹ کی میگنیوں کی طرف اشارہ کیا وہ فوراً جواہر بن کر چمکنے لگیں اور خالی کوزوں کی طرف اشارہ کیا جو زمین پر رکھے ہوئے تھے تو وہ ہوا پر معلق ہو گئے اور پانی سے بھر گئے ان کے منہ زمین کی طرف اوندھے ہوئے تھے اور ان میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا تھا بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرایا اس کے ایک ہمنشیں نے کہا اسے بڑی بات مت جان یہ سحر ہے۔

بادشاہ نے کہا اور کچھ دکھاؤ شیخ نے آگ جلانے کا حکم فرمایا جب آگ دہلگئی تو اسوقت فقراء سے فرمایا کہ مجلس سماع گرم کرو جب ان پر وجد طاری ہو گیا تو شیخ ان فقراء کے ساتھ آگ میں گھس گئے اور آگ بہت تیز تھی اس وقت شیخ نے بادشاہ کے لڑکے کو بھی ساتھ لے لیا اور آگ میں چاروں طرف گھمایا اور اسے لے کر چل دیئے اور غائب ہو گئے اور نہ معلوم کہاں گئے بادشاہ موجود تھا اپنے بچے کے غائب ہونے پر بہت گھبرایا تھوڑی دیر کے بعد دونوں آموجود ہوئے اور بادشاہ کے بیٹے کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے میں انار تھا بادشاہ نے پوچھا تو کہاں تھا کہا باغ میں تھا وہاں سے میں نے یہ دو عدد توڑ لئے اور نکل آیا بادشاہ متحیر ہو گیا اس کے بدمعاش ساتھیوں نے کہا

کہ یہ بھی ایک باطل تماشہ ہے اس وقت بادشاہ نے کہا کہ تم جو کچھ بتاؤ ہم اس کو سچ نہیں مانیں گے حتی کہ تم اس پیالہ کو نوش کرلو اور ایک پیالہ زہر ہلاہل (فوراً ہلاک کرنے والا زہر) سے لبریز تھا جس کا ایک قطرہ بھی فوراً ہلاک کردے نکالا شیخ نے فقراء سے کہا کہ مجلس سماع گرم کرو جب ان پر حال طاری ہوگیا تو وہ پیالہ اٹھا کر سب کا سب پی گئے ان پر جو لباس تھا پارہ پارہ ہوگیا اور دوسرا لباس پہنایا گیا وہ بھی پھٹ گیا پھر اور بدلہ گیا وہ بھی پھٹ گیا اسی طرح کئی بار بدلہ گیا بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھ کر ان کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا اور قتل وفساد کے ارادہ سے باز رہا۔ (حکایات الاولیاء)

خدا کی عبادت کا اثر

سبد الواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین رات یہ سوال کیا کہ اے اللہ مجھے اس شخص کو دکھا دیجئے جو جنت میں میرا رفیق ہوگا ارشاد ہوا کہ اے عبد الواحد تیرا رفیق جنت میں میمونہ سوداء ہے میں نے عرض کیا کہ وہ کہاں ہے ارشاد ہوا کہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں ہے میں کوفہ میں اسی پتہ پر گیا اور لوگوں سے پوچھا اس نام کی عورت کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا وہ تو ایک مجنونہ ہے بکریاں چرایا کرتی ہے میں نے کہا میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں کہا فلاں جنگل میں چلے جاؤ وہ ملے گی میں اس مقام پر گیا تو دیکھا کہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی ہے اور اس کے سامنے ایک عصا ہے اور ایک اون کا کپڑا پہنے ہوئے ہیں اور اس کپڑے پر لکھا ہے ”کہ نہ بیچی جاسکتی ہے اور نہ خریدی“ اور ایک عجیب واقعہ یہ دیکھا کہ بکریاں اور بھیڑیئے ایک جگہ پر چر رہے ہیں نہ تو بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں اور نہ بکریاں بھڑیوں سے ڈرتی ہیں۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر کہا! اے ابن زید اس وقت جاؤ یہ وقت وعدہ کا نہیں ہے کل آنا میں نے پوچھا تجھے کس نے بتایا کہ میں ابن زید ہوں؟ کہا کہ یہ خبر نہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ارواح لشکر کی لشکر

ایک جگہ ہیں جن ارواح میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی ایک دوسرے سے الفت کرتے ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف اور انجان رہے ان کا یہاں بھی اختلاف رہتا ہے پھر میں نے کہا مجھے کچھ اور نصیحت کر کہنے لگی جس بندے کو دنیا کی کوئی چیز حق تعالیٰ نے دی اور وہ پھر اسی کی طلب میں رہا اللہ تعالیٰ اس سے اپنی خلوت کی محبت سلب فرمالیتا ہے اور قرب کو بعد سے بدل دیتا ہے اور اس کے بجائے وحشت اس کے دل میں بٹھا دیتا ہے پھر چند عبرتناک اشعار پڑھے پھر میں نے پوچھا کہ بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ بھیڑیئے انہیں ستاتے ہیں کہا جاؤ یہ باتیں مت کرو میں نے اپنے مولیٰ سے صلح کر لی ہے۔ (حکایات اولیاء)

ایک ڈاکو روزے رکھنے کی برکت سے ولی ہو گیا

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ! دو آدمی بنی اسرائیل کے ایک مسجد میں گئے ایک تو مسجد میں داخل ہوا دوسرا باہر بیٹھا رہا اور کہنے لگا میرے جیسا شخص مسجد میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہے میں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اس وجہ سے اس کا نام صدیقوں میں لکھا گیا اور فرمایا بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ایک گناہ کیا اسے اس پر بہت رنج ہوا اور ادھر ادھر آتا جاتا تھا کہ کس طرح خدا کو راضی کروں اس سبب سے اس کا نام بھی صدیقوں میں لکھا گیا۔

اور حضرت شبلی رحمتہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ! میں ایک قافلہ میں تھا جو ملک شام جا رہا تھا راستہ میں بدوؤں نے اسے پکڑ لیا اور اس کا اسباب اپنے امیر کے پاس پیش کرنے لگے اس میں ایک بادام و شکر کی بھری ہوئی تھیلی نکلی اسے بدوؤں نے کھایا لیکن ان کے امیر نے کچھ نہ کھایا میں نے پوچھا تم کیوں نہیں کھاتے کہنے لگا میں روزہ دار ہوں میں نے کہا ڈاکہ ڈال کر لوگوں کا مال لوٹتے ہو اور پھر روزہ بھی ہے اس

نے کہا اے صاحب میں خدا سے مصالحت کرنے کا موقع رکھ چھوڑتا ہوں (یعنی ایسی سرکشی نہیں کرتا ہوں کہ صلح بالکل نہ ہو سکے بلکہ کچھ اعمال صالح بھی کرتا رہتا ہوں تا کہ صلح ہو سکے) کچھ دنوں بعد میں نے اسے دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا اور عبادت نے اسے نحیف کر دیا تھا جیسے پرانی مشک ہوتی ہے میں نے کہا تم وہی آدمی ہو کہا ہاں، اسی روزے نے میرے اور اللہ کے درمیان صلح کرائی ہے رحمتہ اللہ علیہ۔ (حکایات اولیاء)

رحم وعدل کے ساتھ سیاست

ہرمز بن نوشیرواں نے اپنے عدل کو سیاست کے ساتھ ملا دیا تھا، ایک دن اس کے رکابدار نے کسی باغ میں سے انگور کا خوشہ بغیر اجازت توڑ لیا، مالک نے کہا ''مجھے راضی کر دو، ورنہ بادشاہ کے پاس جاتا ہوں رکابدار نے کچھ دیا وہ راضی نہ ہوا، بالاخر ہزار دینار پر راضی ہوا، یہ ہرمز کی سیاست کا اثر تھا، کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکتا تھا، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خلیفہ اسلام منبر پر آتا تلوار کھینچے ہوئے اور قرآن مجید ہاتھ میں اور کہا ''اے مردمان نیک تم کو یہ قرآن مجید کافی ہے اور اے مربان بد! تم سوائے اس تلوار کے درست نہیں ہو سکتے، لہذا رحم وعدل کے ساتھ سیاست بھی ضروری ہے۔

خسرو پرویز نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ طبیعت خلائز میں لائق سیاست کون ہے؟ اس نے کہا ایک وہ طبقہ ہے جو خود بد ہو، مگر اس کی بدی کا اثر دوسرے کو نہ پہنچے، اس کو ذلیل رکھنا چاہئے، اور دوسرے وہ جو خود بد ہوں اور ان کی بدی کا اثر دوسرے تک پہنچے، اس کو قرار واقعی سزا دینی چاہئے، تا کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کر کے بدی کی طرف راغب نہ ہو سکیں۔

تحمل بایدت لیکن نہ چنداں   کہ گردد خیر گرگ تیز دنداں

(مشاہیر اسلام)

امام ابوحنیفہؒ کے جوابات

امام اعظم رحمتہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ بغداد میں ایک نصرانی عالم نے چیلنج کیا کہ میرے تین سوالوں کے جواب کون دے گا ؟ وہ سوالات کرتے رہے لیکن مسلمان علماء سے جوابات نہ بن پڑے، اب علماء پریشان تھے کہ کیا کریں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اس وقت نوعمری میں تھے وہ جلسہ میں موجود تھے انہوں نے آگے بڑھ کر علماء سے اجازت چاہی کہ اگر آپ حضرات اجازت دیتے ہیں تو میں ان کے سوالات کا جواب دوں گا علماء نے اجازت مرحمت فرمادی تو آگے بڑھے اور سوالی سے فرمایا اب بتایئے سوال کرنے والے کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے یا جواب دینے والے کا تو پادری نے کہا جواب دینے والے کا تو امام صاحب رحمتہ اللہ نے فرمایا پھر آپ منبر سے اتریں میں منبر پر بیٹھتا ہوں،

چنانچہ وہ پادری نیچے اتر گئے امام صاحب کو منبر پر بٹھایا گیا اسکے بعد پادری نے فرمایا اب سوالات پیش کریں اس نے کہا میرے تین سوالات ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟

امام صاحب رحمتہ اللہ نے فرمایا! اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیا کہ آپ کو منبر سے اتارا اور مجھے منبر پر بٹھا کر عزت بخشی،

لکل یوم ھو فی شان ،(رحمٰن) یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر ہر لحہ ایک الگ شان ہے وہ اپنی مخلوقات میں تصرف فرماتے رہتے ہیں عزت وذلت انہی کے قبضہ قدرمیں ہے۔

و تعز من تشاء و تذل من تشاء. (آل عمران)

پادری نے دوسرا سوال کیا!

۲۔ اللہ تعالیٰ کا رخ کس طرف ہے؟

امام صاحب رحمتہ اللہ نے فرمایا! اس بات کو ایک مثال سے سمجھایا جا سکتا ہے پھر پادری سے سوال کیا کہ سورج کا رخ اس وقت کس طرف ہے؟

پادری نے جواب دیا، کہ سورج کا رخ تو ہر طرف ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا رخ بھی ہر طرف ہے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی جہت متعین نہیں ہے۔

فاینما تو لو افثم وجہ اللہ (بقرہ)

۳۔ پادری نے تیسرا سوال پیش کیا اللہ ایک ہے اللہ سے پہلے کیا چیز ہے۔

امام صاحب رحمتہ اللہ نے فرمایا! کہ یہ شیطانی خیال ہے اس قسم کے خیالات سے وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے اور وساوس میں مبتلا کرتا ہے اس سوال کا جواب سمجھنے کے لئے میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ آپ ذرا دس تک الٹا گننا شروع کریں دس سے پہلے کیا ہے؟ پادری نے کہا نو پھر امام صاحب نے فرمایا نو سے پہلے؟ پادری نے کہا آٹھ حتیٰ کے ایک پر پہنچے امام صاحب نے پوچھا کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے پادری نے کہا ایک سے پہلے تو صفر ہے منفی ہے کچھ نہیں امام صاحب رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ ایک ہے اللہ سے پہلے کچھ نہیں۔

اللہ حی وقیوم، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیں گے ازل سے ہیں ابد تک رہیں گے اس طرح عیسائی پادری لاجواب ہو گیا اور مسلمانوں کی جیت ہوئی۔

موت کا وقت معین بچانے کے لئے کافی ہے

ناصر الدولہ کی بیوی فاطمہ بن احمد کردی نے ایک ملازم پر جس کا نام ابن ابی قبصیہ تھا اور وہ موصول کا رہنے والا ہے تھا تہمت لگائی کہ اس نے اس کے مال میں خیانت کی ہے۔ چنانچہ فاطمہ نے اس کو پکڑوالیا اور اپنے قلعہ میں بند کر دیا۔

فاطمہ نے اس کو قتل کرنے کا سوچا۔ چنانچہ اس نے قلعے کے ذمہ دار کو اس کے قتل کے بارے میں لکھ بھیجا جب کہ قلعہ کا ذمہ دار لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور نہ اس کے پاس اس وقت ابی قبصیہ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا کہ خط اس سے پڑھواتا، قلعے کے ذمہ دار نے

خط ابن قبیصہ کو دے دیا اور اس سے کہا: یہ مجھے پڑھ کر سنا دو، سو جب ابن قبیصہ نے خط میں اپنے قتل ہونے کا حکم دیکھا تو سوائے قتل کی بات کے باقی پورا خط سنا دیا اور خط اسے واپس دے دیا۔

ابن قبیصہ کہتا ہے: میں نے سوچا، کہ میں تو قتل ہونے والا ہوں اور میں اس بات سے مطمئن نہیں ہوسکتا، کیوں کہ اگر اسی طرح کا ایک اور خط آجائے اور میرے علاوہ کوئی لکھنے پڑھنے والا اتفاقاً اس وقت حاضر ہو تو میں قتل کیا جاؤں گا۔ لہذا میرے پاس ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ میں کسی تدبیر سے کام لوں، تو اگر وہ تدبیر پوری ہوگئی تو میں بچ جاؤں گا، اور اگر پوری نہ ہوئی تو مجھے قتل کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ میں نے قلعہ کا جائزہ لیا تو اس میں ایک جگہ ایسی تھی جہاں سے میں نیچے کی طرف چھلانگ لگا سکتا تھا، لیکن اس کے زمین کے درمیان ۔۔۔۔۔ تین ہزار گز کا فاصلہ تھا اور وہاں ایک چٹان بھی تھی جس پر پڑنے والا شاید ہی کوئی بچے۔ چنانچہ میری جرات نہ ہوئی۔ پھر میری سوچ حرکت میں آئی اور میں نے غور کیا کہ کئی راتوں سے برف باری ہو رہی ہے۔ برف نے اس چٹان کو ڈھانک لیا ہوگا، اور اس پر بہت ساری برف پڑی ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ اگر میں اس پر گروں تو میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں گے، لیکن میں مرنے سے بچ جاؤں گا۔

ابن قبیصہ کہتا ہے: جب لوگ سو چکے تو میں اٹھا اور اس جگہ سے چھلانگ لگائی، میں نیچے کی طرف جانے لگا تو بہت پچھتایا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے لگا۔ میں نے اپنی آنکھ بند کر دی، تاکہ میں یہ تو نہ دیکھ سکوں کہ میں کیسے مرتا ہوں۔ اور میں نے اپنا سر پاؤں کے ساتھ آچھی طرح ملا لیا، کیونکہ میں نے پہلے سنا تھا کہ جس کو یہ اتفاق ہو کہ وہ کسی بلند جگہ سے کھڑا کھڑا گر جائے تو اگر وہ پاؤں ملا لے پھر جب اس کے اور زمین کے درمیان ایک گز یا اس سے تھوڑا زیادہ فاصلہ رہ جائے اپنے پاؤں کو چھوڑ دے تو وہ بچ جاتا ہے، اس کے گرنے کی تیزی کم ہوجاتی ہ اور اس آدمی کی طرح ہوجاتا ہے جو گز کے فاصلے سے گرا ہو۔

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، جب میں زمین پر جا گرا تو میرے ہوش وحواس گم ہو گئے اور میرا دماغ بند ہو گیا۔ جب میں ہوش میں آیا تو مجھے اتنی اونچی جگہ سے گرنے کے سبب جو درد ہونا چاہئے تھا وہ تو مجھے محسوس ہی نہ ہوا۔ میں نے اپنے اعضاء کو چھونے لگا اور ہاتھ پاؤں ہلائے تو میں نے ان سب کو صحیح سلامت پایا اور میں سیدھا کھڑا ہو گیا تو میں نے اس حال پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

میں نے ایک بڑا پتھر اٹھایا، تا کہ اپنے پاؤں میں لگی ہوئی زنجیر کو توڑ دوں، اور میرے پاؤں میں جو زنجیر تھی وہ سردی کی شدت کی وجہ سے کانچ کی مانند ہو گئی تھی تو میں نے وہ پتھر اس پر زور سے مارا تو وہ ٹوٹ گئی، اور پہاڑ میں سے ایک زوردار آواز آئی تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں قلعہ کے لوگ اسے سن نہ لیں اور اس کی آواز کی وجہ سے جاگ نہ اٹھیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بچ لیا اور میں کھڑا ہو کر برف میں چلنے لگا۔

کافی دیر چلتا رہا، پھر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ کل راستے میں وہ لوگ میرے پیر کے نشانات دیکھ لیں اور میرا پیچھا کریں اور پھر میں ان سے چھوٹ نہ سکوں، چنانچہ میں نے ایک نہر کی طرف رخ موڑ لیا جس کا نام خابور تھا، جب میں اس کے کنارے پر پہنچا تو میں اپنے گھٹنوں تک پانی میں ڈھوب گیا۔ اور میں اسی طرح ایک فرسخ تک چلتا رہا۔ میں مسلسل نہر میں چلتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے یہ خوف لاحق ہو کہ کہیں میرے پاؤں سردی کی وجہ سے شل نہ ہو جائیں تو میں نہر سے نکل کر کنارے پر چلنے لگا، کنارے پر تھوڑی دیر چلنے کے بعد دوبارہ نہر میں چلنا شروع کیا کہ کچھ ایسی جگہ کا بھی سامنا ہوا جس میں میں نہ چل سکا، کیونکہ اس کی مٹی سیلاب بہا کر لے گیا تھا، تو ایسی جگہ میں تیر لیتا، پس میں اسی طرح چار فرسخ تک چلا، یہاں تک کہ میں ایک خیمے تک پہنچا جس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے مجھے نہ پہنچانا اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا، وہ لوگ کرد قوم میں سے تھے، تو میں نے انہیں پورا قصہ سنایا اور ان سے پناہ مانگی، تو انہوں نے مجھ پر ترس کھا کر مجھ پر کمبل ڈالا اور میرے سامنے آگ جلائی، مجھے کھانا کھلایا، اور مجھے قلعے والوں سے چھپایا، اگلے دن ان کی تلاشی ہوئی تو انہوں نے میری خبر کسی کو نہ ہونے

دی۔

آخر کار جب تلاشی ختم ہوگئی تو انہوں نے مجھے موصل پہنچا دیا اور میں چپکے سے موصول میں داخل ہوا۔

اس وقت ناصر الدولہ بغداد میں تھے، چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور اپنی ساری داستان سنائی۔تو انہوں نے مجھے اپنی بیوی سے بچایا، میرے ساتھ حسن سلوک کیا، اور مجھے اختیار دے دیا کہ جو چاہے کرو۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

فائدہ......اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب پر غالب ہے، جس کو اللہ تعالیٰ بچانا چاہیں، ہلاکت کے اسباب میں اس کے لئے حفاظت پیدا فرما دیں، قتل کا پروانہ ہی اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے، لہذا کیسے بھی حالات خراب ہوں، کیسی بھی پریشانی ہو مسلمان کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے، بقدر استطاعت جائز اور ضروری تمام تدابیر پریشانیوں کو دور کرنے کی اختیار کرنی چاہیئے اور پھر دعا بھی مانگتے رہنا چاہیئے۔

وہ ایک ہی رات میں بوڑھا ہو گیا

قاضی ابو عمر محمد بن یوسف ازدی فرماتے ہیں، جب ابن معتز نے مجھے قید کر دیا تو اس وقت میری ڈاڑھی میں ایک سفید بال بھی نہ تھا۔

میرے ساتھ قاضی ابوثنیٰ اور محمد بن داود جراح بھی قید کئے گئے، اس طور پر کہ ہم سب ایک ہی جیل میں، تین ایک ساتھ ملے ہوئے کمروں میں تھے، میرا کمرہ بیچ میں تھا، ہم سب زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو میں کبھی ابوثنیٰ سے باتیں کرنے لگتا اور کبھی محمد بن داؤد سے۔اور وہ دونوں مجھ سے دروازے کے پیچھے سے گفتگو کرتے۔اور ہم میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو وصیتیں کرتا اور لحہ بہ لحہ ہمیں اپنی موت کا یقین ہوتا چلا جا رہا تھا۔

ایک رات جب کہ دروازے بند ہو چکے تھے اور ہم پر مقررہ پہریدار سو چکے تھے، ہم اپنے کمروں میں باتیں کر رہے کہ اچانک ہم نے تالوں کے کھلنے کی آواز سنی تو ہم خوف

زدہ ہوکر اپنے اپنے کمروں کے سامنے کے حصے کی طرف چلے آئے۔

ہم کو ایسا محسوس ہوا کہ دروازہ محمد بن داؤد کا کھلا اور انہیں باہر نکالا گیا۔ اور جب انہیں قتل کرنے کے لئے لٹایا گیا تو وہ کہنے لگے: اے لوگو! تم تو بکری کی طرح ذبح کررہے ہو، وہ مطالبات کہاں گئے اور میرا مال کہاں گیا جس کو فدیہ میں دے کر میں خود کو چھڑالوں؟

قاضی ابوعمر فرماتے ہیں: کسی نے ان کی بات کی طرف دھیان نہ دیا اور ان کو قتل کردیا۔ میں انہیں دروازے کی جھری میں دیکھ رہا تھا۔ پورا صحن روشن ہوگیا اور روشنی کی کثرت کی وجہ سے دن کا سا لگ تھا۔ انہوں نے ان کا سر تن سے الگ کردیا، دھڑ کو گھسیٹ کر گھر کے کنویں میں ڈال دیا اور سر کو اپنے ساتھ لے گئے، اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔

قاضی ابوعمر فرماتے ہیں: مجھے اپنے قتل ہونے کا یقین ہوگیا تو میں نماز و دعا اور آہ بکاہ میں مشغول ہوگیا۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ مجھے پھر تالے کھلنے کی آواز آئی، میں دوبارہ خوف زدہ ہوگیا۔ وہ لوگ قاضی ابومثنیٰ کے کمرے کی طرف آئے اور تالا کھول کر انہیں باہر نکالا۔ پھر ان سے کہنے لگے: امیر المومنین نے تم سے کہا ہے، اے اللہ کے دشمن! اے فاسق! تمہیں میرا عہد توڑنے اور میری اطاعت سے نکلنے کی جرات کیسے ہوئی؟

کہنے لگے: کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ امانت (خلافت) کے مستحق اور لائق نہیں۔

خلیفہ کے لوگ کہنے لگے: امیر المومنین نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تمہیں ان کفریہ کاموں سے توبہ کی ترغیب دیں، اگر تم نے توبہ کرلی تو ہم تمہیں دوبارہ قید خانے میں ڈال دیں گے ورنہ تمہیں قتل کردیں گے۔

وہ کہنے لگے: کفر سے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ، میں نے کوئی کفریہ کام نہیں کیا۔

قاضی ابوعمر فرماتے ہیں: وہ نظریہ پر ڈٹے رہے اور اپنی بات سے ذرا بھی نہیں ہٹے۔

جب وہ لوگ ان سے مایوس ہو گئے تو کچھ لوگ خلیفہ کے پاس گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو میں سمجھا کہ وہ اسے قتل کرنے کی اجازت لے کر آئے۔

پھر انہیں لٹایا اور قتل کر دیا اور میں ان کو دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے ان کا سر اپنے ساتھ لیا اور ان کا دھڑ کنویں میں ڈال دیا۔ میرے تو حواس ہی اڑ گئے، اوسان خطا ہو گئے اور میں رونے دھونے اور دعا میں مشغول ہو گیا اور اللہ عزوجل کے سامنے گڑگڑانے لگا۔

چنانچہ رات کا آخری پہر تھا، میں نے ڈھول پیٹنے کی آواز سنی۔

اس کے بعد اچانک تالے کھلنے کی آواز آئی تو میں نے سوچا: کہ اب تو میں ہی باقی بچا ہوں اور اب مجھے بھی قتل کیا جائے گا تو میں تیار ہو گیا۔ ان لوگوں نے میرا دروازہ کھولا اور مجھے صحن میں کھڑا کر دیا اور کہنے لگے: امیر المومنین نے تمہیں کہا ہے: اے مجرم و خطاوار! تم نے میرا عہد توڑنے کی کیسے جرات کی؟

میں نے کہا: یہ میری غلطی، نادانی اور بدنصیبی ہے اور میں اس گناہ سے اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

میں اسی طرح اپنی غلطی کا اعتراف کرتا رہا تو ان میں سے کچھ لوگ خلیفہ کے پاس چلے گئے اور پھر دوبارہ آئے اور کہنے لگے: تمہاری حاضری ہوگی، چلو حاضری دو! پھر کہنے لگے: تم پر کوئی الزام نہیں۔ تمہارے بارے میں وزیر نے (یعنی ابن فرات نے) سفارش کی ہے اب تمہیں اس کے حوالے کیا جائے گا۔ وہ لوگ میرے جوتے، چادر اور عمامہ لے آکر آئے۔ میں نے وہ جوتے پہنے، عمامہ باندھا اور باہر آ گیا۔ مجھے خلیفہ کے محل میں ابن فرات کے پاس لایا گیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے میرا جرم اور میری خطائیں یاد دلانے لگا اور میں اعتراف کرتا گیا اور درگزر کی درخواست کرتا گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: امیر المومنین نے تمہارا گناہ مجھے ایک لاکھ دینار کے بدلے میں دے دیا ہے۔ اور میں نے اتنے دینار دے کر تمہارا جرم خرید لیا ہے۔ اب تمہیں یہ دینار مجھے دینے ہوں گے یہ تمہارے ذمے ہیں۔

میں نے کہا: اے وزیر! میں نے اتنی رقم کبھی اکٹھی دیکھی بھی نہیں ہے۔ اس نے

مجھے آنکھ کے اشارے سے چپ رہنے کو کہا اور مجھے چپ کروایا۔ تو میں سمجھ گیا کہ وزیر ابن فرات مجھے چھڑانا اور میرا خون معاف کرانا چاہتا ہے۔

میں نے کہا: وزیر جو بھی حکم دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے۔ تو وزیر نے حکم دیا: اس کو میرے گھر لے جاؤ۔

چنانچہ مجھے پکڑ کر اس کے گھر لے جایا گیا۔ اس نے میرا معاملہ ایک لاکھ دینار پر طے کیا کہ اس میں سے آدھی رقم میں ابھی ادا کروں۔

جب میں ابن فرات کے گھر پہنچا تو اس نے میرے کھانے پینے اور لباس کا خوب اہتمام کیا اور مجھے نہانے کو کہا۔

جب میں حمام سے باہر نکلا اور میں اپنا چہرہ آئینے میں دیکھا تو میرے آگے کی ڈاڑھی کے کچھ بال سفید ہو چکے تھے۔ میں اس ایک رات میں بوڑھا ہو گیا تھا۔

میں نے تیس ہزار سے کچھ زائد دینار ادا کئے۔ جب کہ ابن فرات نے باقی رقم مجھے معاف کردی، اس نے مجھے میرے گھر بھیج دیا اور اس طرح میری جان بچ گئی۔

میں اپنے گھر میں کئی سال اس طرح رہا کہ میرے گھر کا دروزاہ بند ہی رہتا تھا۔ میں بہت کم ہی کسی کو دیکھ پاتا۔ میں تو بس فقہ کی تدریس اور علمی تحقیق میں پوری طرح منہمک ہو کر رہ گیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آسانی کا معاملہ فرمایا اور مجھ پر پریشانی والی کیفیت دور کردی اور میں پھر سے گھر سے نکل کر اپنے کام کاج میں لگ گیا۔

(تجارب الامم)

بغداد میں ایک فتنہ بھڑک اٹھا جس نے ایک نے بے گناہ قیدی کو رہا کر دیا

ابو علی وکیل فرماتے ہیں:

میں مقتدر باللہ کے زمانہ خلافت میں شہر بغداد میں قیدیوں کے حالات معلوم کر رہا تھا۔ تو میں نے زمین کے نیچے قید خانے میں ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوا ایک قیدی دیکھا جس کی پیٹھ پر ایک لوہے کہ انیٹ تھی جس کا وزن ٦٠ رطل تھا۔ میں نے اس سے اس قصے

کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: خدا کی قسم میں مظلوم ہوں۔

میں نے اس سے کہا: تم پر کیا گزری؟

کہنے لگا: ایک رات میں اپنے دوست کے یہاں ضیافت میں گیا۔ میں اس کے یہاں سے اخیر رات کی تاریکی میں نکلا۔

ابھی میں سڑک کے کنارے پر چل رہا تھا کہ مجھے چوکیداروں کی قندیلیں اور مشعلیں دکھائی دیں۔ میں خوف زدہ ہو گیا اور مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں۔ اچانک مجھے بانس کا ایک ڈھیر نظر آیا۔ (جو کہ کانوں کے دروازے پر لگائے جاتے ہیں) میں نے ان بانسوں کو ادھر ادھر کیا اور دکان میں داخل ہو کر بانس اسی طرح دوبارہ لگا دیئے۔ میں دکان کے اندر کھڑا ہو گیا، تاکہ جب چوکیدار چلے جائیں تو میں نکل جاؤں۔

جب چوکیدار اس جگہ پہنچے تو انہیں اس بانس کے ڈھیر میں کچھ گڑبڑ لگی۔ کہنے لگے: اس دکان کی تلاشی لو۔

جب سارے سپاہی مشعلیں لے کر داخل ہوئے تو میں نے اچانک اس کی روشنی میں دکان کی زمین پر ایک شخص کی لاش دیکھی جس کے سینے پر ایک چھرا گھونپا ہوا تھا۔ میں بری طرح سے ڈر گیا۔

ان سپاہیوں نے جب اس لاش کو دیکھا اور مجھے اس کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا تو ان کو یقین ہو گیا کہ قاتل میں ہی ہوں۔

مجھے سپاہیوں نے گرفتار کر کے قید کر لیا۔ پھر مجھے بلا کر خوب مارا۔ اور مجھے طرح طرح کی سزائیں دے گئیں۔ لیکن میں جرم ماننے سے انکار ہی کرتا رہا۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں بہت صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہا ہوں اس لئے اور ازیتیں دیتے تھے۔

میرے گھر والے آئے اور ان کا حاکم کے رشتہ داروں پر ایک احسان تھا اس لئے انہوں نے میری سفارش کی اور اپنے ساتھ بہت سے لوگوں کو لائے جنہوں نے میری شرافت کی گواہی دی۔ لیکن ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی، چنانچہ ہر قسم کی ازیتیں سہہ لینے

کے بعد میرے قتل کی سزا معاف تو ہوگئی، مگر مجھے زمین کے نیچے تہہ خانے میں منتقل کر کے اس لوہے کے بوجھ کو مجھ پر ڈال دیا گیا، جو تم دیکھ رہے ہو۔ اور میں ۱۶ سال سے اسی حال میں ہوں، یہ ہے میرا قصہ۔

ابو علی فرماتے ہیں: مجھے اس کی یہ آزمائش اور مشقت بہت زیادہ معلوم ہوئی اور میں اس کا قصہ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ تو وہ مجھے کہنے لگا: آپ کو کیا ہو گیا۔ خدا کی قسم! میں اس حال میں ہونے کے باوجود اللہ کی رحمت اور فضل سے مایوس نہیں ہوا۔ آہستہ آہستہ مشکلات تو دور ہو ہی جاتی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ آزمائش ختم ہو جاتی ہے۔

ابو علی فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابھی اس نے یہ بات کی ہی تھی کہ خوب چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ سلاخیں ٹوٹ گئیں اور حراست ختم ہوگئی۔ کئی لوگ جیل کے تہہ خانے میں پہنچ گئے اور وہاں سے سب لوگوں کو باہر نکالا۔ وہ شخص بھی ان لوگوں کے ساتھ نکل گیا۔ میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ ہر طرف شور برپا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے ساتھ اور تمام قیدیوں کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمایا۔

(الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ بحوالہ تجارب الامم)

نفس کی دواء

ایک اللہ والے کے دل میں یہ فکر لاحق ہوئی کہ نفس کے اندر جو بڑے بڑے تقاضے پیدا ہوتے ہیں غلط خواہشات ابھرتی ہیں شر کے کاموں میں نفس ابھارتا ہے کوئی ایسی دوا مل جائے کہ یہ خواہشات کمزور پڑ جائیں خیر کا پہلو غالب ہو جائے نفس میں نیک خواہشات ابھرا کریں اعمال خیر کی طرف ہی نفس مائل ہو اس کے لئے انہوں نے عربی میں ایک شعر کا ایک مصرع بنایا۔

متی تکون داء النفس دواھا: نفس کی بیماریاں نفس کے لئے کب علاج بنیں گی اب جس بزرگ سے ملاقات ہوتی تو یہی سوال پیش کرتے لیکن ان کو کوئی تسلی بخش جواب نہ ملتا۔

ایک دفعہ رات کو بے خوابی ہوئی باوجود کوشش کے نیند نہیں آ رہی تھی تو انہوں نے سوچا بستر پر کروٹیں لینے کے بجائے آبادی سے باہر جنگل کی طرف نکل جاتا ہوں کچھ نوافل کچھ ذکر واذکار اور دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں چنانچہ اٹھ کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا تو دیکھتا کیا ہے کہ وہاں ایک بزرگ پہلے سے اللہ تعالیٰ سے لو لگائے بیٹھا ہے بس جونہی ان پر نظر پڑی تو ایک مستانہ وار نعرہ لگایا۔

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گذرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو

ان کے قریب پہنچا اور سلام کے بعد اپنا سوال پیش کیا،

متی تکون داء النفس دواھا ،اس بزرگ نے برجستہ جواب دیا

اذا خالفت النفس ھواھا :

یعنی جب نفس کی خواہشات کی مخالفت کی جائے تو آہستہ آہستہ یہ خواہشات کمزور پڑ جاتی ہیں اور نفس میں خیر کا تقاضہ غالب ہو جاتا ہے اب اعمال صالحہ آسانی اور سہولت کے ساتھ ادا ہوتے ہیں اس میں نفس پر زیادہ گرانی نہیں ہوتی ، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

انشاء اللہ جیب کٹ گئی

ایک شخص قربانی کی گائے خریدنے کے ارادے سے گھر سے نکلا راستہ میں ایک ملاقاتی نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بکرا پیڑی جا رہا ہوں، جانور خریدنے کا ارادہ ہے، جانور لے کر ابھی واپس آؤں گا۔

اس ملاقاتی نے کہا کہ جب کسی کام کا ارادہ ہو تو انشاء اللہ کہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ بغیر انشاء اللہ کے وعدہ نہ کیا جائے یہ نہ کہا جائے کہ کل میں یہ کام ضرور

کروں گا بلکہ انشاء اللہ کے حوالہ سے کہا جائے کہ، انشاء اللہ کل یہ کام ضرور کروں گا۔

تو اس شخص نے جواب میں کہا دیکھئے بازار میں جانور موجود ہے اور میری جیب میں پیسہ موجود ہے، ابھی جا کر لے آتا ہوں اس میں انشاء اللہ کی کیا ضرورت ہے، ملاقاتی نے سمجھایا، کہ یہ میرے اللہ کا حکم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ اسباب کے تابع نہیں ہیں لیکن اسباب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ ایسے دعویٰ نہ کرو یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ بہر حال بات آئی گئی ہو گئی، دونوں اپنے اپنے رخ پر روانہ ہوئے، یہ صاحب بازار میں داخل ہوئے جانور پسند کیا سودا طے پا گیا، اب قیمت ادا کرنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ جیب کٹی ہوئی ہے اس میں ایک روپیہ بھی نہیں، اب کبھی جیب کی طرف دیکھے کبھی جانور کے مالک کی طرف، جانور کے مالک نے پریشانی کا سبب پوچھا تو اپنا حال اس طرح پیش کیا۔

صاحب میں انشاء اللہ گھر سے رقم لے کر نکلا، انشاء اللہ راستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی، انشاء اللہ انہوں نے انشاء اللہ کہنے کی ترغیب دی، انشاء اللہ میں نے اس کی بات نہیں مانی، انشاء اللہ میں گاڑی میں بیٹھا، انشاء اللہ بازار میں داخل ہوا انشاء اللہ آپ سے سودا کیا، انشاء اللہ اب جیب میں ہاتھ ڈالا تو دوسری طرف سے نکل آیا، انشاء اللہ جیب کٹ گئی۔

ہرن کے تعاقب کا ایک واقعہ

بہرام گور زمان ولی عہدی میں ایک مرتبہ ایک ہرن کے تعاقب میں لشکر سے جدا ہو گیا، اس ہرن نے اک اعرابی کے خیمے میں جس کا نام قبیضہ تھا، پناہ لی، شہزادہ بھرایا ہوا دروازے پر پہنچا، اور اپنے شکار کا مطالبہ کیا، اعرابی نے کہا اے جوان! اس شکار نے میرے پاس پناہ لی، اس وجہ سے اسے نہیں دے سکتا، اس پر رحم کرو، اگر تو مجھ کو

مارے گا تو میرے قبیلہ والے تجھ سے بدلہ لیں گے، اگر تو چاہے تو میں اس شکار کے عوض اپنا عزیز از جان گھوڑا دے سکتا ہوں، بہرام کو بات پسند آئی اور اس کو کافی انعام دے کر مجیر الغزالاں کا لقب عطا فرمایا۔

ایک فقیر کی موت کا ایک دنیادار پر اثر

ایک بزرگ کہتے ہیں چاندنی رات میں ہم ابلہ کے کنارے جارہے تھے ایک فوجی سپاہی کے مکان پر گذر ہوا ایک لونڈی اس کے مکان میں عود بجارہی تھی اور محل کے ایک جانب گدڑی اوڑھے ایک فقیر پڑا تھا لونڈی کا گانا سن کر زور سے چلایا اور کہا پھر دوبارہ یہی گاؤ اے لونڈی تم کو تمہارے مولیٰ کی قسم یہی میرا حال میرے خدا کے ساتھ ہے لونڈی کے مالک نے فقیر کو دیکھا لونڈی سے کہا ساز چھوڑ کر فقیر کی جانب متوجہ ہو کیونکہ وہ صوفی معلوم ہوتا ہے وہ لونڈی انہیں دوشعروں کو بار بار گاتی تھی اور فقیر کہتا تھا کہ یہی میرا حال خدا کے ساتھ ہے لونڈی گائے جاتی تھی اور وہی شعر اس کی زبان پر تھے یہاں تک کیفیت غالب ہوئی کہ فقیر نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے اس کو جا کر ہلایا وہ مر چکا تھا پھر مالک مکان بالا خانہ سے اترا اور فقیر کو لے گیا ہم کو غم نے گھیرا کہ یہ سپاہی اس کی تجہیز و تکفین اچھی طرح نہ کرے گا پھر مالک مکان اپنے کوٹھے پر چڑھ گیا اور جو کچھ سامان لہو ولعب وہاں موجود تھا سب توڑ پھوڑ ڈالا ہم لوگوں نے کہا اب اچھا ہی ہوگا پھر ہم اس محل کی جانب واپس آئے لوگ ہر طرف سے اس فقیر کے جنازے میں شرکت کر رہے تھے گویا کہ بصرہ میں کسی نے ندا کر دی یہاں تک کہ قاضی اور عمائد شہر بھی آئے اور سپاہی جنازے کے پیچھے پیچھے ننگے سر ننگے پاؤں چل رہا تھا یہاں تک کہ اس فقیر کے دفن سے فراغت ہوئی جب لوگوں نے واپسی کا قصد کیا سپاہی نے قاضی اور گواہوں سے کہا سب صاحب گواہ رہیں میری سب لونڈیاں خدا کی راہ میں آزاد ہیں اور میرے تمام اسباب اور زمین خدا کی راہ میں وقف

ہیں اور میرے صندوق میں چار ہزار اشرفی ہیں خدا کی راہ میں خیرات کرتا ہوں پھر اس نے اپنا لباس اتار کر پھینک دیا صرف ایک پاجامہ پہنے رہا پھر لوگوں نے دو کپڑے اس کو دیئے ایک باندھ لیا دوسرا اوڑھ لیا اور کسی جانب نکل گیا لوگوں کا اس سپاہی کی حالت پر رونا اس فقیر کی میت کے مقابلہ میں زیادہ تھا یعنی لوگ سپاہی پر ترس کھا رہے تھے اور رو رہے تھے۔

کلام الٰہی سے ہدایت پانے کا عجیب واقعہ

اصمعی رحمۃ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جامع مسجد بصرہ سے آ رہا تھا میں بعض گلیوں ہی میں تھا کہ ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی جو نہایت دبلا پتلا اپنی اونٹنی پر سوار تھا اور گلے میں تلوار پڑی ہوئی تھی اور ہاتھ میں کمان تھی قریب آ کر مجھے سلام کیا اور کہا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا قبیلہ اصمع میں سے کہا اصمع تم ہی ہو؟ میں نے کہا ہاں، کہنے لگے کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا ایسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں اللہ کا کلام پڑھا جا رہا تھا کہا رحمان کا بھی کوئی کلام ہے؟ جسے آدمی پڑھتے ہیں میں نے کہا ہاں کہنے لگا کچھ مجھے بھی پڑھ کر سنا میں نے کہا سواری سے اتر جاؤ اتر گیا میں سورہ الذاریات شروع کی حتیٰ کہ آیت وفی السَّمَاءِ رِزْقُكُم وَ مَا تُوعَدُوْنَ پر پہنچا یعنی تمہارا رزق جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان پر ہی کہا اے اصمعی! یہ کلام اللہ عزوجل کا ہے میں نے کہا قسم ہے اس کی جس نے محمد ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے یہ کلام اسی کا ہے جسے اس نے اپنے نبی پر نازل فرمایا پھر کہنے لگا بس کرو۔

پھر کھڑا ہو کر اپنی سواری کے اونٹ کو ذبح کیا اور کھال سمیٹ اس کے ٹکڑے کئے اور کہا اس کی تقسیم میں میری مدد کرو ہم نے آنے جانے والوں میں تقسیم کر دیا پھر تلوار اور کمان لیکر اس کے ٹکڑے کئے اور ریت میں دبا کر جنگل کی طرف روانہ ہوا اور کہتا جاتا تھا۔ وفی السماء رزقکم وَمَا تُوعَدُونَ میں نے اپنے نفس پر ملامت کی کہ

جس کلام سے یہ شخص بیدار ہو گیا تو اس سے کیوں نہیں بیدار ہوتا جب میں ہارون الرشید کے ساتھ حج پر گیا تو میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ مجھے کسی نے نرم آواز سے بلایا میں نے پیٹھ پھیر کر دیکھا تو وہی اعرابی تھا جو بالکل لاغر اور زرد ہو گیا تھا اس نے لوگوں سے میرے بارے میں معلوم کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پیچھے مجھے بٹھایا اور کہا کچھ کلام پڑھ کر سنا دے میں نے پھر وہی سورہ ذاریات شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا **وفی السماءِ رزقکم وَمَا تُو عَدُون** اس اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا پھر کہا اور بھی کچھ ہے میں نے کہا ہاں آگے فرماتے ہیں **فو رب السماء و الارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون** یعنی قسم ہے پروردگار آسمان وزمین کی کہ یہ سچ ہے جیسا کہ تم آپس میں گفتگو کرتے ہو یہ سنتے ہی اس اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ جل جلالہ کو کس نے غصہ دلایا حتی کہ قسم فرمائی کیا اس کی لوگوں نے تصدیق نہیں کی اور اسے قسم کھانے پر مجبور نہیں کیا تین بار یہی بات مکرر کہتا رہا اس میں اس کی روح نکل گئی، رحمتہ اللہ علیہ۔

(حکایات الاولیاء)

ایک بہروپئے کا قصہ

ایک صاحب فقیروں کے روپ میں ایک جگہ جا کر بیٹھ گئے اور ہر طرف مشہور ہو گیا کہ بڑے پیر صاحب تشریف لائے ہیں اب نذر و نیاز کا سلسلہ شروع ہوا بہت سے لوگ معتقد بن گئے لیکن کچھ لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ صاحب کبھی نماز پڑھتے ہوئے نظر نہیں آتے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اسکا اشکال قوی ہوتا گیا آخر ایک روز مجلس میں پوچھ ہی لیا تو پیر صاحب کہنے لگے یہ کیا گستاخی ہے ایسے سوالات بھی پوچھا کرتے ہیں ؟ ہم تو فقیر ملنگ لوگ ہیں اگر چہ ہزاروں میل دور رہتے ہیں پھر بھی دو نمازیں مسجد حرام میں اور تین مسجد نبوی میں ادا کرتا ہوں یہ سن کر کچھ لوگ اور بھی معتقد ہو گئے اور کچھ

لوگوں کوشبہ ہوا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ایک روز کمرہ میں بیٹھے بیٹھے اچانک زوردار آواز لگا دی کہ خبر دار خبر دار بھاگ جاؤ لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ ابھی ابھی ایک کتا بیت اللہ شریف میں داخل ہورہا تھا میں نے یہاں سے آواز دے کر اس کو روکا مطلب یہ تھا کہ مجھے اتنی روحانی قوت حاصل ہے میرے لئے بیت اللہ جا کر نماز پڑھنا کیا مشکل ہے اس پر مریدوں کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا ایک مرید کی بیوی کو جب اس سارے واقعات کی خبر ملی اولاً تو اس نے اپنے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کی کہ جو شخص نماز تک نہ پڑھے وہ اللہ کا ولی ہرگز نہیں ہوسکتا ایسے لوگوں سے اعتقاد رکھنا ہرگز درست نہیں۔

اور یہ سمجھایا اگر یہ واقعی اللہ والا ہے تو اللہ والوں کو ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جو تہمت کا ہو اگر یہ نماز پڑھتے بھی ہوں تو لوگوں کے سامنے نماز پڑھنی چاہئے فرائض جماعت کے ساتھ مسجد میں جا کر ادا کرنے چاہئیں کوئی عذر ہے تو لوگوں کے سامنے بیان کرنا چاہئے یہ شخص قابل اتباع نہیں ہے لیکن شوہر کو بات سمجھ میں نہیں آئی پھر بیوی نے ایک اور طرح سے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ایک دن پیر صاحب کی گھر میں دعوت کی اور لسی میں چینی ویسے ہی ڈال دی ملائی نہیں اور پیر صاحب کو پیش کردی پیر صاحب نے منہ لگا کر یہ کہا! یہ کیا گستاخی ہے لسی میں چینی ہی نہیں ڈالی دیوار کی اوٹ میں آکر اس عورت نے کہا پیر صاحب یہ عجیب بات ہے آپ کو ہزاروں دور بیٹھے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہوتا ہوا کتا تو نظر آجاتا ہے اور ادھر گلاس کی تہہ میں چینی نظر نہیں آئی اس سے لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں یہ تو نماز چور ہے پیر کیسے؟

خلاف سنت عمل کرنے والا ولی نہیں ہوسکتا

ایک مرتبہ ایک شخص نے ولایت کے دعویٰ کے ساتھ بہت سے لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا صورت یہ اختیار کی کہ میں پیدل حج کے لئے نکلا ہوں اور ہر دس قدم پر دو رکعت نفل ادا کرتا ہوں دور دور تک اس کی بزرگی کی شہرت ہوگئی جس علاقہ میں پہنچتا زیارت

کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد جمع ہو جاتی ایک علاقہ میں پہنچا وہاں ایک بڑے عالم دین تھے ان کو پتہ چلا تو وہ بھی زیارت کے ارادہ سے گھر سے نکلے راستہ میں ایک جگہ ان کی نماز پڑھنے کے آثار تھے تو عالم دین نے دیکھا سجدہ کے نشان سنت کے مطابق نہیں ہیں بس انہوں نے کہا کہ اس مدعی پیر کو گرفتار کر لو یہ کوئی ولی نہیں بلکہ دھوکہ باز ہے لوگوں کو بہت تعجب ہوا کہ مولانا صاحب کیا فرما رہے ہیں؟ بہر حال بڑے عالم تھے اس لئے لوگوں نے جا کر اس پیر کو روکا اور ان کو بلا کر اس عالم کی خدمت میں حاضر کیا تو انہوں نے کہا یہ کیا دھوکہ دہی؟ اس نے بھی آگے سے سوال کیا جناب کون سی دھوکہ دہی آپ نے دیکھی ہے؟ تو عالم نے کہا تم نے جو نماز پڑھی ہے وہ سنت کے مطابق نہیں اتباع سنت کے بغیر کوئی ولی نہیں ہو سکتا لہذا مجھے تمہارے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمان بھی نہیں ہو اس پیر نے کہا کیسے اندازہ ہوا عالم نے بتایا فراست ایمانی سے پہچانا بات آگے بڑھ گئی بالآخر اس نے اعتراف کیا کہ تم نے سچ کہا ہے کہ میں اب تک دولت ایمان سے محروم ہوں عیسائی ہوں مسلمانوں سے عزت و مال حاصل کرنے کی غرض سے میں نے یہ راستہ اختیار کیا ہے اب تمہارے ہاتھ پر ایمان قبول کرتا ہوں۔

ایک تاجر کی مغفرت کا عجیب قصہ

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حساب کتاب ہوگا تو اس وقت وہ پیش ہوگا لیکن اس کا کوئی نمونہ ہو سکتا ہے کہ پہلے بھی کسی وقت دکھا دیا جاتا ہو۔ بہر حال، جب وہ پیش ہوا تو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس کا اعمال نامہ دیکھو کہ اس نے کیا کیا اعمال کئے ہیں، جب فرشتوں نے دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ اس کا اعمال نامہ نیکیوں سے تقریباً خالی ہے۔ نہ نماز ہے نہ روزہ ہے۔ نہ کوئی اور عبادت ہے، بس دن رات تجارت کرتا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ

تمام بندوں کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن دوسروں کے سامنے ظاہر کرانے کے لئے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ ذرا اچھی طرح دیکھو کہ کوئی اور نیک عمل اعمال نامے میں ہے یا نہیں؟ اس وقت فرشتے فرمائیں گے کہ ہاں! اس کا ایک نیک عمل ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص اگر چہ کوئی خاص نیک عمل تو نہیں کرتا تھا، لیکن یہ تجارت کرتا تھا۔ اور اپنے غلاموں کو تجارت کا سامان دے کر بھیجتا کہ جا کر یہ سامان بیچ کر اس کے پیسے لا کر دیں۔ اس شخص نے اپنے غلاموں کو تاکید کر رکھی تھی کہ جب کسی کو کوئی سامان فروخت کرو اور تم یہ دیکھو کہ وہ شخص تنگدست اور مفلس ہے تو اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، اگر اس کو ادھار دیا ہے تو اس سے ادھار وصول کرنے میں بہت سختی سے کام مت لینا اور کبھی کسی کو معاف بھی کر دیا کرنا، چنانچہ ساری عمر تجارت کے اندر اس کا یہ معمول رہا کہ جب کسی تنگدست سے معاملہ کیا تو یا تو اس کو مہلت دیدی اور اگر موقع ہوا تو اس کو معاف ہی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا یہ میرے بندوں کو معاف کرتا تھا۔ تو میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ اس کو معاف کروں، چنانچہ پھر فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس سے درگزر کا معاملہ کرو۔ اور اس کو جنت میں بھیج دو۔ بہر حال، بندوں کے ساتھ معافی کا معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

دریا کی تابعداری کا واقعہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کا گورنر بنا کر بھیجا اہل مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ ہمارا دریائے نیل ایک خاص طریقہ اختیار کئے بغیر جاری نہیں ہوتا دریافت فرمایا وہ طریقہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ ہوتی ہے تو ایک کنواری لڑکی بہتر سے بہتر زیور وعمدہ پوشاک سے خوب آراستہ مزین کر کے اس دریا کی بھینٹ چڑھاتے ہیں جب تک یہ نہ کریں دریا چلتا ہی نہیں حضرت عمرو بن

العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ طریقہ اسلام میں حرام ہے ہرگز یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے اس کے بعد کئی ماہ تک دریا جاری نہیں ہوا بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے شہر چھوڑنے کا ارادہ کر لیا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس تنگی کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ رہے ہیں تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اس معاملہ کا ذکر کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایک خط لکھا کہ میں تمہاری طرف یہ پرچہ بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا اس پرچہ میں یہ مضمون تھا۔

''یہ خط اللہ کے ایک بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل کو لکھا جا رہا ہے، اما بعد: اے دریا! اگر تو پہلے بغیر کسی کے حکم سے چلتا تھا تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں مت چل اور اگر تجھے اللہ واحد قہار ہی جاری کرتا تھا چلاتا تھا تو ہم اللہ واحد قہار ہی سے دعا کرتے ہیں کہ تجھے جاری کر دے۔'' دریا میں خط ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عنایت ہوئی کہ ایک ہی رات میں سولہ ذراع پانی بہنے لگا۔

محمود ایاز کا واقعہ

ایاز ایک غلام تھا اس کی ہوشیاری کو دیکھ کر سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ نے ایاز کو اپنا مشیر مقرر کر لیا دوسرے وزراء کو حسد ہوا کہ بادشاہ نے ایک غلام کو اپنا مشیر مقرر کیا ہے آپس میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں جب بادشاہ کو اسکا علم ہوا تو بادشاہ نے چاہا کسی تدبیر سے ایاز کی صلاحیت اور وفاداری سے وزراء کو مطلع کیا جائے اس کے لئے ایک مجلس منعقد کی جب وزراء اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو سلطان محمود کی طرف سے اعلان ہوا کہ شاہی خزانہ کو دروازہ کھول دیا گیا ہے جس کا جو دل چاہے ہیرے موتی جواہرات میں سے اٹھا لے وزراء جلدی سے اٹھے اور شاہی خزانے میں سے حسب خواہشات موتی جواہرات اٹھا لئے اور ایاز ایک طرف بیٹھا رہا اس نے کوئی چیز نہیں اٹھائی۔

اب بادشاہ نے پوچھا ایاز جب شاہی خزانہ کھول دیا گیا ہے تو آپ نے کوئی قیمتی خزانہ کیوں نہیں لیا؟ تو ایاز نے کہا بادشاہ سلامت میں جس چیز پر ہاتھ رکھ دوں وہ میری ہی ہو جائے گی؟ تو سلطان محمود نے کہا ضرور جیسے دوسروں کو اپنی اپنی پسند کی چیزیں ملی ہیں آپ بھی کچھ منتخب کر لیں وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا میں نے بادشاہ سلامت کو لیا ہے اس پر وزراء حیران ہو گئے اس نے کتنی عقلمندی کا کام کیا ہے جب بادشاہ سلامت کو لے لیا تو پوری سلطنت اسی کی ہو گئی۔

اہل حق کی نماز

حضرت حاتم اصمؒ سے ایک بزرگ عصامؒ نے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو پہلے نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر مسجد چلا جاتا ہوں اور نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا بیت اللہ میرے منہ کے سامنے ہے اور مقام ابراہیم میری دونوں ابروؤں کے درمیان ہے میرا پاؤں پل صراط پر ہے بہشت میری دائیں جانب ہے اور دوزخ بائیں جانب موت میرے پیچھے کھڑی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر شاید کوئی نماز میسر نہ ہو دل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں پھر پوری ہیبت کے ساتھ قرآن پاک پڑھتا ہوں نہایت عجز کے ساتھ رکوع کرتا ہوں نہایت تضرع کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں نہایت حلم کے ساتھ تعوذ کرتا ہوں اور شکر کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنی نماز کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال کے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں حضرت عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں فرمایا تیس برس سے یہ سن کر عصامؒ رونے لگے کہ مجھے آج تک ایک بھی ایسی نماز نصیب نہیں ہوئی

حاتم اصمؒ اور قاضی قزوین

ایک مرتبہ حضرت حاتم اصمؒ کی ملاقات قزوین کے قاضی طنافسی سے ہوئی آپ نے دیکھا کہ ان کا طرز بود و باش اور لباس بڑا امیرانہ ہے اور ان کا مکان قسم قسم کی قیمتی سامان سے بھرا پڑا ہے حاتمؒ نے ان سے کہا کہ حضرت آپ عالم دین ہیں مجھے وضو کا صحیح طریقہ بتا دیجئے قاضی نے بتا دیا آپ نے کہا میں آپ کے سامنے وضو کر کے دیکھاتا ہوں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو درست کر دیجئے گا قاضی نے کہا بہتر حاتم اصمؒ نے ابتدا میں تین تین بار ہر عضو کو دھویا جب پاؤں دھونے لگے تو تین کے بجائے چار بار دھویا قاضی نے فوراً ٹوکا تم نے غلطی کی پوچھا کیا غلطی ہوئی قاضی نے کہا کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا پانی کو بے کار ضائع کرنا ہے اور یہ اسراف کی تعریف میں آتا ہے حضرت حاتمؒ نے سر اٹھایا اور فرمایا سبحان اللہ قاضی صاحب میں غریب تو ایک چلو بھر پانی بہا کر اسراف کا مجرم ہو گیا اور جناب کا یہ ٹھاٹھ باٹھ اور سامان کس زمرے میں آتا ہے قاضی صاحب نے شرمندہ ہو کر گردن جھکا لی۔

حاتم اصمؒ مدینہ منورہ میں

حضرت حاتم اصمؒ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ بعض لوگوں نے بڑے بڑے عالیشان مکان بلکہ محل بنا رکھے تھے آپ نے لوگوں سے پوچھا یہ کس کا شہر ہے؟ انہوں نے کہا یہ رسول اللہ کا شہر ہے حاتمؒ نے کہا میں اس محل میں دو رکعت نماز ادا کرنا چاہتا ہوں جس میں رسول اللہ رہتے تھے لوگوں نے کہا رسول اللہ کا محل کہاں تھا حضور تو ایک کچے مکان میں رہتے تھے جس کی دیواریں کھجور کی شاخوں پر مٹی تھوپ کر بنائی گئی تھی حاتمؒ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے محل کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا حضور کے صحابہؓ میں سے کسی نے محل نہیں بنایا حاتم اصمؒ نے بگڑ کر فرمایا تو پھر تم نے رسول اللہ کے شہر میں نمرود اور فرعون کی طرح یہ عالیشان محل کیوں

کھڑے کر رکھے ہیں؟ لوگ شرمندہ ہو گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔

حاتم اصمؒ بہرے کیوں بن گئے

حضرت حاتم اصمؒ فی الحقیقت نہیں تھے وہ اپنے کو بہرہ ظاہر کرتے تھے اور لوگوں میں بھی بہرے مشہور ہو گئے تھے (اصم عربی میں بہرے کو کہتے ہیں) ان کے بہرا بننے کا سبب یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کوئی عورت ان سے مسئلہ پوچھنے آئی مسئلہ پوچھتے پوچھتے اس سے باد مخالف کا صدور ہو گیا عورت ۔بے چاری شرما گئی حاتمؒ اخلاق نے گوارا نہ کیا کہ وہ بے چاری اس طرح مجبور ہو انہوں نے اسی وقت اپنی حالت ایسی بنالی گویا بہرے ہیں اور جب تک کوئی بلند آواز سے بات نہ کرے وہ کچھ نہیں سنتے عورت یہ سمجھ کر کے ان کو خبر نہ ہوئی مطمئن ہو گئی اور پوری دلجمعی کے ساتھ مسئلہ دریافت کر کے واپس چلی گئی اس کے بعد حاتم جب تک زندہ رہے اس حال کو قائم رکھا اور لوگ انہیں اصم کہنے لگے۔ (مشاہیرِ اسلام)

بنی اسرائیل کے کِفِل نامی شخص کی توبہ

ترمذی شریف کے اندر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا عجیب وغریب واقعہ منقول ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک ہی دو مرتبہ نہیں سنا بلکہ سات آٹھ مرتبہ سے بھی زیادہ سنا اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان بڑی اہمیت کے ساتھ بار بار بیان فرمایا کرتے تھے ۔اور اس شخص کا نام کِفل تھا۔اس نے دنیا کا کوئی ایسا گناہ نہیں چھوڑا جس کا اس نے ارتکاب نہ کیا ہو۔اللہ تعالیٰ نے اسے دولت دے رکھی تھی اور اس نے اس دولت کا ہمیشہ غلط استعمال کیا ، فاحشات میں، برائیوں میں اس کا پیسہ خرچ ہوتا تھا۔ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک غریب محتاج عورت اس سے کچھ قرض مانگنے کے لئے آئی تو اس شخص نے اپنے لئے موقع غنیمت سمجھا اور عورت

بھی حسین وجمیل تھی عورت سے کہا کہ میں تمہیں ساٹھ دینار اس شرط پر دوں گا کہ تم مجھے اپنے ساتھ منہ کالا کرنے کا موقع دو۔ عورت ضرورت مند تھی مجبور ہو کر اس کی شرط منظور کر لی۔ اور جب یہ شخص اس عورت کے ساتھ منہ کالا کرنے کے لئے بیٹھنے لگا تو عورت کے پورے بدن میں لرزہ طاری ہو گیا اور بے اختیار رونے لگی تو کِفل نے پوچھا کہ میں نے تمہارے ساتھ زور وزبردستی کا معاملہ تو نہیں کیا تو اس عورت نے کہا کہ ٹھیک ہے تم نے میرے ساتھ زور وزبردستی تو نہیں کی لیکن یہ ایسا کام ہونے جارہا ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا اور آج ان پیسوں کی ضرورت کی بناء پر مجھے آپ کی شرط ماننی پڑی اور یہ ناجائز کام ہونے جارہا ہے میں اسی وجہ سے رورہی ہوں۔ اور اسی وجہ سے میرے بدن میں لرزہ طاری ہو رہا ہے۔ اور میں ایسا کام کبھی کرنا نہیں چاہتی۔ جب عورت کی بات کِفل نے سنی تو اسی وقت کِفل کو ہدایت نصیب ہوگئی اور یہ کہہ کر عین وقت میں عورت کو چھوڑ دیا، کہ میں آئندہ سے کبھی کسی قسم کا گناہ نہیں کروں گا۔ اور عورت سے کہا کہ میں نے تمہیں وہ ساٹھ دینار یوں ہی دیدیئے۔ جاؤ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلو۔ اور کِفل نے اللہ سے عہد و پیمان کے ساتھ توبہ کرلی کہ اب کبھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ اتفاق سے اسی رات میں کِفل کا انتقال ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل میں اللہ کی طرف سے یہ حکم جاری تھا کہ جب کوئی شخص رات میں کوئی گناہ کرے گا تو صبح کو اس کے دروازے کی چوکھٹ پر گناہ لکھا ہوا ہوتا اور اگر کسی نے توبہ کی ہے اور اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمالی ہے تو اس کے دروازے پر صبح کو یہ لکھا ہوا ملتا کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہے۔ چنانچہ کِفل کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ جب رات میں اس کا انتقال ہوا تو صبح کو اس کے دروازہ پر لوگوں کو یہ لکھا ہوا ملا کہ اللہ نے کِفل کی مغفرت فرمادی ہے۔ تمام لوگ حیران اور ششدر ہو کر رہ گئے کہ اس کی کیسے مغفرت ہوگئی جبکہ اس نے اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عیش پرستی اور زنا کاری میں گزاری ہے۔ مگر اللہ کی مغفرت کا سمندر انسان کے گناہ اور معصیت سے کہیں زیادہ وسیع اور بڑھا ہوا ہے

انسان اپنے گناہ اور نافرمانی سے اتنا آگے بڑھنے پر قدرت نہیں رکھتا کہ اس کے گناہ کا سمندر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سمندر سے بڑھ جائے اور ادھر اللہ نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ اللہ کی رحمت ہمیشہ اللہ کے غصے پر غالب رہا کرے گی۔

(ترمذی شریف)

بہادر عورت

مسلم بن یسار رحمہ اللہ راوی ہیں کہ میں ایک مرتبہ بحرین گیا وہاں ایک عورت نے میری دعوت کی۔ وہ عورت بظاہر مالدار تھی اس کے چند لڑکے تھے اور غلام بھی تھے لیکن وہ خود غمگین نظر آ رہی تھی۔ میں نے چلتے وقت معلوم کیا کوئی حاجت ہو تو بتاؤ کہنے لگی یہ خواہش ہے کہ آپ جب بھی یہاں تشریف لائیں میرے یہاں قیام فرمائیں۔ چند سال کے بعد میرا پھر جانا ہوا اس کے یہاں پہنچے تو نقشہ بدلا ہوا پایا نہ لڑکے نظر آئے نہ غلام نیز دولت کے آثار بھی دکھائی نہ دیئے لیکن عورت انتہائی خوش وخرم تھی میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگی آپ کے جانے کے بعد مال تجارت دریا میں غرق ہوگیا اور جو خشکی کے راستے سے گیا تھا وہ برباد ہوگیا۔ لڑکوں کا انتقال ہوگیا۔ غربت کی وجہ سے غلام فرار ہوگئے۔ میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے اس پر خوشی کیسی کہنے لگی پہلے میں اس لئے غمگین تھی کہ مجھے یہ خطرہ تھا کہیں اللہ تعالیٰ نے میری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی نہ دے دیا ہو اب ساری نعمتیں چھن گئی تو یقین ہے کہ آخرت میں ملیں گی اس لئے خوش ہوں۔ (تنبیہ الغافلین)

صبر کا نمونہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سفر میں صاحبزادے کے انتقال کی خبر ملی تو۔ ”انا للہ و انا الیہ راجعون“ پڑھنے کے بعد فرمایا وہ پردہ کی چیز تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو چھپا لیا ایک بوجھ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ہلکا کر دیا اللہ تعالیٰ اس کا مجھ کو اجر عطا

فرمائیں گے پھر دو رکعت نماز پڑھکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس بات کا حکم دیا میں نے اس پر عمل کیا یعنی صبر و نماز۔ حکم باری تعالیٰ یہ ہے۔ یـا ایھـا الـذیـن امـنـو استعینوا باالصّبرِ و الصلوۃ اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو۔

(ایضاً)

عبادت کی حقیقت

مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ سراپا علم وعلم تھے وہ عبادت وریاضت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے مجسم پیکر تھے۔ عبادت آپ کے نزدیک محض روزہ، نماز اور تسبیح وتحلیل کا نام نہ تھا بلکہ اس کے ایک خاص معنی تھے۔ آپ کے نزدیک خلوصِ دل سے اطاعت سب سے اہم عبادت تھی۔ فرماتے تھے کہ جو شخص اطاعت کرتا ہے وہ ذاکر ہے، اور جو نافرمانی کرتا ہے وہ ذاکر نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی تسبیح اور تلاوتِ قرآن کیوں نہ کرے۔

آپ سے کسی نے سوال کیا کہ سب سے بڑا عبادت گذار کون ہے؟ فرمایا ''جو شخص گناہوں میں مبتلا ہو کر پھر اس سے تائب ہو گیا اور جب اس نے اپنے گناہوں کو یاد کیا تو اس کے مقابلہ میں اپنے اعمال کو بے حقیقت سمجھا۔'' (مختصر صفوۃ الصفوۃ)

بداخلاق عابد

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ''اگر میرے ساتھ کوئی خوش اخلاق گنہگار ہو تو مجھے اس کی صحبت اس عابد سے زیادہ پسند ہے جو بداخلاق ہو۔'' شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ گنہگار کو اگر اطاعت کا حکم دیا جائے اور گناہ پر ڈانٹ ڈپٹ کی جائے تو وہ اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے اس کو برداشت کریگا اور اگر اس کی سمجھ میں آجائے تو حق کی طرف رجوع کرے گا، اور بداخلاق عابد کا حصہ کثرت ذکر اور کثرت صوم وصلوٰۃ کے سوا اور کچھ نہیں ہے وہ اپنی بداخلاقی کی وجہ سے کسی کی نصیحت برداشت نہیں کرسکتا وہ اپنی ظاہری عبادت میں مگن ہوتا ہے۔ اگر اسے نصیحت کی جائے تو کچھ اور نہ ہو کم از کم نصیحت کرنے والے کی دشمنی اس کے دل میں ضرور پیدا ہو جائے گی۔ اس سے

اس کی توقع کم ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے اور حق کی طرف پلٹ آئے۔

(الرسالۃ القشیریہ، شیخ الاسلام ابوالقاسم قشیریؒ)

آج بھی لوگ صوم صلوٰۃ کے پابند اور کچھ وظائف پر عامل ہیں ان میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ملے گی جو حسد، کبر، غرورِ نفس، تندخو اور کج خلقی کی شدید بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

بردباری

خدا کے مخلص اور متقی بندوں میں حسن خلق کے ساتھ بردباری اور عفو و درگذر کا جذبہ بدرجۂ اتم ہوتا ہے۔ حیرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو راستے میں ایک شخص گالیاں دینے لگا آپ خاموشی سے سنتے رہے، جب آپ اپنے محلے کے قریب پہنچے تو کھڑے ہوگئے اور اس شخص سے مخاطب ہوکر کہا ''اگر کوئی اور گالی باقی ہو تو وہ دے لو مجھے اندیشہ ہے کہ میرے محلے کا کوئی نادان گالی سن کر تمہیں تکلیف نہ پہنچائے۔''

(احیاء العلوم: جلد۳)

عقل بھی عطیۂ خداوندی

حضرت داؤد بن دینار کا پیشہ تو خیاطی تھا مگر قرآن، حدیث، فقہ میں اتنا کمال حاصل کرلیا تھا کہ بڑے بڑے اعتراض کرنے والے کو دو (۲) جملوں میں خاموش کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ شام گئے وہاں غیلان قدری سے ملاقات ہوئی اس نے کہا، میں آپ سے چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا، تم پچاس پوچھ سکتے ہو، لیکن مجھے دو سوالوں کی اجازت دو۔ غیلان نے کہا، فرمایئے! آپ نے سوال کیا، خدا نے انسان کو سب سے افضل کون سی چیز عطا کی ہے؟ غیلان نے کہا، عقل۔ فرمایا، اچھا بتاؤ، عقل اختیاری شئے ہے کہ جس کا دل چاہے لے لے اور جس کا دل چاہے نہ لے یا خدا کی جانب سے تقسیم ہوتی ہے؟ غیلان نے ان چند جملوں کو سن کر خاموشی سے چلا گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس وقت داؤد نے کہا، عقل ہی کی طرح خدا نے ایمان و مذہب ہر

شئے تقسیم فرمائی ہے۔ خدا ہی کی قوت اصل ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج۱ص۱۳۱)

انسان جب کسی مسئلہ میں بحث کرتا ہے تو اس بات کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ عقل و شعور جس پر اسے ناز ہے اور جس کی بدولت وہ اپنی بات دوسروں سے منواتا ہے اسے بھی تو خدا ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ جس عقل کے بھروسے پر خدا کا انکار کرتا یا اس پر الزام دھرتا ہے وہ بھی اسی کا عطیہ ہے، پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ آدمی اس بات کو نہ سوچے۔

نماز باجماعت کی اہمیت

ایک دفعہ حضرت حاتم اصمؒ کی نماز جماعت فوت ہوگئی آپ کو اس کا شدید صدمہ ہوا ایک دو ملنے والوں نے اظہار افسوس کیا اس پر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کے لئے آتا لیکن میری نماز جماعت فوت ہو جانے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

اہل حق اور دنیا داروں کے زہد میں فرق

ایک دفعہ حضرت حاتم اصمؒ بغداد تشریف لے گئے خلیفہ نے آپ سے ملنے کی خواہش کی تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور جاتے ہی فرمایا السلام علیک یا زاہد خلیفہ نے کہا کہ میں زاہد کہاں زاہد تو آپ ہیں آپ نے فرمایا کہ تجھے حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا علم نہیں۔

قُل متاعُ الدّنیا قلیلُ (دنیا کا ساز و سامان نہایت حقیر ہے)

زاہد وہی ہوتا ہے جو قلیل پر قناعت کرے چونکہ تم دنیا کو سنبھال کر مطمئن بیٹھے ہو اور آخرت سے بے فکر ہو اس لئے زاہد تم ہی ہو میں نہیں خلیفہ نادم ہو گیا اور اس نے آپ کی خدمت میں ایک خطیر رقم پیش کی لیکن آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔

دربارشاہی میں اعلائے کلمۃ الحق

ایک مرتبہ حضرت شیخ سفیان ثوری خلیفہ مہدی عباسی کے دربار میں تشریف لے گئے انہوں نے تعظیم کے درباری آداب وقواعد کو بالائے طاق رکھ کر عام مسلمانوں کی طرح اسے السلام علیکم کہا خلیفہ کا وزیر ربیع مہدی کے پیچھے تلوار لئے کھڑا تھا اس کو شیخ کا یہ انداز سخت ناگوار گزرا اور وہ انتظار کرنے لگا کہ کب خلیفہ حکم دے اور وہ شیخ کی گردن اڑادے لیکن مہدی نے اس کا خیال نہ رکھا اور شیخ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا اے سفیان تم مجھ سے ادھر ادھر چھپتے پھرتے ہو بتاؤ اب تم مجھ سے کیسے بچ سکو گے اب موقع ہے کہ میں تم سے تمہاری بدعنوانیوں کا انتقام لوں تم میرے دربار میں کیسے کھڑے ہو تمہیں جلال شاہی کی کچھ پروانہیں۔

شیخ سفیان ثوریؒ نے فرمایا یہ درست ہے کہ تجھ کو اختیار حاصل ہے کہ مجھے قتل کرنے یا زندہ چھوڑ دینے کا حکم دے مگر یاد رکھ کہ ایک دوسرا حاکم بھی ہے جو تجھ سے زبردست قدرت رکھنے والا عزیز ومنتقم ہے اور حق و باطل میں بخوبی فیصلہ کرسکتا ہے ،ربیع نے شیخ کے الفاظ سنے تو فرط غضب سے کانپنے لگا اور خلیفہ سے کہنے لگا کہ امیر المومنین ایسے گستاخ اور بے ادب کے لیے آپ قتل کا حکم کیوں صادر نہیں فرماتے ،میری شمشیر برہنہ اس کی گردن اتارنے کے لیے بے تاب ہے۔

خلیفہ نے ربیع پر ایک نظر ڈالی اور کہا ربیع تم خاموش رہو، میرے اور سفیان کے معاملہ میں مت دخل دو اگر میں ایسے انسانوں سے بدسلوکی کروں گا تو شقی اور ظالم کہلاؤں گا پھر اس نے ایک حکم نامہ لکھوایا جس میں حضرت سفیان ثُوری کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا لوگوں کو تاکید کی کہ ان کے احکام کی بلاچوں چرا تعمیل کریں ،اس حکمنامے پر اس نے اپنے دستخط کیئے۔اور مہر شاہی ثبت کرکے اسے حضرت سفیان ثوری کے حوالے کیا حضرت سفیان ثوری جب یہ حکمنامہ لے کر دربار سے نکلے تو اس کو بغور دیکھا

ان کی آنکھوں سے سیل اشک بہہ نکلا اور اس حکمنامہ کو پھاڑ کر دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور حدیث شریف من جعل قاضیاً بین الناس فقد ذبح بغیر سکین ۔''جو شخص لوگوں پر حاکم بنایا گیا وہ چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا''۔ پڑھتے ہوئے کہا خلیفہ مجھے قاضی بنا کر امت کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈالنا چاہتا ہے اور مجھے عیوب و جرائم کے جال میں پھنسانا چاہتا ہے یہ کہہ کر آپ کہیں روپوش ہو گے جب ان کو روپوش ہوئے ایک مدت گزر گئی تو مہدی نے مجبور ہو کر ان کی جگہ کسی اور کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

جذبہ اصلاح

ایک دفعہ خلیفہ وقت حضرت سفیان ثوری کے سامنے نماز پڑھ رہا تھا اور حالت نماز میں بار بار اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا تھا، حضرت سفیان نے اسے بلا خوف و ہراس ٹوکا اور صاف الفاظ میں کہا کہ یہ نماز نماز نہیں ایسی نمازیں قیامت کے دن اٹھا کر تمہارے منہ پر ماری جائینگی خلیفہ نے کہا ذرا آہستہ آہستہ کہئے۔ آپ نے فرمایا اگر ایسی ضروری بات تمہارے خوف سے نہ کہوں یا دبی زبان سے کہوں تو میرا پیشاب اسی وقت خون ہو جائے۔

حاجتمند کی سفارش

ایک دفعہ ایک شخص حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ بادشاہ کے پاس میری سفارش کر دیجئے اس وقت سلطان غیاث الدین بلبن سریر آرائے حکومت تھا جو آپ کا ارادت مند اور خسر تھا آپ نے قلم اٹھایا اور اسی وقت سلطان کے نام یہ سفارش لکھ دی، میں نے اس شخص کا مقصد حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اس کے بعد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اگر آپ نے اسے کچھ عطا کر دیا کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی دین ہو گی اور آپ شکریہ کے مستحق ہوں گے۔ اور اگر آپ

اسے کچھ نہ دیں گے تو درحقیقت روک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اور آپ معذور ہوں گے۔

فرمودۂ قلندر

سلطان غیاث الدین تغلق حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتیؒ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے ایک مرتبہ وہ اپنے فرزند شہزادہ جونا خان اور پوتے شہزادہ کمال الدین کو ساتھ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت شیخؒ نے خادموں سے فرمایا کہ ان تینوں کے لئے کھانا لائیں خدام ایک پیالے میں میں کھانا لائے بادشاہ اور شہزادوں نے ایک ہی پیالہ میں کھانا شروع کیا اس وقت شیخ بوعلی قلندرؒ نے فرمایا تین بادشاہ ایک ہی پیالہ سے کھا رہے ہیں شیخ کے اس ارشاد کو اس وقت کسی نے نہ سمجھا لیکن چند سال آپ کے ارشاد کی تعبیر یوں نکلی کہ شہزادہ جونا خان سلطان محمد تغلق کے نام اور شہزادہ کمال الدین سلطان فیراز شاہ کے نام سے یکے بعد دیگرے ہندوستان کے تخت پر بیٹھے۔

احترام شریعت

حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتیؒ پر جذب وسکر کا غلبہ رہتا تھا اسی عالم میں ایک دفعہ ان کی مونچھیں حد شرعی سے بڑھ گئی تھیں لیکن کسی کو تراشنے کی ہمت نہ پڑی تھی شیخ کے ایک ہم عصر عالم مولانا ضیالدین سنامیؒ کو شریعت کی پابندی کا بڑا جوش تھا انہوں نے شیخ کی مونچھیں تراشنے کا عزم کرلیا اور قینچی لے کر ان کی طرف بڑھے قریب پہنچے تو شیخ کی ہیبت سے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی لیکن اپنی دھن کے پکے تھے شیخؒ سے مخاطب ہو کر کہا قلندر صاحب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پوری کرنے لگا ہوں آپ کی مونچھیں حد شرعی سے بڑھی ہوئی ہیں ان کو آج ضرور تراشوں گا یہ کہہ کر مولانا نے ایک ہاتھ سے شیخ کی ریش کی ریش مبارک پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے مونچھوں کو حد شرعی

کے مطابق تراشدیا جب وہ چلے گئے تو شیخ بوعلی قلندر بار بار اپنی ریش مبارک کو پکڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ریش کیسی مبارک ریش ہے کہ شریعت محمدی کی راہ میں پکڑی گئی۔

گلاب کی پنکھڑیاں

حضرت شمس الدین ترکؒ شیخ بوعلی قلندر پانی پتیؒ کے ہم عصر تھے وہ اپنے مرشد مخدوم الاؤالدین صابر کلیریؒ کے حکم سے پانی پت تشریف لے گئے اور دودھ کا بھرا ہوا ایک پیالہ شیخ بوعلی قلندر کی خدمت میں بھیجا وہ اس کو دیکھ کر متبسم ہو گئے اور گلاب کے پھلوں کی کچھ پنکھڑیاں دودھ میں ڈال کر اسے شمس الدین ترکؒ کو واپس بھیجدیں حضرت ترک پیالہ میں گلاب کی پنکھڑیاں دیکھ کر مسکرانے لگے حاضرین مجلس نے عرض کی کہ ہمیں بھی اس معاملہ کی حقیقت سمجھایئے انہوں نے فرمایا شیخ بوعلیؒ قلندر کے پاس دودھ سے لبریز پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ اس علاقہ میں تبلیغ و ہدایت کی ذمہ داری خواجہ علاؤ الدین صابرؒ نے تنہا میرے کندھوں پر ڈالی ہے اس میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں شیخ بوعلی قلندرؒ نے دودھ میں پنکھڑیاں ڈال کر پیالہ جو واپس بھیج دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے فرائض میں دخل نہیں دیں گے اور یہاں اسی طرح رہیں گے جس طرح دودھ کے لبریز پیالہ میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں شیخ بوعلی قلندر سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس معاملہ کی یہی توجیہ کی چنانچہ ان دونوں بزرگوں میں آخر وقت تک بے حد خوشگوار مراسم رہے۔

مصیبت زدوں سے ہمدردی

ایک دفعہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی قیام گاہ کے قریب کچھ مکانات کو آگ لگ گئی حضرت مکانات کو جلتے دیکھ کر رونے لگے جب آگ بجھی تو خادم خاص کو بلایا اور اس کو ہدایت کی کہ ان سب گھروں کو جو جل گئے ہیں گنو اور ہر گھر

میں دو خوان کھانا دو سب کو پانی اور دو تنکہ زر لے جاؤ اور گھر والوں کو دلاسا دو۔

ایک مرتبہ ایک سوداگر ملتان کے پاس لٹ گیا وہ حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ کی سفارش لے کر حضرت سلیمان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپکو اپنے لٹنے کی داستان سنائی حضرت نے خادم خاص کو حکم دیا کہ صبح سے چاشت تک جو فتوح پہنچے وہ اس سوداگر کو دے دو چاشت تک بارہ ہزار ٹنکے آئے یہ سب سوداگر کو دے دیئے گئے۔

اتباع سنت پر عمل

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اتباع سنت میں ضرب المثل تھے اتباع سنت پر عمل ان کی زندگی کا حصہ تھا ایک معمولی عمل سے لے کر بڑے سے بڑے معاملہ تک اتباع سنت پر عمل تھا۔

چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ مسجد سے بایاں پاؤں نکالنا سنت ہے اور جوتا دائیں پاؤں میں پہننا سنت ہے دیکھیں کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ان دونوں سنتوں پر کس طرح عمل فرما کر جمع فرماتے ہیں۔ لوگوں نے اندازلگایا کہ جب حضرت مسجد سے نکلنے لگے تو آپ نے پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے پر رکھا پھر سیدھا پاؤں نکالا اور جوتے میں ڈال دیا اس کے بعد بائیں پاؤں میں جوتا پہنچا۔ (خطبات فقیر ج/۷)

کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

بغداد میں ابوبکر کو اس قدر شہرت ہوئی کہ آخر میں وہ خطیب مقرر ہوئے، جو ان دنوں ایک بہت بڑا علمی عہدہ تھا۔ اس منصب پر فائز ہونے کی بڑی وجہ وزیر رئیس الرؤساء علی بن حسین بن محمد سے دوستی بھی تھی وہ حد درجہ قدر و منزلت کرتا۔ یہاں تک کہ وزیر مذکور نے عام طور پر حکم دے دیا کہ کوئی قصہ خواں اور کوئی واعظ کسی روایت اور واقعہ کو بیان نہ کرے جب تک وہ آپ کے سامنے پیش کر کے سند نہ لے لے۔ اتفاقاً اسی عہد میں ایک

یہودی آیا، جس نے ایک کاغذ وزیر مذکور کے سامنے لا کے پیش کیا۔ اس کی عبارت سے معلوم ہوتا تھا کہ خاص رسول اللہ ﷺ کے سامنے وہ کاغذ لکھا گیا۔ اس میں درج تھا کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف کر دیا۔ اور اس پر بہت سے جلیل القدر صحابہ کے دستخط تھے۔ اس یہودی کا دعویٰ تھا کہ یہ ایک عہد نامہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے یہود خیبر کے ساتھ کیا تھا۔ اور جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس دعوے نے تمام علمائے بغداد میں ایک تشویش پیدا کر دی۔ اس لئے سلطنت پر اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے اور یہود سے جزیہ اور محاصل معاف ہوئے جاتے ہیں اور اس وقت تک تمام اسلامی دنیا کیا باعتبار سلطنت اور کیا باعتبار رعایا اسلام کی اطاعت گزار تھی۔ الغرض رئیس الروساء نے گھبرا کر خطیب بغدادی کو لکھا۔ یہ ایک ایسا خیال تھا کہ اگر خطیب بغدادی غور کر کے اس کی اصلاح نہ کرتے تو ایک بہت بڑا رخنہ پڑ جاتا۔

وہ کاغذ جب خطیب بغدادی کے پاس پہنچا تو انہوں نے کسی قدر غور کر کے فرمایا، رئیس الروساء کا اقبال افزوں ہو، یہ کاغذ بالکل جعلی ہے اور یہودی بے ایمان اور دغا باز ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول پر تہمت باندھی ہے، وہی صحابہ جن کی شہادت اس کاغذ پر لکھی ہے ان میں دو کے مقدس نام کاغذ کے جعلی ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اول تو معاویہ بن ابی سفیان کی شہادت لکھی ہے، لیکن خیال کرنے کی بات ہے کہ غزوۂ خیبر ۷ھ میں ہوا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک معاویہ کا شمار مشرکین میں تھا اور ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا، اس وقت ایمان لائے۔ دوسری شہادت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ہے جنہوں نے غزوۂ خندق کے زمانے میں یعنی ۵ھ میں انتقال فرمایا، پھر وہ غزوۂ خیبر کے وقت جو ۷ھ میں ہوا کیونکر موجود ہو گئے؟ ان دو باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کاغذ جعلی اور بنایا ہوا ہے۔

یہ تقریر سن کر وزیر کو نہایت مسرت ہوئی اور بے اختیار چلا کے کہہ اٹھا، اے ابوبکر! تم پر ہزار آفریں کہ مجھے اس جعلساز اور دغا باز کے فریب سے بچا لیا۔

۴۶۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت بشر حافی کے بغل میں سرزمین بغداد میں مدفون

ہوئے۔ (سیر علماء ا)

بی بی مرغی پال لو

خاندان مجددی کے ایک بزرگ شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کہانیوں اور قصوں میں بڑی اونچی باتیں سمجھایا کرتے تھے، انہوں نے ایک قصہ سنایا، جو میں اکثر عورتوں کے مجمع میں سنایا کرتا ہوں، بھوپال میں بیگمات کا دور تھا، ایک بیگم بہت پریشان تھی، ایک پیر صاحب کے پاس آئیں کہنے لگیں، پیر صاحب میں بہت پریشان ہوں، میرے شوہر مجھے پوچھتے نہیں، پہلے تو بہت خیال کرتے تھے، لیکن اب ان کا دل مجھ سے پھر گیا ہے مجھے سخت تکلیف ہے، اولاد بھی میرا خیال نہیں کرتی، شوہر کی نگاہ کیا پھری ساری دنیا کی نگاہیں پھر گئیں، میں بہت پریشان ہوں، سرکار میرے لئے دعا کریں، انھوں نے پوری رام کہانی سنی اور کہنے لگے بی بی مرغی پال لو، اب وہ بڑی پریشان کہ پیر صاحب کو کیا ہوگیا، کل تک تو خوب سنتے تھے، اب اونچا سننے لگے، تو ذرا زور سے پکار کر کہا نہیں حضرت صاحب میں یہ کہہ رہی ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کردیں میں بہت پریشان ہوں، پیر صاحب اونچا سنتے نہ تھے پیر صاحب نے آہستہ سے کہا کہ بی بی میں کہہ رہا ہوں کہ مرغی پال لو، اب وہ پریشان کہ پیر صاحب کو آج کیا ہوگیا میں تو ان سے دعا کے لئے کہتی ہوں اور مرغی تو گھر گھر میں پلی ہوئی ہیں، اور میرے نوکروں کے یہاں بھی مرغی پلی ہوں گی، تو میرے مرغی پالنے سے کیا کام ہوگا، ہمیں تو نہ انڈے کی ضرورت ہے اور نہ کھانے میں کمی ہے، ماشاء اللہ روز قورمہ، بریانی اور انڈے کی کیا کیا چیزیں پکتی ہیں، تو مرغیاں تو پلی ہیں اور چاہوں تو بازار سے خریدلوں، آج پیر صاحب کو کیا ہوگیا کہ ہر بات کے جواب میں کہ مرغی پال لو تو پھر نہ رہا گیا اور کہنے لگیں پیر صاحب میں یہ کہہ رہی ہوں کہ میں بہت پریشان ہوں، آپ میرے لئے دعا کریں، اور آپ فرماتے ہیں، مرغی پال لو، میں سمجھی ہی نہیں، آپ

ذرا اچھی طرح سمجھائیں تو پیر صاحب نے کہا بی بی صاحبہ ایک قصہ ہے بات خوب سمجھ میں آجائے گی، دو گھر قریب قریب تھے، ایک امیر گھر تھا کھاتا پیتا، اور ایک ذرا غریب گھر تھا، اور بے چارہ پریشان حال اور بیچ میں ایک دیوار میں ایک کھڑکی تھی، تو جب اس غریب گھر میں کوئی مہمان آئے تو اس غریب کی گھر والی کھڑکی کھول کر منہ اندر ڈال کر اپنی ہمسائی سے کہتی کہ مہمان بے وقت گھر آگئے ہیں کچھ ابھی اور ہو نہیں سکتا ایک انڈا دے دو کہ انڈا ہی تل لوں گی، تو وہ انڈا دیدیتیں، ایک مرتبہ ہوا اور دو مرتبہ ہوا اور چار مرتبہ ہوا کئی بار ہوا، تو ایک دن جل کر پریشان ہو کر کہنے لگی کہ اجی ہمسائی ایک مرغی پال لو نا قصہ ختم ہو جائے گا، فرصت ہو جائے گی، تم روز روز انڈا مانگتی ہو، تو بیگم صاحبہ میں تم سے وہی کہتا ہوں، کہ اللہ کے ساتھ تعلق قائم کر لو نا، اللہ سے دعا کرنا، مانگنا سیکھ لو، سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

ایک اللہ کے ولی کی کرامت

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں درکعت نماز پڑھنے کی نیت سے داخل ہوا وہاں ایک عابد اور تاجر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ عابد دعا مانگ رہا تھا کہ اے مالک میں آج فلاں فلاں قسم کا کھانا فلاں فلاں قسم کا حلوہ چاہتا ہوں۔ اس تاجر نے کہا اگر یہ شخص مجھ سے مانگتا تو میں ضرور کھلاتا لیکن وہ حیلہ کر رہا ہے میرے سامنے اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ میں کھلاؤں، اللہ کی قسم! اسے ہرگز کچھ نہ کھلاؤں گا۔ وہ عابد دعاء سے فارغ ہو کر مسجد کے ایک گوشہ میں سو گئے ناگاہ مسجد میں ایک شخص آیا اس کے ہاتھ میں ایک خوان سرپوش ڈھکا ہوا تھا اس نے مسجد کے چاروں طرف دیکھا تو اس عابد کو ایک گوشہ میں سویا ہوا پایا ان کے پاس آکر انہیں جگایا اور خوان ان کے آگے رکھ کر ہٹ گیا۔ اس تاجر نے جو دیکھا تو اس میں اتنے ہی اقسام کے کھانے تھے جتنے اس نے طلب کئے تھے انہوں نے بقدر اشتہا کھایا اور باقی پھیر دیا

تاجر نے اس لانے والے سے کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں تو اس شخص کو پہلے سے جانتا تھا؟ اس نے کہا واللہ میں نہیں جانتا، میں ایک مزدور آدمی ہوں ایک سال سے میری لڑکی اور بیوی ان کھانوں کا شوق رکھتے تھے مگر اتفاق نہیں ہوتا تھا آج میں نے ایک شخص کا بوجھ اٹھایا تو اس نے ایک مثقال سونا مجھے دے دیا۔ میں گوشت وغیرہ خرید لایا اور میری بیوی پکانے لگی، اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا آج تمہارے یہاں ایک ولی اللہ آئے ہوئے ہیں اور مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو نے جو کھانے اپنے گھر والوں کے لئے پکوائے ہیں ان کا انہیں بھی شوق ہے یہ کھانے ان کے پاس لے جا وہ اپنی ضرورت کے مطابق کھالیں گے اور باقی میں اللہ تمہیں برکت دے گا اور میں تیرے لئے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں میں نے بیدار ہو کر اس کی تعمیل کی ہے، تاجر نے کہا میں نے اس شخص کو اللہ سے مانگتے ہوئے سنا تھا پھر تاجر نے پوچھا تو نے اس پر کیا خرچ کیا ہے ؟اس نے کہا ایک مثقال سونا۔ تاجر نے کہا مجھ سے دس مثقال لے کر اپنے ثواب میں مجھے ایک قیراط کا حصہ دار بنالو، اس نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ تاجر نے کہا بیس مثقال لے لے اس نے کہا نہیں، پھر کہا سو مثقال لے کر شریک بنالے۔ اس نے کہا قسم ہے اللہ کی میں ہرگز ایسی چیز کو جس کی نبی ﷺ نے ضمانت کی ہے فروخت نہ کروں گا اگرچہ تو ساری دنیا اس کی قیمت میں دے دے اگر تجھے اجر لینا تھا تو مجھ سے پہلے اس عابد کی خواہش پوری کی ہوتی۔ مگر اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ تاجر اپنی غفلت سے بہت شرمندہ ہوا لیکن اس کی ندامت نے کچھ نفع نہ دیا اور پریشان ہو کر مسجد سے نکلا جیسے اپنی گمشدہ چیز پر کوئی پریشان ہوا کرتا ہے۔

دشمن کے لئے دعائے مغفرت

ایک شخص جھجو نامی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے بلاوجہ عناد رکھتا تھا اور ہر

وقت آپ کو ایذا پہنچانے کی تاک میں رہتا تھا قضائے الٰہی سے وہ فوت ہوگیا حضرت محبوب الٰہی کو اس کی وفات کی خبر ملی اور آپ اس کے جنازہ میں تشریف لے گئے اور تدفین کے بعد اس کی قبر کے قریب نماز دوگانہ پڑھی اور اس سے جو تکلیفیں پہنچیں تھیں ان کو معاف کر کے دعائیں مانگتے رہے۔

اظہار حق

سلطان قطب الدین خلجی کو کسی وجہ سے خواجہ نظام الدین اولیاء سے مخاصمت پیدا ہوگئی اس مخاصمت کی بنا پر اس نے دوسرے مشائخ وقت سے مراسم پیدا کئے اور حضرت شیخ رکن الدین ملتانی کو دلی آنے کی دعوت دی آپ دلی تشریف لائے تو سب سے پہلے خواجہ نظام الدین اولیاء نے ان کا استقبال کیا جب وہ سلطان سے ملنے گئے تو اس نے پوچھا کہ دلی میں سب سے پہلے کس شخص نے آپ کا استقبال کیا تھا شیخ رکن الدین کو حضرت خواجہ صاحب سے بادشاہ کے عناد کا حال معلوم تھا لیکن آپ نے بے دھڑک ہو کر جواب دیا کہ اس نے جو دلی کا سب سے اچھا آدمی ہے یعنی خواجہ نظام الدین اولیاء بادشاہ آپ کا منہ تکنے لگے۔

اُستاد کی اولاد کی تعظیم

ایک دفعہ ایک شخص حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں آپ کے استاد کا لڑکا ہوں حضرت نے اس کا نام و پتہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ نے اس کے والد سے سورۂ اخلاص پڑھی تھی آپ نے فرمایا تم میرے خداوند زادہ ہو مجھ کو اسی طرح حکم دو جس طرح ایک آقا اپنے غلام کو دیتا ہے اس نے کہا مجھے زر و مال کی حاجت ہے آپ نے اسے اسی وقت دس ہزار ٹنکے عنایت فرمائے اور وہ خوش خوش آپ سے رخصت ہوگیا۔

شیخ برہان لدین غریبؒ اور سلطان محمد تغلق

سلطان محمد تغلق شیخ برہان الدین غریبؒ سے عقیدت رکھتا تھا ایکدفعہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر شیخ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا شیخ کو بادشاہ کی ملاقات وصحبت پسند نہیں تھی جب انہوں نے بادشاہ کی آمد کی خبر سنی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ الٰہی مجھے بادشاہ کی ملاقات سے محفوظ رکھیو خدا کی قدرت سلطان کے دل میں کوئی ایسا خیال آیا کہ وہ راستے ہی میں پلٹ گیا ایک اور موقع پر سلطان نے حضرت شیخ کی خدمت میں سونے کے تین ہزار ٹنکے بطور نذر بھیجے آپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا سلطان نے یہ رقم دوبارہ یہ کہہ کر بھیجی کہ یہ رقم آپ کے لئے نہیں ہے بلکہ آپ کے خادموں کے لئے ہے حضرت شیخ نے اب یہ رقم رکھ لی لیکن ساتھ ہی اپنے خادم خاص کو حکم دیا کہ گھر میں جو کچھ موجود ہے لے آؤ وہ بیس ٹنکے لایا آپ نے فرمایا یہ بیس ٹنکے سلطان کے تین ہزار ٹنکوں میں لاکر اسی وقت فقرا میں تقسیم کردو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

تارک صلوٰۃ ولی نہیں بن سکتا

حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے اپنے ملفوظات میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ کی زیارت کے بعد بھکر واپس آیا تو وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ قصبہ الور کے قریب ایک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا تھا جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خداوند کریم نے اس کو نماز معاف کر دی ہے میں یہ سن کر اس درویش کے پاس گیا وہاں دیکھا کہ اس کے گرد بڑے بڑے اراء اور اکابر جمع تھے میں ان میں سے گذرتا ہوا اس درویش کے سامنے جا کر بیٹھ گیا سلام اس کو میں نے دانستہ نہیں کیا میں نے اس سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

الفرق بين المؤمن والكافر الصلوٰةُ

یعنی مومن اور کافر کے درمیان صرف نماز ہی فرق کرتی ہے

درویش نے جواب دیا سیّد صاحب میرے پاس جبریل آتے ہیں بہشت کا کھانا لاتے ہیں خدا تعالیٰ کا سلام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کو نماز معاف کر دی ہے اور تم خاصان خدا میں شامل ہو گئے ہو مجھے اس کی بات سن کر بہت غصہ آیا اور میں نے اس سے کہا بے ہودہ مت بکو سرور انبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے تو نماز معاف نہیں ہوئی تجھ جیسے جاہل کے لئے کیسے ہوسکتی ہے تیرے پاس جبریل ﷺ نہیں بلکہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے میں جبریل ہوں جبریل علیہ السلام وحی کے فرشتے ہیں وہ انبیاء اور رسل کے سوا کسی اور کے پاس نہیں آتے اور جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے وہ غلاظت ہوتی ہے درویش نے کہا وہ کھانا بہت لذیز ہوتا ہے میں نے کہا اس کی حقیقت تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گی اب جب وہ نام نہاد فرشتہ تیرے پاس آئے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا یہ تاکید کر کے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا دوسرے دن جب میں اس درویش کے پاس گیا تو وہ میرے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کے کہنے کے مطابق عمل کیا جب وہ نام نہاد فرشتی آیا تو میں نے لاحول پڑھی وہ اسی وقت وہاں سے غائب ہو گیا اور اس کا لایا ہوا کھانا میرے ہاتھ سے گر پڑا اور میرے سارے کپڑے ناپاک ہو گئے یہ سن کر میں نے اس بے نماز درویش سے توبہ کرائی اور جو نمازیں ترک ہو چکی تھیں ان کی قضا پڑھوائی۔

خوف خدا سے گریہ وزاری

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف خدا سے اس قدر آہ و بکا فرماتے تھے کہ ان کے رخساروں کے گوشت و پوست میں آنسوؤں کے بہنے سے غار پیدا ہو کر دانت نظر آنے لگتے تھے چنانچہ ان کا یہ حال دیکھ کر ان کی مادر مشفقہ بھی زار و قطار روتی تھیں اور ان کے زخموں پر کپڑا رکھ دیتی تھیں مگر حضرت یحییٰ

علیہ السلام کے خوف الٰہی کے گریہ و بکا کے باعث اس قدر آنسو بہتے جن سے وہ کپڑے بھی بہہ جاتے تھے غرض یہ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دن رات رونے ہی سے کام تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام کا دستور تھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کسی مجلس میں وعظ نہ فرماتے تھے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قبر و حشر کے عذاب کے حالات سننے کی برداشت نہ تھی ۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب انہوں نے وعظ فرمانے کا ارادہ کیا تو دریافت کیا کہ اس مجمع میں کہیں یحییٰ تو نہیں ہے؟ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک طرف چھپے بیٹھے تھے اور کسی کو اطلاع نہ ملی اس لئے سب لوگ خاموش رہے اور زکریا علیہ السلام نے اپنا وعظ فرمانا شروع کر دیا جس میں عذاب دوزخ اور عذاب قبر کا ذکر تھا اور فرمایا کہ ابھی میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں ایک بڑا گڑھا بنایا ہے جس کا نام سکران'' اور ایک بلند پہاڑ بنایا ہے اسکا نام ''غضبان'' رکھا ہے اسعذاب سے کوئی شخص پناہ نہیں پائے گا سوائے ایسے شخص کے جو رات دن خوف الٰہی سے اشکبار رہے یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے اور جب زرا افاقہ ہوا تو روتے چلاتے کپڑے پھارٹے اور سر میں خاک ڈالتے ہوئے جنگل کی طرف چلے گئے یہ دیکھ کر سب لوگ بے قراری اور اضطراب کی حالت میں روتے ہوئے ان کے پیچھے ہو لئے مگر کسی کو ان کا پتہ نہیں چلا مجبوراً سب لوگ واپس چلے آئے اور آ کر دیکھا تو یہاں حضرت ذکریا علیہ السلام بے ہوش پڑے چلا رہے ہیں جن کو حفاظت کے ساتھ گھر لے گئے یہ حال دیکھ کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے دریافت کیا میرا یحییٰ کہاں ہے؟ جب لوگوں نے حالت سے آگاہ کیا تو پریشان ہو کر خود ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تلاش میں جنگل کو نکل گئیں اور بھوکی پیاسی تین دن تک برابر ڈھونڈتی رہیں جب کچھ پتہ نہیں چلا تو انہوں نے ایک چرواہے سے معلوم کیا تم نے کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے جو روتا چلاتا سر میں خاک ڈالتا چلا جا رہا ہے؟ تو اس نے بتلایا کے کل

شام اس پہاڑ کی طرف سے رونے چلانے کی آواز آ رہی تھی چنانچہ ان کی والدہ نے جب اس پہاڑ میں جا کر تلاش کیا تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک گڑھے میں بیٹھے ہوئے عذاب دوزخ کی سختی سے واویلا کر رہے ہیں فوراً کلیجے سے لگا کر تسلی دی اور سمجھا بجھا کر گھر لے آئیں اور کھانا سامنے رکھ کر کہنے لگیں کہ برائے خدا کچھ کھا پی کر سو رہو، تا کہ قدر اطمینان ہو جائے اور تمہاری کلفت اور پریشانی دور ہو جائے چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی مادر مشفقہ کی دلداری کے لئے کچھ کھا کر سو رہے صبح کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کو جگا کر کہا کہ اے یحییٰ! خدائے تعالیٰ تم پر رحمت کاملہ بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ اطمینان رکھو عنقریب تم جنت میں داخل ہو کر وہاں کی راحت و آرام سے مسرور ہو گئے یہ سن کر حضرت یحییٰ السلام خوش ہوتے ہوئے پھر جنگل کو نکل گئے تھے اور پتہ نہیں چلا تھا کہ کہاں غائب ہوئے تھے؟

(حکایات الصالحین)

بخشش کا بہانہ

حضرت منصور بن ذکین رحمتہ اللہ علیہ خوف الٰہی سے اس طرح روتے تھے جس طرح کوئی جوان بیٹے کی موت پر واویلا کرے کسی نے دریافت کیا کہ: اے شیخ وقت! آخر آپ کیوں اسقدر روتے اور چلاتے ہیں؟ آپ دنیا دار تو نہیں ہیں کہ دنیا کے معاملات پر صدمہ پہنچا ہو اسی برس سے عبادت الٰہی میں آپ مشغول ہیں پھر اس رونے دھونے کا سبب کیا ہے؟ جواب ملا کہ عبادت تو سب دیکھتے ہیں اور گناہ خدا کے سوا کوئی نہیں دیکھتا نہ معلوم میری کوئی عبادت قبول ہوئی یا نہیں؟ بس اسی لئے روتا اور گرگراتا ہوں کہ معبود حقیقی بندی ناچیز کی بندگی کو قبول فرمالے اور میرے گناہوں سے درگزر فرمائے اس کے بعد بیٹے کو وصیت کی مرتے وقت میرا منہ قبلہ کی جانب کر دینا اور اگر میری آنکھوں میں آنسو اور منہ پر پسینہ دیکھو تو ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' سے میری

مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ میرا خاتمہ بخیر ہو اور دفن کے بعد کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' بلند آواز سے پڑھنا تا کہ منکر نکیر کے جواب میں آسانی ہو پھر جناب باری میں گریہ وزاری سے عرض کرنا کہ الٰہی! یہ تیرا غلام ہے سوائے گناہ کے اس کے پاس نیکی کا نام نہیں ہے اگر تو عذاب کرے گا تو وہ اس کے لائق ہے اور اگر بخشش کرے گا تو تو اس کے لائق ہے اس وصیت کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور بیٹے نے کما حق وصیت پوری کی پھر دوسرے روز خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال گزرا؟ جواب ملا کہ؟ کچھ مت پوچھو! بڑا نازک مقام ہے حساب کے وقت مجھ سے کہا گیا کیا نیک کمائی لایا ہے؟ میں نے کہا سترہ دلیلیں لایا ہوں! جواب ملا: ایک بھی قابل قبول نہیں! یہ سنتے ہی میں تھرا گیا اور حشر کا عالم برپا ہو گیا پھر پوچھا گیا، اور بھی کچھ لایا ہے؟ میں نے کہا ہاں! پندرہ لڑائیاں کفار سے لڑی ہیں! حکم ہوا، یہ بھی قبول نہیں! پھر معلوم کیا: اور بھی کچھ کہنا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! سو ہزار درہم اللہ کی راہ میں دیئے ہیں! حکم ملا! یہ بھی قبول نہیں! پھر تو میں ایسا کھویا کہ کوئی بھی صورت نجات کی نہ رہی کیونکہ جن چیزوں پر بھروسہ تھا وہ سب مسترد ہو چکیں اسی مایوسی کے عالم میں آواز آئی: کیا تجھ کو یاد نہیں؟ تو نے راستہ سے کانٹا اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی راہ گیر کو تکلیف پہنچے! بس تیری اس نیکی کے بدلے ہم نے تجھے بخش دیا۔ (حکایات الصالحین)

رحمت حق بہانی جوید رحمت خدا بہانہ جوید

خدا کی رحمت کسی کی عبادت کی بھوکی نہیں اس کو تو بخشش کے لئے کوئی بہانہ چاہئے۔

خوف الٰہی اور یقین کامل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے زمانہ خلافت میں حضرت سعید حمصیؒ کو کسی شہر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا اور سال پورا ہونے پر حکم بھیجا کہ مع بیت المال کے یہاں

چلے آؤ چنانچہ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کے پاس صرف ایک لاٹھی لوٹا اور ایک پیالہ تھا یہ حال دیکھ کر امیر المومنینؓ نے فرمایا: خیر تو ہے! کیا کچھ بیمار ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی آب وہوا تم کو موافق نہیں آئی! یہ سن کر حضرت سعیدؒ نے عرض کیا میں تو بفضلہٖ تعالیٰ اچھا ہوں اور ضروری سامان بھی رکھتا ہوں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا وہ سامان کیا ہے؟ تو حضرت سعیدؒ نے جواب دیا کہ یہی تینوں چیزیں لاٹھی لوٹا اور پیالہ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا اور فرمایا: وہاں کی رعایا نے سرکشی کی اور تمہاری تابعداری نہیں کی اس کے بعد دوسرا حاکم مقرر کر کے حکم دیا کہ زیر سرکار جلد وصول کر کے بھجوا دو اس سلسلہ میں لوگوں کا کوئی عذر نہ سنو پھر حضرت عمر بن سعیدؒ نے فرمایا کہ تم کو از سر نو سند لکھ دوں؟ تو انہوں نے عرض کیا: یا امیر المومنین! مجھے تو خدا اس خدمت سے معاف رکھے کیونکہ حکومت میں آفت بہت ہیں مجھے اندیشہ ہے کسی مواخذہ الٰہی میں گرفتار نہ ہو جاؤں اور رسالت مآب ﷺ کے دربار میں شرمندہ ہونا پڑے یہ سن کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت روئے اور حضرت عمر بن سعیدؒ اٹھ کر چلے گئے اس کے بعد امیر المومنین نے سو دینار سرخ دے کر خادم کو حکم دیا کہ عمرو بن سعیدؒ کو تلاش کر کے چپکے سے دے آؤ! خادم نے یہ حکم پا کر تین دن برابر تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا اتفاقاً جب وہ ملے تو معلوم ہوا کہ دن کو روزے رکھتے ہیں اور رات کو عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں خادم نے سلام و پیغام کے بعد وہ سو دینار ان کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا کہ خلیفہ وقت نے آپ کو یہ رقم عنایت فرمائی ہے اس کو دیکھ کر حضرت سعیدؒ زار و قطار رونے لگے خادم نے متحیر ہو کر کہا: آخر آپ اس طرح اس قدر کیوں روتے ہیں؟ تو جواب ملا کہ میں نے تو صحبت محمدی ﷺ کی دائمی دولت کا مزہ چکھا ہے لہٰذا میں ڈرتا ہوں کہ اس دولت ناپائیدا کی بدولت دولت پائیدار سے محروم نہ ہو جاؤں اس کے بعد وہ دینار لے لئے اور اس میں سے پانچ چھ دینار لے کر باقی سب غربا کو تقسیم کر دئے ایک مدت کے بعد جب حضرت امیر المومنینؓ سے ان کی

ملاقات ہوئی تو دریافت کیا ب کہ وہ سو دینار کیا کئے ؟ تو حضرت سعیدؒ نے عرض کیا کہ اللہ کے حوالے کر دیئے قیامت کو لوں گا۔ (حکایات الصالحین)

حضرت عثمانؓ کی سادہ زندگی

حضرت عثمانؓ انتہائی دولت منداور صدہا کنیزوں اور غلاموں کے مالک تھے اس وجہ سے آپ کو عثمان غنی کہا جاتا تھا مگر کبھی لباس فاخرہ نہیں پہنتے تھے البتہ خطبہ پڑھتے وقت صرف چار پانچ درہم کی قیمت کا لباس ہوتا تھا اور تہجد کی پابندی کے باوجود کسی کنیز یا غلام کو بیدار نہ فرماتے تھے بلکہ تمام کام خود ہی انجام دیتے تھے تمام تمام رات عبادت اور کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے اور جمعہ کے دن ہمیشہ روزے رکھتے تھے کسی نے عرض کیا کہ، حضرت ! آپ تو حافظ ہیں قرآن پاک دیکھ کر کیوں پڑھتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ یہ ایک شہنشاہی فرمان ہے اس لئے میں اوامر ونواہی کو دیکھتا رہتا ہوں تاکہ آنکھیں ، زبان اور جان سب ہی اس کی لذت سے فائدہ اٹھا سکیں بغیر دیکھے قرآن پڑھنے سے آنکھیں اس حقانی دولت سے محروم رہ جاتی ہیں چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد زمین وآسمان آپ کی جدائی میں آہ وبکا کر رہے تھے۔

(حکایات الصالحین)

ایک یہودی عورت کی حق پرستی

مشہور ہے کہ ایک یہودی عورت ہمیشہ محبت الٰہی میں غرق رہتی تھی اور کسی وقت بھی خدا کی یاد سے اس کی زبان غافل نہ رہتی تھی اس حق پرستی کی بنا پر اس کا قلب منور تھا مگر اس کا شوہر سیاہ باطن اس کے حق پرستی سے ہر وقت متنفر رہتا تھا چنانچہ اس نے اپنی بیوی کے بارے میں اپنے دوستوں کے مشورے سے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ جلائی جب وہ آگ روشن ہوگئی تو اس کے شوہر نے اپنے تمام عزیز واقارب کو جمع کر کے اس نیک سیرت بیوی سے کہا تو ہر وقت خدا کی یاد میں مصروف رہتی ہے لہٰذا اس

آگ کے گڑھے میں داخل ہو جا اگر تو واقعی سچی ہے تو بچ جائے گی ورنہ جل کر رہ جائے گی شوہر کا یہ حکم سن کر وہ نیک سیرت اور پاک باطن بیوی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر اسی جلتی آگ میں کود پڑی اور وہ آگ اس کی ایمانی آب وتاب سے بجھ گئی یہ حال دیکھ کر یہودیوں کی آتش حسد اور بھڑکی اور تین دن متواتر اس کے اوپر آگ جلا کر گڑھا بند کر دیا پھر جب اس گڑھے کو کھول کر دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہاء نہیں رہی کیونکہ وہ نیک سیرت بیوی صحیح وسالم نماز میں مشغول تھی یہ دیکھ کر کہ واقعی اس کا دین سچا ہے وہ سب کے سب ایمان لے آئے۔

حضرت رابعہ بصریہؒ کا تقویٰ

کہا جاتا ہے کہ رابعہ بصریہؒ کے آخری وقت میں مالک بن دینارؒ مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ، آپ کو کسی نے تکلیف دی ہے؟ تو کہنے لگیں معصیت نے! پھر معلوم کیا، کس چیز کو جی چاہتا ہے؟ تو بولیں، مغفرت کو! کہنے لگے دنیا کی کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو فرمایا تیس برس سے تازہ چھوارے کو جی چاہتا ہے اور اب تک نہیں کھایا۔ یہ سن کر حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے سوچا یہ تو کچھ دیر کی مہمان ہے تازہ چھوارے اس وقت کہاں سے آئیں؟ اسی اثناء میں کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک ایک پرندہ نے ایسا عمدہ چھوارا ان کے سامنے لا ڈالا جو کبھی دیکھا نہ سنا تھا، چنانچہ وہ فوراً اس کو لے کر حضرت رابعہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دریافت کرنے لگیں۔ یہ کہاں سے آیا ہے؟ جب ماجرا معلوم ہوا تو بولیں، واللہ اعلم! پرندہ کس کے باغ سے لے آیا؟ میں نہیں کھاؤں گی بس اب تو اپنے پیارے رب کے پاس ہی جا کر کھاؤں گی، پھر فرمایا اب مجھ کو تنہا مکان میں میرے اکیلے خدا کے ساتھ اکیلا چھوڑ دو، یہ سن کر سب لوگ مغموم ہو کر رخصت ہوئے اور مکان کا دروازہ بند ہو کر باب رحمت وا ہو گیا، اور اس مکان کی طرف سے ایک غیبی آواز سنائی دی۔ ''یا ایتھا النفس المطمئنة

ارجعی الیٰ ربکِ راضیۃً مرضیۃً'' (الفجر)

ترجمہ۔''اے مطمئن روح! تو خوشی خوشی اپنے پروردگار کے پاس چلی آ جو تجھ سے راضی ہے''

چنانچہ دروازہ کھول کر دیکھا تو زندہ دل رابعہ رحمہا اللہ کی روح قفص عنصری سے پرواز کرچکی تھی اللہ ان کو اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازے۔ (حکایات الصالحین)

فائدہ...... اللہ! اللہ! حضرت رابعہ رحمہ اللہ نے تیس سال تک کھجور نہ کھایا اور آخر جان شیریں جان آفریں کے سپرد کردی۔

آتش نمرود کو گلزار دیکھ کر رحیمہ کا ایمان لانا

مشہور ہے کہ نمرود مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو دنیا تماشہ دیکھ رہی تھی اور ان ہی تماشائیوں میں نمرود کی بیٹی جس کا نام رحیمہ تھا، شامل تھی اس نے ایک اونچے مکان سے دیکھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو اس آتش کدہ میں جھونکا گیا تو آن کی آن میں آگ کی خاصیت بدل گئی اور ''یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم '' کا حکم پاکر وہی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل وگلزار ہوئی اور یہ سماں دیکھ کر رحیمہ محبت الٰہی میں از خود رفتہ ہوگئی اور نور ایمان نے اس کے دل کو منور کردیا وہ بے ساختہ بول اُٹھی کہ، خدا برحق سچا ہے اور نمرود جھوٹا اور با آواز بلند حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اگر اجازت ہو تو یہ کنیز بھی خدمت عالی میں حاضر ہو جائے؟ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا، جس کے دل میں حق کی محبت سما جائے اس کے لیے یہ نار سراپا نور ہے تیرے لیے یہاں ہر طرح سے امن و امان اور ہر قسم کا چین ہے یہ مژدۂ جان فزا سن کر وہ لڑکی بھی حضرت ابرہیم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئی اور کلمہ ''لا الہٰ الا اللّٰہ ابراھیم خلیل اللّٰہ '' پڑھ کر اپنی جان و دل کو شمع ایمانی سے روشن کرلیا اور کہنے لگی کہ حضرت! اب میں آخر دم تک آپ کا ساتھ

نہ چھوڑوں گی اگر اجازت ہو تو اس ناسمجھ نمرود کو کچھ سمجھاؤں ممکن ہے راہ پر آ جائے؟ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اجازت لے کر اپنے باپ نمرود کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ اے پدر! خواب ہستی سے بیدار ہو اور دعویٰ خدائی کو ترک کر دے، آخر تو نے حضرت خلیل کو جلتی آگ میں ڈال کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ لیا، اللہ نے آگ کی خاصیت کو بدل کر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل وگلزار کر دیا، یہ سن کر نمرود آتش غضب سے بھڑک گیا اور کہنے لگا معلوم ہوتا ہے تجھے ابراہیم کی محبت نے فریفتہ کر دیا اور جب اس لڑکی نے نمرود کے سامنے کلمہ "**لا الہ الا اللّٰہ ابراھیم خلیل اللّٰہ**" پڑھا تو اس کو سن کر نمرود کی آتش غضب اور بھڑک گئی اور کہنے لگا کہ تو اپنے قدیم طریقہ پر قائم رہ ورنہ تو پناہ نہ پا سکے گی لڑکی کہنے لگی کہ جو تیرا جی چاہے کر میں اب ہرگز حق کو نہ چھوڑوں گی لڑکی کی اس پختگی کو دیکھ کر ظالم نمرود نے اس کے کپڑے اتروا کر مارنا شروع کیا مگر اس کی پختگی ایمان میں کوئی فرق نہ آیا اور جب نمرود کا ظلم حد سے گزر گیا تو رحمت حق کو جوش آیا اور فرشتوں نے آ کر اس لڑکی کو حلّہ بہشتی پہنایا، اتنے میں ہوا کا ایک جھونکا آیا اور جس نے اس کو ایسا اڑایا کہ پھر کسی نے اس کا پتہ نہ پایا۔

(حکایات الصالحین)

کلمہ کی فضیلت

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے ارادے سے چلا تھا مگر اچانک میری اونٹنی قسطنطنیہ کی طرف چل پڑی ہر چند میں نے اس کو روک کر مکہ معظّمہ کے راستے پر ڈالنا چاہا مگر اونٹنی تھی کہ قسطنطنیہ کی طرف چلتی رہی آخر مجبور ہو کر میں نے اونٹنی کو اسی ارادے سے چھوڑ دیا یہاں تک میں قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر طرف لوگ حیران و پریشان آپس میں کچھ گفتگو کر رہے ہیں اس کا سبب معلوم کیا تو

معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی بیٹی مجنون ہوگئی اس کے علاج کے لوگ طبیب کی تلاش میں ہیں یہ سن کر میں نے کہا تم مجھے ان کے پاس لے چلو میں اس کا علاج کروں گا چنانچہ جب میں اس کے مکان کے قریب پہنچا تو شہزادوں نے اندر سے آواز دی کہ جنید! تو نے تو اپنی اونٹنی کو بہت پھیرنا چاہا مگر ہمارا جذبہ صادق تجھے یہاں کھینچ ہی لایا پس جب سے ہی اس پری چہرہ نازک اندام پر میری نظر پڑی میں بے خود ہو گیا ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس لڑکی کے گلے میں لوہے کا ایک بھاری طوق پڑا ہوا ہے او رپیروں کو لوہے کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے اس لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ، اے جنید! میرے مرض کی دعا تجویز کیجئے! یہ سن کر میں نے اس لڑکی سے کہا کہ، تو لا الہ الا اللہ پڑھ لے اسکا کلمہ پڑھنا تھا کہ گردن کا وہ مضبوط لوہے کا طوق اور پیڑوں کی بیڑیاں خود باخود ٹوٹ کر گر گئیں اور لڑکی تندرست ہوگئی لڑکی کے باپ بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا آپ تو بڑے طبیب حاذق ہیں، مجھے بھی کوئی دعا بتایئے، میں نے کہا، آپ بھی وہی کلمہ پڑھ لیجئے جو شہزادی نے پڑھا ہے، یہ سن کر وہ بادشاہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ اور بھی بہت لوگ یہ کلمہ پڑھ کر اسلام کے محفوظ قلعہ میں داخل ہو گے۔ (خیر المونس)

والدہ کی شفقت و معافی کا ثمر

بیان کیا گیا ہے کہ جاں کنی کے وقت ایک شخص کی زبان سے کلمہ شہادت ادا نہ ہو سکا اس کی اطلاع پانے پر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے پاس جا کر لوگوں سے معلوم کیا کہ ''یہ شخص نماز روزہ کا بھی پابند رہا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ یہ نماز بھی پڑھا کرتا تھا اور روزے بھی رکھتا تھا یہ سن کر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس نے کبھی اپنی والدہ کی نافرمانی تو نہیں کی؟ عرض کیا کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس کی

والدہ کو بلا کر ارشاد فرمایا ''تو اپنے بچے کی خطا معاف کر دے! مگر اس کی والدہ نے اس کی خطا معاف کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس شخص نے ایک موقع پر اس مصیبت زدہ ماں کی آنکھ پھوڑ ڈالی تھی اس لئے اس نے اپنے لڑکے کا قصور معاف نہیں کیا یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب یہ عورت اپنے لڑکے کا قصور معاف نہیں کرتی تو تم لوگ لکڑیوں کا ایک انبار لگا کر اس میں آگ لگا دو''۔

یہ سن کر اس کی والدہ نے معلوم کیا کہ، آخر آپ لکڑیوں میں آگ لگا کر کیا کریں گے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں ایسے شخص کو جس کی والدہ اس سے اس قدر ناراض ہے اس دہکتی آگ میں جھونکوں گا''۔ اس عورت نے عرض کیا کہ، حضرت! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب وہ میرے پیٹ سے پیدا ہوا ہے نو مہینے میں نے اس کو پیٹ میں رکھا اور دو سال دودھ پلایا تو میری مادری شفقت کیونکر گوارا کرے گی کہ میں اس کو جلتا ہوا دیکھ لوں، میں نے اس کی خطا معاف کر دی۔ اماں کی زبان سے معافی کا لفظ نکلنا تھا کہ خدا کی قدرت سے اس شخص کی زبان سے ''اشھد ان لا الٰہ اللّٰہ و اشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ'' جاری ہو گیا۔ (خیر المونس)

اس نے تدبیر کے ذریعے قتل سے نجات حاصل کی

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں: عبدالملک بن مروان کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جو باغیوں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

عبدالملک نے کہا: اس کی گردن اڑا دو۔

اس آدمی نے کہا: اے مسلمانوں کے امیر! مجھے آپ سے اس بدلے کی امید نہیں۔

عبدالملک نے کہا: تو اور کیا ہونا چاہئے؟

کہنے لگا: میں تو اس باغی کے ساتھ صرف آپ کی محبت میں نکل کھڑا ہوا تھا، کیونکہ میں ایک منحوس آدمی ہوں، جب بھی میں کسی کا ساتھ دیتا ہوں تو وہ ہار جاتا ہے اور آپ کو میرے دعویٰ کی درستگی کا اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا۔ میں اکیلا آپ کے لئے ان ایک لاکھ

سے بہتر ہوں جو آپ کے ساتھ ہیں، تو عبدالملک نے ہنس کر اسے آزاد کر دیا۔

(الاذکیا لابن الجوزی: ص ۱۳۱)

کچھ حجاج بن یوسف کے بارے میں

ابوالحسن بن ہلال کہتے ہیں: حجاج بن یوسف ایک دن اپنے لشکر سے تنہا نکل کر کھڑا ہوا۔ تو ایک باغبان کے پاس سے گزر ہوا جو اپنی زمین کو سینچ رہا تھا۔ اس سے کہا: حجاج کے ساتھ تمہاری کیسی گزر رہی ہے؟

باغبان نے کہا: اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کرے وہ ہلاک کرنے والا اور کینہ پرور ہے، اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے۔

حجاج نے اس سے کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟

اس آدمی نے کہا: نہیں۔

حجاج نے کہا: میں حجاج ہوں، تو اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، چنانچہ اس نے اپنے ساتھ موجود لاٹھی اٹھائی اور کہا: آپ مجھے جانتے ہیں؟

حجاج نے کہا: نہیں۔

کہنے لگا: میں ابوثور مجنون ہوں، اور اس دن مجھے جنون کا دورہ پڑتا ہے۔ یہ کہہ کر غصے اور جوش سے جھاگ اڑانے لگا اور اپنے سر پر لاٹھی مارنے لگا۔ تو حجاج اسے چھوڑ کر ہنستے ہوئے چل دیا۔ (الاذکیا لابن الجوزی: ص ۱۳۷)

اس نے سمجھداری دکھائی تو قتل سے بچ گیا

ابواسحاق جہمی کہتے ہیں: جب حجاج بن یوسف خلیفہ بنا تو اس نے اپنے ایک خادم سے کہا: ہم بھیس بدل کر اپنے بارے میں لوگوں کے خیالات معلوم کرتے ہیں۔ تو وہ دونوں بھیس بدل کر نکلے، ان کا گزر ابولہب کے غلام مطلب پر سے ہوا۔

حجاج نے کہا: اے فلاں! بتاؤ حجاج کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

اس نے کہا: حجاج پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

حجاج نے کہا: وہ کب نکلے گا؟

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کو موت دے مجھے کیا معلوم؟

حجاج نے کہا: مجھے جانتے ہو؟

مطلب نے کہا: نہیں۔

حجاج نے کہا: میں حجاج بن یوسف ہوں، یہ سننا تھا کہ مطلب کی حالت خراب ہوگئی۔

کہنے لگا: آپ مجھے جانتے ہیں؟

حجاج نے کہا: نہیں۔

مطلب نے کہا: میں ابولہب کا غلام ہوں اور مشہور بات ہے کہ مجھے ہر مہینے جنون ہوتا ہے آج اس کا پہلا دن ہے، تو حجاج اس کو چھوڑ کر چل دیا۔ (الاذکیا لابن الجوزی: ص ۱۳۷)

آٹھ سال مسلسل بے ہوشی کے بعد اس نے دو آدمیوں کے نام بتائے جنہوں نے اس پر تشدد کیا تھا

۲۷ نومبر ۱۹۸۲ کو کونی ہولبروک متحدہ ریاست میں لینو ود کی شاہراہوں سے گزر رہا تھا کہ اس کے رشتہ داروں نے اچانک اس پر ایک موٹی چھڑی سے حملہ کر دیا۔

چنانچہ ہولبروک اس تاریخ سے ۲۶ فروری ۱۹۹۰ تک بے ہوشی کی حالت میں رہا۔ افاقہ ہوتے ہی وہ نوجوان اپنی ماں کو پہچان گیا۔ پھر اس نے ان دو آدمیوں کے نام بتائے جنہوں نے اس کے سر پر چھڑی سے تشدد کیا تھا۔

یہاں تک کہ اپنی بے ہوشی کے آخری ہفتے میں بھی ہولبروک آسانی سے بات چیت کرنے پر قدرت نہ رکھتا تھا۔

اکثر اوقات بس وہ آنکھیں کھولتا اور مسکرا دیتا، لیکن وہ اپنے آس پاس کی صورت حال کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ اسے بھرپور توجہ کی ضرورت تھی۔

اس کی والدہ کہتی ہے: میں نے اس کے شفایاب ہونے کے دوران ایک دن بھی

امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور بالآ ایک دن وہ بولنے لگا یہ ایک معجزہ ہے۔

اب میں خوش ہوں۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

اور اسے اس کا مال واپس مل گیا

علامہ جوزیؒ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص حج کی غرض سے بغداد آیا۔ اس کے پاس ایک ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ اس نے اسے فروخت کرنے کی بڑی کوشش کی، پر وہ نہ بک سکا۔ سو وہ ایک عطر فروش کے پاس آیا جو بہت اچھی شہرت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس ہار کو امانۃً رکھوایا تھا۔

عطر فروش نے اس سے بات نہیں کی اور دھکے دے کر اسے گھر سے نکال دیا:

اور کہا: تم مجھے پر الزام لگا رہے ہو۔ لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور حاجی سے کہا:

تمہارا ناس ہو یہ بہت نیک آدمی ہے۔ تمہیں الزام لگانے کے لئے کوئی اور نہیں ملا؟

حاجی حیرت زدہ رہ گیا، وہ دوبار عطر فروش کے پاس گیا، مگر سوائے گالی گلوچ اور مار پٹائی کے اور کچھ نہ ملا۔

اس سے کہا گیا: تم امیر مملکت کے پاس کیوں نہیں جاتے، وہ ان امور میں بہت دور اندیش ہیں؟

چنانچہ اس نے اپنا واقعہ لکھا اور اس کو امیر مملکت عضد الہ ولہ تک پہنچا دیا۔

امیر مملکت تشریف لائے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے پورا قصہ سنا دیا جس پر عضد الہ ولہ نے کہا: تم کل اس عطر فروش کے پاس جانا اور اس کی دکان کے سامنے بیٹھ جانا، اگر وہ تمہیں منع کرے تو اس کے سامنے والی دکان پر صبح سے مغرب تک بیٹھے رہنا۔ اور اس سے بات نہ کرنا، تین دن تک مسلسل یونہی کرتے رہنا، چوتھے دن میں تمہارے سامنے سے گزرتے ہوئے تھوڑا سا رک کر تمہیں سلام کروں گا تو تم نہ میرے احترام میں کھڑے ہونا اور نہ میرے سلام کا جواب دینا۔ جب میں چلا جاؤں تو دوبارہ

اسے اس ہار کی یاد دہانی کروانا۔ پھر وہ تمہیں جو کچھ کہے گا مجھے بتانا اور اگر وہ تمہیں وہ ہار دے دے تو اسے لے کر میرے پاس آنا۔

وہ شخص اس عطر فروش کی دکان پر بیٹھنے کے لئے آیا، لیکن اس نے منع کر دیا۔ سو وہ اس کے سامنے والی دکان پر برابر تین دن تک بیٹھتا رہا۔ چوتھے دن امیر مملکت اپنی شاہانہ سواری پر گزرا۔ جسے ہی اس نے خراسانی کو دیکھا تو اس کے پاس رک کر سلام کیا۔ حاجی کھڑا ہوا نہ اس نے سلام کا جواب دیا۔

امیر مملکت کہا: بھائی صاحب! آپ یہاں ہوتے ہوئے بھی ہماری طرف تشریف نہ لائے اور نہ ہی ہمیں کسی خدمت کے موقع دیا۔ حاجی نے وہی کیا جوان کے درمیان معاہدے میں طے ہوا تھا، اور امیر مملکت کے ساتھ ڈھنگ سے بات بھی نہ کی، حالانکہ پوری فوج رکی ہوئی تھی اور امیر مملکت کھڑے اس سے پوچھ رہے تھے اور سرگوشیاں کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر عطر فروش خوف کے مارے بے حوش ہونے والا تھا، جو جب امیر مملکت چلے گئے تو عطر فروش فوراً اس آدمی کی طرف بڑھا اور کہا: تیرا ناس ہو اوہ ہار تم نے میرے پاس کب رکھوایا تھا اور کس چیز میں لپٹا ہوا تھا؟ مجھے یاد دلاؤ شاید مجھے یاد آجائے۔

ہار کے مالک نے کہا: یہ اس کی نشانیاں ہیں۔ سو وہ کھڑا ہو گیا اور ڈھونڈنے لگا اور تھوڑی دیر بعد وہی ہار ایک تھیلی سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

اور کہا: میں تو بالکل بھول گیا تھا اور اگر تم مجھے ابھی یاد نہ دلاتے تو مجھے کبھی یاد نہ آتا۔ اس آدمی نے وہ ہار اس سے لے لیا اور اپنے دل میں کہا: اب مجھے امیر مملکت کو بتانے میں کیا فائدہ۔ پھر سوچا ہو سکتا ہے وہ اسے خریدنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور ساری بات انہیں بتائی۔

امیر مملکت نے اپنے کوچوان کو وہ ہار دے کر عطر فروش کی دکان پر بھیجتے ہوئے اس سے کہا: یہ ہار عطر فروش کی گردن میں لٹکا کر اسے دکان کے دروازے پر ہی پھانسی دے دو اور یہ اعلان کر دو کہ ''جس نے امانت میں خیانت کی اس کی یہ سزا ہے۔''

دوپہر ڈھلنے کے بعد کوچوان نے ہار کے مالک کو اس کا ہار واپس کر دیا اور کہا: اب تم جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے کے واپس مل جانے پر خوش اور مطمئن لوٹ آیا۔

(الاذکیالابن الجوزی)

قاتل کو قتل کا مژدہ سنادو اگرچہ اس میں کچھ عرصہ لگے

ایک آدمی سڑک پر جا رہا تھا، اس کی کمر پر ایک تھیلی بندھی ہوئی تھی جس میں خاصی بھاری رقم موجود تھی۔ وہ گدھوں کے اصطبل میں داخل ہو کر وہاں بیٹھ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایک آدمی اس کی تاک میں لگا ہوا ہے۔ اس نے تھیلی کھولی اور اس میں سے دینار نکالے۔ جو آدمی اس کی گھات لگائے بیٹھا تھا اس نے اس پر حملہ کر دیا۔ اسے باندھ دیا، منہ پر پٹی لگادی اور دینار لے لئے۔ پھر اس آدمی کو کندھوں پر اٹھایا اور اسے ایک گڑھے میں زندہ درگور کر دیا۔ کچھ عرصے بعد اس کی ہڈیاں نکالیں اور انہیں دریا میں ڈال دیا۔ اس نے سوچا کہ کام پورا ہو چکا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ قاتل تو مارا ہی جاتا ہے چاہے اس میں کچھ عرصہ لگ جائے۔

ایک دن خلیفہ معتضد باللہ اپنے زیر تعمیر گھر میں بیٹھے مزدوروں کا کام ملاحظہ فرما رہے تھے۔ انہوں نے ان کے درمیان ایک حبشی غلام کو دیکھا جو کافی بدصورت ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سڑھیاں پھلانگتا ہوا چڑھ رہا تھا اور اوروں کے مقابلے میں دگنا بوجھ اٹھا رہا تھا۔ خلیفہ کو وہ مشکوک دکھائی دیا۔ انہوں نے اسے بلایا اور اس کی وجہ پوچھی۔ وہ ہکلانے لگا۔

خلیفہ نے ابن حمدون جو اس وقت وہاں موجود تھے کہا: تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا: آپ کیوں اپنے ذہن کو اس کے لئے الجھا رہے ہیں۔ شاید یہ کوئی بے اہل وعیال آدمی ہو، اس لئے بالکل بے فکر ہو کر دل جمعی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔

خلیفہ نے کہا: تیرا ناس ہو تم نے اس کے بارے میں جو اندازہ لگایا ہے میں اس کو لغو

خیال کرتا ہوں۔ مگر میرے خیال میں یا تو اس کے پاس کچھ رقم ہے جو اس نے یکبارگی ناجائز طریقے سے حاصل کی ہے یا پھر یہ کوئی چور ہے جو تعمیراتی کام کر کے خود کو چھپا رہا ہے۔

ابن حمدون نے بھی اسی نظروں سے دیکھا اور کہا: میں اس سیاہ فام کے متعلق معلوم کر کے ہی رہوں گا، اسے میرے سامنے حاضر کرو۔

اسے ابن حمدون کے سامنے حاضر کیا گیا تو انہوں نے اسے سو کوڑے لگوائے اور قسم کھائی کہ اگر تو نے سچ نہ بتایا تو تیری گردن اڑا دی جائے گی اور تلوار اور تختہ دار منگوالیا۔

اس سیاہ فام نے کہا: ''میں امان چاہتا ہوں۔''

خلیفہ نے فرمایا: اگر تجھ پر کوئی سزا نہیں بنتی تو تجھے امان ہے، جسے سیام نہ سمجھ نہ سکا اور سمجھا کہ خلیفہ نے اسے امان دے دی ہے۔

کہنے لگا: میں کافی عرصے تک گدھوں پر بوجھ لاد کر مزدوری کرتا رہا۔ چند ماہ پہلے میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کی کمر سے تھیلی بندھی ہوئی تھی اور پورا قصہ سنایا۔

خلیفہ (معتضد) نے حکم دیا کہ اس کے گھر سے رقم لائی جائے تو وہی تھیلی لائی گئی جس پر لکھا تھا کہ فلاں بن فلاں۔ لہذا شہر میں مقتول کے نام سے اعلان کرایا گیا تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی: یہ نام میرے شوہر کا ہے، وہ فلاں وقت کو گھر سے نکلا تھا اور اس کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ اب تک لا پتہ ہے۔

خلیفہ نے رقم اس عورت کو دے دی اور اسے عدت گزارنے کا حکم دیا۔ اور سیاہ فام کو قتل کروادیا۔ (الاذکیا لابن الجوزی)

طلبِ علم میں انہماک

علمی ذوق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی زندگی کے ہر شعبے پر ہمیشہ غالب رہا، زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ جس انہماک اور جانفشانی

سے اپنے اسباق کی طرف ہمہ تن متوجہ رہے اس کی مثالیں دور حاضر میں نایاب ہیں۔عربی تعلیم باقاعدہ شروع فرمانے کے وقت سے دارالعلوم ہی گویا آپ کا گھر تھا ،اسباق سے فارغ ہوکر اپنے ہم سبقوں کو روزانہ کے اسباق کی طرح تکرار (اعادہ) کراتے تھے کہ استاذ کی تقریر کا پورا چربہ اتر جاتا تھا،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ کا تکرار طلبہ میں بہت مقبول تھا۔طلباء اتنی اہمیت سے اس تکرار میں شریک ہوتے کہ مستقل ایک درس کی سی صورت بن جاتی،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ نے ایک مرتبہ طلبہ دارالعلوم کراچی کو تکرار کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:"میں مقامات کے تکرار میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب ؒ کی پوری تقریر کا اعادہ اسی ترتیب سے کیا کرتا تھا جس طرح استاذ محترم نے بیان کی تھی۔بعض اوقات استاذ محترم نے بیان کی تھی۔بعض اوقات استاذ محترم لاعلمی میں تکرار سنتے اور مجھے بعد میں پتا چلتا کہ وہ سن کر بہت خوش ہوئے ہیں۔

اکثر صبح کو دارالعلوم جا کر رات ہی کو واپسی ہوتی اور بعض اوقات رات کو بھی وہیں مولسری کے درخت کے نیچے کھلے فرش پر سو جاتے۔تکرار عموماً رات کو ہوتا تھا اور جب گھر واپسی ہوتی تو کبھی رات کا ایک بج جاتا کبھی دو۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ نے دارالعلوم کراچی کے طلبہ کو ایک مرتبہ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"رات کو والدہ،میرا انتظار کرتی تھیں کہ کھانا گرم کر کے دیں،ان کے انتظار میں مجھے تکلیف ہوتی تھی،بڑی منت سماجت سے اس پر راضی کیا کہ میرا کھانا ایک جگہ رکھ دیا کریں۔سردیوں کی راتوں میں شوربہ اوپر سے بالکل جم جاتا اور اوپر صاف پانی رہ جاتا۔میں وہی کھا کر سو جایا کرتا۔" دیوبند حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ کا وطن تھا اور تمام اعزہ واقرب کے گھر یہیں تھے لیکن طالب علمی میں ان کے یہاں جانے کا وقت بھی نہیں ملتا،نہ محلے کے ہم عصر لڑکوں سے دوستانہ تعلقات کی نوبت آئی،حتیٰ کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ کو دیوبند کے جو ایک چھوٹا سا قصبہ ہے تمام راستے بخوبی معلوم نہ

تھے۔ تعلیمی انہماک کے باعث کسی اور کام کی فرصت ہی نہ تھی۔ جب کچھ وقت ملتا ، حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں جا بیٹھتے ، آپ کی ذہانت علمی ذوق اور صلاح وتقویٰ کے باعث آپ کے اساتذہ کی مشفقانہ توجہ ہمیشہ آپ پر مرکوز رہی۔

ایک مرتبہ حضرت نانوتویؒ کے مخصوص شاگرد و مرید اور مدرسہ عبدالرب دہلی کے بانی حضرت مولانا عبدالعلی صاحبؒ تشریف لائے۔ معزز مہمان اور دوسرے اساتذہ کرام کے ساتھ دارالعلوم کے اس وقت کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کھڑے تھے۔ قریب سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بغل میں کتابیں دبائے گزرنے لگے تو مہتمم صاحب نے بلایا اور معزز مہمان سے فرمایا: ''یہ دارالعلوم کا ایسا طالب علم ہے کہ اسے اپنی کتابوں کے علاوہ کسی چیز کا ہوش نہیں ، نہ اپنے کپڑے کی خبر ہے ، نہ جان کی کتاب کا کوئی سوال پوچھو تو محققانہ جواب دے گا۔'' مولانا عبدالعلی صاحبؒ نے دیکھتے ہی فرمایا ''یہ تو مولوی یٰسین صاحب کا لڑکا معلوم ہوتا ہے''۔ مولانا کا قیافہ مشہور تھا۔

ایک مرتبہ شرح جامی کا امتحان شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کے پاس تھا۔ اس وقت تک حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے کوئی کتاب مولانا عثمانیؒ سے نہیں پڑھی تھے ، تحریر سے نہ پہچان سکے ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا نہایت ممتاز اور محققانہ پرچہ دیکھ کر حیرت و مسرت ضبط نہ کر سکے ، پرچہ لے کر فوراً مہتمم صاحب کے پاس آئے اور پوچھا یہ کون طالب علم ہے اس نے تو اس کتاب کی شرح تصنیف کر دی ہے۔ یہ سنتے ہی مہتمم صاحب فرط مسرت سے امتحان گاہ میں تشریف لائے ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس وقت کسی اور امتحان کا پرچہ لکھ رہے تھے۔ آپ کو بلا کر تمام طلبہ کے سامنے کھڑا کیا اور آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر پرچہ کی غیر معمولی خوبی کا اعلان فرمایا۔

(تلخیص حیات مفتی اعظمؒ)

ریا کاری کرنے والے تین شخصوں کا حال

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اوّل وہلہ میں جس کا فیصلہ سنایا جائے گا وہ تین شخص ہونگے ایک شہید جو اللہ کے راستے میں شہادت کے رتبے کو حاصل کر چکا اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھیں گے میں نے جو تجھے نعمتیں دی تھی اس کا تو نے کیا کیا وہ کہے گا میں نے تیرے خاطر لڑائی کی تھی حتیٰ کہ شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے اس لئے لڑائی لڑی تھی کہ لوگ تجھے بہادر کہیں سو کہا جا چکا پھر حکم ہوگا اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے دوسرا شخص سخی ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں تو نے اس کا حق ادا کیا وہ کہے گا میں نے کوئی مصرف نہیں چھوڑا جس میں میں نے خرچ نہ کیا ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جھوٹ بولا تو نے اس لئے خیرات وصدقات کئے تھے کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو کہا جا چکا حکم ہوگا اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دو۔ تیسرا شخص عالم ہوگا جس نے علم پڑھایا اس کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا کہ ان کا تو نے کیا حق ادا کیا کہے گا میں نے تیری رضا کی خاطر قرآن پڑھا اور پڑھایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جھوٹ بولا تو نے تو قرآن اس لئے پڑھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں قاری کہیں سو تجھے کہا جا چکا چنانچہ حکم ہوگا اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے، یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ جب حضرت معاویہ کو سنانے لگے تو تین مرتبہ بے ہوش ہو گئے پھر بیان کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی غور کرنے کا مقام ہے کہ آج کل ہمارا کیا بنے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جس کے لئے عمل کیا تھا جا کر اس سے بدلہ لے لو میرے پاس تو تمہارا عمل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''وبدالھم مالم یکونو یحتسبون'' (اور ظاہر ہو جائے گا اس دن جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا)۔ جب اسلاف نے اس آیت کو پڑھا تو کہتے ہیں ہلاکت

ہے ریا کاروں کے لئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریا کار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ (۱)۔ اے ریا کار (۲)۔اے دھوکہ باز (۳)۔ اے فاجر (۴)۔ اے نقصان پانے والے۔ خدا کی تقدیر پر غالب آنا چاہتا ہے اور وہ کیسا برا آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے نیک کہیں لیکن خدا کے ہاں یہ مردودوں کی فہرست میں داخل ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کو پہچان لیں۔حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں جب بندہ ریا کاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو یہ میرے ساتھ کیسے مذاق کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ جو گردن جھکائے بیٹھا ہے آپؓ نے فرمایا کہ گردن اوپر کر خشوع اس میں نہیں خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔ ابوامام باہلی ایک آدمی کے پاس گئے جو کہ سجدہ کی حالت میں مسجد میں رو رہا تھا تو آپ نے کہا کاش یہ کام تو گھر میں کر لیتا تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ گھر میں وہ ریا سے بچ جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ ریا کار کی تین علامتیں ہیں جب وہ اکیلا ہو تو عبادت میں سستی کرتا ہے اور جب لوگوں کے سامنے ہو تو عمل وعبادت بڑی خوشی سے کرتا ہے اور جب اس کی تعریف کریں تو عمل اور بڑھا دیتا ہے۔حضرت فضیل بن عیاض جو مشہور صوفیاء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لئے کسی کام کو چھوڑ دینا ریا ہے اور لوگوں کو خوش کرنے کے لئے کسی کام کرنا شرک ہے اللہ ہم سب کو ان دونوں مرضوں سے محفوظ فرمائے۔آمین یارب العالمین۔ایک حدیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا **یا معاذ اخلص العمل یکفیک القلیل.** ''اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے''۔ایک حدیث مبارکہ میں پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ایمان کیا ہے فرمایا اخلاص۔

(بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

معاملات کی خفیہ تحقیقات

حضرت امام ابو یوسفؒ خلفائے عباسیہ میں تین خلفاء کے دور میں قاضی کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ ایک مرتبہ ایک باغ کے معاملہ میں خلیفہ ہادی اور کسی عام آدمی میں اختلاف ہوگیا۔ ہادی نے حکم دیا کہ معاملہ قاضی کے روبرو پیش کیا جائے۔ امام ابو یوسفؒ کے سامنے ایسی شہادتیں گزریں جن سے باغ ہادی کا ثابت ہوتا تھا۔ لیکن امام صاحب نے انہیں شہادتوں پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ خفیہ طور پر تحقیقات کی، جس سے معلوم ہوا کہ باغ خلیفہ کے مخالف فریق کا ہی ہے۔ جس کے خلاف عدالت میں شہادتیں گزر رہی تھیں۔ قاضی صاحب نے مقدمہ تو اس وقت ملتوی کر دیا۔ ہادی سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا کہ مقدمہ میں آپ نے کیا فیصلہ کیا؟ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ، شہادتیں تو آپکے موافق ہی گزریں ہیں، مگر مدعا علیہ کی طرف سے یہ مطالبہ ہوا کہ ہے کہ مدعی (خلیفہ) سے حلف لے لی جائے۔ ہادی نے پوچھا، تو آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا آپ مدعی کا حلف صحیح سمجھتے ہیں؟ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ، قاضی ابن ابی لیلیٰؒ (اپنے وقت کے ایک امام) کی تو یہی رائے ہے۔ اس کے بعد ہادی نے کہا کہ، اچھا باغ مدعا علیہ کے حوالے کر دیجئے۔ (مناقب موفق: ج۲)

تلامذہ کے ساتھ حسن سلوک

تلامذہ کے ساتھ حسن سلوک صرف درس وتدریس اور وقت کی قربانی ہی تک محدود نہیں تھا، بلکہ روپیہ پیسہ کے بارے میں ان کا یہ وصف اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ اسد بن فراتؒ کا خرچ چک گیا۔ انہوں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ ایک دن امام محمدؒ نے دیکھا کہ وہ پنسرے سے پانی پی رہے ہیں۔ انہوں نے وجہ دریافت کی۔ اسد نے صرف اتنا کہا کہ میں مسافر آدمی ہوں۔ امام محمدؒ سمجھ گئے اور چپکے ہو رہے، اور رات کے وقت خادم کے ذریعہ ان کے پاس اسی (۸۰) دینار بھجوا دیئے۔

(معالم الایمان: ج۲)

زنا کے دنیاوی انجام کا ایک دردناک واقعہ

ایک مصنف لکھتے ہیں کہ راقم الحروف کا ایک کلاس فیلو تھا۔ شرافت خان۔ ان کا خاندان ہزارہ سے نقل مکانی کر کے لاہور آباد ہوا تھا۔ وہ خوب چوڑا، چکلا، صحت مند اور خوبصورت تھا۔ میٹرک کے بعد پڑھائی میں اس کا دل نہ لگا اور وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ قسمت آزمائی کرتے ہوئے سویڈن پہنچ گیا۔ تین سال کے قلیل عرصہ میں وہ خود تو مجھے ملنے نہ آسکا لیکن ایک منحوس دن اس کی لاش اس کے گھر پہنچ گئی، اس کے گھر والوں پر جو بیتی وہ ایک علیحدہ داستان ہے تاہم اس کے ہم سفر دوست نے اس کی موت کی جو وجہ بیان کی اسے سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور کافی دیر بعد میں اپنے اوسان بحال کرنے کے قابل ہوا۔ اس نے جو بتایا وہ اس کی زبانی سنیے:۔

''ہم دونوں دوستوں نے آپس میں عہد کیا تھا کہ محنت مزدوری کر کے پیسہ کمائیں گے، تاکہ اپنے گھر والوں کو معقول رقم بھیج سکیں۔ نیز ہم نے یہ عہد کیا تھا شراب و شباب کے نزدیک بھی نہیں بھٹکیں گے اور ہر قسم کی عیاشی سے گریز کریں گے۔

الحمدللہ! میں تو اپنے عہد میں قائم رہا لیکن شرافت خان کی شرافت جلد ہی جواب دے گئی۔ اس کی ایک وجہ اس کی غیر معمولی خوبصورتی بھی تھی۔ لڑکیاں اس پر یوں گرتی تھیں جیسے گڑ پر مکھیاں! ایک ''آنٹی ٹائپ'' عورت تو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی۔ اس نے شرافت خان کو ہر ماہ اتنے ''کرونا'' (پیسے کا نام (کرونا کرنسی کا نام ہے)) دینے شروع کر دیئے کہ وہ ان میں سے اچھی خاصی رقم پاکستان اپنے گھر پہنچاتا اور خود بھی عیش و عشرت سے رہتا۔ اس کے عوض اس عورت کا ایک ہی مطالبہ تھا۔ سیکس اور سیکس۔ اس عورت کی جنسی خواہش ''جوع البقرہ'' کی طرح تھی جو کہ کبھی تسکین سے ہم کنار نہ ہوتی۔ وہ جنسی تعلقات قائم کرنے کے ضمن میں دن دیکھتی نہ رات اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ہمارے دوست کے پاس ہمارے ساتھ بات چیت کرنے

کے لیے چند لمحے نکالنا بھی مشکل ہوگیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس جنسی بلی نے شرافت خان کو نچوڑ کر رکھا دیا۔ شرافت خان جنسی اور جسمانی کمزوری کا شکار ہوگیا۔ عورت اور دولت کی ہوس نے شرافت خان کو جنسی طاقت کے انجکشنوں کا راستہ دکھلایا ۔ پہلے پہل تو ایک آدھ انجکشن بھی کام دے جاتا لیکن آخر کار وہ بے تحاشہ انجکشن لگوانے لگا اور اس کی حالت خراب سے خراب تر ہوگئی ۔ ایک روز طبیعت بگڑنے پر اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا کر چیک اپ کرایا گیا تو پتہ چلا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے ۔ کیونکہ ڈاکٹر کے بقول اس کا جگر، معدہ، اور گردے غرض یہ کہ پورا جسمانی سسٹم ناکارہ ہو چکا تھا اور بالآخر وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ دوسری طرف وہ عورت بھلی چنگی ہے اور کسی نئے شکار کی تلاش میں ہے۔ (بحوالہ نوجوان تباہی کے دہانے پر)

تین دن کی روپوشی

۱۸۵۷ء میں سرزمین ہند پر انگریز کی حکومت تھی اور علماء کرام آزادی کی تحریک میں شب و روز مصروف عمل تھے چنانچہ انگریز گورنمنٹ کی جانب سے دن رات علماء کرام کی گرفتاریاں ہو رہی تھی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ عزیز و احباب کے اصرار پر تین دن تک روپوش رہے۔ تین روز پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے جبکہ کسی وقت بھی گرفتاری کا خطرہ تھا لیکن بغیر کسی تردد اور خوف کے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سرعام کھلے بندوں چلنے پھرنے لگے لوگوں نے پھر مزید اصرار کیا کہ ابھی گرفتاری کا خطرہ نہیں ٹلا چنانچہ آپ روپوش ہی رہیں لیکن جواب میں حضرت نے فرمایا کہ چونکہ تین دن سے زیادہ روپوشی خلاف سنت ہے اس لئے خلاف سنت عمل کرتے ہوئے میں تین دن سے زیادہ روپوش نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت غار ثور میں تین ہی دن تک روپوش رہے تھے۔ (بیس بڑے مسلمان)

نمرود کی لڑکی کا ایمان

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو نمرود کی ایک کمسن لڑکی نے اصرار کیا کہ مجھے اجازت دی جائے اور میں یہ دیکھ لوں کہ اس آگ میں ابراہیمؑ کا کیا حال ہوا؟ چنانچہ نمرود نے اجازت دے دی تو اس لڑکی نے ایک بلند مقام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھڑکتی آگ میں صحیح وسالم دیکھ کر بڑی حیرت سے دریافت کیا کہ ،ابراہیمؑ! آخر یہ شعلہ انگیز آگ آپ کو جلاتی کیوں نہیں؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ،جس کی زبان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری ہو اور قلب معرفت الٰہی کے نور سے بھرا ہو ،اس پر آگ ہرگز اثر نہیں کرتی ،یہ سن کر اس لڑکی نے عرض کیا کہ اے ابراہیم! میں بھی آپ کے پاس آنا چاہتی ہوں ۔مگر آؤں کس طرح؟ چاروں طرف تو آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ''**لا الٰہ الا اللہ ابراھیم خلیل اللہ**'' پڑھ کر بے خوف چلی آؤ ۔لڑکی نے یہ پاک کلمہ اپنی زبان سے ادا کیا اور بے خوف ہو کر اس آگ میں کود گئی خدا کی قدرت سے آگ سرد ہو گئی اور اس لڑکی پر کچھ اثر نہ کیا ،لڑکی بالکل صحیح وسالم زندہ رہی جب اس نے اپنے گھر واپس آ کر نمرود کو تمام واقعہ کی خبر دی تو نمرود نے لڑکی سے کہا کہ بس اسی میں تیری خیریت ہے کہ ابراہیم کے دین سے باز آ ،اور بتوں کی پرستش سے منہ نہ پھیر ۔اور ہر طرح نمرود نے اس کو ڈرایا دھمکایا مگر لڑکی کے دل میں ایمان گھر کر چکا تھا اس نمرود کی ایک نہ مانی یہ دیکھ کر نمرود نے اسے سخت سزائیں دینی شروع کیں جب اس کی سختی حد سے گزر گئی تو خدا کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس لڑکی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دیا اور انہوں نے اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا ،جس سے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے۔ (خیر المونس)

خدا کی مرضی کے مطابق عمل کا نتیجہ

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بکریاں چراتے چراتے ایک ایسے بھیانک جنگل میں پہنچ گے جہاں کثرت سے بھیڑیئے رہا کرتے تھے چونکہ موسیٰ علیہ السلام دور دراز کا سفر طے کر کے آئے تھے تھک کر لیٹ گئے اور ٹھنڈی ہواؤں کے خوش آئندہ جھونکوں میں نیند کا غلبہ ہونے لگا، آخر موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ ایسی حالت میں کس طرح بکریوں کی حفاظت کرسکوں گا؟ تکان کے غلبہ نے عاجز کر دیا ہے ،اگر اسی حالت میں اور زیادہ جاگتا رہا تو ممکن ہے تکلیف کا اضافہ ہو جائے اور اگر آرام حاصل کرنے کے لیے سو جاتا ہوں تو بکریوں کی خیر نہیں، کیونکہ ہر طرف بھیڑیوں کا ہجوم ہے اسی کشمکش میں تھے کہ آسمان کی جانب نظر کر کے فرمانے لگے الٰہی! تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے اور تیرا ارادا و تقدیر سب پر غالب ہر اور یہ کہہ کر ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، جب سو کر اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بھیڑیا کندھے پر لکڑی رکھے ہوئے بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے، یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا اور حیرت میں پڑ گے کہ بھیڑیا جو بکویوں کا دشمن ہے وہی خود بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے ،اتنے میں وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ، اے موسیٰ! اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ تو میری مرضی پر چلتا رہ میں تیری مرضی پوری کرتا رہوں گا۔ ''من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ۔'' کی تفسیر ہے، یعنی جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا۔

(خیر المونس)

قیام اللیل قرب الٰہی کا سبب ہے

ایک روز ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی! جنت میں جو عورت میری رفیق ہوگی اسے مجھے دکھا دیجئے! چنانچہ خواب میں ان سے کہا گیا کہ، جنت میں جو عورت تمہاری رفیق ہوگی وہ نہایت ہی بدصورت ہے جس کا نام

سلامہ ہے اور فلاں موضع میں بکریاں چرا رہی ہے، یہی عورت جنت میں تمہاری رفاقت کرے گی، جب ابراہیمؒ نیند سے بیدار ہوئے تو خواب میں بتائے موضع کی جانب چل نکلے، وہاں پہنچ کر دیکھا تو واقعی ایک کالی عورت بھونڈی جس کو دیکھ کر ابراہیم بن ادہم نے سلام کیا تو عورت نے جواب میں کہا، وعلیکم السلام یا ابراہیم! یہ سن کر ابراہیم نے دریافت کیا کہ تجھے یہ کس نے بتایا کہ میں ابراہیم ہوں؟ عورت نے جواب دیا جس نے تجھے اس بات کی خبر دی کہ میں جنت میں تیری بیوی ہوں گی اسی نے مجھے یہ بھی بتا دیا کہ تو ابراہیم ہے، یہ سن کر ابراہیم بن ادہم نے اس عورت سے کہا، اے سلامہ! مجھے کچھ نصیحت کرو تو اس نے کہا کہ شب بیداری اور رات کے قیام پر مداومت کیجئے کیونکہ رات کا قیام بندے کو اپنے رب کی طرف پہنچا دیتا ہے تجھے اگر محبت الٰہی کا دعویٰ ہے تو نیند اپنے اوپر حرام کر لے، کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد! جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے اور رات کی تاریکی میں پڑ کر سو جائے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب رات کی تاریکی چاروں طرف پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ، اے جبرائیل! اشجار معلومہ کو حرکت دے، جب جبرائیل علیہ السلام انہیں حرکت دیتے ہیں تو زندہ دل عاشق اٹھ کر محبوب کے دروازے پر آ کھڑے ہوتے ہیں اور اس طرح درخواست کرتے ہیں۔

عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی کشتی میں سفر کر رہا تھا اچانک ہوا کا ایک جھونکا آیا جس نے ہماری کشتی کو اٹھا کر ایک جزیرے میں پھینک دیا وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک شخص بت کی پوجا کر رہا تھا ہم نے اس سے دریافت کیا کہ جس کی تو پوجا کرتا ہے کیا وہ بھی کوئی معبود ہے؟ ہمارے پاس ایسا ایک شخص ہے جو اس جیسے سینکڑوں بت بنا دے یہ سن کر اس شخص نے کہا، اچھا!! تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ تو ہم نے بتایا اس قادر و مختار کی جس کا عرش اعظم آسمان کے اوپر اور

قہر وغلبہ زمین پر ہے تو اس نے دریافت کیا کہ آخر تم کو اس قادر مطلق کی کس نے خبر دی ہے؟ تو ہم نے بتایا کہ اس خدا کی طرف سے نبی آخر الزماں ہماری طرف بھیجے گئے تھے انہوں نے ہی اس بات کی خبر دی اس کے بعد اس شخص نے دریافت کیا کہ اب وہ پیغمبر کہاں ہیں؟ اور کیا کرتے ہیں؟ ہم نے کہا خدا تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا ہے تو اس نے دریافت کیا، اچھا! یہ بتاؤ کہ اس پیغمبر نے کوئی نشانی بھی تمہارے پاس چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! وہ ہمارے پاس ایک کتاب چھوڑ گئے ہیں جو خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئی تھی یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا اچھا! وہ کتاب مجھے دکھاؤ! ہم نے اپنے اسباب میں سے قرآن پاک نکال کر سورۂ رحمٰن کی تلاوت شروع کی تو جب تک سورت ختم ہوئی وہ شخص دردناک آواز سے روتا رہا اور پوری سورت سن کر کہنے لگا جس کے پاس یہ کلام موجود ہو اسے عصیاں میں مبتلا رہنا ہرگز لائق نہیں! اور یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا ہم نے اسے اسلام کے ارکان و واجبات کی تعلیم دی اور اسکا اسلام بہتر ہوا جب رات ہوئی اور ہم لوگ عشاء کی نماز پڑھ چکے تو اپنے اپنے بستر پر جا لیٹے یہ دیکھ کر اس نومسلم نے دریافت کیا کہ لوگو! یہ تو بتاؤ جس معبود کے اوصاف تم نے مجھ سے بیان کئے ہیں اور جس پر میں ایمان لایا ہوں کیا وہ بھی سوتا ہے؟ ہم نے کہا نہیں! وہ تو حی القیوم ہے وہ کبھی نہیں سوتا یہ سن کر اس نومسلم نے حسرت ناک لہجہ میں کہا کہ تم تو بہت ہی بُرے غلام ہو! کیسے افسوس کی بات ہے کہ تمہارا آقا تو جاگتا ہو اور تم پیر پھیلا کر سویا کرو جب ہم جزیرے سے نکل کر آبادی میں پہنچے تو ہم نے اسے چند درہم دینے چاہے جس پر اس نے بڑا افسوس ظاہر کیا اور کہا، لا الہ الا اللہ! تم نے مجھے ایک ایسا راستہ بتایا ہے جس پر تم خود نہیں چلتے بھلا یہ بتاؤ جب میں اس غیر کی عبادت میں مشغول تھا تو اس نے مجھے بھوکا ننگا نہیں رکھا تو اب جب کہ مجھے اس کی معرفت حاصل ہو گئی ہے تو وہ کیونکر برباد کرنے لگا ہے؟ ابھی اس واقعہ کو تین ہی دن گزرے تھے کہ مجھے کسی نے بتایا کہ وہ نومسلم تو حالت نزع میں مبتلا ہے میں نے اس کے پاس جا کر دریافت کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟

یا کوئی آرزو باقی ہے؟ تو اس نے کہا بھائی! جس نے تجھے جزیرے سے نکالا اس نے میری تمام حاجتیں پوری کر دیں اس رات کو میں اس کے پاس سو رہا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ نہایت سرسبز و شاداب باغ کے اندر رقبہ میں ایک نوجوان لڑکی کھڑی کہہ رہی ہے تمہیں خدا کی قسم! اسے جلدی میرے پاس لاؤ! میرا شوق اس کی طرف بہت بڑھ چکا ہے جب میں نیند سے بیدار ہوا تو اس نو مسلم کی روح پرواز کر چکی تھی آخر میں اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر اپنے ڈیرے پر چلا آیا تو رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ شخص اس قبہ میں بیٹھا ہوا یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

"وَالْمَلٰئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ." (خیر المؤانس)

شکر و استغفار

حضرت جعفر بن محمدؒ جو امام جعفر صادق کے لقب سے مشہور ہیں۔ فقہ، علم و فضل میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا "جب خدا تم کو کوئی نعمت عطا کرے اور تم اس کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ "اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا۔" جب رزق ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو استغفار زیادہ کرو۔ اللہ عزوجل اپنی کتاب میں فرماتا ہے "اپنے رب سے گناہوں کی بخشش چاہو، وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا اور دنیا میں مال اور اولاد سے تمہاری مدد کریگا، اور آخرت میں تمہارے لئے جنت اور نہریں بنائے گا۔" (تہذیب الاسماء: ج ۱، ص ۱۵۰)

لوگ مصیبت اور پریشانیوں میں طرح طرح کی تدبیریں اختیار کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جس نسخہ کو تجویز کیا ہے اسے استعمال نہیں کرتے۔ اسی طرح نعمتوں پر اس کا شکر بھی ادا کرنا ہے، اور صرف زبانی نہیں بلکہ عملی شکر یہ ہونا چاہئے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے نادار بندوں کی خبر گیری کی جائے۔

ذمہ داری کا احساس

حکومت اور اقتدار پانے کے بعد اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور نشۂ اقتدار میں نہ خدا کا خوف رہتا ہے اور نہ آخرت کی بازپرس کا خیال۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دل خشیت الٰہی اور آخرت کے مؤاخذہ سے لبریز رہتا تھا، وہ ہمیشہ خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرزہ براندام رہتے تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد تنہائی میں مسجد کے اندر بیٹھ کر رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ اور اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی تھی۔ آنکھ کھلتی تو پھر یہی مشغلہ جاری ہو جاتا، اور اسی طرح روتے، دعائیں کرتے اور جاگتے سوتے رات گزر جاتی تھی، یہ مشغلہ کبھی گھر میں بھی تنہائی میں ہوتا تھا۔ ایک دن بیوی نے دیکھ لیا، اس کی وجہ پوچھی، آپ نے ٹالنا چاہا، مگر بیوی نے اصرار کیا اور کہا میں بھی اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اس وقت آپ نے بتایا کہ میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ وہ سپید جملہ امور کا ذمہ دار ہوں۔ اس لئے جب میں بیکس، غریب، محتاج، فقیر، گم شدہ قیدی اور اسی قبیل کے دوسرے آدمیوں کو یاد کرتا ہوں جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے، اور خدا ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا، اور رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے۔ اگر میں خدا کے سامنے ان کا کوئی عذر اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی دلیل پیش نہ کر سکا تو مجھے خوف پیدا ہو جاتا ہے اور میرے آنسو نکل آتے ہیں، اور جس قدر میں ان چیزوں پر غور کرتا ہوں اسی قدر میرا دل خوفزدہ ہوتا ہے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ)

دیانت داری

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس بہت سے سیب آئے آپ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے آپ کا چھوٹا بچہ ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا آپ نے اس کے منہ سے چھین لیا وہ رونے لگا اور جا کر اپنی ماں سے شکایت کی ماں نے بازار سے سیب

منگوا دیئے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ گھر آئے تو انہیں سیب کی خوشبو معلوم ہوئی، پوچھا، فاطمہ! کوئی سرکاری سیب تو تمہارے پاس نہیں آیا ہے؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں نے اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا، اپنے دل سے چھینا تھا، لیکن مجھے یہ پسند نہ تھا کہ مسلمانوں کے حصہ کے سیب کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے نفس کو برباد کر دوں۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ: ص ۱۸۸)

آج کی دنیا میں بھلا کسی صدر جمہوریہ، کسی وزیر اعظم اور حکومت کے کسی ذمہ دار میں اس قسم کی مثال مل سکتی ہے؟ آخرت کی جوابدہی کا خیال جب پیدا ہو جاتا ہے تو حکمراں اور عوام دونوں کی حالت سدھر جاتی ہے۔

رجب کے ایک روزے اور شعبان کی پندرہویں شب میں دو رکعت کی فضیلت

ایک مرتبہ حضرت مسیح علیہ السلام کا گزر ایک ایسے پہاڑ پر ہوا جو نور سے جگمگا رہا تھا یہ دیکھ کر حضرت مسیح علیہ السلام نے دعا مانگی، الٰہی! اس پہاڑ کو قوت گویائی عطا فرما تاکہ وہ مجھ سے گفتگو کر سکے چنانچہ ان کی دعا کو قبولیت حاصل ہوئی اور وہ پہاڑ اس طرح گویا ہوا کہ اے روح اللہ! آپ کا مقصد کیا ہے؟ اور آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تو اپنی کیفیت مجھ سے بیان کر! تو پہاڑ نے عرض کیا میرے اندر ایک مرد ہے! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں گزارش کی کہ اس کو پہاڑ سے نکال کر مجھ کو دکھا دیجئے چنانچہ وہ پہاڑ پھٹا اور اس میں سے ایک خوبصورت بوڑھا سامنے آکر کہنے لگا کہ، اے عیسیٰ! میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہوں میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میں جناب محمد ﷺ کے زمانے تک زندہ رہوں تاکہ ان کی امت میں داخل ہو کر فلاں دارین حاصل کر سکوں اس وقت میری عمر چھ سو برس کی ہے اور میں اس پہاڑ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا ہوں یہ سن

کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا، خدایا! کیا روئے زمین پر آپ کے نزدیک اس شخص سے بھی زیادہ کوئی مکرم یا محترم ہے؟ ارشاد ہوا اے عیسیٰ! امت محمد (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں سے جو شخص رجب کا ایک روزہ بھی رکھے گا میرے نزدیک اس کا مرتبہ اس سے زیادہ ہوگا دوسری روایت میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر اس پہاڑ پر ہوا تو آپ نے اس میں سفید پتھر دیکھ کر اور اس کے چاروں طرف گھوم پھر کر بڑا تعجب کیا اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ، اے عیسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز خبر تمہارے سامنے ظاہر کروں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، جی ہاں! پس یہ کہتے ہی وہ پتھر پھڑا اور اس میں سے ایک مبارک شخص نکلا جس کے ہاتھ میں ایک بیڑی کی شاخ تھی اور انگور کی بیل اس کے پاس پھیلی ہوئی تھی جب حضرت مسیح علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ میری ہر روز کی غذا ہے پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے دریافت فرمایا کیا تو بتا سکتا ہے کہ اس پتھر میں کتنی مدت سے عبادت الٰہی مصروف ہے؟ اس نے عرض کیا چار سو برس سے! یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں گزارش کی کہ شاید آپ نے اس سے زیادہ افضل واشرف اور کسی کو پیدا نہ کیا ہو؟ تو ارشاد ہوا کہ اے عیسیٰ! امت محمد (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں سے جو شخص شعبان کی پندرہویں شب کو دو رکعت نماز پڑھے گا وہ اس چار سو برس کی عبادت سے افضل ہوگی یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تمنا ظاہر کی کاش! میں بھی حضرت محمد ﷺ کی امت میں ہوتا۔ (خیر المونس)

حضرت مالک بن دینارؒ اور ان کی ایک چھوٹی بچی کا واقعہ

حضرت مالک بن دینارؒ سے جب لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کی توبہ کا سبب کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں شراب پیا کرتا تھا اور میری ایک چھوٹی بچی میرے

آگے سے شراب کا ساغر اٹھا کر پھینک دیتی تھی مگر جب اس کی عمر دو سال کی ہوئی تو اپنی والدہ کے آغوش محبت سے جدا ہو کر عالم بقا میں جا پہنچی جس کے مرنے کا مجھے سخت صدمہ اور اس کا رنج میرے دل میں بیٹھ گیا جب شعبان کی پندرہویں شب ہوئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ایک طرف سے ایک بڑا زہریلا اژدہا منہ پھاڑے ہوئے میرا لقمہ کرنے کو بھاگتا چلا آ رہا ہے میں اسے دیکھ کر الٹے پاؤں بھاگا تھوڑی دور چل کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عمر رسیدہ شخص جس کے جسم سے بہتر خوشبو آ رہی تھی سامنے کھڑا ہے میں نے اس سے عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ، اے شخص! مجھے اپنی پناہ میں لے لے خدا تجھے پناہ میں رکھے گا میری یہ بات سن کر اس بوڑھے نے رو کر کہا میں نہایت ہی ضعیف اور لاغر ہوں تیرے بچانے کی طاقت نہیں رکھتا البتہ ایک ترکیب بتائے دیتا ہوں اور وہ یہ کہ تو اس طرح آگے دوڑا چلا جا ممکن ہے اللہ تعالیٰ تیرے لئے نجات کا کوئی راستہ پیدا کر دے چنانچہ میں پھر بھاگا اور بھاگ بھاگ کر آگ کی ایک خندق پر پہنچ گیا وہاں سے ایک آواز آئی کہ پیچھے مڑ جا! چنانچہ میں پیچھے کی جانب بھاگا اور سانپ ہے کہ میرے پیچھے دوڑا چلا آ رہا ہے غرضیکہ میں دوڑتے دوڑتے ایک اور بوڑھے شخص کے پاس سے گزرا اور اس سے بھی میں نے یہی درخواست کی کہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے مگر اس نے بھی وہی کیا میں نہایت ہی ضعیف اور کمزور ہوں تو اس پہاڑ پر چڑھ جا کیونکہ مسلمانوں کی کچھ امانتیں رکھی ہیں ہوسکتا ہے کہ تیری بھی کوئی ودیعت ہو تو وہ تیری ضرور مدد کرے گی میں نے قریب جا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چاندی کا پہاڑ ہے جس کے چاروں طرف نہریں بہہ رہی ہیں جب میں پہاڑ کے قریب پہنچا تو چند فرشتوں نے پکار کر کہا۔ دروازہ کھول دو ممکن ہے تمہارے پاس اس کی کوئی ودیعت ہو جو اس کے دشمن سے پناہ دے سکے پس جیسے ہی دروازہ کھولا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری وہی چھوٹی لڑکی کھڑی ہے جس کے انتقال سے مجھے سخت صدمہ ہوا تھا اس نے جھپٹ کے اپنے دائیں ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور

بایاں ہاتھ سانپ کی طرف بڑھایا جس کو دیکھ کر وہ سانپ واپس ہو گیا اس کے بعد لڑکی نے کہا کہ، اے میرے باپ! کیا ایمانداروں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کی طرف جھک پڑیں؟ میں نے دریافت کیا، کیا تو قرآن کی عارف ہے؟ کہا، کیوں نہیں! میں نے کہا، اچھا! یہ بتاناوہ ڈراونا سانپ کیسا تھا جو میرے پیچھے بڑھا چلا آ رہا تھا؟ اس نے کہاوہ تیرا برا عمل تھا اور بوڑھا شخص جو تجھے راہ میں ملا وہ تیرا نیک عمل تھا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں کانپتا ہوا اٹھا اسی وقت میں نے خدا کے سامنے توبہ کی اور نہایت مستحکم عہد کر لیا۔ (خیر المونس)

صلہ

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ایک رات سلطان محمود محل سرا سے پا پیادہ جا رہا تھا ،فراش طلائی شمع دان لئے آگے چل رہا تھا، راستہ میں ایک غریب طالب علم کو دیکھا کہ کسی دکان کے چراغ کے سامنے بیٹھا کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے، معلوم ہوا کہ وہ طالب علم بتی کا مقدور نہیں رکھتا، سلطان محمود نے اسی وقت اپنا شمع دان اسے بخش دیا، پچھلی رات خواب میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ اس علم پروری پر تحسین اور دعائے خیر ارشاد فرماتے ہیں۔ (تاریخ فرشتہ، جلد اول)

عزت و دولت

۱۶ھ میں مسلمان حضرت ابو عبیدہؓ کی قیادت میں شام کو فتح کرتے ہوئے فلسطین تک پہنچ گئے، عیسائی بیت المقدس میں قلعہ بند ہو گئے اور مسلم فوجوں نے اس کو اپنے محاصرہ میں لے لیا، اس وقت عیسائیوں کی طرف سے صلح کی پیش کش ہوئی جس میں خاص شرط یہ تھی کہ خلیفہ (عمر فاروق) خود آ کر عہد نامہ کی تکمیل کریں، حضرت ابو عبیدہ نے عیسائیوں کی اس پیش کش سے خلیفۂ دوم کو مطلع کیا، آپ نے اصحاب سے مشورہ کیا اور بالآخر مدینہ سے نکل کر فلسطین کے لئے روانہ ہوئے، حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ

ایک اونٹ تھا اور ایک خادم، جب آپ مدینہ کے باہر پہنچے تو آپ نے خادم سے کہا ہم دو ہیں اور سواری ایک ہے، اگر میں سواری پر بیٹھوں اور تم پیدل چلو تو میں تمہارے اوپر ظلم کروں گا، اور اگر تم سواری پر بیٹھو اور میں پیدل چلوں تو تم میرے اوپر ظلم کرو گے، اگر ہم دونوں اکٹھے سوار ہو جائیں تو ہم جانور کی پیٹھ توڑ ڈالیں گے، اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہم راستہ کی تین باریاں مقرر کریں، چنانچہ سارا سفر اس طرح طے ہوا کہ ایک بار عمر فاروقؓ بیٹھتے اور خادم اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتا، پھر خادم بیٹھتا اور عمر فاروقؓ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے، اس کے بعد کچھ دور اونٹ خالی چلتا اور دونوں اس کے ساتھ چل رہے ہوتے اس طرح سارا سفر طے ہوتا رہا، حاکم نے روایت کیا ہے کہ اس سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آپ اسلامی لشکر سے ملے تو ان لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک تہہ بند باندھے اور کسی قسم کا کوئی سامان آپ کے پاس نہیں ہے، حضرت ابو عبیدہ (فوج کے افسر اعلیٰ) نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کو عیسائیوں کے فوجی افسروں اور ان کے مذہبی عہدیداروں سے ملنا ہے اور آپ اس حال میں ہیں، حضرت عمر فاروقؓ نے کہا اے ابو عبیدہ کاش یہ بات تمہارے سوا کوئی اور کہتا، ہم دنیا میں سب سے پست قوم تھے پھر اللہ نے اسلام کے ذریعہ ہم کو عزت دی، جب بھی ہم اس کے سوا کسی اور چیز کے ذریعہ عزت چاہیں گے ہم کو ذلیل کر دے گا۔ (انا کنّا اذلّ قوم فا عزّ نا الله بالاسلام فمهما نطلب العزّ بغير ما اعزّ الله به اذلّنا الله)

عزت اور دولت کو اللہ کی طرف سے سمجھنا ایک ایسا عقیدہ ہے جو آدمی کو بغیر ہتھیار کے ہتھیار والا بنا دیتا ہے، یہ عقیدہ آدمی کو ایک ایسی خود اعتمادی سکھاتا ہے جو کسی خارجی سہارے کے بغیر اپنی اندرونی طاقت کے اوپر قائم ہوتی ہے، اس کا خزانہ آدمی کے اندر ہوتا ہے نہ کہ اس کے باہر، اور جس طاقت کی بنیاد اندرونی جذبہ پر ہو اس کو کوئی چھیننے والا کبھی نہیں چھین سکتا۔ (ایمانی طاقت)

طاقت کا راز

موجودہ افغانستان کو قدیم زمانے میں سجستان کہا جاتا تھا، اس کا دارالسلطنت قابل تھا، یہاں ایک ترک راجہ کی حکومت تھی، وہ بدھ مذہب کو مانتا تھا اور اس کا خاندانی لقب رتبیل (زندپیل) تھا، یہ علاقہ امیر معاویہ کے زمانہ میں اسلامی خلافت میں شامل ہوا، رتبیل نے ابتداً اسلامی فوجوں سے مقابلہ کیا، اس کے بعد اس نے دس لاکھ سالانہ اخراج پر معاہدہ کر کے اپنے لئے امان حاصل کر لی، رتبیل ایک مدت تک خراج دیتا رہا اس کے بعد اس نے خراج دینا بند کر دیا، اس کے علاقہ پر بار بار فوجیں بھیجیں گئیں مگر وہ مطیع نہ ہوا۔

اس سلسلہ میں تاریخوں میں جو واقعات آتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ یزید بن عبدالملک اموی (م ۱۰۵ھ) کے زمانے میں جب خلافت دمشق کے کچھ نمائندے اس کے پاس خراج طلب کرنے کے لئے پہنچے تو اس نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ: "وہ لوگ کہاں گئے جو پہلے آیا کرتے تھے، ان کے پیٹ فاقہ کشوں طرح دبے ہوئے تھے، پیشانیوں پر سیاہ نشان پڑے ہوئے تھے اور کھجوروں کی چپلیں پہنا کرتے تھے، راوی کا بیان ہے کہ یہ کہہ کر رتبیل نے خراج دینے سے انکار اور تقریباً چوتھائی صدی تک وہ اسلامی حکومت سے آزاد رہا، صحابہ کے زمانے کے سیدھے سادے لوگ رتبیل کی میں اس سے زیادہ طاقت ور تھے جتنا کہ بنوامیہ کے زمانے کے شان وشوکت والے لوگ، اس کی وجہ کیا تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی آدمی کی طاقت کا راز اس کے جسم پر دکھائی دینے والی ظاہری رونقیں نہیں بلکہ اس کی اندرونی صلاحیت ہے، یہ اندرونی صلاحیت پہلے کے لوگوں میں بہت زیادہ تھی اگر چہ ظاہری طور پر وہ معمولی حالت میں دکھائی دیتے تھے۔

طاقت ور وہ ہے جس کی ضروریات مختصر ہوں، جس کی آرزوئیں محدود ہوں، جو

لذت اور جاہ کا طالب نہ ہو، جس کو تواضع میں تسکین ملتی ہو نہ کہ اپنے کو بڑا بنانے میں ، ایسا آدمی نفسیاتی پیچیدگیوں سے بحالی ہوتا ہے اس کے لئے صحیح فیصلہ کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، مصلحتوں کا خیال کبھی اس کا قدم نہیں روکتا، اپنے مقصد کی خاطر قربانی کی حد تک جانے میں اس کے لئے کوئی چیز حائل نہیں ہوتی،

اس کے برعکس جو لوگ مصنوعی چیزوں میں گھرے ہوئے ہوں وہ زندگی کی حقیقی معرفت سے محروم رہتے ہیں غیر ضروری تکلفات ان کے لئے ایسا بندھن بن جاتے ہیں کہ وہ نہ تو کسی بات کو صحیح رنگ میں دیکھ پاتے اور نہ اس میں اپنے آپ کو واقعی طور پر شامل کر سکتے ہیں، وہ ذات کے لئے زیادہ اور مقصد کے لئے کم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

(ایمانی طاقت)

بخشش کی وجہ

امام غزالیؒ اپنی کتاب احیاء العلوم میں حضرت ابو الحسن شافعیؒ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ حضور! امام شافعیؒ نے اپنی کتاب کے شروع میں یہ درود لکھا ہے "اللھم صلی علی محمد کلما ذکرہٗ الذاکرون وکلما غفل عن ذِکرہٖ الغفلون" تو اس کے عوض میں آپ کی طرف سے ان کو کیا صلہ ملا؟ حضورؐ نے جواب دیا۔ "قیامت کے دن ان کو میدان حساب میں بلانے کی تکلیف نہیں دی جائے گی"۔ (رویۃ النبی:۴۹)

زاذان گوّیئے کی توبہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن کوفہ کی ایک جانب سے گذرے۔ فساق کا مجمع لگا ہوا تھا، شراب کا دور چل رہا تھا اور زاذان نامی گویّا سارنگی بجاتا تھا اور گا رہا تھا۔ اس کی آواز بہت سریلی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آواز سن کر فرمایا کس قدر حسین ہے یہ آواز اے کاش کہ یہ

تلاوت قرآن کے لئے ہوتی۔ گویّے کے دل میں ایک ہیبت سی پیدا ہوئی اٹھ کھڑا ہوا۔ سارنگی زمین پر مار کر توڑ ڈالی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھاگا پاس پہنچ کر رومال اپنے گلے میں ڈالا اور سامنے جا کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے گلے لگا لیا اور خود بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا میں اس شخص سے کیسے محبت نہ کروں جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں۔ زاذان نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی رہنے لگا حتی کہ قرآن سیکھا اور علوم قرآن اور دیگر علوم سے حصہ وافر حاصل کیا اور علوم کا امام بنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بہت سی روایات انہی زاذان رحمہ اللہ کے واسطے سے مروی ہیں۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

وہ قلعہ کی بلندی سے دوبارہ پھینکا گیا مگر وہ پھر بھی بچ گیا

ابوالحسن شریف محمد بن عمر کہتے ہیں: جب مجھے نیسار پور میں خست کے قلعے میں عضدوالہ ولہ نے قید کیا تو قلعے کا مالک جس کے میں حوالے کیا گیا تھا مجھ سے بات چیت کے ذریعے مانوس کرتا تھا یعنی میرا دل بہلاتا تھا۔

ایک دن کہنے لگا: اس سے پہلے یہ قلعہ ایک ایسے شخص کے قبضے میں تھا جو ان شہروں میں مقبول تھا۔ پھر وہ لیڈر بن گیا اور چور اچکے اس کے پاس جمع ہونے لگے، وہ ان کے ساتھ مل کر گردنواح میں ڈاکے ڈالنے اور فتنہ انگیزی کرنے لگے، راستے اور بستیاں لوٹنے لگے اور فساد مچانے لگے۔ ان کے خلاف کوئی تدبیر کام نہ آئی۔

ایک دفعہ ابوالفضل بن عمید نے اس قلعے کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اور اس ڈاکو کو لیڈر عضدالہ ولہ کے حوالے کر دیا۔ اور اس کے ساتھ اس کے پچاس ساتھیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ تو اس نے اس کو اس طریقے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا جس سے سارے قلعے والے ڈر جائیں۔ وہ قلعہ ایک بڑے پہاڑ پر تھا جس کے قریب میں ایک اور بڑا پہاڑ تھا اور اسی پہاڑ پر ابوالفضل نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ اس نے قیدیوں کے بارے میں حکم دیا کہ

ان کو پہاڑ کی چوٹی سے پھینکا جائے، چنانچہ جوان میں سے پھینکا جاتا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر نیچے پہنچتا۔ کیونکہ پہاڑ سے باہر نکلی ہوئی نوکیں ان کو کاٹ ڈالتی تھیں۔ ان سب کے ساتھ یہی کیا گیا۔ ان میں ایک لڑکا تھا جس کی ابھی ڈاڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ جب اس کو پھینکا گیا تو صحیح سالم نیچے پہنچ گیا اور اس کو خراش تک نہ آئی اور اس کی رسیاں بھی کٹ گئی تھیں۔ لڑکا آزادی کی جستجو میں اپنی بیڑیوں سمیت کھڑا ہوکر چلنے لگا۔ ابوالفضل کے لشکر اور قلعے والے اس عجیب صورت حال کو دیکھ کر بے اختیار اللہ اکبر کہہ اٹھے۔ ابولفضل کو غصہ آ گیا اور اس نے لڑکے دوبارہ جکڑ کر پھینکنے کا حکم دیا۔ حاضرین مجلس نے اس سے گزارش کی کہ وہ لڑکے کو معاف کر دے، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا تو اس نے قسم کھائی کہ اس کو ضرور پھینکنا ہے وہ خاموش ہوگئے، چنانچہ لڑکا دوبارہ پھینکا گیا جب وہ نیچے پہنچا تو دوبارہ کھڑا ہوکر چلنے لگا۔ اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ تکبیر بلند ہوئی۔

حاضرین مجلس نے اس لڑکے کے لئے دوبارہ معافی کی گزارش کی اور بعض ان میں سے رو پڑے۔ ابولفضل شرمندہ ہوگیا اور تعجب میں پڑ گیا اور کہا: اس کو امن کے ساتھ دوبارہ حاضر کرو، وہ حاضر کیا گیا ابولفضل نے لڑکے کی رسیاں کھولنے اور بہترین کپڑے پہنانے کا حکم دیا۔ اور اس سے کہا: مجھے اپنے اللہ تعالیٰ سے اس خفیہ تعلق کے بارے میں سچ سچ بتاؤ جس کی وجہ سے اس نے تمہیں بچالیا۔

لڑکے نے کہا: میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں جو اس کا سبب بنے، ہاں ایک بات ہے کہ بچپن میں اپنے فلاں استاد کے ساتھ گھوما کرتا تھا جو تم نے ابھی پہاڑ سے گرا کر مار دیا، وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر نکلتا تھا تو ہم ڈاکے ڈالتے تھے اور مسافروں کو خوف زدہ کرتے تھے اور جو ملتا تھا اس کو لے لیتے تھے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔

ابولفضل نے کہا: کیا تم نماز اور روزے کی پابندی کرتے تھے؟

لڑکے نے کہا: میں تو نماز سے واقف بھی نہیں اور نہ کبھی میں نے روزہ رکھا اور نہ ہی ہم میں کوئی روزہ رکھتا تھا۔

ابولفضل نے اس سے کہا: تمہارا ناس ہو پھر وہ کیا معاملہ ہے جس کی وجہ سے

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچالیا کیا تم صدقہ کیا کرتے تھے؟

لڑکے نے کہا: ہمارے پاس آتا ہی کون جس پر ہم صدقہ کرتے۔

ابولفضل نے کہا: سوچو اور غور کرو! تم نے اللہ تعالیٰ کے لئے ضرور کوئی عمل کیا ہوگا اگر چہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

لڑکے نے ایک گھڑی سوچ کر بولا: ہاں کچھ سال پہلے میرے استاد نے ایک آدمی میرے حوالے کیا تھا جس کو اس نے کسی راستے میں پکڑا کر قید کیا تھا، تو وہ اس کا سارا ساز وسامان لے کر قلعہ میں آ گیا اور اس سے کہا: کہ مجھ سے اپنی زندگی کا سودا اس مال کے بدلے میں کرلو جو تم اپنے شہر اور گھر والوں سے منگواؤ گے ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

اس آدمی نے کہا: جو کچھ تم نے مجھ سے لے لیا اس کے علاوہ دنیا میں میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ میرا استاد اس کو کئی دونوں تک مارتا رہا، لیکن اس آدمی نے کچھ مان کر نہ دیا۔ ایک روز اس کو بہت مارا۔ تو اس نے قسم اٹھائی اور طلاق اٹھائی کہ میرے پاس سوائے اس مال کے جو تم نے لے لیا ہے اور کچھ نہیں۔ اور میرے شہر میں سوائے میرے گھر والوں کے نفقے کے جس کی مقدار ایک ماہ کے نفقے کے برابر ہے اور کچھ نہیں اور اب تو میرے اور میرے گھر والوں کے لئے زکوٰۃ لینا بھی جائز ہوگئی ہے۔

جب میرے استاد کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ شخص سچا ہے تو اس نے مجھ سے کہا: اس کو لے جا کر فلاں مقام پر قتل کر دو اور میرے پاس اس کا سر لے کر آؤ۔ میں اس آدمی کو لے کر قلعے سے نیچے اترا۔ اس نے مجھ سے کہا: مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

میں نے اپنے استاد کا حکم سنا دیا۔ تو اس نے اور گڑ گڑانا شروع کر دیا اور مجھ سے التجا کرنے لگا کہ تم ایسا نہ کرو، خدا کے واسطے دینے لگا۔ اور مجھ کو بتایا کہ اس کی چھوٹی چھوٹی بیٹیاں ہے جن کے لئے کوئی کمانے والا نہیں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرانے لگا اور گزارش کی کہ تم مجھے آزاد کر دو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کے لئے رحم پیدا کر دیا۔ میں نے اس سے کہا: اگر میں اس کے پاس تمہارا سر نہ پہنچایا تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ اور پھر تمہیں بھی پکڑ کر قتل کر دے گا۔

اس آدمی نے کہا: اے لڑکے تم مجھے چھوڑ دو اور استاد کے پاس تھوڑی دیر سے جاؤ۔ میں بھاگ کھڑا ہوں گا تو وہ مجھے نہیں پا سکے گا۔ اور اگر مجھے پا بھی لیا تو تم میرے خون سے بری ہو جاؤ گے اور تمہارا استاد تمہاری محبت میں تم کو قتل نہیں کرے گا اور تمہیں میرے بارے میں اجر ملے گا۔ میرے دل میں اس کے لئے رحم کا جذبہ بڑھ گیا۔

میں نے اس سے کہا: اچھا پھر ایسا کرو کہ ایک پتھر لے کر اسے میرے سر پر مارو، تا کہ میرا سر پھٹ جائے تو میں یہاں بیٹھ جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تم کچھ میل کے فاصلے پر پہنچ گئے ہو، پھر میں قلعے کی طرف لوٹ جاؤں گا۔

اس نے کہا: مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اپنی نجات کا تمہیں یہ صلا دوں کہ تمہارے سر کو زخمی کر دوں۔ میں نے کہا: تمہاری اور میرے نجات کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں۔

اس نے ایسا ہی کیا، یعنی میرا سر پھوڑ دیا اور مجھے چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کوسوں میل دور جا چکا ہوگا، چنانچہ میں اپنے استاد کے پاس خون میں لت پت پہنچا تو اس نے کہا: تمہیں کیا ہوا اور مقتول کا سر کہاں ہے؟

میں نے اس سے کہا: آپ نے تو میرے حوالے انسان نہیں بلکہ جن کیا تھا۔ ابھی ہم صحراء میں تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ اس نے مجھے زمین پر پچھاڑ دیا اور پتھروں سے مار کر خون میں لت پت کر دیا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا تو میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب میں ہوش میں آیا اور مجھے آنے کی ہمت پیدا ہوئی تو میں آپ کے پاس آ گیا۔

چنانچہ یہ سن کر میرے استاد نے کچھ لوگوں کو اس کے پیچھے دوڑایا، ان لوگوں نے

اس کو پورا ایک دن تلاش کیا لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی عمل کے سبب بچایا ہے تو وہ یہی عمل ہے۔ چنانچہ ابوالفضل نے اس کو اپنی فوج میں داخل کرلیا اور اس کی اچھی تنخواہ مقرر کردی۔ (الفرج بعد الشد والضیقۃ)

اس کا شکر ہے

ایک بوڑھی خاتون نے اپنے چار بیٹوں سے کہا:

''میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، ہجرت کی، تمہارا نسب بے عیب ہے، اچھی طرح سمجھ لو، اللہ کے راستے میں جہاد سے بڑھ کر ثواب کا کوئی کام نہیں، آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی، اس دنیا کی عارضی زندگی سے بدرجہاں بہتر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے مسلمانو! صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ مراد کو پہنچو......

کل جب جنگ شروع ہو تو تجربہ کاری کے ساتھ، اللہ سے مدد مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا، اور جب تم دیکھو کہ لڑائی پورے زوروں پر شروع ہوگئی ہے تو تم دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا، اللہ کے راستے میں دیوانہ وار تلوار چلانا، ہوسکتے تو دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا، کامیاب رہے تو بہتر اور اگر تمہیں شہادت نصیب ہوئی تو اس سے بھی بہتر، اس لیے کہ آخرت کی فضیلت کے حق دار ہوگے۔''

بوڑھی ماں کے یہ الفاظ سن کر چاروں بیٹے بول اٹھے:

''اے ماں! اللہ نے چاہا تو کل ہم آپ کی امیدوں پر پورے اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔''

دوسرے دن جب معرکہ شروع ہوا تو ان خاتون کے چاروں فرزندوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں سنبھال لیں، اشعار پڑھتے ہوئے ایک ساتھ میدان جنگ میں کود پڑے، بیٹوں کو اس طرح میدان جنگ کا رخ کرتے ہوئے دیکھ کر بوڑھی خاتون

نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

''میرے اللہ! میری پونجی یہی کچھ ہے، اب تیرے سپرد ہے۔''

ماں کی تقریر سننے کے بعد بیٹے رات ہی سے جوش میں بھرے ہوئے تھے، اب جب لڑنے کا موقع ملا تو دیوانہ وار لڑے، ایسی شجاعت دکھائی کہ دشمن بھی ان کا لوہا ماننے پر مجبور ہوگیا، جس طرف جھک پڑتے دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دیتے، انہوں نے بے شمار دشمنوں کو تہ تیغ کرڈالا، آخر دشمنوں کے سینکڑوں جنگجوؤں نے انہیں نرغے میں لے لیا، اس حالت میں بھی یہ چاروں جانباز بے خوف ہوکر لڑتے رہے، دشمنوں کو خاک اور خون میں لوٹاتے چلے گئے، آخرکار چاروں جام شہادت نوش کرگئے۔

خاتون نے اپنے بچوں کی شہادت کی خبر سن کر رونے دھونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کیا:

''اس اللہ کا شکر ہے، جس نے مجھے اپنے فرزندوں کی شہادت کا اعزاز بخشا، باری تعالیٰ سے امید ہے، قیامت کے دن مجھے ان بچوں کے ساتھ اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔''

یہ بوڑھی خاتون حضرت خنساء بنت عمرو تھیں، آپ کا شمار بڑی صحابیات میں ہوتا ہے، نجد کے قبیلہ بنو سلیم سے تھیں، یہ قبیلہ اپنی سخاوت اور شجاعت کی وجہ سے مشہور تھا، آپ کا اصل نام تماضر تھا، خنساء آپ کا لقب تھا، آپ ہجرت نبوی سے قریباً پچاس سال پہلے پیدا ہوئیں، آپ کا والد عمرو، بنو سلیم کا رئیس تھا، بہادر اور دولت مند تھا، اثر ورسوخ کا مالک تھا، باپ کے انتقال کے بعد بھائیوں نے آپ کی پرورش کی، آپ کی پہلی شادی عبدالعزیٰ نامی شخص سے ہوئی، ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا، عبدالعزیٰ کی وفات کے بعد مرداس بن ابی عامر سے شادی ہوئی، اس سے تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، مرداس کی وفات کے بعد پھر آپ نے شادی نہ کی، آپ بچوں کی پرورش میں لگ گئیں۔

آپ کو بچپن سے شاعری کا شوق شروع ہوا، جوانی میں آپ اپنی شاعری کی وجہ سے مشہور ہوگئیں، بڑے بڑے شاعروں کو پیچھے چھوڑ گئیں، شاعر ان کے کلام کی تعریف کیے بغیر نہ رہتے تھے۔

آپ پر بڑھاپے کے آثار شروع ہو چکے تھے، کہ فاران کی چوٹیوں سے اسلام کا سورج طلوع ہوا، حضرت خنساء کے کانوں میں اسلام کی دعوت پڑی، اللہ تعالیٰ نے انہیں نیک فطرت سے نوازا تھا، پیغام سنتے ہی دل کی دنیا بدلتی محسوس ہوئی اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ پہنچ گئیں، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام لائیں، اس موقع پر آپ نے بھی حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی شاعری سنی، ان کی تعریف فرمائی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبیلے میں لوٹ آئیں، اور قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت شروع کی، بے شمار لوگوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا، اس کے بعد آپ وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ آتی رہیں، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی رہیں۔

آپ نے جس جنگ کا حال پڑھا، وہ قادسیہ کی جنگ تھی، یہ اسلام اور کفر کی ایک فیصلہ کن لڑائی تھی، یہ جنگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی، سلطنت ایران کے دو لاکھ تجربہ کار جنگجوؤں نے اس جنگ میں حصہ لیا تھا، ان کے علاوہ تین سو جنگی ہاتھی بھی لشکر میں شامل تھے، جب کہ اسلامی لشکر کی تعداد صرف ۳۶ ہزار کے قریب تھی، اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب فرمائی تھی۔

حضرت خنساء کے یہ نوجوان بیٹے قادسیہ کی جنگ سے پہلے دوسری لڑائیوں میں بھی حصہ لیتے رہے تھے، حکومت کی طرف سے ان میں سے ہر ایک کے لیے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر تھا، ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وظیفہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے نام کر دیا۔

آپ کی شاعری کا دیوان بھی شائع ہوا، یہ دیوان ۱۸۸۸ء میں بیروت سے شائع کیا گیا، ۱۸۸۹ء میں اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ بھی شائع کیا گیا، ان کے دیوان کی شرح ایک عیسائی نے لکھی، یہ شرح بھی بیروت سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر ہزار رحمتیں ہوں۔

تجارت کا مقصد

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ تبع تابعین میں بڑے اونچے درجہ کے بزرگ ہیں۔ باوجود علم وفضل کی فروانی کے ان کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ ان کا تجارتی کاروبار بہت وسیع تھا۔ وہ عام طور سے اپنی کمائی میں سے ایک لاکھ درہم سالانہ فقراء پر خرچ کرتے تھے۔ ان کی تجارت کا مقصد حصول زر یا دنیا طلبی نہیں تھی، بلکہ اس کا مقصد وہی تھا جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔ فضیل بن عیاضؒ نے ایک روز ان سے کہا کہ، آپ ہم لوگوں کو تو زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دیتے ہیں اور خود قیمتی سامانوں کی تجارت کرتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ، اے فضیل! یہ تجارت اس لئے کرتا ہوں کہ اس سے اپنی ذات کو مصائب سے، اپنی عزت کو ذلت سے بچا سکوں اور خدا کی اطاعت میں اس سے مدد لوں، اور اللہ تعالیٰ نے جو مالی حقوق میرے ذمہ ڈالے ہیں ان کی طرف میں سبقت کروں اور انہیں بخوبی پورا کروں۔ ایک بار فضیل بن عیاض سے فرمایا، اگر تم اور تمہارے ساتھی نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔ (تاریخ بغداد)

اشاعت دین میں امداد

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایسے علماء اور طلباء کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر امداد کرتے تھے جو دینی علوم کے حصول یا درس و تدریس میں لگے ہوتے مگر معاشی حیثیت سے پریشان ہوتے۔ چنانچہ اس کے لئے وہ ہزاروں روپے اپنے شہر سے باہر بھیجتے تھے۔ بعض لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ آپ اپنا مال اپنے شہر میں اس فروانی کے ساتھ خرچ نہیں کرتے

جس فراوانی کے ساتھ باہر بھیجتے ہیں؟ جواب فرمایا، میں ان لوگوں پر مال خرچ کرتا ہوں جن کے علم وفضل اور صداقت اور دیانت سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ علم دین کی طلب و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں مگر ان کی ذاتی اور خانگی ضرورتیں بھی ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کے پورا کرنے میں لگ جائیں تو علم ضائع ہو جائے گا۔ اور اگر ہم ان کی مدد کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ علم دین کی اشاعت ہوتی رہے گی، اور منصب نبوت کے اختتام کے بعد علم دین کی اشاعت سے بڑھ کر دوسرا کوئی کام نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد: ج ۱)

بے لاگ فیصلہ

امام محمد عہدۂ قضا کو دل سے پسند نہیں کرتے تھے لیکن ان کو ان کی خواہش کے خلاف اس پر سرفراز کر دیا گیا تھا۔ جب تک وہ اس عہدہ پر فائز رہے بڑی دیانت داری سے بلا کسی رو رعایت کے اس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ انہوں نے کبھی اپنے فیصلہ میں خلیفۂ وقت یا ارکان دولت کی پرواہ نہیں کی۔ چنانچہ ان کے قاضی ہونے کے کچھ ہی روز بعد یحیٰی بن عبداللہ کی امان کا قصہ دربار میں پیش ہوا۔ ہارون نقض عہد کر کے یحیٰی کو سزا دینا چاہتا تھا لیکن اس ارادہ کی تکمیل کے لئے قضا کے فیصلہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ تمام قضاۃ دربار میں بلائے گئے۔ امام محمدؒ بھی موجود تھے۔ ہارون نے سب سے پہلے امام محمدؒ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا، کہ یحیٰی بن عبداللہ کو جو امان دی جا چکی ہے وہ صحیح ہے، اور اس امان کا نقض اور یحیٰی کا قتل کسی طرح جائز نہیں ہے، ان کے بعد ہارون، حسن بن زیاد سے مخاطب ہوا۔ انہوں نے کچھ صاف جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے ابوالبختری وہب بن وہب سے دریافت کیا۔ انہوں نے ہارون کی مرضی کے مطابق جواب دیا۔ امام محمدؒ پر عتاب شاہی نازل ہوا اور وہ عہدۂ قضاء سے برطرف کر دیئے گئے اور انہیں افتاء سے بھی روک دیا گیا۔ (مناقب کردری)

حسن نیت

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق علامہ قلیوبی نے اپنی کتاب ''نوادر'' میں

ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارکؒ حج کے ارادے سے چلے۔ جب وہ کوفہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک عورت مزبلہ (کچرے کے ڈھیر) پر بیٹھی ایک بطخ کے پر نوچ رہی ہے، یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ بطخ مردہ ہے۔ وہ وہاں ٹھہر گئے اور اُس عورت سے پوچھا کہ آیا وہ مردار ہے یا ذبیحہ؟ عورت نے جواب دیا کہ مردار۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا کروگی؟ عورت نے کہا، کہ میں اور میرے بچے اس کو کھائیں گے۔ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام کیا ہے اور تم اس شہر میں رہتے ہوئے اس کو کھانا چاہتی ہو؟ عورت نے بگڑ کر جواب دیا کہ جاؤ میاں اپنا راستہ لو، تم کو اس سے کیا؟ حضرت عبداللہؒ اس کو تھوڑی دیر تک بہلاتے رہے۔ بالآخر اُس عورت نے بتایا کہ اس کے کئی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کو تین دن سے کچھ کھانے کو نہیں ملا ہے، اور وہ بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہؒ بن مبارک اپنے گھر واپس آئے، خچر پر کچھ غلہ، کپڑے اور اپنے سفر حج کے لئے جو کچھ زادراہ جمع کر رکھا تھا وہ سب لادا، اور اس عورت کے مکان پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اس عورت نے دروازہ کھولا۔ آپ نے خچر کو دروازے کے اندر ہنکایا، اور فرمایا کہ یہ خچر اور جو کچھ اس پر لدا ہے وہ سب تمہارا ہے اور یہ نقد روپیہ بھی۔ تم یہ سب اپنے کام لاؤ۔ وہاں سے واپس آکر اپنے مقام پر اس وقت تک ٹھہرے رہے کہ حج ختم ہوگیا اور حجاج کرام واپس ہونے لگے۔ جب ان کے ہم وطن حجاج کوفہ واپس آئے تو وہ بھی ان کے ساتھ اپنے وطن پہنچے۔ حضرت عبداللہؒ کی واپسی کی خبر سن کر لوگ آ آ کر ان کو حج کی مبارکباد دینے لگے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ بھئی میں نے اس سال حج نہیں کیا، یہ سن کر ایک شخص نے کہا، سبحان اللہ! کیا میں نے آپ کے پاس راستے میں اپنے روپے امانت نہیں رکھوائے تھے؟ اور جب ہم عرفات میں تھے تو میں نے آپ سے واپس نہیں لئے تھے؟ دوسرے نے کہا، کیا آپ نے فلاں مقام پر مجھے پانی نہیں پلایا تھا؟ یہ سب سن کر حضرت عبداللہؒ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں کہ تم سب کیا کہہ رہے ہو؟ بات تو یہ ہے کہ میں نے اس سال حج کیا ہی نہیں۔

اس رات کو جب وہ سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ ”اے

عبداللہ! تمہارا صدقہ قبول فرمالیا گیا اور تمہاری صورت کے ایک فرشتے کو بھیجا گیا تھا۔ اس فرشتے نے تمہارے بدلے حج کیا۔''

حج بلاشبہ اسلام کا فریضہ ہے اور دین کا اہم رکن، اور زندگی میں مالدار پر صرف ایک مرتبہ فرض ہے، مگر کچھ لوگ بار بار نفلی حج کیے چلے جاتے ہیں، حالانکہ ان کے اردگرد اس قسم کی اکثر زندگیاں موجود ہیں۔ اگر وہ ان کا احساس کریں تو حج نفلی سے زیادہ ثواب انہیں حاصل ہو۔

ایک ماں کی کرامت کا سبق آموز واقعہ

غیلان سری سقطیؒ کے دوست کہتے ہیں کہ سری کے پاس ایک لڑکی تلمیذہ شاگردہ تھی۔ اور اس کا ایک بچہ بھی ایک استاد کے پاس پڑھتا تھا معلم نے اس کو چکی کی طرف بھیجا بچہ پانی میں غرق ہوگیا۔ تو وہ معلم سری کے پاس آیا اور کہا کہ واقعہ یہ ہے۔ سری نے کہا کہ چلیں تو وہ اس کی ماں کی طرف گئے اس کے پاس بیٹھ گئے سری نے اس کے سامنے صبر اور رضا کی حد بیان کردی اس عورت نے کہا استاذ محترم آپ کیا چاہتے ہیں استاذ نے کہا کہ تیرا بیٹا غرق ہوگیا ہے اس نے پوچھا میرا بیٹا۔ سری نے کہا کہ جی۔ اس نے کہا کہ اللہ نے یہ کیا کیا پھر سری نے دوبارہ بیان شروع کردیا۔ اس عورت نے کہا اٹھیں وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ نہر پر پہنچ گئے اس نے کہا کہ کہاں غرق ہوا ہے انہوں نے بتایا کہ یہاں اس نے ایک آواز دی بیٹا محمد اس نے جواب دیا۔ جی میری امی۔ تو وہ عورت اتر گئی اس کے ہاتھ پکڑا اور گھر کی طرف چل دی غیلان کہتے ہیں کہ سری نے جنید کی طرف توجہ کی یہ کیا چیز ہے جنید نے کہا کہ میں ایک بات کرتا ہوں کہا کہ جو عورت اپنے معاملات میں اللہ کی رعایت کرنے والی ہو اللہ اس کو کوئی حادثہ پیش نہیں کرتا حتی کہ اس کو اس کا علم ہو جاتا ہے جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے اور علم نہ ہو تو اس کا انکار کرتا ہے اس لئے اس عورت نے کہا تھا کہ اللہ نے یہ کیا کیا ہے۔ یہ کیا کیا ہے۔

ایک عبادت گزار شہزادی کی کرامت کا سبق آموز واقعہ

بنی اسرائیل میں ایک عورت بادشاہ کی بیٹی تھی اور بڑی عبادت گزار تھی۔ایک شہزادہ نے اس سے منگنی کی درخواست کی۔اس نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کردیا اور اپنی ایک لونڈی سے کہا کہ میرے لئے ایک عابد زاہد نیک آدمی تلاش کرو جو فقیر ہو۔وہ لونڈی گئی اور ایک فقیر عابد زاہد ملا اسے لے آئی۔اس سے پوچھا کہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں تمہارے ساتھ قاضی کے یہاں چلوں تا کہ وہ ہمارا نکاح کردے۔اس فقیر نے منظور کرلیا۔اور نکاح ہوگیا۔پھر اس نے کہا مجھے اپنے گھر لے چل۔اس نے کہا واللہ اس کمبل کے سوا کوئی چیز میری ملکیت میں نہیں اسی کو رات کے وقت اوڑھتا ہوں اور دن میں پہنتا ہوں۔اس نے کہا اس حالت پر میں تجھ سے راضی ہوں۔۔چنانچہ وہ فقیر اس کو اپنے گھر لے گیا۔وہ دن بھر محنت کرتا تھا اور رات کو اتنا پیدا کرلاتا تھا جس سے افطار ہوجائے۔وہ دن کو نہیں کھاتی تھیں بلکہ روزہ رکھتی تھیں جب ان کے پاس کوئی چیز لاتے تو افطار کرتی تھیں اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتی تھیں۔اور کہتی تھیں اب میں عبادت کے واسطے فارغ ہوئی۔ایک دن فقیر کو کوئی چیز نہ ملی جو ان کے واسطے لے جاتے۔یہ امر ان پر شاق گزرا اور بہت گھبرائے اور جی میں کہنے لگے کہ میری بیوی روزہ دار گھر میں بیٹھی انتظار کررہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤں گا جس سے وہ افطار کرے گی۔یہ سوچ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کر دعا مانگی اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے واسطے کچھ طلب نہیں کرتا صرف اپنی نیک بیوی کی رضامندی کے واسطے مانگتا ہوں اے اللہ تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما تو ہی سب سے اچھا رازق ہے۔اسی وقت آسمان سے ایک موتی گر پڑا۔اسے لے کر اپنی بیوی کے پاس گئے جب انہوں نے اسے دیکھا تو ڈر گئیں اور کہا یہ موتی تم کہاں سے لائے ہو اس جیسا تو میں نے کبھی اپنے گھرانے میں بھی نہیں دیکھا۔کہا آج میں رزق کے لئے محنت کی

بہت کوشش کی لیکن کہیں سے نہ ملا تو میں نے کہا میری بیوی گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤں جس سے وہ افطار کرے اور وہ شہزادی ہے میں اس کے پاس خالی ہاتھ نہیں جا سکتا میں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ موتی عطا فرمایا اور آسمان سے نازل کیا۔ کہا اس جگہ جاؤ جہاں تم نے اللہ سے دعا کی تھی اور اس سے گریہ وزاری سے دعا کرو اور کہو کہ اے اللہ اے میرے مالک اے میرے مولا اگر یہ شے تو نے دنیا میں ہماری روزی بنا کر اتاری ہے تو اس میں ہمیں برکت دے اور اگر ہماری آخرت کے ذخیرہ سے عطا فرمائی ہے تو اسے اٹھا لے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو موتی اٹھا لیا گیا فقیر نے واپس آ کر اسے اٹھا لئے جانے کا قصہ بیان کیا تو کہا شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں وہ ذخیرہ دکھا دیا جو ہمارے واسطے آخرت میں جمع کیا گیا ہے۔ پھر کہا میں اس دنیائے فانی کی کسی شئے پر قادر ہونے سے پرواہ نہیں کرتی اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔ (بحوالہ قابلِ رشک خواتین)

اللہ کی واحدانیت پر عجیب استدلال کا سبق آموز واقعہ

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک بزرگ کا گزر ایک سمجھدار بڑھیا کے پاس سے ہوا، دیکھا کہ وہ عورت چرخا کاتنے میں مصروف ہے، اس بزرگ نے سلام کیا اور پوچھا کہ بڑی بی ساری عمر چرخا کاتنے میں ہی گزار دی یا کوئی دین کی بات بھی سیکھی، بڑھیا نے جواب دیا خدا کا شکر ہے کہ دین کی باتیں بھی سیکھی ہیں، آپ نے اگر کچھ پوچھنا ہو تو پوچھو۔

انہوں نے پوچھا، بتاؤ کیا خدا ہے؟ بڑھیا بولی یقیناً ہے، پوچھا اس پر کوئی دلیل ہے؟ کہا یہ میرا چرخا ہے، پوچھا یہ کیسے؟ بولی کہ یہ میرا چھوٹا سا چرخا بغیر چلانے والی کے نہیں چلتا تو زمین و آسمان کا اتنا بڑا چرخا کیا بغیر کسی چلانے والے ہی کے چل رہا ہے، یقیناً اس کا چلانے والا بھی ہے اور وہی خدا ہے، وہ بزرگ اس سادہ سی مگر ٹھوس

دلیل سے بڑے خوش ہوئے اور پھر پوچھا، اچھا بتاؤ خدا ایک ہے کہ دو؟ بولی ایک، پوچھا اس پر کوئی دلیل ہے بولی اس پر بھی دلیل یہی چرخا ہے، پوچھا کہ یہ کیسے؟ بولی اگر اسے چلانے والے دو ہیں تو اگر دونوں اسے ایک ہی طرف چلانا شروع کردیں تو چرخا تیز گھومنے لگے گا اور اگر ایک اس طرف اور دوسرا دوسری طرف چلائے گا تو چرخا چلے گا نہیں بلکہ ٹوٹ جائے گا، پس میں نے اس سے یہ سمجھا کہ خدا دو ہوتے تو اگر وہ زمین وآسمان کے چرخے کو ایک ہی طرف چلاتے تو زمانے کی رفتار اس قدر تیز ہوتی کہ بارہ گھنٹے کا دن چھے گھنٹے کا رہ جاتا اور اسی طرح رات بھی گھٹ جاتی اور دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن جلدی جلدی آنے لگتے اور زمانہ جلد ختم ہونے لگتا، اور اگر ایک خدا ایک طرف اور دوسری طرف چلاتا تو یہ زمین وآسمان کا چرخا ٹوٹ جاتا اسی لئے خدا فرماتا ہے

﴿لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا﴾

حضرت سُمیہ اُمِ عمارؓ کی شہادت کا سبق آموز واقعہ

سمیہ بنت خیاط حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں یہ بھی اپنے لڑکے حضرت عمارؓ اور اپنے خاوند حضرت یاسرؓ کی طرح اسلام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتی تھیں مگر اسلام کی سچی محبت جو دل میں گھر کر چکی تھی اس میں ذرہ بھی فرق نہ آتا تھا ان کو گرمی کے سخت وقت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا تھا اور لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا تاکہ دھوپ سے لوہا تپنے لگے اور اس کی گرمی سے تکلیف میں زیادتی ہو۔ حضور اقدس ﷺ کا ادھر کو گزر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کا وعدہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت سمیہؓ کھڑی تھیں کہ ابو جہل کا ادھر کو گزر ہوا بُرا بھلا کہا اور غصہ میں برچھا شرمگاہ پر مارا جس کے زخم سے انتقال فرما گئیں۔ اسلام کی خاطر سب سے پہلی شہادت انہی کی ہوئی۔

فائدہ.....عورتوں کا اس قدر صبر ہمت اور استقلال قابل رشک ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب آدمی کے دل میں کوئی چیز گھر کر جاتی ہے تو اس کو ہر بات سہل ہو جاتی ہے۔اب بھی عشق کے بیسیوں قصے اس قسم کے سننے میں آتے ہیں کہ جان دے دی مگر یہی جان دینا اگر اللہ کے راستے میں ہو، دین کی خاطر ہو تو دوسری زندگی میں جو مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے سرخروئی کا سبب ہے اور اگر کسی دنیاوی خاطر ہے تو دنیا تو گئی تھی ہی آخرت بھی برباد ہوئی۔

اس کے گدھے کو اللہ نے مرنے کے بعد زندہ کر دیا

حسن بن ابوعروہ کہتے ہیں: یمن سے ایک آدمی سفر پر نکلا تو راستے میں اس کا گدھا مر گیا۔اس نے رک کر وضو کیا۔اور دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ:

"اللھم انی جئت من الدفینة مجاھدا فی سبیلک وابتغاء مرضاتک وانا اشھدانک تحی الموتی وتعبث من فی القبور لاتجعل لاحدٍعلی الیوم منة اطلب الیک ان تبعث حماری ."

ترجمہ:اے اللہ! دفینہ سے میں آپ کے راستے میں جہاد کر کے آیا ہوں، اور آپ کی رضا مندی کا طلب گار ہوں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں ،اور جو لوگ قبروں میں ہیں انہیں اٹھاتے ہیں، آج آپ کسی کا کوئی احسان میرے ذمے نہ کیجئے۔میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ میرا گدھا زندہ کر دیجئے۔"

تو اس کا گدھا کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ سند درست ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ گدھا زندہ ہونے کے بعد اس نے اس پر زین کسی اور لگام ڈال کر سوار ہوا اور اس کو دوڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جا ملا، اس کے ساتھیوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے میرا گدھا زندہ کر دیا۔

حضرت امام شعبیؒ جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں: میں نے اس گدھے کو کوفہ میں بکتے ہوئے دیکھا۔

اور اسی بارے میں شاعر کہتا ہے۔

اور ہم میں سے وہ بھی ہے جس کا گدھا اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا، حالانکہ موت اس کے ہر عضو اور جوڑ میں سما چکی تھی۔'' (''من عاش بعد الموت'' لا بن ابی الدنیا، البدایہ والنہایہ)

کایا پلٹ جملہ

شیخ حمید الدین ابو حاکم قریشی (۳۷-۵۵ھ) ایک ایسے خاندان مین پیدا ہوئے جو کیچ اور مکران کے علاقہ پر حکومت کر رہا تھا، اپنے والد سلطان بہاؤالدین کے انتقال کے بعد وہ تخت سلیمان پر بیٹھے اور ۲۱ سال تک شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی، ''ذکر کرام'' میں ان کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے کہ شیخ حمید الدین کے ساتھ ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا، جس نے ان کی زندگی کا رخ بدل دیا اور ''سلطان'' کے بجائے ان کو ''شیخ'' بنا دیا

شیخ حمید الدین اپنی حکومت کے زمانے میں دوپہر کو اپنے باغ میں قیولہ کیا کرتے تھے، اس باغ میں ان کا ایک محل ہوا کرتا تھا، اس محل کی نگرانی زینت نامی ایک خادمہ کے سپرد تھی، اس خادمہ کے ذمہ یہ کام تھا کہ ہر روز وقت پر بستر بچھا دے تا کہ شیخ حمید الدین آ کر اس پر آرام کر سکیں، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز شیخ حمید الدین کے آنے سے پہلے خادمہ نے بستر بچھا دیا تو اس کو بستر بہت اچھا لگا، وہ اس پر کچھ دیر کے لئے لیٹ گئی وہ ابھی بستر سے اٹھی نہیں تھی کہ اس کو نیند آ گئی، شیخ حمید الدین جب معمول کے مطابق آرام کرنے کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ خادمہ زینت بستر پر پڑی سو رہی ہے سلطان کے بستر پر خادمہ کو سویا ہوا دیکھ کر انھیں بہت غصہ آ گیا، انہوں نے حکم دیا کہ اس گستاخی پر خادمہ کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے، حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور خادمہ کو کوڑے

مولوی غلام رسول صاحب تو نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ ان کا ساتھی نہیں اٹھا اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا جب مولوی صاحب نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے تو اسے حقہ پیتے ہوئے دیکھا، اس پر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا یہ میرے عزیز ہیں، مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنوں سے ہے، انہوں نے مدت بتائی، اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا ارادہ میرا پہلے بھی نہیں تھا مگر اتنا ارادہ تھا کہ کچھ آپ کے موافق لکھ دوں مگر الحمد اللہ کہ اس وقت نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا عزیز بھی ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے مگر باوجود اس کے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے، اور مولوی اسماعیل جس طرف نکل گیا ہزاروں کو دیندار بنا گیا ہے پس قابل تکفیر تم ہو نہ کہ مولوی اسمٰعیلؒ۔ لہٰذا تم میرے پاس سے چلے جاؤ میں کچھ نہ کہوں گا، اس پر وہ بے نیل مرام واپس گئے یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ میں اس شخص سے ملا ہوں جو مولوی فضل رسول کے ساتھ آیا تھا حالانکہ وہ بڈھا ہو گیا مگر بڑھاپے تک بے نمازی تھا اور دنیا کی تمام بازیوں مثل کبوتر بازی، بٹیر بازی، مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔ (ارواح ثلاثہ)

اسباب دنیا سے نجات پانے پر شکر

حضرت سری سقطیؒ نے تجارت کے لئے بازار میں ایک دکان لے رکھی تھی ایک مرتبہ بازار میں آگ لگ گئی اور بے شمار دکانیں جل گئیں شیخ نے یہ سمجھ کر کہ میری دکان بھی جل گئی ہوگی شکر ہے کہ اب مجھے دنیا کے جھنجھٹ سے نجات مل گئی جا کر جو دیکھا تو صرف آپ ہی کی دکان کو آگ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا آپ اس فضل الٰہی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ساری دکان راہ خدا میں لٹا دی اور حضرت معروف کرخیؒ کی بیعت کر کے عبادت وطاعت میں مشغول ہو گئے۔

نزاکت

مرزا صاحب کی نزاکت طبع کا یہ حال تھا کہ ایک شخص زیادہ کھانے والا تھا، اس شخص کو لوگ ''اکول'' کہتے تھے، مرزا صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوتا تو مرزا صاحب کو اس کی صورت دیکھ کر زیادہ کھانے کے تصور سے سر میں درد ہو جاتا اور کتنی کتنی دیر سر تھامے بیٹھے رہتے فرش کے نیچے کوئی سنگریزہ ہوتا اور بچھونا ابھرا رہتا، اس پر ایک نظر پڑتی تو بے چین اور متاذّی ہو جاتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ)

تحمل

ایک مرتبہ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ وعظ فرماتے تھے، اثناءِ وعظ میں ایک شخص اٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب ہم نے سنا ہے کہ تم حرامی ہو، آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میاں تم نے غلط سنا ہے، میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ بڑھانہ، پھلت اور خود دلّی میں ہنوز موجود ہیں، اور یہ فرما کر وعظ شروع کر دیا۔

(ارواح ثلاثہ)

فرق

مولانا نانوتویؒ فرماتے تھے کہ اطراف لکھنؤ میں ایک عالم رہتے تھے، جو بہت بڑے عالم تھے، یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی جانب ایک سہ دری تھی، اس میں پڑھایا کرتے تھے، مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز سے پہلے یا عصر کی نماز سے پہلے ان کی خدمت میں پہنچتے اور ان کو وہ اپنی تحریرات سنائیں جو انہوں نے مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کے رد میں لکھی تھیں اور ان سے ان کی تصدیق اور مولانا شہیدؒ کی تکفیر چاہی، اتنے میں جماعت تیار ہوگئی مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کریں گے مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا، مولوی صاحب اور

بندوق قریب سے لگی ہے اس لئے کچھ بارود اندر چلی گئی اور اس کی بو سے دماغ سخت پریشان ہے، یعقوب خان خورجوی اور ابوبکر خورجوی بیان فرماتے تھے کہ مرزا صاحب نے اس حادثہ سے چار پانچ ہی دن پہلے یہ غزل لکھی تھی،

بہ لوح تربت من یافتند تحریرے　　کہ این مقتول راجز بیگناہی نیست تقصیرے

اور یہ شعر آپ کی تربت پر علیحدہ کندہ بھی ہے۔　　(ارواح ثلاثہ)

لطافت طبع

مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کی لطافت طبع و نازک مزاجی کے بہترے قصے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، ایک دن فرمانے لگے کہ مرزا صاحب کی ایک شخص نے دعوت کی، اور چونکہ وہ آپ کی نازک مزاجی سے واقف تھا اس لئے گھر کو خوب صاف کیا، جھاڑو دی، کلی کرائی، جب سب طرح اس کو ستھرا اور خوبصورت بنالیا، مرزا صاحب کو بلایا، مرزا صاحب تشریف لائے اور ایک طرف بیٹھ گئے جب کھانا سامنے آیا اور مرزا صاحب نے نظر اٹھائی تو سر ہاتھ سے پکڑ کیا اور فرمایا: ''میاں وہ روڑہ زمیں سے کیسا اٹھا ہوا ہے جب تک یہ صاف نہ ہوگا مجھ سے کھانا نہ کھایا جائے گا'' چنان چہ اسی وقت روڑا نکال کر زمین کو ہموار کیا، جب مرزا صاحب نے نوالہ توڑا۔　　(ارواح ثلاثہ)

نفاست

حضرت مرزا صاحبؒ کے حجرے سے باہر تشریف لانے کا جب وقت ہوتا تو پہلے سے شاہ غلام علی صاحب فرش کو صاف کردیا کرتے تھے، ایک دن مرزا صاحب جو حجرے سے باہر تشریف لائے تو سر پکڑ کر رہ گئے اور فرمایا: ''غلام علی تجھ کو اب تک تمیز نہ آئی دیکھ تو سہی وہ فرش پر تنکا پڑا ہوا ہے جلدی اٹھا''　　(ارواح ثلاثہ)

زمین پر گرے اور تڑپ کر رہ گئے، ان کو دفن کر کے جو واپس آئے تو ماں کی گریہ وزاری قطب صاحب کے کے کان میں پڑی پوچھا تو فرمایا کہ مجھ کو کیوں خبر نہ تھی، اللہ تعالیٰ سے اس کی زندگی کا طلب گار ہوں۔ (روضۃ الاقطاب)

خیال رہے کہ قطب صاحب کے صاحبزادے کا ساتھی سلطان التمش خود کھانا لے کر آیا تھا۔

بے گناہی

مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان سے تھے اور عالمگیر کے خالا زاد بھائی تھے، ان کے والد کا نام مرزا جانی تھا اور مرزا صاحب کا نام جان جاناں عالمگیر نے رکھا تھا، ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں نجف خان رافضی کا تسلّط تھا اور رافضی اس وقت زور شور پر تھے، اتفاق سے دو رافضی مرزا صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپ شیخین کی نسبت کیا کہتے ہیں، مرزا صاحب نے فرمایا میرا کیا منہ ہے کہ میں ان کی نسبت کچھ کہوں ان کی نسبت تو خدا فرماتا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ الخ اس پر انہوں نے کہا کہ وہ وہ نزول آیت کے وقت بیشک ایسے ہی تھے اس لئے خدا نے عطا فرما دیا اور بعد کو ان کی حالت بدل گئی اور اس معاملہ میں خدا کو بداً (بھول) ہوا ہے، اس پر مرزا صاحب نے فرمایا کہ ایسے احمق خدا کو میں نہیں مانتا جس کو یہ بھی خبر نہ ہو کہ شیخین نعوذ باللہ مرتد ہو جائیں گے اور وہ ان کو خوشنودی کا بھی پروانہ دیدے اور ان جنت کا بھی وعدہ کر لے، ایسا خدا رافضیوں کا خدا ہے، اس پر انہوں نے بندوق ماردی جو مرزا صاحب کے سینہ میں لگی، بندوق ایسے انداز سے لگی کہ مرزا صاحب کا فوراً انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ سخت زخمی ہو گئے شاہ عالم کو جب علم ہوا تو عیادت کے لئے آئے اور پوچھا مرزا صاحب مزاج کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بندوق لگی ہے سو اس کی چنداں تکلیف نہیں کیونکہ یہ سینہ پہلے سے چھلنی تھا ہاں چونکہ

تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا، جواب دیا کہ ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق پر قرآن شریف کا ایک ورق رکھا تھا، میں نے خیال کیا کہ یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے سونا نہ چاہئے، پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں اور خود یہاں آرام کروں، پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کے خاطر ورق مقدس کی جگہ تبدیل کروں، اس ورق کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا اور تمام رات جاگتا رہا، میں نے کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اس کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔ (دلیل العارفین، مجلس پنجم)

خدمت شیخ

حضرت جلال الدین تبریزی پہلے شیخ ابوسعدی تبریزی سے بیعت تھے، ان کی وفات کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء) ہر سال حج کے لئے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے، اور ان کی بے مثال خدمت کی، شیخ شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۳ھ ۱۲۳۴ھ) ہر سال حج کو جایا کرتے تھے بڑھاپے کی وجہ سے گرم اور تازہ کھانا ان کے مزاج کے موافق پڑتا شیخ جلال الدین تبریزی سفر میں اپنے سر پر چولہا رکھ کر چلتے اور اس میں برابر آگ جلائے رکھتے کہ سر نہ جلنے پاتا، اور وہ اپنے مرشد کو اسی چولہے پر کھانا پکا کر پیش کرتے۔ (فوائد الفؤاد۔ اخبار الاخیار)

قلندر ہر چہ گوید

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی ایک صاحبزادے نے اپنے ایک ساتھی سے بیان کیا کہ ان کے یہاں کتنے روز سے فاقہ ہے اس نے اپنے باپ سے کہا، تو وہ قطب صاحب کے یہاں کھانا لے کر آیا اور اس نے کہا کہ آپ کے یہاں تین روز سے فاقہ ہے یہ سن کے قطب صاحب نے فرمایا کہ کس کی گردن کا مہرہ ٹوٹا جس نے میرے فاقہ کو فاش کیا۔ یہ کہنا تھا کہ قطب صاحب کے صاحبزادے کی گردن کا مہرا ٹوٹا اور وہ

دریافت کیا کہ آپ کو خدا کی قسم! یہ تو بتا دیجئے آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں اویس قرنی ہوں! پھر ہم نے عرض کیا کہ اس کشتی میں فقراء مدینہ کے مال تھے جن کو ایک شخص نے مصر سے فقراء مدینہ پر تقسیم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت اویس قرنیؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے مال واپس کر دے تو کیا واقعہ تم فقراء مدینہ پر تقسیم کر دو گے؟ ہم نے وعدہ کیا کہ ہاں! یقیناً ہم ایسا ہی کریں گے اس کے بعد حضرت اویس قرنیؒ نے اللہ سے اسی طرح آب پر دو رکعت نماز پڑھ کر آہستہ سے کچھ دعا مانگی اور وہ کشتی سب مال و اسباب کے ساتھ پانی کے اوپر آ گئی ہم کشتی پر سوار ہو گئے اور پھر ہم نے حضرت اویسؒ کو نہ پایا چنانچہ مدینہ پہنچ کر ہم نے وہ سب مال و اسباب اپنے اور فقراء مدینہ کے درمیان تقسیم کر دیا یہاں تک کہ مدینہ میں کوئی فقراء باقی نہ رہا۔

(قلیوبی)

تجارت کا اصول

حضرت سری سقطیؒ گذر اوقات کے لئے تجارت کیا کرتے تھے آپ نے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ اپنا مال زیادہ سے زیادہ بیس فیصد منافع پر فروخت کیا کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے یکا یک باداموں کا نرخ چڑھ گیا ایک دلال آیا اور کہا کہ یہ بادام بیچ دیجئے آپ نے فرمایا کس قیمت پر اس نے کہا نوے دینار مل جائیں گے آپ نے فرمایا میں نے عہد کر رکھا ہے کہ بیس فیصد سے زیادہ منافع نہ لوں گا دلال نے کہا تو پھر میں آپ کے مال کو نقصان پر نہیں بیچتا شیخ نے فرمایا تو تیری مرضی میرا مقصد زر اندوزی نہیں ہے اس لئے میں اپنا اصول نہیں توڑ سکتا۔

بخشش کا سامان

حضرت خواجہ معین الدین چشتی (۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء) کی روایت ہے کہ ایک بزرگ نے سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے

حضرت اویس قرنیؒ کی دعا کی مقبولیت

بیان کیا گیا کہ تاجروں کی ایک کشتی طوفانی ہواؤں میں سمندروں کی لہروں سے ڈگمگانے لگی جس سے کشتی کے سواروں کو بہت زیادہ خوف وہراس پیدا ہوگیا اس کشتی میں ایک مسافر جو اونی چادر اوڑھے ہوئے ایک گوشہ میں بیٹھا تھا جب کشتی میں پانی بھر گیا اور ہوا کے تھپیروں نے اسے غرقابی کے قریب کر دیا اور کشتی کے مسافروں اور تاجروں کو اپنی جانوں اور مال کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا تو وہ کملی پوش مسافر کشتی سے باہر نکل کر پانی پر نماز پڑھنے لگا یہ دیکھ کر ہم نے درخواست کی اے اللہ کے پیارے ولی! ہمیں بھی بچائیے! مگر اس نے ہماری اس درخواست پر کچھ توجہ نہ دی چنانچہ ہم نے پھر اس سے التجا کی کہ آپ کو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی ہماری مدد فرمائے اور کشتی کو بچائیے! یہ سن کر اس اللہ کے بندے نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے؟ کیونکہ ہم جس مصیبت میں گرفتار تھے انہیں اس کی خبر نہ تھی لہٰذا ہم نے عرض کیا کہ دیکھئے تو سہی! طوفان ہواؤں اور سمندر کی لہروں نے کشتی کو تباہ حال کر دیا اور ہم لوگ کس قدر پریشانی میں مبتلا ہیں کہ ہماری جانیں اور مال کشتی کے ساتھ ڈوب رہے ہیں یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ تم سب اللہ کا تقرب حاصل کرو ہم نے دریافت کیا کہ آخر کس ذریعہ سے تقرب حاصل کریں؟ اس پر وہ فرمانے لگے کہ دنیا کو چھوڑ کر خدا کی نزدیکی حاصل کرو اور اس کی پناہ میں آجاؤ ہم نے وعدہ کیا کہ ہم نے دنیا کو چھوڑ دیا تو فرمانے لگے اللہ کے بھروسہ پر بسم اللہ پڑھ کر کشتی سے نکل آؤ! چنانچہ یک بعد دیگر ہم کشتی سے نکل کر ان کے پاس پانی میں کھڑے ہوگئے جن کی تعداد دو سو سے اوپر تھی اس کے بعد کشتی سمندر میں غرق ہوگئی اور جو کچھ مال و سامان اس میں تھا وہ سب کا سب تہہ وآب پہنچ گیا پھر وہ بزرگ ہم سے فرمانے لگے کہ دنیا کے خوف سے تم لوگ بچ گئے اب تم جاؤ! ہم نے

شدہ شدہ جب یہ خبر دوسرے بادشاہوں کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ خلیفہ اپنی ایک سیاہ فام باندی پر عاشق ہو گیا ہے یہ سن کر خلیفہ نے ان سب بادشاہوں کو دعوت دی ۔اوران سب کے سامنے تمام باندیوں کو بلا کر سب کے ہاتھ میں ایک ایک یاقوت کا پیالہ دے کر حکم دیا کہ ان پیالوں کو زمین پر پٹک دیں، پیالے تھے یاقوت کے بیش بہا چنانچہ سب کی سب باندیاں تعمیل حکم سے قاصر رہیں ۔اور خیال کیا کہ زمین پر گرنے سے یہ قیمتی پیالے ضائع ہو جائیں گے مگر اس سیاہ فام باندی نے حکم پاتے ہی پیالہ زمین پر دے مارا، جس سے وہ قیمتی پیالہ چور چور ہو گیا، اس پر خلیفہ نے حاضرین مجلس کو مخاطب فرما کر بیان کیا کہ دیکھئے اس باندی کا چہرہ اگر چہ حسین نہیں نہ وہ اپنی جگہ شکیل ہے اس کا کام کس قدر حسین ہے کہ اس نے حکم پاتے ہی اس کی تعمیل کی اور باقی تمام باندیاں جن میں ایک سے ایک حسین ہے تعمیل حکم سے قاصر رہیں ۔ پھر خلیفہ نے اس باندی کو بلا کر باز پرس کی، آخر تو نے یہ قیمتی پیالہ کیوں توڑا، جب کہ کسی دوسری کو اس کی جرأت نہ ہوئی؟

اس پر سیاہ فام خادمہ نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ حضور نے مجھے اس کے تورنے کا حکم فرمایا تھا میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ پیالہ توڑنے میں تو صرف خزانہ شاہی کا قدر نقصان ہے، عدول حکمی سے نافرمان کہلاؤں گی اور حکم شاہی کی عظمت و وقار کو ٹھیس لگے گی اس لیے میں نے تعمیل حکم کا احترام کیا ہو سکتا ہے کہ لوگ مجھے اس سلسلے میں مجنونہ کے لقب سے موسوم کریں مگر مجھے یہ لقب فرمان شاہی کو برقرار رکھنے اوراس کی توقیر بڑھانے کے لیے زیادہ پسند ہے۔

چنانچہ باندی کا یہ جواب سن کر سب کو حیرت ہوئی اوراس کے فہم وفراست کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔

لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دو ابلیس نے کچھ اس طرح کی گفتگو کی کہ بادشاہ کے دل میں اتر گئی اور اس نے منبر پر چڑھ کر لوگوں سے کہا کہ لوگوں! اب تک میں نے ایک بات تم سے پوشیدہ رکھی تھی مگر آج اس کے اظہار کا وقت آ ہی گیا تمہیں معلوم ہے کہ میں چار سو برس سے تم پر حکومت کر رہا ہوں اگر میں اولاد آدم سے کوئی آدمی تھا تو دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی کبھی کا مر چکا ہوتا لہذا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تو تمہارا معبود ہوں اب تم کو میری عبادت کرنی چاہیے۔

بادشاہ کے اس اعلان کے بعد جس میں کھلا ہوا شرک تھا اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اس بادشاہ کو مطلع کر دیا جائے کہ جب تک وہ راہ راست پر قائم رہا میں نے اس کا ملک قائم اور ثابت رکھا مگر اب جب کہ وہ کھلم کھلا گمراہ ہو چکا ہے تو قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی! میں اس پر بخت نصر کو مسلط کر دوں گا، بخت نصر نے اس بادشاہ پر حملہ کر کے اس کو قتل کیا، اور ستر کشتیاں سونے کی بھر کر لے گیا اس طرح خدا کی نافرمانی سے اس کی بادشاہت اور خود ساختہ خدائی سب خاک میں مل گی۔

اطاعت گزار باندی

بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشیدؒ کے پاس ایک باندی تھی جو شکل وصورت کے حساب سے تو کچھ حسین نہ تھی مگر تھی بڑی سمجھدار ایک دن خلیفہ نے اپنی باندیوں میں اشرفیاں لوٹانی شروع کیں تو سب باندیاں اشرفیاں چننے میں مصروف ہوگئیں، یہ باندی کھڑی بادشاہ کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی، کسی نے اس سے دریافت کیا کہ آخر تو اشرفیاں کیوں نہیں لوٹتی۔ اس پر اس باندی نے جواب دیا کہ اشرفیاں لوٹنے والوں کا مقصد تو یہ اشرفیاں ہی ہیں مگر میرا مطلوب ان اشرفیوں کا مالک ہے۔ خلیفہ کو اس باندی کی یہ بات بہت پسند آئی اس نے باندی کو اپنے خواص یعنی مقربین میں داخل کر لیا اور بہت کچھ انعام واکرام سے نوازا۔

ہے۔

" ذَالِکَ فَضلُ اللہِ یوتِیہِ مَن یّشَآءُ " (قلیوبی)

اطاعت الٰہی اور نافرمانی کا ثمرہ

واقعہ مشہور ہے کہ ایک نوجوان کسی سلطنت کا بادشاہ بنا دیا گیا مگر اس نے اپنی سلطنت میں کوئی لذت محسوس نہ کی، اس پر اس نوجوان بادشاہ نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا کہ کیا سلطنت کے بارے میں سب بادشاہوں کی میری ہی جیسی حالت ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں مصاحبین نے عرض کیا کہ حضور ایسا تو نہیں ہوتا! بادشاہ تو اپنی سلطنت پر قائم و ثابت رہتے ہیں تو اس نوجوان بادشاہ نے معلوم کیا کہ آخر میرے لئے سلطنت کے قیام و ثبوت کی کیا شکل ہو سکتی ہے؟

مصاحبین نے عرض کیا کہ یہ کام تو علماء ہی کر سکتے ہیں وہی آپ کے لئے سلطنت کو قائم و ثابت کر سکیں گے یہ سن کر اس بادشاہ نے اپنی سلطنت کے علماء وصلحا کو بلوا کر کہا کہ آپ لوگ میرے پاس رہیں جو بات عطاتے الٰہی کی دیکھیں اس کا مجھے حکم دیں اور جو بات خدا کی نافرمانی کی ہو اس سے مجھے باز رکھیں چنانچہ علماء اور صلحا کی جماعت نے بادشاہ کی خواہش کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل شروع کر دیا جس کے نتیجے میں چار سو سال تک اس بادشاہ کی سلطنت قائم رہی مگر اس سلسلہ اجر کو ابلیس ملعون کب دیکھ سکتا تھا؟ اس نے موقع پا کر بادشاہ کو اس صراط مستقیم سے ڈگمگایا ایک دن جب ابلیس بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے اس اجنبی کو دیکھ کر دریافت کیا تو کون ہے؟ تو نہایت جرات سے صاف کہہ دیا کہ میں تو ابلیس ہوں مگر یہ تو بتلایئے کہ آپ کون ہیں؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ میں ابن آدم (یعنی انسان، ایک آدمی) ہوں بادشاہ کے اس جواب پر ہی ابلیس نے اس پر پھندا ڈال دیا کہنے لگا کہ اگر آپ آدمی یعنی اولاد آدم ہوتے تو کب کے مر چکے ہوتے تم تو قابل پرستش معبود ہو

حقیقی نماز

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ عصام بن یوسفؒ نے حاتم اصمؒ سے دریافت کیا کہ اے حاتم! یہ تو فرمایئے کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ اس پر حاتم اصمؒ نے عصامؒ کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا سنئے جناب! میرے نماز پڑھنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو اٹھ کر پہلے ظاہری و باطنی وضو کرتا ہوں یہ سن کر عصامؒ نے دریافت کیا کہ وضو کی ظاہری و باطن کیفیت کی تو وضاحت فرمایئے! حاتم نے جواب دیا کہ بھئی وضو ظاہری تو یہی ہے کہ اعضاء وضو کو پوری طرح پانی سے دھولیتا ہوں مگر وضو باطنی میں سات چیزوں سے اعضا کو دھوتا ہوں اور وہ یہ کہ، توبہ، ندامت، ترک دنیا، مخلوق کی تعریف، ریاست، کینہ اور حسد کو دل سے دور کرتا ہوں اس کے بعد مسجد میں جا کر اس طرح متواضع ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کہ امید و بیم کی حالت میں کعبۃ اللہ میرے پیش نظر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہوتا ہے اور یہ کہ میرے دائیں جانب جنت اور بائیں جانب دوزخ ہوتے ہیں میرے پیچھے موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لئے تیار کھڑا ہے اور میرا قدم پل صراط پر ہے اور مجھے پورا یقین ہوتا ہے کہ یہ نماز میری آخری نماز ہے بس اس حالت میں تکبیر کہہ کر خشوع و خصوع کے ساتھ نماز شروع کرتا ہوں اور قرات قرآن میں صحت الفاظی کے ساتھ اس کے معنی پر بھی پوری نظر رہتی ہے پھر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ رکوع اور گریہ وزاری کے ساتھ سجدہ ادا کرتا ہوں اسی طرح نماز کی رکعت پوری کر کے رحمت الٰہی کا امیدوار ہو کر تشہد پڑھتا اور پھر اخلاص کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں پس میری نماز کی کیفیت یہ ہے کہ جس پر میں پورے تیس سال سے عمل کر رہا ہوں۔

حاتم اصمؒ کی یہ تقریر سن کر عصامؒ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ نماز تو ایک ایسے دولت ہے جس پر ہر شخص قادر نہیں ہو سکتا بس یہ تو آپ ہی کے لئے مخصوص

امیر المومنین نے کہا: ایک بوری اور چونا کوٹنے کا آلہ لاؤ۔ اس کو بوری میں ڈالو۔ خدمت گاروں سے کہا: اس کو کوٹو تو انہوں نے اس کو کوٹا۔ میں نے اس کی چیخوں کی آوازیں اس کے مرنے تک سنیں۔ پھر اس کو پھینکنے کا حکم دیا، سوا سے دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا، اس کے بعد بدر سے کہا: جو کچھ اس کے گھر میں ہے وہ اٹھا کر لے آئے۔ پھر مجھ سے کہا:

اے شیخ! تم کسی بھی قسم کی کوئی برائی دیکھو چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اور کوئی بھی تدبیر تمہارے ذہن میں آئے تو تم اس کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ اور اگر کوئی تمہارے خلاف قدم اٹھائے یا تمہاری بات نہ مانے تو اس کی ہم تک خبر پہنچانے کی علامت یہ ہے کہ تم اسی طرح اسی وقت اذان دے دینا جس وقت تم نے گزشتہ رات دی ہے۔ میں تمہاری اذان سن لوں گا اور تم کو بلا کر یہی سلوک اس شخص سے کروں گا۔ میں نے ان کو دعا دی اور چلا آیا۔

یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ اس کے بعد میں جس سے بھی کسی کے انصاف کے بارے میں بات کرتا ہوں یا برائی سے روکتا ہوں تو وہ امیر المومنین کے خوف سے مان لیتا ہے، جیسا کہ تم نے دیکھا۔ اور اس جیسے وقت میں مجھ کو دوبارہ اذان دینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ (نشوار المحاضرہ واخبار المذاکرہ للقاضی التنوخی)

رحم دل

ایک ہندو عورت آٹے کا ٹھاکر بنا کر پوجا کرتی تھی، کتا آیا اور ٹھاکر اٹھا کر بھاگ گیا، عورت چلا کر رہ گئی، آخر کہنے لگی اے مہاراج! تم بڑے ہی دیا دان اور رحم دل ہو کہ کتے کو بھی نہ دھتکارا، غرضیکہ ہر شخص اپنے اپنے اعتقاد میں خوش ہے، پیر ما خس است مرا ہمیں بس است۔

حقیقت آج تک بت کی نہیں معلوم زاہد کو
اللہ کی شان اس پر دعوئ ایزد پرستی ہے

میں نے کہا: امیر المومنین! جان کی امان چاہتا ہوں، تاکہ میں آپ کو سچ سچ بتادوں۔

کہا: تم امان میں ہو۔

سو میں نے ان کو اس ترکی آدمی کا سارا واقعہ سنادیا اور اس کی نشان دہی بھی کردی۔

امیر المومنین نے کہا: اے بدر! اسی وقت اس ترکی اور عورت کو حاضر کرو۔ میں ایک طرف کو ہٹ کر کھڑا ہوگیا، بدر گیا اور عورت اور ترکی کو لے آیا۔ امیر المومنین نے عورت سے صورت حال دریافت کی تو اس نے وہی بتایا جو میں نے بتایا تھا۔

امیر المومنین نے بدر سے کہا:

اس عورت کو اسی وقت اس کے شوہر کے گھر ایسے قابل بھروسہ شخص کے ساتھ لے کر جاؤ جو اس کو اس کے شوہر کے گھر لے جاکر اس کو سارا واقعہ وضاحت سے بتادے اور میری طرف سے اس کو حکم دے کہ وہ عورت کو اپنے ساتھ رکھ لے اور اس سے اچھا سلوک کرے۔ پھر مجھ کو بلایا تو میں بالکل سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔ پھر اس ترکی کو مخاطب کر کے پوچھا:

تمہارے پاس کتنا مال ہے؟

کہا: اتنا اتنا۔

امیر المومنین نے کہا: تمہارے پاس کتنا عطیہ ہے؟

جواب دیا: اتنا اتنا۔

کہا: تمہاری کتنی باندیاں ہیں؟

جواب دیا اتنی اتنی، اور اس نے بہت سی باندیوں کا ذکر کیا۔

امیر المومنین نے کہا: اتنی باندیوں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اتنی نعمتوں کے باوجود تم نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور حاکم کی عصبیت کو پامال کیا اور اس کا ذرا پاس نہ رکھا۔ اور جس نے تمہیں بھلائی کی راہ دکھائی تم نے اسی پر حملہ کردیا۔

وہ ترکی بہت پشیمان ہوا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

ہو جاتا ۔ میرے پڑوسی مجھ کو اس طرح اٹھا کر میرے گھر لائے جیسے کسی لاش کو لایا جاتا ہے۔ میرے اہل خانہ نے میری پٹی کی اور میں سو گیا۔ آدھی رات میں میری آنکھ کھل گئی اور پھر اس واقعہ کی سوچ نے میری نیند اڑا دی۔

میں نے سوچا کہ اس نے پوری رات شراب پی ہوگی تو نشے کی وجہ سے اس کو وقت کا پتہ نہ چلے گا۔ اس طرح وہ عورت فجر سے پہلے اپنے گھر پہنچ جائے گی اور وہ مصیبتوں میں سے ایک سے نجات پالے گی۔

میں بڑی مشقت کے ساتھ مسجد گیا اور مینار پر چڑھ کر اذان دے دی۔ اذان دینے کے بعد مینار پر بیٹھ کر راستہ دیکھنے لگا، تا کہ عورت کو نکلتا ہوا دیکھ لوں۔ اگر وہ نکل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ میں نماز کھڑی کر دوں گا، تا کہ اس کو صبح ہونے میں کوئی شک نہ رہے۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی جب کہ عورت اسی کے پاس تھی کہ میں نے دیکھا کہ سڑک یکا یک گھڑ سواروں اور مشعلوں سے بھر گئی۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں اس وقت کس نے اذان دی ہے؟

میں ڈر گیا اور خاموش رہا۔

پھر میں نے سوچا کہ میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں ممکن ہے کہ میں ان کی مدد سے عورت کو نکال سکوں۔ سو میں مینار سے چلایا کہ میں نے اذان دی ہے۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا: نیچے اترو اور امیر المومنین کے سامنے حاضری دو۔

میں نے خود سے کہا: اب راحت قریب ہے پریشانی ان شاء اللہ ختم ہونے والی ہے۔

میں نیچے اتر آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں بدر اور بہت سے خادم ہیں وہ مجھے اٹھا کر امیر المومنین کے پاس لے گئے۔ میں خلیفہ کو دیکھ کر گھبرا گیا، انہوں نے مجھے تسلی دی اور کہا: کس چیز نے تمہیں اس پر مجبور کیا کہ تم بے وقت اذان دے کر مسلمانوں کو دھوکہ دو، تا کہ مزدور شخص بے وقت اپنے کام پر نکل پڑے اور جو روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ کھانے سے ایسے وقت میں رک جائے جس وقت اللہ تعالیٰ نے کھانا جائز رکھا ہے۔ اور رات کا پہرہ بند ہو جائے۔

بڑے سلطنت والوں کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔

اس نے کہا: تمہارا کام ہو چکا ہے، اب تم مجھ کو میرے کام سے مت روکو۔ اور دوبارہ یہ سوال نہ کرنا۔

میں اس سے اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا:

میں اس مسجد میں پچھلے چالیس برس سے لوگوں کو نمازیں پڑھاتا ہوں اور قرآن بھی پڑھاتا ہوں۔ اور یہ سلائی کرنا میرا ذریعہ معائش ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی اور ہنر نہیں آتا۔ بہت پہلے کی بات ہے میں مغرب کی نماز پڑھا کر اپنے گھر جانے کے لئے نکلا۔ میرا گزر ایک ترکی آدمی پر ہوا جو اس محلے میں رہتا تھا۔ اتنے میں وہاں سے ایک خوبصورت عورت بھی گزری۔ چنانچہ نشے کی حالت میں اس ترکی نے عورت کو اپنے گھر لے جانے کے لئے پکڑلیا۔ وہ چیختے ہوئے اپنے آپ کو اس سے چھڑا رہی تھی، مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا کہ اس کی فریاد رسی کرتا اور اس شخص کو منع کرتا۔ وہ بس یہی بات کہہ رہی تھی کہ: میرے شوہر نے کہا ہے کہ اگر میں نے پاک دامنی رات نہ گزاری تو مجھ پر طلاق ہے۔ اگر تم نے میرے ساتھ رات گزاری تو اس برائی کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ میرا گھر بھی اجڑ جائے گا۔

درزی نے بتایا: میں نے ترکی کو نرمی سے منع کیا۔ اور اس عورت کو چھوڑنے کی التجا کی تو اس نے میرے سر پر ہتھوڑا دے مارا اور میرا سر پھاڑ دیا۔ اور مزید مجھے ایک مکا مارتے ہوئے عورت کو اپنے گھر لے گیا۔ میں اپنے گھر آیا، خون دھویا، سر کے زخم پر پٹی باندھی اور آرام کیا۔ پھر عشاء کی نماز کے لئے نکلا۔

جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو جو لوگ میرے ساتھ مسجد میں تھے میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ اللہ کے دشمن کے پاس چلو، یعنی اس ترکی کے پاس۔ تاکہ ہم اس عورت کو اس سے چھڑائیں۔ وہ سب میرے ساتھ روانہ ہو گئے ہم نے اس کے دروازے پر جا کر شور مچا دیا۔ وہ بہت خاموشی سے باہر نکلا اور ہم پر ٹوٹ پڑا۔ وہ سب لوگوں کے درمیان سے میری طرف بڑھا اور مجھ کو بہت مارا۔ قریب تھا کہ میں اس مار سے ہلاک

ہاتھ چومنے کے لیے آگے بڑھے، مگر اس نے خادموں کو ہاتھ چومنے سے منع کر دیا۔

خادموں نے کہا: آپ کس کام سے آئے ہیں، ہمارے سردار تو گئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کام ہے جو ہم کر سکتے ہیں تو ہم کرنے کے لئے فوری طور پر تیار ہیں۔ ورنہ آپ اندر تشریف لے آیئے اور آقا کے آنے کا انتظار فرمایئے۔ مجھے اس حسن سلوک سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اس سے میری بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔ سو ہم لوگ اندر چلے گئے اور بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ لیڈر آیا۔ جب اس نے درزی کو دیکھا تو اس کی بہت تعظیم کی۔ اور کہا: میں ہر وہ حکم بجالانے کے لئے تیار ہوں جو آپ مجھے دیں۔

اس درزی نے میرے معاملے کے بارے میں اس سے بات کی۔ اس نے کہا: میرے پاس ابھی صرف پانچ ہزار درہم ہیں، آپ اس سے کہیں کہ یہ درہم لے لے اور باقی مال کے بدلے میں اس کو رہن رکھوا دوں گا۔ میں فوراً راضی ہو گیا۔ سو وہ درہم لایا اور باقی مال کے بدلے میں کچھ زیورات لایا۔ میں نے وہ اس سے لے لئے اور اس لیڈر پر، درزی اور اپنے دوست کو اس بات پر گواہ بنایا کہ یہ رہن میرے پاس ایک معین مدت تک ہوگا۔ اور اگر مدت گزر گئی اور اس نے مجھے میرا مال نہ دیا تو اس نے مجھے اس رہن کو بیچنے اور اس کے پیسوں میں سے میرے مال کے بقدر پیسوں پر قبضہ کرنے کا وکیل بنا دیا ہے۔ اس نے اس بات کو قبول کر لیا۔ اور ہم چلے آئے۔

جب ہم درزی کی مسجد پہنچے تو میں نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے میرا مال مجھے واپس دلایا ہے۔ میں اپنی خوشی سے اس مال میں سے جتنا تم چاہو تمہیں دینا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: یہ سارا کا سارا مال اللہ تعالیٰ آپ کو نصیب کرے مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

میں نے کہا: آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔

اس نے کہا: بولو۔

میں نے کہا: اس لیڈر کی ہمارے حکم کی اطاعت کا سبب بتاؤ، جب کہ وہ بڑے

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بات یاد آ گئی اور میں رونے لگا، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، رشید نے مجھ سے میرے رونے کے متعلق دریافت کیا تو میں نے ان کو اپنا قصہ سنا دیا۔

(نشوار المحاضرہ واخبار المذاکرہ)

بوڑھا درزی اور اس کا بے وقت اذان دینا

قاضی تنوخیؒ لکھتے ہیں:

ابوالحسن محمد بن عبدالواحد نے مجھے بتایا کہ تاجروں میں سے ایک مالدار آدمی کا ایک لیڈر کے ذمہ جو کہ بغداد میں رہتا تھا بہت سا مال تھا۔ اور وہ ٹال مٹول کرتا تھا اور اس کے مال کا انکار کرتے ہوئے اس آدمی کو حقیر سمجھتا تھا۔

اس نے کہا: میں نے خلیفہ سے اس ظلم کی شکایت کرنے کا ارادہ کیا، کیونکہ میں وزیر عبیداللہ بن سلیمان سے شکایت کر چکا تھا، مگر مجھ کوئی فائدہ نہ ہوا تھا۔

مجھ سے میرے ایک دوست نے کہا: میں تمہارا مال دلوادوں گا۔ تمہیں خلیفہ کے پاس ظلم کی شکایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس تم ابھی میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ مجھے منگل بازار میں ایک درزی کے پاس لے گیا جو آدھا دن لوگوں کے کپڑے سیتا تھا اور آدھا دن مسجد میں قرآن پڑھاتا تھا۔ اس نے درزی کو میرا قصہ سنایا تو وہ ہمارے ساتھ چل پڑا۔

جب ہم لوگ چلنے لگے تو میں نے اپنے دوست سے کہا: ہم کو اور اس درزی کو بہت ناگواری کا سامنہ کرنا پڑے گا، اس لئے کہ جب وہ آدمی کے دروازے پر جائے گا تو وہ اس کو اور اس کے ساتھ ہم کو بھی تھپڑ مارے گا۔ اس شخص نے فلاں اور فلاں کی سفارش پر کوئی توجہ نہ دی اور نہ اس وزیر کی سفارش پر کوئی قدم اٹھایا تو اس فقیر اور محتاج کے کہنے وہ کیا کرے گا؟

وہ ہنسا اور کہا: یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے تم چپ کر کے چلو۔ ہم اس لیڈر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جب اس کے خادموں نے درزی کو دیکھا تو اس کی بہت عزت کی اور اس کے

ہیں تو ان کو وہاں روحانی عذاب اور ثواب ہوتا ہے اور قبر میں راحت و عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور شب جمعہ اور روز جمعہ میں عذاب نہیں ہوتا یہ اللہ کی رحمت اور جمعہ کی برکت ہے ۔

قاضی ابو یوسف پستہ لگے ہوئے بادام کا حلوہ کھاتے ہیں

قاضی تنوخی نے فرمایا: میرے والد نے مجھے بتایا: مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت امام یوسفؒ نے محتاجی اور تنگی کی حالت میں علم حاصل کرنے کے لئے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی صحبت اختیار کی۔ ان کی والدہ روزانہ ان کی خوراک کا کچھ نہ کچھ بندوبست کیا کرتی تھی۔

ایک دن انہوں نے کھانے کے لئے کچھ مانگا تو ان کی والدہ ایک ڈھکا ہوا برتن لے آئیں۔ انہوں نے اس کو کھولا تو دیکھا کہ اس میں کچھ رجسٹر رکھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

والدنے کہا: یہ وہی ہے جس میں تم سارا دن مشغول رہتے ہو، سو اب اس میں سے کھاؤ نا۔

ان کو رونا آ گیا اور اسی بھوک کی حالت میں رات بسر کی۔ دوسرے دن درس میں دیر سے گئے، تا کہ اپنے کھانے کا کچھ بندوبست کریں۔ چنانچہ جب حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے سب سچ سچ بتا دیا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے تم کو نہیں بتایا تھا کہ تمہیں غمگین نہ ہونا چاہئے، کیونکہ اگر تمہاری عمر دراز ہوگی اور عنقریب تم پستہ لگے ہوئے مادام کا حلوہ کھاؤ گے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کہا: جب میں ہارون رشید کا خادم اور ان کا مشیر خاص بن گیا، تو ایک دن ان کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں پستہ لگے ہوئے مادام کا حلوہ تھا۔ انہوں نے مجھے اس کے کھانے کے لئے بلایا۔ جب میں نے اس کھایا تو مجھے

بہت متعجب ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت اور سیدہ کی عزت گوارا کی، فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری تھی، اسی شب رسول اللہ ﷺ کو حضرت جنید نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں ''شاباش اے جنید تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہے، ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔'' دوسرے روز شاہی ملازمت ترک کی اور فقراء کی جستجو میں پھرنے لگے، آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے بیعت ہوئے۔

(منتخب حکایات)

ایک سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا وہ مجھ پر کچھ غضبناک ہو رہے ہیں۔ کیونکہ میں ان کی وفات کے وقت بہت دور دراز مقام پر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کی مفارقت میں کتنے سال تک صبر کیا۔ فرمانے لگے اے بیٹے ہم کو انبیاء کے ساتھ مشابہت دیتا ہے؟ یا یہ کہا کہ ہمارا صبر انبیاء علیہم السلام کے مثل ہو سکتا ہے؟ پھر اس کے بعد ایک بار رجب کی پہلی شب کو جو کہ جمعہ کی شب تھی میں نے ان کو خواب میں دیکھا میں تلاوت قرآن کے بعد ان کی قبر پر لیٹ گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر تین احسان فرمائے ہیں ایک ان میں سے تمہاری ملاقات ہے اور دوسروں کے بیان سے پہلے میری آنکھ کھل گئی۔ اب اللہ رب العزت ان کے اور ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے اور ہمارے سب گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ارواح موتی بعض اوقات اعلیٰ علیین اور سجین سے ان کے جسموں میں آتی ہیں جب حکم الٰہی ہوتا ہے اور اکثر شب جمعہ اور روز جمعہ کو ایسا ہوتا ہے اور ہم باہم گفتگو کرتے ہیں اور اہل نعمت کو نعمت اور اہل عذاب کو عذاب اس وقت مع الجسم ہوتا ہے اور جب ارواح علیین اور سجین میں ہوتی

آپ تو قید میں ہیں

ایک فقیر رند مشرب حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کی خدمت میں آیا، اور کہا مولوی بابا شراب پلوا، شاہ نے ایک روپیہ اس کی نذر کیا، اور فرمایا کہ جو چاہو سو کھاؤ پیو، تم کو اختیار ہے، وہ بولا کہ ہم نے آپ کا بڑا نام سنا تھا، آپ تو قید میں ہیں، شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیا آپ قید میں نہیں ہیں؟ کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا اگر کسی روش کے مقید نہیں ہو، تو آج غسل کرو اور جبہ پہنو اور عمامہ باندھ کر مسجد میں چلو اور نماز پڑھو، ورنہ جیسے تم رندی کی قید میں مبتلا ہو، اسی طرح ہم شریعت کی قید میں پابند ہیں، تمہاری آزادی ایک خیال خام ہے، یہ سن کر وہ چپ ہو گیا، اور شاہ صاحب کے قدم پکڑے کہ درحقیقت ہمارا خیال غلط تھا، جو آزادی کا دم بھرتے تھے، اور آئندہ کے لئے مشرب رندانہ سے تائب ہو گیا۔

کہ کرد قطع تعلق کدام شد آزاد　　　بریدہ زہمہ باللہ پیوست

ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے

حضرت جنید بغدادیؒ فنون سپہ گری میں یکتائے زمان تھے، خصوصاً پہلوانی میں بڑے نامی وگرامی، ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا ''میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا، بادشاہ نے کہا'' ہمارے پہلوان بہت زبردست ہے تم دبلے پتلے آدمی بھلا اس سے کیا لڑوگے؟ مگر اس شخص نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا، آخر دنگل ہوا، جب حضرت جنید خم ٹھونک کر مقابل ہوئے اور دونوں کو پکڑ ہونے لگی تو اس شخص نے چپکے سے ان کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں محتاج ہوں، آئندہ تم کو اختیار ہے، حضرت جنید لڑتے لڑتے گر پڑے، جب بڑا شوروغل ہوا، بادشاہ نے نہ مانا، دوبارہ کشتی کرائی ،پچھڑ گئے، تیسری بار کشتی ہوئی، پھر چاروں شانے چت، آخر بادشاہ نے اسے انعام دیا اور حضرت جنید کو بلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی؟ آپ نے حال بیان کر دیا، بادشاہ

دے کر چھڑا لیا، کہ اس کا منہ زخمی ہو گیا، بچہ روتا روتا اپنی ماں کے پاس آیا، ماں نے بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دے دیا، جب عمر بن عبدالعزیز حرم میں آئے، بچے کے ہاتھ میں سیب دیکھا اور کہا ''یہ کہاں سے آیا ہے،؟ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے لایا گیا ہو، اہلیہ نے اظہار رنج کیا کہ ایک ناچیز سیب کی خاطر بچے کا منہ زخمی کر دیا، فرمایا، تو سچ کہتی ہے میرے لیے یہ حرکت نہ گوارتھی، میں نے روا نہ سمجھا کہ ایک سیب کی خاطر ثواب عدل سے محروم ہو جاؤں اور میرا نام، نیکو کاروں کی فہرست سے قلم زد کر دیا جائے۔'' (تاریخ بغداد)

عمر برباد کردی

ایک مولوی صاحب برسات کے زمانے میں اپنے وطن کو جارہے تھے، راستے میں دریا پڑتا تھا، کشتی میں سوار ہوئے، جب کشتی چھوڑ دی گئی، تو مولوی صاحب نے ملاح سے کہا کہ بھائی ملاح تو نے کچھ پڑھا بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، مولوی صاحب نے کہا تو نے اپنی آدمی عمر برباد کردی، تھوڑی دیر کے بعد کشتی گرداب دریا میں آ گئی، ملاں نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب! کشتی ڈوبتی ہے، تم کو تیرنا بھی آتا ہے؟ مولوی صاحب نے انکار کیا، ملاح نے کہا مولوی صاحب! آپ نے پوری عمر برباد کردی، غرض جوں توں کر کے کشتی پار ہوئی ملاح نے کہا مولوی صاحب ہر ایک آدمی کو اللہ کریم نے ایسی چیز عطا فرمائی ہے، جو دوسرے کے پاس نہیں ہے، اپنے اپنے کام میں ہر شخص ولی اور مولوی ہے، پس جسطرح مولوی ملاح نہیں ہو سکتا، اسی طرح ملاح مولوی نہیں بن سکتا، ہر ایک شخص کو اللہ نے خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے، اسی کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے۔

کوئی شے ایسی نہیں عالم میں جو بے کار ہے
سنگ بھی موقع پہ اپنے گوہر شاہوار ہے

مہربانی فرما کر اس بورے کے اٹھانے میں اس کی مدد کی جائے، خلیفہ نے اسے ایک مذاق سمجھا اور بورے کو ہاتھ لگا کر اٹھانے کو کوشش کی، چونکہ وزن زیادہ تھا، خلیفہ سے ذرا بھی نہ اٹھا، اس وقت قاضی نے کہا ''اے خلیفہ! جب تو اتنا سا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں، تو قیامت کے دن جب ہم سب کا مالک انصاف کرنے کے لئے عرش پر جلوہ افروز ہوگا اور جس وقت وہ غریب بیوہ جس کی زمین تو نے بزور لے لی ہے، اپنے پروردگار سے انصاف کی خواہاں ہوگی، تو اس تمام زمین کے بوجھ کو کس طرح اٹھا سکے گا،؟ خلیفہ اس تقریر سے بہت متاثر ہوا، اور؛ فوراً اس محل کو مع تمام چیزوں کے اس ضعیفہ کو عطا کر دیا، شال سلیوکس کا قول ہے کہ جو شخص عصائے شاہی کے وزن کو جانتا ہے، اگر وہ اس کے سامنے بھی پڑا ہو، تو اس کے اٹھانے کے لئے نہ جھکے گا، جب ہم کو خود اپنی ذات پر حکومت کرنا دشوار ہے، تو پھر اوروں پر حکومت کرنی کیوں نہ مشکل ہوگی؟

نیکو کاروں کی پہچان

عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں اس کے لشکر کو مال غنیمت میں بہت سا مشک ہاتھ آیا، اور خلیفہ کے سامنے تقسیم کیا جانے لگا، خلیفہ نے ناک پر اہو ہاتھ رکھ کر راہ گزار مشام مسدود کر دیے، لوگوں نے کہا یا امیر المومنین اس کا کیا باعث ہے؟ فرمایا مسلمانوں کے مال میں میرا کوئی حق نہیں ہے اور بوئے مشک اس کے منافع سے ہے، جب اس کی بو میرے مشام میں پہنچے گی، تو گویا دوسروں کے مال سے ناحق منافع اٹھایا، جس کی جواب دہی قیامت کو مشکل ہوگی۔

کہتے ہیں کہ بیت المال کے میوہ جات میں سے ایک روز سیب تقسیم کئے جا رہے تھے، ناگاہ خلیفہ کے ولی عہد خرد سال نے ہاتھ لمبا کر کے ایک سیب ان میں سے اٹھا لیا اور کھانے لگا، امیر المومنین نے وہ سیب اس کے منہ میں سے ایسے غصے کے ساتھ جھٹکا

تھا،اوراکثر ان دونوں کی اس بارے میں بحث ہوا کرتی تھی ،ایک روز ایک شخص نہایت شاندار پوشاک پہنے،امیرانہ صورت بنائے اوراس کے ساتھ خدمت گار ایک بچے کوکندھے سے لگائے بزاز کی دکان پرآیا،بہت سا کپڑا خریدااور بعدازاں خدمت گارکومع بچہ دکان پر چھوڑ کر روپیہ لینے گھرآیااور تمام کپڑا ساتھ لیتا آیا،جوقریباایک ہزارروپے کا تھا،تھوڑی دیر کے بعدنوکرنے اس بچے کوجوکندھے سے لگاہواسوتا معلوم ہوتا تھا،بزار کی دکان پرلٹا کر کپڑا اٹھایا،اورآپ پانی پینے کے بہانے سے کافور ہوگیا،جب بہت عرصہ گزرااورشام ہوگئی ،نہ بچہ سوتا اٹھانہ خدمت گارآیااورنہ ہی آقا روپیہ لے کر پھراس وقت بزاز کوفکرہوئی اس نے بچے کواٹھایاتو وہ مردہ پایا،بزاز کے ہوش اڑگئے،اسی فکر میں جواس باختہ بیٹھا تھا کہ اتنے میں وہ امیراورخدمت گارآگئے اوراس لڑکے کومردہ دیکھ کر بہت گرمائے کہ تم نے لڑکے کا گھلا گھونٹ کر ماردیا ہے،آخر بڑی منت سماجت کے بعدایک ہزارروپیہ اورلے کر بصد مشکل ٹلےاور بزاز کواس قول پراعتمادہوگیااوراللہ کاخوف دل پر چھا گیااورایسی ناگہانی آفات سے اس کی پناہ مانگنے لگا کہ ”کریئے تو ڈریئے نہ کریئے تو بھی توڈریئے“۔(صحیح اسلامی واقعات)

ایک غریب بیوہ کا جھونپڑا

خلیفہ حکم بن عبدالرحمٰن ثالث کو اپنا محل بنوانا تھا،اتفاق سے جوزمین پسند کی گئی،اس میں ایک غریب بیوہ کا جھونپڑا آتا تھا،اس بیوہ کوکہا گیا کہ یہ زمین قیمتاًدے دے،مگراس نے انکارکیا،خلیفہ نے زبردستی اس زمین پرقبضہ کرکےمحل بنوالیا،اس بیوہ نے قاضی کی خدمت میں حاضرہوکراس کی شکایت کی ،قاضی نے اسے تسلی دے کرکہا کہ اس وقت تم جاؤ،میں کسی مناسب موقع پرتیراانصاف کرنے کی کوشش کروں گا۔

خلیفہ الحکم جب پہلے پہل محل اور باغ ملاحظہ کرنے گیا،تواسی وقت قاضی بھی وہاں خودایک گدھااورایک خالی بوری لے کرگیا،اورخلیفہ سے وہاں سے مٹی لینے کی اجازت چاہی،اجازت دے دی گئی،قاضی نے اس بورے میں مٹی بھرکرعرض کی کہ

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم ،

جوان یہ سن کر غصے سے لال پیلا ہوگیا اور اس نے اپنا باجا حضرتؒ کے سر پر دے مارا باجا ٹوٹ گیا اور حضرتؒ کے سر سے خون کے فوارے پھوٹنے لگے آپ نے کمال تحمل سے کام لیا اور خاموشی سے اپنے گھر چلے گئے صبح ہوئی تو ایک خادم کے ہاتھ اس باجے کی قیمت اور کچھ حلوا اس نوجوان کے پاس بھیجا اور چلتے وقت اس کو ہدایت کی کہ میری طرف سے باجے کے ٹوٹنے پر عذر کرنا اور کہنا کہ اس رقم سے دوسرا باجا خرید لے اور یہ حلوا کھالے تا کہ کل کا غصہ دور ہو جائے اور دل کی تلخی جاتی رہے اس نوجوان نے حضرت بایزیدؒ کا یہ خلق عظیم دیکھا تو روتا ہوا آپ کی خدمت میں آیا پاؤں پر گر کر معافی مانگی اور آپ کا مرید ہوگیا اس کے ساتھ اس کے کئی دوست بھی شیخؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

عیادت کا ادب

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ سے روایت ہے کہ میرے شیخ حضرت سری سقطیؒ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ طوس میں اسہال کی بیماری میں مبتلا ہوگیا کچھ لوگ میرے پاس عیادت کے لئے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہورہی تھی کیونکہ بیماری کے سبب مجھے بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ ہمیں عیادت بیمار پرسی کا ادب سکھا دیجئے۔

(تاریخ بغداد)

کریئے تو ڈریئے نہ کریئے تو بھی تو ڈریئے

ایک دکاندار کا اس قول پر اعتقاد ہوتا کہ ''کریے تو ڈریے، نہ کریے نہ ڈریئے'' ایک بزاز جو اس کے قریب کی دکان میں تھا، وہ اس قول کے بالکل برخلاف

نے فرمایا فلاں غار میں جاؤ وہاں ہمارا ایک دوست تمہارا اشکال رفع کر دے گا وہ شخص اس غار میں گیا تو وہاں ایک خوفناک اژدھا نظر آیا اسے دیکھ کر اسکے اوسان خطا کھا گئے اور ہانپتا کانپتا آپ کی خدمت میں آیا جب سارا ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا ایک مخلوق کی ہیبت سے تو تمہارا یہ حال ہو گیا خالق کے جمال کی تاب کیونکر لاسکو گے جو کشف کے آرزومند ہو۔ (حکایات صوفیہ)

ماں کی خدمت

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ماں کی خدمت سے بڑھ کر کسی شے سے فیض نہیں پایا ایک رات والدہ صاحبہ نے مجھ سے پانی مانگا میں نے کوزے میں دیکھا تو وہ خالی تھا پھر گھڑا دیکھا تو اس میں بھی پانی نہ پایا میں دوڑتا ہوا ندی پر گیا اور وہاں سے پانی لایا اس اثنا میں والدہ صاحبہ سو گئی تھیں میں پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے ساری رات اس انتظار میں کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو پانی پیش کروں سخت سردی کا موسم تھا میرا ہاتھ ٹھٹھر گیا والدہ صاحبہ کو جگانا مناسب نہ سمجھا جب وہ خواب سے بیدار ہوئیں تو مجھے اس حالت میں کھڑا دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور پھر پانی پی کر مجھ کو بے شمار دعائیں دیں اسی دن سے میں نے دیکھا کہ میرا قلب انوار الٰہی سے معمور ہو گیا۔

احترام مسجد

حضرت بایزید بسطامیؒ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے وہ آپ کے گھر سے چالیس قدم کے فاصلے پر واقع تھی آپ اس مسجد کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ تمام عمر میں ایک دفعہ بھی راستے میں کبھی نہ تھوکا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اور ایک گویا

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک دفعہ قبرستان سے آرہے تھے سامنے بسطام کا ایک نوجوان گاتا بجاتا آرہا تھا جب وہ حضرت کے نزدیک پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

اورتم نے مجھے جواس کی نشانی بتائی تو میں نے سوچا کہ وہ تمہیں لوٹادوں، مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں تمہارا دل خوشی کے مارے پھٹ نہ جائے۔ تو میں نے تم کو بطور ہدیہ ۲۰ دینار دینے شروع کئے اور وہ سب تمہاری تھیلی میں سے ہی دیئے تھے۔ اور وہ ۲۰۰ دینار قرض ہیں، تو یہ اپنی تھیلی پکڑو مجھے اس سے بری کرو۔

میں نے وہ تھیلی لے لی، اس میں سے قرض کے دینار اسے لوٹائے اور اس کو دعا دے کر اپنے وطن لوٹ آیا۔ پھر میں نے وہ جواہرات بیچ کر اس کے پیسے دینار میں ملادیئے اور اس کے ذریعہ تجارت کی۔ کچھ عرصے بعد ہی میں ۱۰ ہزار دینار کا مالک بن گیا۔ بہت زیادہ بہتر حالات ہو گئے اور اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی زندگی بسر کررہا ہوں۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقہ بحوالہ نور الاقتباس لابن رجب حنبلی)

حضرت امام جعفر صادقؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک مدت تک حضرت امام صادقؒ کی خدمت میں رہے آپ کو حضرت امام جعفرؒ سے اکتساب فیض کرنے میں اس قدر محویت تھی کہ کبھی ایک لمحہ کے لئے کسی دوسری طرف توجہ نہ کی ایک دن حضرت امام نے فرمایا بایزید ذرا طاق سے کتاب تو اٹھالاؤ، آپ نے عرض کی حضور طاق کہاں ہے؟ حضرت امام جعفرؒ نے فرمایا تمہیں یہاں رہتے اتنا عرصہ گزر گیا ابھی طاق کا پتہ بھی نہیں، آپ نے عرض کی مجھے تو حضور کی زیارت اور صحبت بابرکت ہی سے فرصت نہیں طاق کا خیال کیسے رکھوں، حضرت امام یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا اور اگر تمہارا یہ حال ہے تو بسطام چلے جاؤ تمہارا کام پورا ہو چکا۔ (منتخب حکایات)

کشف برداشت کرنا بہت مشکل ہے

ایک شخص جو کشف کا منکر تھا حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں معاملہ میں اگر آپ کو کوئی کشف ہوا ہے تو مجھے بھی اس سے آگاہ کیجئے آپ

اس نے اپنے خادموں کو بھیج کر اسے بلایا اور اسے اپنی بیوی کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اس کو کھانا کھلایا۔ اور اس شخص نے مجھے بہترین لباس دے کر حمام میں بھیجا، میں نہایا اور اپنا حلیہ درست کیا۔ اور اس کے پاس صبح تک بہت آرام سے رہا۔

وہ مجھ سے کہنے لگا: تم چند دنوں میرے پاس رہو، میں تمہاری مہمان نوازی کروں گا، چنانچہ میں اس کے پاس دس دن رہا، وہ مجھے روزانہ ۲۰ دینار دیتا تھا۔ میں پہلے اس کی اتنی سخت مزاجی دیکھنے کے بعد اس کی اتنی مہربانی دیکھ کر کافی حیران ہوا۔

مجھے ایک دن کہا: تم کیا کاروبار کرتے تھے؟

میں نے کہا: میں تاجر تھا۔

وہ کہنے لگا: تم میرے پاس ٹھہر جاؤ، میں تمہیں سرمایہ دوں گا، تم میرے ساتھ کاروبار میں شریک بن جاؤ۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے میں کاروبار کروں گا۔

اس نے مجھے ۲۰۰ دینار دیئے اور کہا: اس کے ذریعہ یہاں تجارت کرو۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شخص کے زریعے سے مالدار کر دیا، مجھے یہی کاروبار کرنا چاہئے۔ پھر وہ وہی کام کرنے لگا۔

تھوڑے ہی مہینوں بعد ہمیں کافی نفع ہوا۔ تو میں اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: اپنا نفع لے لو۔

وہ مجھ سے کہنے لگا: بیٹھو، تو میں بیٹھ گیا۔

اس نے میرے سامنے تھیلی نکالی اور کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟

جب میں نے وہ تھیلی دیکھی تو میرے منہ سے ایک بڑی چیخ نکلی اور اس کے بعد مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ پھر کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو میں نے اس سے کہا: ارے بھئی سنو! تم فرشتے ہو یا کوئی نبی؟

کہنے لگا: میں نہ کوئی فرشتہ ہوں اور نہ کوئی نبی، بلکہ میں اتنے سال سے تمہاری تھیلی کی حفاظت کی وجہ سے آزمائش میں ہوں۔ میں نے جب اس رات تمہاری وہ باتیں سنیں

ستیاناس ہو تم کیوں رو رہے ہو؟ ہمیں بھی سونے نہیں دے رہے۔ میں نے اپنا قصہ کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگا: اچھا رونا دھونا صرف ایک درہم ضائع ہونے کی وجہ سے؟

یہ سن کر میں پہلے سے بھی زیادہ غمگین ہو گیا، میں نے کہا: دیکھو! خدا کی قسم! جو چلا گیا اب مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں، میرا رونا صرف اپنی اہلیہ اور بچے کے لئے ہے۔

میری بیوی اور بچہ اس وقت بھوک سے مرنے کو ہیں، خدا کی قسم! اگر ان کو کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گا۔ میں نے فلاں سال حج ادا کیا، اس سفر حج میں میرے پاس اتنا مال تھا کہ جب اس میں سے ایک تھیلی کھوگئی جس میں ۳ ہزار کے دینار اور جواہرات تھے۔ تو میں نے اس کے جانے کی پروہ بھی نہ کی۔ اور اب دیکھو میں کیسے ایک درہم کے چھٹے حصے اور تھوڑی چاندی کے لئے رو رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی کے معاملے کی درخواست کرتا ہوں، تم مجھے شرمندہ مت کرو، کہیں تم پر بھی مجھ جیسی مصیبت نہ آجائے۔

اس نے مجھ سے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ یہ بتاؤں کہ تمہاری تھیلی کیسی تھی؟

میں نے اپنا سر پیٹ کر کہا: تم مجھ سے اس طرح کی گفتگو کیوں کر رہے ہو؟ جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میری کیا حالت ہے اور میں کیچڑ اور بارش میں کھڑا ہوں۔ تم کیوں میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ تھیلی کے بارے میں بتانے سے مجھے اور تمہیں کیا فائدہ ہوگا، جب کہ وہ کئی سال پہلے کھوئی ہے، یہ کہہ کر میں چل پڑا۔

وہ مجھے پکارتا ہوا باہر نکل آیا: کہنے لگا: ادھر آؤ یہ لے لو! میں سمجھا کہ وہ مجھے صدقہ دے رہا ہے تو میں اس کے پاس آیا۔

وہ کہنے لگا: تمہاری تھیلی کیسی تھی؟ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تو میں اس سے اپنا ہاتھ چھڑا نہ سکا۔ اور میں نے اسے تھیلی کے بارے میں بتا دیا۔

اس نے مجھ سے کہا: اندر چلو! تو میں اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔

وہ مجھ سے پوچھنے لگا: تمہاری بیوی کہاں ہے؟

میں نے کہا: فلاں مسافر خانے میں۔

سے ایک دوسرا شخص اس کے بعد اس جگہ اور اسی جگہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تو اس کو وہ تھیلی نظر آئی۔ وہ ایماندار شخص تھا، اس نے تھیلی کو اٹھا کر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا۔ وہ آدمی (حاجی) کہتا ہے کہ میں بہت مالدار تھا اس لئے مجھے اس کے جانے کا کوئی غم نہ ہوا۔ اور میں نے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب کی امید رکھی اور غافل ہو گیا۔

میرے پاس بہت سا تجارتی سامان تھا تو میں نے اطمینان سے اپنا حج ادا کیا اور پھر اپنے وطن لوٹ گیا۔ کچھ عرصے بعد مجھے پر پے در پے کئی آزمائشیں آئیں اور میں کنگلا ہو گیا اور میرے پاس کچھ بھی نہ باقی بچا۔ میں اپنے ملک سے بھاگ نکلا۔ میری بیوی میرے ساتھ تھی۔ اور نوبت صدقہ لینے تک پہنچ گئی۔ میں نے ایک گاؤں میں رہائش اختیار کر لی۔ اس گاؤں میں ایک ویران مسافر خانہ تھا، میں اس میں ٹھہرا۔ اتنے میں میری بیوی دردولادت میں مبتلا ہو گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے ایک بچے کو جنم دیا، میرے پاس صرف اور صرف ایک درہم کا چھٹا حصہ اور تھوڑی سی چاندنی تھی اور اس رات بہت بارش ہو رہی تھی۔

میری بیوی کہنے لگی: میں تو مر جاؤں گی۔ جایئے اور میرے لئے کھانے کا بندوبست کیجئے۔ میں اندھیرے اور بارش میں گرتا پڑتا نکل پڑا اور ایک سبزی فروش کے پاس پہنچ کر اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور اس سے اس بارے میں بات کی، اس نے میرے بات سننے سے انکار کر دیا۔

وہ بہت منتوں کے بعد مجھ سے بات کرنے پر راضی ہوا تو میں نے اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ اس کو مجھ پر رحم آ گیا اور ان تھوڑے پیسوں کے بدلے اپنے پاس سے سب سے قیمتی دودھ اور روغن زیتون دیا اور ایک پیالہ بھی ادھار دیا۔ میں نے وہ چیزیں تھیلیوں میں ڈال کر اس پیالہ میں ڈالیں اور اپنے مکان کی طرف چل پڑا کہ اچانک میرے پیر پھسلا تو وہ پیالہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اور دودھ اور روغن سب بہہ گیا۔

میری حالت ایسی ہو گئی کہ آج تک کبھی ایسی نہ ہوئی تھی۔ میں رونے اور چلانے لگا کہ اتنے میں ایک شخص نے ایک گھر کی کھڑکی سے اپنا سر باہر نکالا اور کہنے لگا: تمہار

میں تیس ہزار دینار تھے۔ میں نے وہ لے لئے۔

میں نے دیناروں سے جائیداد اور زمین خرید لی، اور جو بچ گئے آج تک ان پر اپنی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ (الفرج بعد الشدۃ والضیقہ)

خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر سے بارہ جنازے نکلے

علی بن قاسم فرماتے ہیں: مجھ سے ایک شخص نے کہا: میں نے ان دنوں جب طاعون پھیلا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ لوگوں نے میرے گھر سے بارہ جنازے نکالے۔ میں اور میرے اہل وعیال بارہ ہی افراد تھے۔ پھر میرے گھر والے واقعی گیارہ کے گیارہ مر گئے اور میں بارہواں بچ گیا۔ میں بہت غمگین ہوا اور میرا دل گھبرانے لگا کہ اب میری باری ہے۔

میں گھر سے نکل گیا اور جب دوسرے دن گھر لوٹا تو میں نے دیکھا ایک چور جو چوری کرنے کے ارادے سے داخل ہوا وہ گھر میں ہی طاعون میں مبتلا ہو گیا اور مر گیا۔ میں نے خود اس کا جنازہ گھر سے نکالا۔ میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا، مجھ پر طاری خوفناک کیفیت زائل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے عافیت وسلامتی کا معاملہ فرمایا۔

(الفرج بعد الشدۃ والضیقہ)

اس نے حج کے سفر میں اپنا مال سے بھرا ہوا تھیلا کھو دیا اور پھر وہی تھیلا اسے اشد ضرورت کے وقت مل گیا

عبید اللہ بن محمد فرماتے ہیں: مجھے میرے والد نے یہ قصہ سنایا: کہ ایک شخص حج کے لئے نکلا اس نے اپنی کمر پر ایک کالے ریشمی کپڑے کی تھیلی باندھی تھی جس میں دینار وجواہرات تھے۔ سب کی قیمت جمع ہو کر تین ہزار دینار تک پہنچتی تھی۔

جب وہ آدھے راستے میں پہنچا تو قضائے حاجت کے لئے بیٹھا سو اس کی پیٹھ پر سے تھیلی کھل کر گر گئی۔ اس شخص کو اس جگہ سے کئی میل دور جا کر اس بات کا علم ہوا۔ اتفاق

بھیک مانگوں اور سڑکوں پر گھومتے ہوئے ہاتھ پھیلاؤں، میرے ضمیر نے مجھے اس کی اجازت نہ دی۔ میں نے سوچا کہ رات کو نکل کر مانگوں گا۔ چنانچہ میں مغرب وعشاء کے درمیانی وقت میں نکلا، پھر بھی میرا دل مجھے مانگنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا، جب کہ بھوک مجھے مانگنے پر مجبور کر رہی تھی۔ میں چلتا رہا یہاں تک کہ رات کا پہلا حصہ گزر گیا۔

مجھے ایک چوکیدار ملا۔ اس نے مجھے پکڑ لیا، کیونکہ میں اسے اجنبی لگا اور وہ میرے حالات سے ناواقف تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟

میں نے کہا: کمزور آدمی ہوں۔ اس نے میری بات کا یقین نہ کیا اور مجھے منہ کے بل گرا کر کوڑے سے مارا۔ میں نے چلا کر کہا: میں تم کو سچ بتاتا ہوں۔ کہنے لگا ہاں بتاؤ۔

میں نے شروع سے آخر تک اس کو اپنا تمام قصہ کہہ سنایا۔ اور اس خواب کے بارے میں بھی بتایا جو میں نے دیکھا تھا تو اس نے مجھ سے کہا: تم سے زیادہ احمق شخص میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ قسم خدا کی! میں اتنے سال سے خواب دیکھ رہا ہوں کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: ''بغداد میں فلاں سڑک پر فلاں جگہ پر مال ہے۔ (اور اس نے میری ہی سڑک اور محلہ کا نام بتایا) تو میں خاموش رہا۔ اور اس کی بات غور سے سننے لگا۔ اس چوکیدار نے اپنی بات کرتے ہوئے کہا: ایک گھر ہے جسے فلاں کا گھر کہا جاتا ہے (تو اس نے میرا ہی گھر اور میرا ہی نام بتایا) اور اس میں ایک باغ ہے جس میں ایک بیر کا درخت ہے۔ (اور میرے گھر کے باغ میں بھی ایک بیر کا درخت تھا۔) اور اس درخت کے نیچے تیس ہزار دینار دفن ہیں۔ تو تم جاؤ اور انہیں نکال لو۔'' میں نے تو کبھی اس بات پر غور نہیں کیا اور نہ کبھی اس طرف دھیان دیا۔ اور تم ایسے بے وقوف ہو کہ صرف ایک خواب کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ کر مصر چلے آئے۔

مجھے چوکیدار کی اس بات کی کافی تسلی ہوئی، یہ کہہ کر چوکیدا نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میں نے ایک مسجد میں رات گزاری اور صبح سویرے ہی مصر سے نکل کھڑا ہوا، بغداد پہنچ کر سیدھا گھر گیا اور بیر کا درخت کاٹ کر اس کے نیچے کھدائی کی تو مجھے ایک گھڑا ملا جس

۵۔راستہ میں سے کانٹے پتھر وغیرہ ہٹاتا ہے۔

۶۔فقراء کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔

۷۔بازار سے ضروریات کی چیزیں خود خرید کر لاتا ہے۔

اس نے خواب میں دیکھا کہ دولت اس کی مصر میں منتظر ہے

قاضی ابو عمر محمد بن یوسف فرماتے ہیں: ہمارے پڑوس میں ایک آدمی تھا اس کے بارے میں کئی خبریں مشہور تھیں۔ اس کے پاس ایک طویل فقر وفاقے کے بعد بہت سامال آگیا۔ میں نے اس سے اس کی مال داری کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگا:

مجھے والد کے ورثہ میں بہت سارا مال ملا۔ میں نے اسے تیزی سے خرچ کرنا شروع کر دیا اور اسے ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے گھر کے دروازے اور اس کی چھتیں تک بیچنے کی نوبت آگئی۔ میرے پاس گھر کا کوئی ساز وسامان نہیں بچا اور نہ میرے پاس جینے کی کوئی راہ تھی۔ سوائے اس کے جو والدہ کی کتائی کرنے سے حاصل ہوتا۔ میں اس حالت سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنے لگا۔

چنانچہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ جیسے کوئی مجھے کہہ رہا ہو، تمہاری مالداری مصر میں منتظر ہے تم وہاں چلے جاؤ۔

میں صبح ہی ابو عمر قاضی کے پاس گیا۔ میں نے ان کو پڑوسی ہونے اور اس احسان کا واسطہ دیا جو میرے والد نے ان کے والد پر کیا تھا۔ اور میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ مجھے ایک خط مصر کیلئے لکھ دیں، تاکہ میں اس کے ذریعہ لوگوں سے کچھ دینے کی درخواست کروں۔ تو انہوں نے لکھ کر دیا اور میں نکل پڑا۔

جب میں مصر پہنچا تو میں نے وہ خط دکھا کر لوگوں سے صدقے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تمام راستے بند کر دیئے، یہاں تک کہ مجھے نہ کوئی صدقہ ملا اور نہ کوئی ہدیہ۔

پھر میرا تمام زادراہ ختم ہو گیا تو میں پریشان ہو گیا اور میں نے سوچا کہ لوگوں سے

تھا، آپ اچانک اٹھ کر قبر سے باہر آئے، کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل ہی پھٹ گیا اور وہ دنیا سے چل بسا، امام ناصر الدین کو خیال آیا کہ میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشانی و حیرت ہوگی، پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلے کے دروازے کے آگے پکارنے لگے کہ میں ناصر الدین بستی ہوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلط فہمی میں مردہ سمجھ کر دفن کر دیا تھا، میں زندہ ہوں اس واقعہ کے بعد امام ناصر الدین بستیؒ نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ (فوائد الفواد مترجم)

خواجہ بایزید بسطامیؒ کا انکسار

ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامیؒ عید کے دن حمام سے غسل کر کے نکلے گلی میں جا رہے تھے کہ کسی نے گھر کی چھت سے بے خبری میں بہت سی راکھ نیچے پھینکی یہ سب راکھ حضرت کے سر پر پڑی اور آپ کا لباس، چہرہ ریش مبارک اور سر کے بال راکھ سے آلودہ ہو گئے آپ کے دل میں غبار تک نہ آیا یہاں تک کہ نظر اٹھا کر اوپر بھی نہ دیکھا آپ راکھ کو چہرے پر ملتے تھے بار بار خدا کا شکر ادا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بایزید تو دوزخ کے قابل ہے وہ ذرا سی راکھ سے منہ کیوں بنائے۔

متواضع کون ہے؟

حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ متواضع کی کیا پہچان ہے آپ نے فرمایا متواضع وہ آدمی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو حقیر محض سمجھے اپنے سے زیادہ کسی کو برا نہ سمجھے اور نہ کسی دوسرے سے اپنے آپ کو برتر یا بہتر سمجھے متواضع کی شناخت یہ ہے۔

۱۔ وہ اپنے ملازموں اور مساکین کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے۔

۲۔ چھوٹوں کو سلام کرتا ہے۔

۳۔ بھیڑ بکریوں وغیرہ کا دودھ دوہتا ہے۔

۴۔ لوگوں کے ساتھ جا رہا ہو تو سب سے آگے چلنے کی کوشش نہیں کرتا۔

، کہیں جماعت سے نہ رہ جاؤں، چنانچہ میں وضو کر کے اٹھا ٹوپی اٹھانے لگا تو ساتھ ہی ایک چمکتی ہوئی گھڑی نظر آئی میں نے وہ بھی اٹھا کر جیب میں ڈال لی کہ یقیناً یہ کوئی نمازی یہاں بھول گیا ہے، شیطان نے ورغلایا، بجائے نماز ادا کرنے کے جوتا پہنا اور مسجد سے باہر آ گیا، دور جا کر جب میں نے جیب ہاتھ ڈال کر گھڑی نکالی کہ دیکھوں قیمتی ہے یا معمولی، جب گھڑی دیکھی تو مارے حیرت کے وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا کہ وہ گھڑی میری اپنی تھی، جو غلط فہمی میں کسی دوسرے کی سمجھ کر لے بھاگا اور نماز بھی ادا نہ کر سکا، میں نے اپنے آپ کو لعنت ملامت کی، توبہ کی اور واپس آ کر تنہا نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی، اصل بات یہ ہی کہ جماعت میں شامل ہونے کا احساس اتنا شدید تھا کہ یہ بھی ذہن سے محو ہو گیا کہ میں نے ٹوپی کے ساتھ گھڑی بھی اتار کر رکھی تھی۔ (غلط فہمی از سید امین گیلانی)

امام ناصر الدین کا زندہ دفن ہونا اور سورۂ یٰسین کی برکت

ایک مرتبہ امام ناصر الدین بستیؒ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہو گیا تھا آپ کے عزیز واقارب نے آپ کو مردہ تصور کر کے غسل کرا کے اور کفن وغیرہ پہنا کر دفن کر دیا، رات کے وقت آپ کو ہوش آیا اور خود کو مدفون دیکھا، سخت پریشان ہوئے، اس حیرت و پریشانی واضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے، اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے، چنانچہ آپ نے سورہ یٰسین پڑھنی شروع کی ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی، امام ناصر الدین نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے چالیسویں مرتبہ آپ نے دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص چور نہ سن سکے، ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنا پورا کیا تو ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا

بیت المال کہاں ہے؟

جس جگہ اس وقت منگلا ڈیم (آزاد کشمیر میں) بنا ہوا ہے، وہاں پر پہلے میر پور کا پرانا شہر آباد تھا جنگ کے دوران اس شہر کے بیشتر حصہ ملبے کا ڈھیر بن گیا تھا، ایک روز میں ایک مقامی افسر کو اپنی جیپ میں بٹھائے اس کے گردونواح میں گھوم رہا تھا، راستے میں ایک مفلوک الحال بوڑھا اور اس کی بیوی ایک گدھے کو ہانکتے ہوئے سڑک پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے دونوں کے کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے تھے، دونوں کے جوتے بھی ٹوٹے ہوئے تھے، انہوں نے اشارے سے ہماری جیپ کو روک کر دریافت کیا، بیت المال کس طرف ہے؟ آزاد کشمیر میں خزانے کو بیت المال کہا جاتا ہے، پوچھا بیت المال میں تمہارا کیا کام ہے، بوڑھے نے سادگی سے جواب دیا۔

میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر میر پور شہر کے ملبے کو کرید کرید کر سونے چاندی کے زیورات کی دو بوریاں جمع کی ہیں اب انہیں گدھے پر لا کر ہم بیت المال میں جمع کروانے جا رہے ہیں۔

ہم نے ان کا گدھا ایک پولیس کانسٹیبل کی حفاظت میں چھوڑا اور بوریوں کو جیپ میں رکھ کر دونوں کو اپنے ساتھ بٹھالیا تاکہ انہیں بیت المال لے جائیں۔

(کتابوں کی درسگاہ میں، ص: ۱۲۵)

غلط فہمی میں اپنی ہی چوری

ہمارے پاکستان کے مشہور و معروف شاعر جناب محمد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غلط فہمی میں لکھتے ہیں۔

ایک روز میرا ایک ''سیانا بیانا (عقلمند سمجھدار) دوست آیا اور ہنس کر کہنے لگا، یار آج میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا، میں فجر کی نماز کے لئے جب مسجد میں داخل ہوا تو جماعت کھڑی ہوگئی، میں نے جلدی جلدی وضو کیا کہ ابھی دو سنتیں بھی پڑھنی ہیں

ہاشمی دوست کے، دو ہزار تاجر دوست کے، اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں کیونکہ وہ تو سب میں زیادہ قابل قدر اور لائق اعزاز ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ۳، بحوالہ کتابوں کی درسگاہ)

گدھے کے مالک کی حفاظت اور ڈاکو کا قتل

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ دمشق میں ایک آدمی اپنا گدھا سواری کے لئے اجرت پر دیکر اپنا گزارا کیا کرتا تھا، ایک دن ایک شخص نے آکر کہا کہ فلاں جگہ جانا ہے مجھے لے چلو؟ اس نے سواری بنائی اور چلنا شروع کیا تو وہ شخص ایک ویران راستے سے جانے کے لئے کہنے لگا گدھے کے مالک نے کہا کہ یہ راستہ مجھے معلوم نہیں، اس شخص نے کہا کہ مجھے معلوم ہے، اور یہ راستہ قریب پڑتا ہے، جب اس راستے سے کچھ آگے بڑھے تو ایک خطرناک وادی آئی وہ شخص گدھے سے اترا، اور خنجر نکال کر سواری کے مالک کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اس سواری کے مالک نے اللہ کا واسطہ دیکر کہا کہ گدھا اور اس پر جو کچھ ہے سب لے لو، مجھے چھوڑ دو، وہ نہیں مانا کہنے لگا کہ وہ تو لینا ہی ہے، مگر تم کو بھی قتل کروں گا، اس گدھے کے مالک نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، اس نے کہا جلدی پڑھو، سواری کے مالک کا بیان ہے کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوا تو خوف کی وجہ سے جو کچھ یاد تھا سب کچھ بھول گیا، قرآن کا ایک حرف بھی حافظہ میں نہیں رہا، اچانک میری زبان پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جاری فرمائی ﴿امن یجیب المضطر اذا دعا ویکشف السوء﴾ ''کوئی ہے جو پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی تکلیف دور کرتا ہے۔''

اتنے میں ایک شہسوار آیا، اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، وہ نیزہ اس نے اس ڈاکو کے سینے پر دے مارا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا، میں نے شہسوار سے اس کا تعارف پوچھا تو وہ کہنے لگا میں اسی ذات کا بندہ ہوں جو پریشان حال کی دعائیں سنتا ہے، اور مصیبت دور کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۳، کتابوں کی درسگاہ میں)

بھی ہے جو خطیب بغدادیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تاریخ بغداد'' میں امام واقدی کے حالات میں لکھا ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، فاقوں تک نوبت پہنچی گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ نہیں ہے، بڑے تو صبر کرلیں گے بچے مفلسی کی عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس قرض لینے گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی ایک تھیلی میرے ہاتھ تھمادی، میں گھر آیا ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا اس کے گھر بھی افلاس وغربت نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا اس نے قرض کی رقم طلب کی میں نے گھر میں جا کر اپنی اہلیہ کو قصہ سنایا کہنے لگی کتنی رقم دینے کا ارادہ ہے؟

میں نے کہا تھیلی کی رقم نصف نصف تقسیم کرلیں گے اس طرح دونوں کا کام چل جائے گا، کہنے لگی بڑی عجیب بات ہے آپ ایک عام آدمی کے پاس گئے اس نے آپ کو بارہ سو درہم دیئے اور آپ اسے ایک عام آدمی کو عطیہ کا نصف دے رہے ہیں آپ اسے پوری تھیلی کیوں نہیں دے دیتے؟ چنانچہ میں نے وہ تھیلی بغیر کھولے اس کے حوالے کردی، وہ تھیلی لیکر گھر پہنچا تو میرا تاجر دوست اس (ہاشمی دوست) کے پاس گیا کہا کہ عید کی آمد آمد ہے گھر میں کچھ نہیں ہے کچھ رقم قرض چاہئے، ہاشمی دوست نے وہی تھیلی اس کے حوالے کردی اپنی ہی تھیلی اسی طرح دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ تاجر دوست وہ تھیلی ہاشمی دوست کے ہاں چھوڑ کر میرے پاس آیا میں نے اسے پورا قصہ سنایا، درحقیقت تاجر دوست کے پاس بھی اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا، وہ سارا مجھے دیدیا گیا تھا اور خود قرض لینے ہاشمی کے پاس چلا گیا، ہاشمی نے جب وہ تھیلی حوالے کرنا چاہی تو راز کھل گیا۔

ایثار وہمدردی کے اس انوکھے واقعے کی اطلاع جب وزیر بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لیکر آئے کہنے لگا، ان میں دو ہزار آپ کے، دو ہزار آپ کے

سے نکل کر مجمع کو چیر پھاڑتا ہوا اس شخص تک پہنچا تو لوگ ڈر کے مارے دور بھاگ گئے اور اس بد کے ہوئے اونٹ نے صحابہ کی شان میں زبان درازی کرنے والے شخص کو اپنے پیروں اور منہ سے اس کے اعضاء چبا چبا کر برسر عام ہلاک کر ڈالا یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر لوگ دوڑتے ہوئے حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے اور انہیں خبر سنائی کہ ابو اسحاق (حضرت سعدؓ کی کنیت تھی) اللہ نے آپ کی بد دعا کی قبولیت ظاہر کر دی۔

(البدایہ والنھایہ جلد نمبر ۷، بحوالہ اللہ سے شرم کیجئے)

یہ چند واقعات ہماری سوچ کے لئے اور آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں، ورنہ تاریخ کے ہر دور میں ایسے واقعات پائے گئے ہیں کہ جن بدنصیبوں نے بھی اللہ کے نیک بندوں کو ستایا ہے ان کا حشر برا ہوا ہے، بُرے خاتمہ کے منجمد اسباب میں سے ایک سبب اولیاء اللہ سے بغض اور ان کی شان میں ہرزہ رسائی بھی ہے، حدیث قدسی میں وارد ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿من عادی لی ولیا فقد اذنتهٗ بالحرب﴾.

(بخاری شریف ۲)

یعنی جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں، اس لئے ہر مسلمان کو کسی بھی اللہ والے کی شان میں گستاخی اور زبان درازی سے پوری طرح احتراز کرنا لازمی وضروری ہے، تاکہ وہ حسن خاتمہ کی دولت سے محروم نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بدانجامی سے محفوظ رکھے (آمین ثم آمین)

ایثار و ہمدردی کا ایک انوکھا واقعہ

ایثار و ہمدردی یعنی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے غم اور دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کی معاشرتی تعلیمات میں سے ہے، معاشرہ کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقاء میں اس کا بڑا دخل ہے، اسلامی معاشرہ کی تاریخ میں اسلام کی تعلیم ایثار و ہمدردی کے بڑے عجیب وغریب واقعات ملتے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ یہ

دعوے میں جھوٹا ہے اور محض ریا کاری اور شہرت کے لئے اس نے یہ جھوٹے الزامات لگائے ہوں تو اس کی عمر لمبی فرما، (۲)......اس کے فقر و فاقہ کو طویل کر دے، (۳)...... اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے، اسی روایت کے راوی عبدالملک کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس شخص کو اس حال میں دیکھا کہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر لٹک آئی تھیں وہ راستہ پر چلتی لڑکیوں کو چھیڑ چھاڑ کرنے سے بھی باز نہ آتا تھا اور جب اس سے اس کا حال پوچھا جاتا تو جواب دیتا کہ "شیخ مفتون اصابتنی دعوة سعد" یعنی فتنہ میں مبتلا بوڑھا ہوں مجھے حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔ ﴿اللھم احفظنا منه﴾ (بخاری شریف جلد ۱)

صحابہؓ پر طعن و تشنیع کرنے والے پر حضرت سعدؓ کی بددعا

عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ "ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جو کہ سب کے سب کسی شخص کی گفتگو غور سے سر جھکا کر سننے میں مشغول تھے، آپ نے بھی تحقیق حال کے لئے سر اندر ڈال کر اس کی بات سنی تو دیکھا کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ (بن عوامؓ) پر لعن طعن کر رہا تھا، حضرت سعدؓ نے اسے اس حرکت سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا، تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو! اگر تو نہیں رکے گا تو میں تجھ پر بددعا کر دوں گا، اس نے کہا کہ آپ تو ایسی دھمکی دے رہے ہیں کہ گویا کہ آپ نبی ہوں؟ اس کے بعد حضرت سعدؓ گھر تشریف لے گئے، وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں بددعا کی کہ "اے اللہ! اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ شخص ایسے لوگوں پر سب و شتم کر رہا ہے جن کے نیک اعمال تیرے دربار میں پہنچ چکے ہیں اور اس نے انہیں برا بھلا کہہ کر تیرا غصہ مول لیا ہے، تو اسے آج ہی عبرتناک نشانی بنا دے۔

اب عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ بددعا مانگتے ہی ایک بدکا ہوا بختی اونٹ سامنے

وہ قیدی کہتا ہے: میں اٹھا، نماز پڑھی اور ان کلمات کو مسلسل دہراتا رہا، یہاں تک کہ مہدی نے مجھے بلالیا۔

سپاہی کہتا ہے: میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے مجھے اس نوجوان سے اس بات پوچھنے کی توفیق دی۔ میں مہدی کے پاس گیا اور ان کو سارا واقعہ سنا دیا۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم! اس نے سچ کہا۔ میرے خواب میں رسول خدا ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے مجھے اسے رہا کرنے کا حکم فرمایا۔

(الفرج بعد الشدۃ والضیقۃ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر بہتان لگانے والے کا انجام

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے مستجاب الدعوات صحابہ میں شامل میں ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ کے گورنر تھے، اہل کوفہ میں سے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں شکایتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچائیں، جن میں ایک شکایت یہ بھی تھی کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بلوا کر تحقیق فرمائی تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو انہیں آنحضرت کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واقعی آپ سے یہی امید تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو مزید تحقیق کے لئے کوفہ بھیجا کہ وہ مسجد جا کر معلوم کریں کہ کوفہ والوں کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا نظریہ ہے چنانچہ ان لوگوں نے جس مسجد میں بھی تحقیق کی وہاں کے لوگوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف کی، مگر جب یہ لوگ ''بنی عبس'' کی مسجد میں پہنچے تو وہاں ایک شخص جس کا نام اسامہ اور کنیت ابوسعدۃ تھی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ جب آپ اللہ کا واسطہ دیکر تحقیق کرتے ہیں تو سنئے! کہ سعد نہ تو جہاد میں جاتے ہیں، اور مال غنیمت کو تقسیم کرنے میں برابری نہیں کرتے اور نہ فیصلوں میں انصاف سے کام لیتے ہیں، اس کے یہ الزامات سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اب میں تین بددعائیں کرتا ہوں۔ (۱)...... اے اللہ! اگر یہ تیرا بندہ اپنے

یہاں رہنا پسند کرے تو اسے اتنا اتنا مال دے دینا۔

میں نے وہ دستخط نامہ اٹھایا اور جیل کی طرف چل پڑا۔

چنانچہ میں نے جیل میں داخل ہو کر اس نوجوان کو ڈھونڈا تو وہ مجھے مل گیا، وہ نکل کر میرے پاس آیا۔ وہ ایک بوسیدہ کپڑے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے امیر المومنین کا پیغام سنایا اور اس کو دونوں صورتوں سے آگاہ کیا۔ اس نے پیغام سن کر مدینہ منورہ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کو اختیار کیا تو میں نے تحفے اور سواریاں اس کے حوالے کئے۔ جب وہ سوار ہو کر جانے کے لئے آیا تو میں نے کہا:

اس ذات کی قسم ! جس نے تم پر سے مشقت کو دور کیا، کیا تم جانتے ہو کہ امیر المومنین نے تمہیں کس وجہ سے رہا کیا؟

وہ کہنے لگا: جی ہاں، سنو خدا کی قسم! میں جب رات کو سو رہا تھا تو میں نے خواب میں رسول ﷺ کو دیکھا انہوں نے مجھے جگایا اور فرمانے لگے۔

اے میرے بیٹے ! ان لوگوں نے تم پر ظلم کیا ہے میں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور دو رکعت پڑھو اور اس کے بعد یہ کہو:

"یا سامع الصوت ویا ناشز العظام بعدالموت صلی علیٰ محمد وعلی ال محمد واجعل لی من امری فرجاً ومخرجاً انک تعلم ولا اعلم وتقدر ولا اقدر وانت علامه الغیوب یاارحم الراحمین .

ترجمہ: اے پکار کو سننے والے، اے موت کے بعد ہڈیوں کو ترتیب دے کر زندہ کرنے والے! محمد ﷺ اور ان کے گھر والوں پر سلامتی اور برکت نازل کیجئے۔ اور میرے اس معاملہ میں آسانی کر دیجئے اور نکلنے کا کوئی ذریعہ بنا دیجئے۔ آپ کو پورا علم ہے اور مجھے کچھ علم نہیں۔ اور آپ قدرت رکھتے ہیں اور مجھ میں اتنی قدرت نہیں۔ اور اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! آپ تو غیب کی باتوں کو بھی خوب جاننے والے ہیں۔"

کاٹ کر اس لڑکے کی پشت کی طرف سے اس کے سر پر جا پہنچا اور پکڑ لیا اور وہ گھبرا کر رونے لگا اور روتے روتے مجھ سے ایک بات کہی میں نے اسے دلاسا دیا کہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ مگر یہ بات جو مجھ سے کہی ہے اس شخص کے سامنے بتا دے جسے تمہارا پتھر لگا ہے۔ میں اسے ساتھ لے آیا اور کہا اب بتاؤ تم نے اسے پتھر کیوں مارا لڑکے نے کہا اللہ کی قسم مجھے تو یہاں ایک کتا بیٹھا نظر آیا تھا میں نے اسے مارا تھا۔ میں نے لڑکے کو چھوڑ دیا اور ان حضرت سے پوچھا آپ سچ سچ بتائیں آپ نے میری بات کو دل سے جھٹلایا تھا انہوں نے اقرار کیا اور ہاتھ جوڑتے ہوئے کہنے لگے میری توبہ میں نے ایک سید اور بزرگ کے متعلق دل میں شبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت مجھے سزا دے کر تنبیہ کر دی۔ میری توبہ۔

(بخاریؒ کی باتیں از سید امین گیلانی) (بشکریہ، بیس بڑے مسلمان، حیات امیر شریعت)

مہدی ایک خواب دیکھنے کے سبب ایک علوی کو اپنی قید سے رہا کر دیتا ہے

مہدی نے ایک رات خواب دیکھا تو خوفزدہ ہو کر جاگ گیا اپنے سپاہی کو بلایا اور اس سے کہا: تم اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر اس بات کی قسم کھاؤ کہ ابھی جو حکم میں تمہیں دوں گا اس کی تعمیل کرو گے۔ وہ سپاہی کہتا ہے، میں نے کہا: کہاں میرا ہاتھ اور کہاں امیر المومنین کا سر مبارک، میں ضرور اس کو پورا کروں گا۔ اور میں نے عہد و پیمان کیا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

انہوں نے کہا: یہ دستخط نامہ لو، قید خانے جاؤ اور فلاں علوی حسینی کو ڈھونڈو اور جب وہ تمہیں مل جائے تو اسے قید سے نکال کر دو باتوں کا اختیار دے دو کہ یا تو ہمارے پاس آزاد ہو کر عزت و عیش کے ساتھ رہے یا پھر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جائے۔

اگر وہ جانا پسند کرے تو تم فلاں فلاں چیز اور اتنا اتنا سامان دے دینا۔ اور اگر وہ

یہاں ایک کتا بیٹھا نظر آیا تھا

یہ واقعہ نہ تو خواب کا ہے نہ کشف کا بلکہ عالم برادری اور جیتے جاگتے ماحول کی بات ہے۔ ہمارے شہر شیخوپورہ میں ایک ظریف الطبع ہنس مکھ آدمی جن کی ہر خاص وعام سے بے تکلفی ہے (ان کی عزت نفس کے خیال سے ان کا نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتا) ایک روز عصر کے وقت آئے اور میرے ساتھ دوکان کے باہر کرسی پر بیٹھ گئے۔ ہنس کر کہنے لگے شاہ جی آپ سید بادشاہ ہیں۔ بڑے اچھے آدمی ہیں۔ شاعر بھی بڑے کمال کے ہیں میرے دل میں آپ کی عزت بھی ہے اور محبت بھی۔ کاش آپ وہابی نہ ہوتے۔ ان کی یہ ساری باتیں محض دل لگی کی خاطر تھیں۔ پھر کہنے لگے آپ کے بخاری صاحب سید بادشاہ تھے۔ غضب کے خطیب تھے کئی بار میں نے ان کی تقریر سنی۔ خلقت پر جادو کر دیتے تھے۔ مگر تھے وہ بھی وہابی۔ میں نے بھی مزاحاً کہا وہابی کیا چیز ہوتی ہے۔ کہنے لگے یہی کہ لوگ پیروں فقیروں کو نہیں مانتے۔ میں نے کہا ہمارے شاہ جی تو پیروں فقیروں کو بہت مانتے تھے۔ بلکہ خود بھی اونچے درجے کے پیر فقیر تھے اور ساتھ ہی میں نے شاہ صاحب کا ایک واقعہ جس سے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی عظمت اور بزرگی واضح ہوتی تھی سنانا شروع کر دیا۔ وہ سن رہے تھے اور میں نے ان کے چہرے سے اندازہ لگایا کہ ان کو میری باتوں کا یقین نہیں آ رہا یا یقین کرنا چاہتے نہیں میں نے بات ختم کی تو کہنے لگے یہ بات واقعی سچی ہے میں ابھی کچھ کہنے لگا تھا کہ کہیں سے ایک کنکر اس زور سے ان کی کنپٹی پر آ کر لگا کہ وہ بے اختیار چیخے ''ہائے میں مر گیا'' اور ساتھ ہی کرسی سے گرنے والے تھے میں نے لپک کر سنبھالا۔ سر دبایا پانی پلایا تب کہیں انہیں ہوش آیا۔ میں نے حیرانی سے چاروں طرف نظریں دوڑائی کہ اچانک یہ بلا کدھر سے آئی۔ دیکھا تو کچھ دور ایک ۸، ۹ سالہ لڑکا دزدیدہ نظروں سے ہمارا جائزہ لے رہا ہے۔ میں تاڑ گیا یہ شرارت اسی کی ہے۔ میں بڑی خاموشی سے ادھر ادھر کھسکتا ذرا چکر

رسیدہ بزرگ تشریف لائے جن کا نورانی چہرہ ہی ان کی بزرگی کی شہادت دیتا تھا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ آپ لوگ پاکستان سے آئے ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو پوچھا پاکستان میں کوئی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نام کے بزرگ ہیں میں نے اقرار کرتے ہوئے شاہ جی کا مختصر سا تعارف کرایا اور تعجب سے دریافت کیا کہ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ ایک وسیع میدان میں ایستادہ ایک سمت یوں دیکھ رہے ہیں جیسے کسی کا انتظار ہو پھر میں نے دیکھا کہ بہت بڑا ہجوم حضور ﷺ کی طرف آرہا ہے۔ ہر شخص کا چہرہ نہایت نورانی، تابناک اور دل آویز ہے وہ ہجوم حضور ﷺ کے پاس آکر دائیں بائیں دو حصوں میں بٹ گیا۔ کچھ دیر بعد ایسا ہی ایک اور ہجوم نمودار ہوا وہ بھی نہایت خوبرو اور درخشندہ پیشانیوں والے لوگ ہیں۔ حضور ﷺ کے قریب آکر وہ بھی دائیں بائیں تقسیم ہو گئے۔ مگر حضور ﷺ اب بھی اسی طرح اسی جانب دیکھ رہے ہیں، جیسے اب بھی کسی کا انتظار ہو۔ اتنے میں صرف ایک شخص جو نہایت حسین وجمیل ہے آتا دکھائی دیا۔ جب وہ قریب تر پہنچا تو حضور ﷺ آگے بڑھے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے اس شخص سے مصافحہ کیا سینے سے لگایا اور اس کی پشت پر شفقت سے دست مبارک پھیرتے رہے۔ میں نے کہا یہ پہلا گروہ تو انبیاء کرامؑ تھے۔ دوسرا اصحابہ کرامؓ کا مگر یہ کون شخص ہے جس کا حضور ﷺ انتظار فرما رہے تھے اور اتنی محبت وشفقت کا اظہار فرمایا۔ تو آواز آئی یہ خدام ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پاکستانی ہے خوب بیان کرنے کے بعد اس بزرگ نے فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ وہ بیمار تھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔ امیر جماعت کہتے ہیں جب شاہ جی کی وفات کا علم ہوا تو ہم نے حساب لگا کر دیکھا۔ شاہ جی کی وفات اس روز ہوئی تھی جس کی شب کو اس بزرگ نے یہ خواب دیکھا تھا۔ (صحیح

(بیس بڑے مسلمان)

اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بھی بلند کر دیئے اور انہیں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا۔
مولانا نے اس مجمع عام میں بتایا کہ مجھ سے ایک بہت بڑے عارف اور بزرگ نے اپنا خواب یوں بیان کیا۔ میں ان کا نام عام لوگوں میں نہیں بتاؤں گا۔ ہاں کوئی خاص شخصیت تنہائی میں دریافت کرے تو بتا دوں گا۔ پھر بیان کیا کہ وہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کی حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہیں دائیں بائیں سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ بیٹھے ہیں اور سامنے ایک تو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دوسرے حضرت عبدالقادر صاحب رائے پوری بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ کے پاس دو عمامے ہیں آپ ﷺ نے ایک عمامہ سیدنا صدیق اکبر کو دے کر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عمامہ اس کے سر پر رکھ دو اس نے ہماری ختم نبوت کی حفاظت کے لئے بڑی محنت کی اور دوسرا عمامہ حضرت رائے پوری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ان کے سر پر رکھ دو۔ حضرت صدیق اکبرؓ جب عمامہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے سر پر رکھنے کے لئے بڑھے تو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے عرض کیا! حضور ﷺ میں نے جو کچھ لیا اپنے حضرت سے لیا ہے۔ (یعنی حضرت رائے پوری سے) اگر مناسب خیال فرمائیں تو پہلے عمامہ ان کے سر پر رکھیں پھر حضور ﷺ سے اجازت لے کر جناب صدیق اکبرؓ نے حضرت رائے پوری کا عمامہ ان کے سر پر پہنایا اور پھر شاہ جی کا عمامہ شاہ جی کے سر پر پہنا دیا گیا۔ (بخاری کی باتیں)

جن کا نورانی چہرہ ہی ان کی بزرگی کی شہادت دیتا تھا

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے مجھ سے فرمایا۔ جب حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بستر علالت پر تھے ان دنوں تبلیغی جماعت کے حضرات کی ایک جماعت کویت گئی ہوئی تھی۔ امیر حضرت فرماتے ہیں کہ کویت میں ہمارا مرکز کویت کی مرکزی جامع مسجد میں تھا ایک روز صبح کے وقت ایک سن

امداد کروں گا ورنہ خواہ مخواہ اپنے جاگنے کا اظہار کر کے کیوں پریشان کروں، میں نے دیکھا کہ مولانا اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چارپائی پر بیٹھ کر اس ہندو کے پاؤں دبانے شروع کیے، وہ خراٹے لے کر خوب سوتا رہا، مولانا محمود صاحب کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت! آپ تکلیف نہ کریں، میں دباؤں گا۔ مولانا نے فرمایا کہ تم جا کر سوؤ، یہ میرا مہمان ہے، میں ہی اس خدمت کو انجام دوں گا، مجبوراً میں چپ رہ گیا اور مولاناؒ اس ہندو کے پاؤں دباتے رہے۔

ہائے ایسی ہستیاں اب کہاں؟ آج تو حالت یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹنے کو دوڑتا ہے، ایک عالم دوسرے عالم کی ٹانگ کھینچنے کی فکر میں ہے، غیر مسلموں کی خدمت کا تو تصور بھی محال ہے۔

مالی مفاد سے لاپرواہی

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کسی جلسہ میں شرکت کے لئے میں اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایک ساتھ گئے ہیں۔ منتظمین نے مجھ سے مشورہ کیا کہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبؒ کی خدمت میں سفر خرچ کتنا پیش کیا جائے۔ شاہ صاحب نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ میں نے کوئی رائے دے دی ہے فرمایا کہ حالانکہ میں نے تمام عمر اس کا خیال بھی نہیں کیا۔ آمد و رفت کا کرایہ گھر سے لے کر چلتا ہوں اور خیال نہیں کرتا کہ کوئی ضرور دے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے ذریعے دے بھی دیا تو میں نے دیکھا بھی نہیں کہ کیا دیا ہے۔ (مولانا محمد علی)

شاہ جی نے اپنی ساری زندگی ختم نبوت کی حفاظت میں صرف کر دی

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ نے ایک جلسہ عام میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خدمات کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ چونکہ شاہ جی نے اپنی ساری زندگی ختم نبوت کی حفاظت میں صرف کر دی اس لئے

ایک عورت اروی بنت اویس نے حضرت سعید بن زیدؓ پر دعویٰ کر دیا کہ آپ نے اس کے مکان پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے، یہ معاملہ مروان بن الحکم تک پہنچا جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، حضرت سعید بن زیدؓ کو عدالت میں بلایا گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھلا میں کیسے کسی کی زمین دبا سکتا ہوں جبکہ میں نے خود آپ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالش زمین بھی غصب کرلے تو اس کے نیچے کی ساتوں زمین کی مٹی اس کے گلے میں قیامت کے دن طوق بنا کر ڈالدی جائے گی، مروان نے یہ جواب سن کر کہا کہ اس کے بعد آپ سے مزید کسی ثبوت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، (عورت مسلسل دعویٰ کرتی رہی) اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے یہ بددعا فرمائی کہ اے اللہ اگر یہ عورت اپنے دعوے میں جھوٹی ہے تو میرے دعویٰ کی سچائی لوگوں پر ظاہر فرما اس عورت کی بینائی سلب فرما، اور اس کی قبر اسی کے گھر میں بنادے، راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے کچھ روز بعد ہی مدینہ میں ایسا سیلاب آیا کہ اس سے مکان کے اصل بنیادیں ظاہر ہوگئیں اور حضرت سعیدؓ کی سچائی ظاہر ہوگئی، کچھ عرصہ کے بعد مدعیہ (دعویٰ والی) عورت کی بینائی جاتی رہی اور پھر ایک دن وہ عورت ڈھنڈول کر اپنے گھر میں چل رہی تھی کہ گھر ہی کے ایک کنویں میں گر کر مر گئی۔

(مسلم شریف بحوالہ اللہ سے شرم کیجئے)

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

مولانا محمود صاحب رام پوری فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے، میں حضرت شیخ الہند کے یہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائیوں کے گھر کھانا کھا کر میرے پاس آگیا میں بھی یہاں رہوں گا، اس کو ایک چارپائی دیدی گئی، جب سب سو گئے تو رات کو میں نے دیکھا کہ مولاناؒ زنانہ سے تشریف لائے میں لیٹا رہا اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی مشقت کا کام کریں گے تو میں

دیکھا تو اس شخص کی گردن الگ تھی، پوچھنے والے نے پوچھا اس کو کس نے قتل کیا کہا گیا کہ اس کو امام ابوحنیفہؒ کے صبر نے قتل کر دیا ہے۔

ہیچ قومے راخدا رسوانہ کرد   تا دل صاحب دلے نامد بدرد

کسی قوم کو اللہ تعالیٰ نے رسوانہیں کیا جب تک کہ اس نے کسی ولی اللہ کے دل کو درد پہنچایا۔ (اشرف الحکایات)

حضرت سعید بن زیدؓ پر جھوٹا دعویٰ کرنے والی عورت کا انجام

مشہور مصنف علامہ ابن ابی الدنیاؒ نے اپنے معرکۃ الآراء رسالہ "**من عاش بعد الموت**" میں اس قسم کے کئی واقعات لکھے ہیں کہ صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کرنے کے بعد مرتے وقت انہوں نے آگ آگ چلانا شروع کر دیا اور جب ان کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی جاتی تو وہ جواب دیتے کہ ہم پڑھ نہیں سکتے، (بلکہ اللہ نے زبان پر کلمہ ہی جاری نہ کیا) اس لئے کہ ہم ایسی جماعت سے متاثر تھے جو حضرات صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کرتے تھے۔

اسی طرح کے عبرت ناک واقعات کتب تاریخ میں بکثرت موجود پائے جاتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام سے بغض وعداوت اور بدانجامی کا سب سے بڑا سبب ہے، بعض واقعات اس طرح کے بھی ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنے والوں کی صورتیں ذلیل جانوروں میں تبدیل کر دی گئیں ہیں، بعض کو مختلف قسم کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزائیں ملی۔

اب چند ایک واقعات صحابہ کرامؓ پر سب شتم کرنے کے جرم میں سزا پانے والوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سعید بن زیدؓ کا شمار ان دس خوش نصیب صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جن کو جناب رسول اللہ ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت مرحمت فرمائی ہے۔

اپنا (بُرا) سامنہ لیکر چل پڑے اور ان کو راہ فرار اختیار کرنا پڑا۔

(ایضاً، جلد ۱، ص: ۴۱)

حضرت لقمان علیہ السلام کا خربوزہ کڑوا

حضرت لقمان علیہ السلام پہلے ایک مالدار شخص کے غلام تھے، وہ شخص آپ کی ذکاوت اور ذہانت کی وجہ سے آپ سے بہت محبت رکھتا تھا، اور وہ آپ کو اپنے ہاتھوں سے کھانا وغیرہ اور کھانے کے لئے لذیذ ترین اشیاء بھی پیش کیا کرتا تھا، ایک دن اس شخص نے خربوزہ کاٹ کر اسکی قاسیس (پھانکیں) آپ کی خدمت میں پیش کیں آپ مزے لے لے کر کھانے لگے، یہاں تک کہ اس شخص نے سارا خربوزہ کھلا دیا، مگر آخری قاس (پھانک) اس نے خود کھائی تو وہ اتنی کڑوی تھی کہ کڑواہٹ کی وجہ سے اس کی زبان پر آبلہ پڑ گیا، اس نے حضرت لقمانؑ سے کہا کہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ خربوزہ کڑوا ہے حضرت لقمانؑ نے فرمایا جس آقا کے ہاتھ سے بے شمار لذیذ اور میٹھی چیزیں کھائیں، آج اس کے ہاتھوں ایک کڑوی چیز ملی تو میری غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ خربوزہ کڑوا بتلا کر اسے شرمندہ کروں۔ (ایضاً، ص: ۲۷۶)

امام ابوحنیفہؒ کے صبر نے قتل کر دیا

ایک شخص امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس گستاخی کی نیت سے آیا اور پوچھا کہ کیا آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ آپ کی والدہ زندہ ہیں؟ فرمایا ہاں زندہ ہیں، کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی والدہ بڑی حسینہ جمیلہ اور بڑی خوبصورت ہیں اس لئے میں ان سے نکاح کرنے آیا ہوں، آپ ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے، آپ نے فرمایا وہ عاقل بالغ ہیں انہیں اپنے نکاح کا خود اختیار ہے میں جبر نہیں کر سکتا، البتہ ان سے پوچھ سکتا ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ گھر اپنی والدہ محترمہ سے پوچھنے جاتے ہیں تو اتفاق سے پیچھے مڑ کر

کے کشتی تیار ہو جائے اور بغیر ملاح کے کشتی چلنے لگے۔(یہ ناممکن سی بات ہے)

امام صاحب نے فرمایا بدبختوں اگر ایک درخت بغیر کاٹنے والے کے نہیں کٹ سکتا، تخت بغیر جوڑنے والے کے جڑ نہیں سکتے، کشتی بغیر کاریگر کے تیار نہیں ہو سکتی، بغیر ملاح کے چل نہیں سکتی تو کائنات کا یہ سارا نظام، یہ شجر وحجر، یہ نہریں اور دریا، شمس وقمر، یہ حیوان اور انسان، یہ سب کچھ بغیر کسی چلانے کے کیسے چل سکتا ہے اور یہ خود بخود وجود میں کیسے آسکتا ہے؟......اتنا بڑا کارخانہ عالم خود بخود اور بغیر کسی کے چلانے والے کے کیسے چل رہا ہے کیا اس کو کوئی چلانے والا نہیں؟ ان دہریوں کی سمجھ میں بات آگئی، اور انہوں نے تائب ہو کر ایمان قبول کر لیا۔(سبحان اللہ)

(ندائے منبر ومحراب جلد ا، ص:۳۹)

وجود باری تعالیٰ پر ایک بڑھیا کی دلیل

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی چرخے پر سوت لپیٹ رہی تھی اور منہ سے اپنی عادت کے موافق خدا تعالیٰ کا پیارا پیارا نام اللہ اللہ اللہ گنگنا رہی تھی ایک جنٹلمین کو یہ بہت ہی برا لگا اور بڑا ناگوار گزرا اور اس جنٹلمین نے ناک چڑھاتے ہوئے بڑھیا سے پوچھا کہ تو جس خدا کا نام لیتی ہے آخر اس کے ہونے پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے بڑھیا نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا اور کہا کہ دلیل تو میں کیا جانوں مجھے تو یہ بتاؤ کہ یہ چرخہ کیوں نہیں چل رہا۔

جنٹلمین نے کہا کہ اس لئے کہ تم اس کو نہیں چلا رہی، جب تم چلاؤ گی تو چل پڑے گا، بڑھیا نے کہا ارے عقل کے اندھے، بدو اگر ایک چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو اتنا بڑا کارخانہ حیات بغیر کسی چلانے والے کے کیسے چل رہا ہے۔

سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے اور اپنے وقت پر غروب ہوتا ہے، چاند اپنے معیّنہ تاریخوں میں گھٹتا اور بڑھتا ہے، موسم اپنے مقررہ اوقات میں بدلتے ہیں جنٹلمین

موتی کے توڑنے سے حاکم کے حکم کا توڑنا زیادہ جرم ہے اسی لئے میں نے اس کے احکام بجالانے کی کمر باندھ رکھی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی وجود باری تعالیٰ پر ایک انوکھی دلیل

دہریوں کی ایک جماعت نے امام ابوحنیفہؒ پر حملہ کر دیا تھا اور آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے آپ نے فرمایا پہلے ایک مسئلے میں مجھ سے بحث کرلو؟ اس کے بعد اختیار ہے چاہے (زندہ رکھو یا قتل کر دو) وہ مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے یا نہیں؟ چنانچہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی اس بات کو منظور کرلیا، اور مناظرہ کی تاریخ اور وقت بھی طے ہو گیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ مجلس مناظرہ میں دیر سے پہنچے، انہوں نے اس پر بڑا شور کیا کہ آپ دیر سے کیوں آئے؟

آپؒ نے فرمایا پہلے میری بات سنو، شاید کہ آپ لوگ مجھے اس تاخیر پر معذور سمجھیں انہوں نے کہا اچھا بتائیے، کیا بات ہے۔

آپؒ نے فرمایا کہ آج تو عجیب و غریب صورت دیکھنے میں آئی کہ جب میں دریا کے کنارے پر پہنچا تو وہاں دور دراز تک کوئی کشتی کا نام و نشان نہ تھا، میں حیرت میں تھا کہ دریا کس طرح عبور کروں گا، اسی اثناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت خود بخود کٹ گیا اور خود ہی اس کے تختے بن گئے پھر بغیر کسی کاریگر کے اور بغیر کیلوں کے ان تختوں نے جڑنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ کشتی تیار ہوگئی پھر وہ بغیر کسی ملاح کے پانی پر چلتی ہوئی میرے پاس آگئی اور میں اس میں سوار ہو گیا وہ کشتی چلنے لگی اور میں یہاں تک کہ دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

دہریوں نے یہ واقعہ سنا تو اپنی تیز اور قہقہے کی آوازوں سے آسمان سر پر اٹھا لیا کہنے لگے ایسا بھی بھلا کہیں ہوسکتا ہے کہ بغیر کاٹنے کے درخت کٹ جائے بغیر کاریگر

میں لگے رہتے تھے، جب تک وہ زندہ رہیں ان کی تنہائی کے خیال سے حج نہیں کیا، اور انہی کی وجہ سے وہ جمال نبوی ﷺ کے دیدار سے محروم رہے۔ ان کی وفات کے بعد فریضۂ حج ادا کرنے کا موقع ملا۔ ان کے پاس کیا تھا، چند لوگوں نے سامان سفر پیش کیا، اس وقت وہ فریضۂ حج سے فارغ ہو سکے۔ (مستدرک حاکم: ج۳)

ماں کی خدمت بہت بڑی سعادت اور عبادت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔'' اس پر وہ سختی کے ساتھ عامل رہے، اور اس چیز نے ان کا روحانی درجہ بلند کر دیا۔

تم نے شاہی حکم توڑا میں نے موتی توڑا تو کیا ہوا

ایاز، سلطان محمودؒ کا وزیر تھا لوگوں نے سلطان محمود سے پوچھا کہ آپ ایاز کو زیادہ کیوں چاہتے ہیں؟ اس کے اندر کیا بات ہے، سلطان نے کہا کہ کسی وقت بتادیں گے کہ اس کے اندر کون سی بات ممتاز ہے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ سلطان محمود نے خزانہ میں سے ایک بڑا قیمتی موتی نکالا وزیر اعظم سے کہا کہ اس کو توڑ ڈالو، وزیر اعظم نے سمجھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ سلطان کو آج خلل دماغ ہے، عرض کیا کہ حضور پھر ایسا موتی اور نایاب میسر نہ ہوگا اس حکم پر پھر نظر ثانی کر لیجئے، اس کے بعد دوسرے وزیر کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دے وزیر ثانی نے سوچا کہ جب وزیر اعظم نے باوجود مجھ سے زیادہ سمجھدار ہونے کے نہیں توڑا تو میں کیوں توڑوں، اس نے بھی عذر کیا، غرض سب نے انکار کر دیا تو آخر میں خلیفہ نے ، ایاز کو حکم دیا کہ اس کو توڑے، ایاز نے کہا بہت اچھا، فوراً پتھر، لا کر ایک کے اوپر موتی رکھا اور دوسرے کو اس کے اوپر دے مارا، وہ چکنا چور ہو گیا، وزیر اعظم اور دوسرے وزراء نے ملامت کی کہ ایسا قیمتی موتی توڑ ڈالا، ایاز نے کہا کہ تم سب پاگل ہو تم نے بادشاہی حکم توڑا اور میں نے موتی توڑا کیا ہوا؟......

نقص امراز کسر در دشوار تر لاجرم با مراد بستہ کمر

شہرت سے پرہیز

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ جن کو بارگاہِ رسالت سے خیر التابعین کا لقب ملا تھا، عشق ومحبت کے پیکر تھے۔ شہرت وناموری سے بہت دور بھاگتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ کوفہ کے حاکم کے نام خط لکھ حسن وسلوک کی ہدایت کردوں، مگر آپ نے منظور نہ کیا اور جواب دیا کہ میں زمرۂ عوام میں رہنا پسند کرتا ہوں۔ آپ کی روحانیت کی خوشبو چھپ نہ سکی اور لوگوں کا رجحان آپ کی طرف بڑھنے لگا۔

اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی مجھے اویس قرنیؒ کے پاس لے گئے۔ وہ دو رکعت نماز تمام کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، آپ لوگوں کا بھی میرے ساتھ عجیب معاملہ ہے، آپ میرے پیچھے پیچھے کیوں چلتے ہیں؟ میں ایک ضعیف انسان ہوں، میری بہت سی ضروریات ہیں جنہیں میں آپ کی وجہ سے پوری نہیں کرسکتا، آپ لوگ ایسا نہ کیجئے۔ خدا آپ پر رحم کرے، اگر کسی کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو وہ عشاء کے وقت مل لیا کرے۔ اس مجلس میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں، سمجھدار مومن، بے سمجھ مومن اور منافق۔ ان تینوں کی مثال درخت اور بارش کی سی ہے۔ اگر سرسبز وشاداب اور پھل دار درخت پر پانی برستا ہے تو اس کی تراوٹ وشادابی اور حسن و خوبصورتی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہے، اور اگر شاداب مگر بے پھل والے درخت پر برستا ہے تو اس کے پتوں میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور وہ پھل دینے لگتا ہے، اور اگر خشک گھاس اور کمزور شاخ پر برستا ہے تو اسے توڑ پھوڑ ڈالتا ہے۔ (اصابہ: ج ۱، ص ۱۴۰)

واقعہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیم میں انسانوں کے لئے رحمت کا بے پایاں پہلو ہے، یہ بعض کے حق میں تو خیر وبرکت کا سبب ہے، جن کے دلوں میں خلوص نہیں اور جو کج فطرت ہیں ان کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ (اشرف الحکایات)

ماں کی خدمت

دنیاوی تعلقات میں حضرت اویس قرنیؒ کی تنہا ایک ماں تھیں۔ ان کی خدمت

حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا یہ کھانا واپس لے جاؤ یہ میرے واسطے نہیں دیا گیا ہوگا کسی دوسرے کو دیا گیا ہوگا؟ لانے والے نے کہا نہیں حضرت! آپ ہی کا نام لیکر کہا تھا، حضرت رابعہ بصریہؒ نے کہا یہ تو بے حساب ہے کیوں کہ خدا کی راہ میں دو روٹیاں خیرات کیں ہیں اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک کے بدلے میں کم از کم دس ملیں تو اس حساب سے تو بیس روٹیاں ہونی چاہئیں تھیں اور یہ تو اٹھارہ ہیں، میرا خدا وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اسی وجہ سے یہ کھانا میرے واسطے نہیں ہے، لانے والے نے کہا حضرت آپ کا حساب بالکل صحیح ہے واقعی بیس روٹیاں تھیں دو روٹیاں میں نے چرالی ہیں ان کو ابھی لاتا ہوں آپ کھانا واپس نہ کریں، یہ حصہ معلوم کر کے آپ کو اطمینان ہوا اور کھانا اپنے پاس رکھ لیا۔

واقعی اہل اللہ کے مال کی چوری بھی نہیں چھپتی تو دیکھئے ان بزرگ کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روزی کم نہیں ہوتی بلکہ روزی (دس گناہ) بڑھتی ہے۔ (ایضاً ص:۸۵)

محبت رسول ﷺ میں

حضرت عبداللہ بن عون رسول اللہ ﷺ سے والہانہ شیفتگی رکھتے تھے، اور محبت رسول میں مستغرق رہتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ ایک مرتبہ خواب ہی میں رخ انور کی زیارت ہو جاتی۔ خدا نے ان کی یہ تمنا پوری کی۔ وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب میں جمال نبوی ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے، اس شرف پر ایسے وارفتہ ہوئے کہ بالاخانے سے اتر کر فوراً مسجد میں آئے اور انتہائی مسرت میں گر پڑے۔ پیروں میں چوٹ آئی ایک یادگار کی حیثیت سے اس چوٹ کا علاج نہ کیا کہ یہ محبت رسول ﷺ میں ہے۔

نے اپنی سفید ڈاڑھی پکڑ کر انہیں جواب دیا کہ ”بڑا تعجب ہے مجھ جیسے شخص سے بھی تم یہ باتیں پوچھنے آگئے، جاؤ جس نے تمہیں بھیجا ہے اس سے جا کر کہہ دینا کہ اسی برس سے تو میں ان ہی سوالات کے جوابات دنیا والوں کو بتلاتا چلا آیا ہوں اب کیا میں خود ہی بھول جاؤں گا؟ یہ سنتے ہی وہ دونو فرشتہ پھر کچھ نہ بولے، چپکے سے نکل کر روانہ ہوگئے۔

ایک جاہل کا پادری کو دندان شکن جواب

رڑکی (بھارت) میں ایک عیسائی کہہ رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے ایک لڑکے نے کہا کہ خدا کے اور بھی بیٹے ہیں یا نہیں؟ پادری نے کہا خدا کا اور کوئی بیٹا نہیں ہے اس لڑکے نے کہا بس تیرے خدا کے اتنے زمانے میں ایک ہی بیٹا ہوا ہے میرے نکاح کو دیکھ اتنے کم عرصے میں اس وقت میرے گیارہ بیٹے ہیں اور اب بھی انشاء اللہ اور بیٹے ہوں گے تو میں تیرے خدا سے ہی اچھا رہا۔

اس لڑکے کا جواب اگر چہ فی نفسہ ایک معقول بات ہے، واقعی اگر خدا کے لئے بیٹا ہونا ممکن ہے تو اس کی کیا وجہ کہ اس کا ایک بیٹا ہی ہوا ہے اس سے زیادہ کیوں نہیں؟ حالانکہ اس کی مخلوقات میں ادنی سے ادنی آدمی کے بہت اولاد ہوتی ہے۔

(اشرف الحکایات)

اہل اللہ کے مال میں تو چوری بھی ممکن نہیں

حضرت رابعہ بصریہؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دن ان کے یہاں کچھ مہمان آئے، گھر میں سوائے دو روٹی کے کچھ نہ تھا تھوڑی دیر کے بعد ایک سائل آیا انہوں نے یہ دو روٹیاں اس سائل کو دیدیں، مہمانوں نے دل میں شکایت کی کہ ہم یہی دو روٹیاں کھا لیتے؟ یہ بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کر ڈالیں تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے آواز دی، پوچھا گیا کون ہے؟ کہا فلاں شخص نے آپ کے واسطے کھانا بھیجا ہے آپ نے قبول کیا اور روٹی گننا شروع کیں تو اٹھارہ تھیں۔

حدود میں ہوں اس کی پاداش میں اخراج وغیرہ جو چاہیں میرے لئے تجویز کر سکتے ہیں، تو نواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا اور میرا نقصان ہوگا، یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں''۔ یہ سن کر ......نواز جنگ صاحب کی آنکھیں کھل گئی اور کہا کہ:۔''ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی''۔غرض کہ استغناء اور توکل کی وجہ سے حضرت تھانویؒ ہر جگہ غالب ہی رہتے تھے''۔ (تلخیص از بیس بڑے مسلمان)

خانہ خدا کی خدمت

حضرت عبید اللہ بن مرزوقؒ فرماتے ہیں کہ ایک مدنی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اور حضور کو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی، کچھ دنوں کے بعد اس قبر کی طرف سے آپ ﷺ کا گزر ہوا تو پوچھا،''یہ نئی قبر کس کی ہے''؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ قبر ام محجنؓ کی ہے۔ پھر آپ نے پوچھا''وہی ام محجنؓ جو ہماری مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟''صحابہ نے عرض کیا''جی ہاں''یہ سنتے ہی آپ نے قبر کی طرف منہ کر کے سوال کیا''اے ام محجنؓ بتاؤ تم نے وہاں کس عمل کو زیادہ قیمتی پایا''؟ صحابہ پوچھنے لگے''یا رسول اللہ! وہ کیا اب سن رہی ہے''؟ حضور نے جواب دیا ہاں وہ تم زندوں سے زیادہ سن رہی ہے اس کے حضور نے ان کا جواب بھی صحابہ سے نقل کیا کہ وہ مسجد میں جھاڑو دینے کے عمل کو سب سے بہتر عمل بتا رہی ہیں۔

نکیرین کی لاجوابی

سلفی نے طیورات میں حضرت سہیل بن عمارؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے مشہور بزرگ یزید ہارونؒ سے ان کے وفات سے چند روز بعد خواب میں دیکھ کر اس عالم کا حال پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ سب سے پہلے تو میری قبر میں دو فرشتے بہت ہی زیادہ کریہ المنظر بد لہجہ میرے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ تمہارا دین کا ہے؟ نبی اور رسول کون ہیں؟ تو میں

کا میری زیارت کو جی چارہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا، اگر فرصت ہوتو آپ تشریف لے آیئے، ورنہ مجھے اجازت فرمایئے کہ میں خود حاضر ہو جاؤں''۔

غرض یہ کہ خود آئے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مے فرمایا کہ میرا یہ طرز عمل اس لئے تھا، کہ دنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں اہل دین کو بیوقوف سمجھتے ہیں ان کو یہ دکھانا تھا کہ اہل علم کی یہ شان ہے کہ پہلے تو تذلل سے بچنا مقصود تھا، مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کر چکے تو اب کھنچنا تکبر ہے، اللہ کو شکر ہے کہ اس نے محفوظ رکھا، ملاقات کے دوران میں وہ نواب صاحب حیدر آباد دکن کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے، اس کے بعد کہا کہ نواب صاحب سے ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہے۔آپ (حکیم الامت حضرت تھانویؒ) نے پوچھا'' یہ آپ کی خواہش ہے یا نواب صاحب کی''۔'' کچھ سکوت کے بعد کہا کہ میری خواہش ہے ''۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سوال کیا کہ'' جس وقت آپ نے مناسب اور غیر مناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا۔اس پر بھی غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟'' کہا:۔'' نواب صاحب کا''۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا،'' نفع نواب صاحب کا، اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جارہی ہے۔مطلوب کو طالب اور طالب کو مطلوب بنایا جارہا ہے''۔اس پر کوئی جواب نہ دیا:۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ،'' اب میں خود عرض کر رہا ہوں کہ اس صورت میں کہ میں خود ملاقات کو جاؤں، مضرت ہی مضرت ہے نفع کچھ بھی نہیں، اگر میں ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہوں گا اس صورت میں ان کو مجھ سے کچھ نفع ہوگا ہاں اس سے مجھ کو نفع ہوسکتا ہے اس لئے کہ اس کے پاس جو چیز ہے وہ مجھے ملے گی یعنی دنیا وہ بقدر ضرورت بھی ان کے پاس نہیں یعنی دین۔اگر میں گیا بھی جو ان کے پاس ہے یعنی دنیا ،منصب، وظیفہ (وغیرہ) وہ مل بھی گیا تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے اگر قبول کرتا ہوتو اپنے مسلک کے خلاف، اگر قبول نہیں کرتا تو آداب شاہی کے خلاف، کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہوگی، اور چونکہ اس وقت میں اس کی

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نزدیک اہل علم کی شان

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ اپنے ایک اہل علم دوست کی فرمائش پر تشریف لے گئے، سات ہی روز گزرے تھے کہ ایک نواب فلاں نواز جنگ کا پرچہ آیا، جو نواب صاحب حیدرآباد (دکن) مرحوم کی ناک کا بال اور ارکان سلطنت میں سے لکھا تھا کہ:۔

''عرصہ سے مجھے زیارت کا اشتیاق تھا، مگر بدقسمتی سے 'تھانہ بھون' کی حاضری نصیب نہیں ہوئی، برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں، فلاں فلاں وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے''۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب لکھا کہ:۔ ''بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے دل میں دین اور اہل دین کی محبت اور عظمت ہے مگر نیچے کی سطر پڑھ کر افسوس کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں فہم سے کام نہ لیا گیا جس کے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے، یہ کون سی فہم وتہذیب کی بات ہے''؟ اس پر نواب صاحب نے اپنی کج فہمی کی معافی چاہی اور لکھا کہ:۔ حضرت والا ہی اپنی ملاقات تحریر فرمائیں۔ اس پر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان کو ایک اور سبق دیا کہ:۔ ''اب بھی پورے فہم سے نہیں لیا گیا مردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط غیر اختیاری ہوتا ہے، آپ ساتھ رہیں جس وقت مجھ کو فارغ دیکھیں ملاقات کر لیں''۔ اس پر انہوں نے لکھا:۔ بدفہمی پر بدفہمی ہوتی چلی جا رہی ہے میں نہ اب اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں۔ جس وقت فرصت ہوگی حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہو جاؤں گا اگر فرصت نہ ہوئی تو لوٹ آؤں گا ''۔ جب حضرت مولانا تھانویؒ نے دیکھا کہ اصلاح پزیر ہو گئے ہیں تو دل جوئی کے طور پر لکھا:۔ ''اب پورے فہم سے کام لیا گیا ہے جس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ آپ

ہوا اور دریافت کیا کہ پھر آپ نے اتنی محنت کیوں کی؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ:۔''آخرت کے ثواب کے لئے۔'' وہ انگریز کہنے لگا کیا ابھی مسلمانوں میں ایسے خیال کے لوگ موجود ہیں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب دیا۔''بہت کثرت سے''۔

دین اور دنیا، دونوں میں عزتیں ہونگی

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ میں بچپن میں خواب بہت دیکھا کرتا تھا۔ اب تو بالکل نظر نہیں آتے۔ اور تعبیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے لیا کرتا تھا مولانا نے بعض اوقات استخارہ تک مجھ سے کرایا ہے کہ تجھے خواب سے مناسبت ہے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ مولانا دیوبندی کے مردانہ مکان میں دروازے کے سامنے جو چبوترہ ہے اس کے کنارے پر ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے اور اس پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں جو بہت نازک پتلے دبلے، قد بھی اچھا، کپڑے نہایت نفیس بڑے قیمتی تھے۔ انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ (ہم نے تم کو عزت دی) اور اس کاغذ پر بہت سی مہریں ہیں جو نہایت صاف تھیں اور مہر میں صاف لکھا ہوا تھا (محمد ﷺ آپ کو حلیہ شریف میں دیکھنا کچھ ضروری نہیں) اسی خواب میں پھر یوں دیکھا کہ تھانہ بھون میں شادی لال تحصیل دار کے مکان میں پھاٹک کے متصل جو مکتب تھا اس کے اندر کے درجہ میں ایک انگریز اجلاس کر رہا ہے لباس اس کا بالکل سیاہ ہے (یہ معلوم نہیں مکان میں کیونکر پہنچا) اس میں بھی مہریں بہت مگر صاف نہ تھیں۔ میں نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو دین اور دنیا کی دونوں عزتیں نصیب ہوں گی (جامع کہتا ہے کیسی برجستہ تعبیر ہے کہ آج جس کو ایک عالم اپنی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اللھم زد فزد)

درخواست ہے کہ ہم اس کے اہل نہیں! نالائق ہیں۔ پورا مدرسہ ہمارے اکابر اساتذہ بد نام ہو جائیں گے جلسہ روک دیا جائے اور ہماری نالائقیوں سے پردہ نہ اٹھایا جائے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے عیب پر پردہ پڑا رہے"۔...... یہ سن کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو جوش آ گیا اور فرمایا:۔ "یہ تمہاری نالائقی کا احساس تمہاری سعادت مندی ہے اور جب آدمی میں اپنی نالائقی کا احساس آجائے تو یہ اس کے کمال اور اس کی فضیلت وسعادت مندی کی دلیل ہوتی ہے اور ہم جو یہ جلسہ کر رہے ہیں تو وہاں ہم اعلان کر دیں گے کہ "**فیما بیننا و بین اللہ**" ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ لوگ ہمارے نزدیک اہل ہیں اور قابل ہیں جس کی مرضی ہو ان کا کسی بھی فن میں امتحان لے لے:۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ ہم لوگ اور بھی ڈر گئے کہ آئے تھے جلسہ رکوانے کو اور یہاں امتحان دینے کا الگ کہہ دیا گیا۔ بہرحال ہم وہاں سے چلے آئے چلتے وقت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک جملہ فرمایا تھا کہ:۔ "دنیا گدھوں سے بھری پڑی ہے جہاں تم جاؤ گے وہاں تم ہی تم ہو گے اور تمہارا ہی غلبہ ہو گا"۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ:۔ ہم نے یہ تجربہ کیا کہ، جہاں گئے ہم ہی نظر آئے جہاں گئے غالب ہی رہے کہ حق ہی کو غلبہ ہے۔ "**الحق یعلوا و لا یعلی**"" غالبیت کے لئے حق ہے اور مغلوبیت باطل کے لئے ہے"۔

تفسیر لکھنے میں آپ کو کتنا روپیہ ملا؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک مرتبہ دہلی تشریف لے گئے وہاں ایک انگریز نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ملاقات کی اور اول سوال اس نے یہ کیا کہ:۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے کوئی تفسیر لکھی ہے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا ہاں لکھی ہے اُس نے دریافت کیا: "آپ کو اس میں کتنا روپیہ ملا ؟" حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جواب دیا ایک بھی نہیں۔ وہ سن کر بہت حیران

وفات) نے میری کمر توڑ دی...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ایک خادم مولوی رحمت اللہ پانی پتیؒ اپنے خطوں میں ہمیشہ محمود احمد کو سلام لکھتے۔ آخر دو سال کے بعد امام ربانی نے ان کے خطوط کے جواب میں یوں تحریر فرمایا'' آپ خط میں حافظ مسعود احمد کو سلام لکھا کریں۔ حافظ محمود احمد مرحوم دو (۲) سال ہوئے کہ اس عالم سے رحلت فرما کر مجھ ناکارہ کو پریشان وحیران کر گئے ہیں۔ جب تم اس کو سلام لکھتے ہو مجھ کو بے قراری ہو جاتی ہے۔ آئندہ اس کا نام مت لکھنا۔''

جہاں تم جاؤ گے، وہاں تم ہی تم ہو گے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں چودہ طلبہ دورۂ حدیث میں تھے۔ دستار بندی کی تجویز ہوئی یہ دارالعلوم دیوبند کا دوسرا جلسہ تھا ہمیں بھی پگڑی باندھنے کا اردہ کیا۔ تو ان چودہ طالب علموں نے آپس میں مشویہ کیا کہ جلسہ کو رکوانے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ہم امیوں کو پگڑی بندھوائی جائے گی اور ہم اہل نہیں ہیں جس سے مدرسہ کی بدنامی ہوگی غرض ان چودہ طالب علموں نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا کہ جا کر مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے جلسہ رکوانے کی درخواست پیش کریں حضرت مولانا موصوف دارالعلوم دیوبند کے اول مدرس تھے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جب ان کی خدمت میں پہنچے آپ کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھے اور انتہائی انہماک کا عالم تھا۔ رعب کا یہ عالم تھا کہ ہر آدمی بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اچانک نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کھڑے ہیں۔ آپ نے پوچھا خیر تو ہے کیسے آنا ہوا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ:

''میں نے درخواست پیش کی کہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جلسہ دستار بندی ہو رہا ہے۔ حکم کی تکمیل سے تو انکار نہیں اگر عرض کرنے کا موقع دیں تو ہماری

نے امام احمدؒ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھ کر انجام کے متعلق سوالات کئے۔تو امام احمدؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے روبرو طلب کر کے ارشاد فرمایا:''اے احمد !تم نے دنیا والوں کے جبر وظلم کا جس ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اس کے حوصلہ میں اب ہم تمہیں قیامت تک اپنا کلام خود اپنی زبان سے سناتے رہیں گے ،چنانچہ اسی وقت سے برابر اس شرف سے حظ اندوز ہو رہا ہوں'' (ابن عساکر)

حوادثات اور صدمات پر صبر

دنیاوی حوادثات وصدمات قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ صبر کرنے میں کوہ استقلال تھے۔ایک دفعہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے پانچ عزیز آپ کا نواسہ، بیٹا، مرحوم بیٹے کی بیوی شیر خوار بچہ چھوڑ کر اور نوسی کے بعد دیگر فوت ہو گئے

قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایسا کمال صبر کا مظاہرہ کیا کہ لوگ انگشت بدندان تھے۔ان کو کبھی تزکرہ نہ کرتے۔زندگی میں تین واقعات ایسے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جانے والوں کا ذکر کیا ہے ایک مرتبہ مولانا یحییٰ کاندھلوی (قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ان کے نہایت درجہ مشفق ومہربان تھے) سے ایک موقع کی مناسبت سے فرمایا'' مولوی یحییٰ ،تمہاری عقل کو ہیضہ تو نہیں ہو گیا'' ان کے جانے کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دوسرے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ میں نے مولوی یحییٰ کو ویسے ہی کہہ دیا ورنہ ہمارے گروہ میں سبھی ان کو عقل مند مانتے ہیں۔انہوں نے اسباتا جواب دیا تو فرمایا......مزاج دانی تو مسعود احمد کی ماں ہی کو تھی......اس سے قارئین یہ خیال نہ فرمائیں کہ شاید حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو ان حوادث کا صدمہ ہی نہیں ہوا۔صدمہ تو ہر انسان کو ہوتا ہے مگر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اظہار نہیں فرماتے تھے۔بس اتنا ہی اظہار ہوتا جتنا سنت سے ثابت ہوتا ہے......ورنہ صدمہ تو بہت ہوتا تھا۔ایک مرتبہ فرمایا کہ......محمود احمد (بیٹے کی

رامپوری کا قصد حج ہوااورانہوں نے اپنے اہل وعیال اور متعلقین وو ابستگان کا ایک جم غفیر ساتھ لے جانا چاہا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری جو حضرت حافظ شہید سے خلیفہ مجاز تھے ۔ ڈپٹی صاحب کے احباب میں سے تھے ۔ڈپٹی صاحب نے حکیم صاحب کو بھی ساتھ لیا حکیم صاحب قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے عشاق میں سے تھے ۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ میرے پیرومرشد نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے زانوں پر جام شہادت نوش فرمایا تھا حکیم صاحب نے قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ذکر کیا تو ڈپٹی صاحب بلا ادنیٰ تامل مان گئے بلکہ اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسا محب رسول متبع سنت ہمارے قافلے میں شریک ہو۔ مولوی ابوالنصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ماموزاد بھائی جو حضرت کے بچپن کے ساتھ اور جان نثار رفیق تھے ان کو جب علم ہوا کہ مولانا سفر حج پر جارہے ہیں تو انہوں نے اپنا اثاثہ اونے پونے بیچ کر معہ اہلیہ معیت اختیار کی ۔ان دنوں سفر حج انتہائی دشوار تھا۔اور فرائض حج کی ادائیگی سب فرائض سے مشکل تھی ۔ایسا بھی ہوتا کہ دخانی کشتیاں تین تین چار چار ماہ سمندر میں ہچکولے کھاتی رہتیں ۔قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے سفر میں سخت طوفان آیا تمام مسافر گھبرا گئے ۔مگر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نہایت پرسکون تھے لوگوں کی گھبراہٹ پر انہیں یہ کہہ کر تسلی دی کہ '' بھئی کوئی مرے گا تو ہے نہیں ہم تو کسی کے بلائے ہوئے جارہے ہیں خود نہیں جارہے '' اور جہاز جب اصلی حالت پر آیا تو کپتان نے گھڑی دیکھ کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس طوفان کی وجہ سے ہمیں آٹھ دن کی مسافت تین دن میں طے کرادی ہے۔

احمد حنبلؒ پر بارش کرم

ابوبکر فرازیؒ نے امام حمد بن حنبل کے کسی بھائی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں

پورے کا پورا حلقہ محو حیرت ہوتا کہ جلسہ کا جلسہ آسمانی سکینت کے نزول کا احساس کر رہا ہے سلوک و معرفت کے حقائق دوران درس بیان فرماتے کہ طلبہ کو وجد آجاتا غرض یہ کہ طلبہ کی ہر طرح دیکھ بھال کرتے ان کی نشت برخاست چال ڈھال گفتار و کردار وضع قطع ہر چیز کا خیال رکھتے۔ اگر کسی طالب علم کو دیکھتے کہ وہ اپنے پڑھے ہوئے عمل پر پیرا نہیں ہے تو جب تک اس میں خوشگوار تبدیلی پیدا نہ ہو جاتی حضرت گنگوہیؒ بے چین رہتے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ طلبہ کی ہر وقت کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ اگر کوئی طالب علم ایسا نظر آتا کہ اس کے متعلق یہ محسوس فرماتے کہ اس میں کچھ کجی ہے جو درست نہیں ہو سکتی اور یہ پڑھ لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرے گا یا پھر سلسلہ کی بدنامی کا باعث بنے گا تو اس کا سبق شروع نہ کرتے لطائف الحیل سے ٹال دیتے یا روکھا پن دکھاتے کہ وہ خود ہی چلا جائے۔ ہاں جس طالب علم کو سعید پاتے تو اس کی دلداری فرماتے۔ بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے۔

پہلا حج اور کرامات کا ظہور

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دن بڑی غربت اور تنگ دستی میں گزرے تھے۔ حرمین شریفین کی حاضری کے لئے آپ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے صورت حال یہ تھی کہ آپ کی اقتصادی حالت اس قدر کم زور تھی کہ بمشکل اہل و عیال کی گزران ہوتی تھی بلکہ یہاں تک کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خواہش یہ ہوتی کہ جس حال میں پڑا ہوں اسی گمنامی و گوشہ نشینی کی حالت میں پڑا رہوں کسی آنکھ یا کان کو اس کی خبر نہ ہو۔ ان حالات میں حرمین شریفین تک آنا جانا کیسے ہو؟ جب طلب سچی ہو تو اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرما دیتے ہیں، ڈپٹی عبدالحق

ہیں اور تم تو مہمان رسول اللہ ﷺ ہو۔ کہ حدیث پڑھنے آئے ہو

حضرت طلبہ کی مدارات اور عزت وتکریم میں ہر وقت کوشاں رہتے اگر کسی کو کوئی غم یا فکر لاحق ہوتا تو صبر وتسلی کے کلمات سے تسکین بخشتے جس طرح ان کے اپنے دل میں طلبہ دین کی عزت تھی چاہتے تھے کہ دوسرے بھی ان کی اسی طرح عزت کریں ۔قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ کوئی ان کو بانظر حقارت دیکھے۔ایک طالب علم کا کھانا کسی جگہ لگایا ہوا تھا اس کو دیکھا کہ کھانا کھلا ہوا بغیر کسی کپڑے وغیرہ کے لا رہا ہے پوچھا کھانا کہاں مقرر ہے، اس نے آپ کے کسی رشتے دار کا نام لیا فرمایا کہ اچھا وہاں سے کھانا نہ لانا ہمارے گھر سے آیا کرے گا۔ادھر اپنے رشتہ دار سے ناراضگی کے کلمات کہلا بھیجے کہ اس وجہ سے اس کو اس طرح کھانا دیتے ہو کہ یہ پردیسی ہیں ان کو دروازے کا فقیر سمجھا گیا سو کیا مضائقہ ہے ”ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست“ تم اپنی روٹی اپنے پاس رکھو خدا ان کا اور جگہ انتظام کردے گا۔وہ غفت مآب عورت جن کے گھر سے کھانا آتا تھا حاضر ہو کر معذرت خواہ ہوئیں اور خطا معاف کروائی اور کہا آئندہ دستر خوان میں کھانا ڈھک کر تعظیم کے ساتھ پیش کیا کروں گی۔آپ نے منظور فرمالیا۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بیک وقت طلبہ کے استاد بھی تھے اور شیخ بھی۔اگرچہ طلبہ آپ سے رسمی بیعت نہ کرتے ہوں تاہم آپ دونوں چیزوں کو ملحوظ رکھ کر طلبہ کی ہر طرح اصلاح وتربیت فرماتے تھے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی زندگی کا مشن ہی یہ تھا کہ لوگوں کے عقائد واعمال درست کیے جائیں۔شرک وبدعت کی ردکی جائے تاہم سبق پڑھتے وقت اس کا بہت زیادہ اہتمام تھا شرک وبدعت کا جگہ جگہ قلع قمع فرماتے۔توحید واتباع سنت کی ترغیب دیتے صرف زبانی نصیحت پر اکتفانہ فرماتے بلکہ ضرورت پڑنے پر تیزی اور سختی بھی فرماتے اور اس کے توجہ قلبی اور روحانی فیضان سے تاریک دلوں کو منور کرتے اور زنگ دور فرماتے۔بعض اوقات طلبہ کا

ہو جائے، اس لئے میں پہلے سائل کو کچھ دے دوں، شوہر نے کہا دے آؤ، چنانچہ وہ حیران ہو کر واپس آئی اور اپنے شوہر کو بتایا کہ آج میں نے عجیب منظر دیکھا کہ میرا جو پہلا شوہر تھا، جو بہت دولت مند تھا میں ایک دن اسی طرح اس کے ساتھ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں دروازے پر ایک سائل آ گیا اس نے اس سائل کو جھڑک کر بھگا دیا تھا، جس کے نتیجے میں اب اس کا یہ حال ہو گیا ہے وہ اب میرے اس دروازے پر بھیک مانگ رہا ہے اس دوسرے شوہر نے کہا کہ میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں، کہ وہ سائل جو تمہارے شوہر کے پاس آیا تھا وہ کوئی اور نہیں درحقیقت میں ہی تھا۔ اللہ نے اس پہلے شوہر کی دولت دوسرے شوہر کو عطاء فرما دی اور اس کا فقر اس کو دیدیا، اللہ تعالیٰ برے وقت سے محفوظ رکھے، آمین نبی کریم ﷺ نے اس بات سے پناہ مانگی ہے فرمایا:

﴿اللهم انی اعوذ بک من الحور بعد الکور﴾

بہر حال کسی بھی سائل کو ڈانٹنے ڈپٹنے سے حتی الامکان پرہیز کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (اصلاحی خطبات جلد نمبر ۵ اشرف الحکایات)

طلبہ کے جوتے اٹھائے

ایک دفعہ درس حدیث میں بارش شروع ہو گئی طلبہ نے جلدی جلدی کتابیں اور تپائیاں، کتابیں رکھنے والے چھوٹے چھوٹے میز اٹھائے اور چل دئے۔ اس کے بعد طلبہ نے دیکھا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنے کندھے کی چادر میں طلبہ کی جوتیاں ڈالی ہوئی ہیں اور اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔ طلبہ بہت نادم اور حیرت زدہ ہوئے فرمایا کہ: اس میں کون سی بری بات ہے۔ تمہاری خدمت کرنا تو میری نجات کا باعث ہے طلبائے دین کے لئے تو حدیث شریف کے الفاظ میں مچھلیاں سمندر میں چونٹیاں بلوں میں دعا کرتی ہیں اور فرشتے تمہارے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھاتے

جائے گا، تمہاری آبرو تو جائے گی سرکار دو عالم ﷺ تم سے خوش ہو جائیں، بس اتنا سننے کی دیر تھی یہ سودا بازی کر لی گئی۔

محبت کی بازی اور بازی ہے دانش خود ہار جانے کو جی چاہتا ہے

بس انہوں نے زور دکھانے کی کچھ ایکٹنگ کی جس کو نورا کشتی کہتے ہیں کہ جس سے جنید بغدادی گر گئے جب جنید بغدادی گر گئے تو میاں اوپر چڑھ گئے اور مکے مارتے رہے حضرت جنید بغدادی اللہ کی محبت میں برداشت کرتے رہے چنانچہ بڑے میاں سارا انعام لے گئے، اسی رات حضرت جنید بغدادیؒ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور کہا اے جنید! تو نے میری محبت میں اپنی عزت کو بیچا ہے میں تیری عزت کا ڈنکا سارے عالم میں بجواؤں گا اور اسی وقت سے حضرت جنید بغدادی کا نام اولیاء اللہ میں شمار ہونے لگا۔ (مواعظ درد محبت جلد نمبر ۱ بحوالہ زاد آخرت حصہ سوم)

دولت مند کو فقیر اور فقیر کو دولت مند بنانے کا واقعہ

ایک صاحب بڑے دولت مند تھے ایک مرتبہ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کھانا بھی اچھا تھا اس لئے بہت شوق سے کھانا کھانے میں مصروف تھے اتنے میں ایک سائل دروازے پر آ گیا، اب کھانے کے دوران سائل کا آنا ان کو نا گوار ہوا چنانچہ انہوں نے سائل کو ڈانٹ ڈپٹ کر ذلیل و خوار کر کے باہر نکال دیا، کچھ عرصہ بعد میاں بیوی میں ان بن شروع ہو گئی اور لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آ گئی، اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بیوی نے اپنے میکے آ کر عدت گزاری اور عدت کے بعد اس کا نکاح کسی اور شخص سے ہو گیا وہ بھی ایک دولت مند آدمی تھا، پھر ایک دن وہ عورت اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہی تھی اتنے میں دروازے پر ایک سائل آ گیا چنانچہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آ چکا ہے مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں اللہ کا غضب نازل نہ

ہوگا) چنانچہ اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کے سارے ذرات کو جمع کرو جب ذرات جمع ہو گئے تو اللہ نے حکم دیا کہ اس کو دوبارہ مکمل انسان جیسا تھا ویسا ہی بنا دیا جائے چنانچہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے سامنے پیش کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے سوال کیا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو یہ سب عمل کرنے کی وصیت کیوں کی تھی؟ اس شخص نے جواب میں کہا "خشیتک یارب" اے اللہ! آپ کے ڈر کی وجہ سے اس لئے کہ میں نے گناہ بہت کئے تھے اور ان گناہوں کے نتیجے میں یقین ہو گیا تھا کہ میں آپ کے عذاب کا مستحق ہو گیا ہوں اور آپ کا عذاب بڑا سخت ہے، تو میں نے آپ کے ڈر سے اس عذاب سے بچنے کے لئے یہ وصیت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے ڈر کی وجہ سے تم نے یہ عمل کیا تھا، جاؤ میں نے تمہیں پھر بھی معاف کر دیا۔ (ایضاً جلد ۶، ص: ۷۴)

اپنی عزت کو خاک میں ملاؤ اللہ تجھ کو انعام دے گا

حضرت جنید بغدادیؒ کے اولیاء اللہ بننے کا سبب اور واقعہ "مواعظ درد محبت" جلد نمبر ا میں لکھا گیا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ جس وقت وہ اللہ والے بنے نہیں تھے بلکہ پہلوانی کی روٹی کھاتے تھے، اور یہ شاہی پہلوان تھے جب یہ کشتی لڑتے تو جیتنے پر شاہی خزانوں میں سے لاکھوں روپے ملتے تھے، اور جب پیسہ ختم ہو جاتا تو پھر کشتی لڑتے اور پیسہ کماتے اور کھاتے، ایک دفعہ ایک نہایت کمزور سید صاحب آئے اور کہا کہ میں جنید سے کشتی لڑوں گا، سب ہنسنے لگے کہ بھائی آپ تو بڑے میاں ہیں اور کمزور ہیں انہوں نے کہا کہ دیکھنا کہ میں ایسا داؤ ماروں گا کہ جنید بغدادیؒ بھی کیا یاد کرے گا حالانکہ اتنے کمزور تھے کہ چلنے میں کانپ رہے تھے، بادشاہ نے منظور کر لیا جب میدان میں جنید بغدادی آئے تو وہ بڑے میاں بھی میدان میں آئے اور جنید بغدادی کے کان میں کہا کہ دیکھو میں سید ہوں میری اولاد کو فاقے ہو رہے ہیں، اگر تم آج نبی کریم ﷺ کی اولاد کی محبت میں اور نبی کی محبت میں اپنی آبرو خاک میں ملاؤ گے تو یہ انعام مجھے مل

تھے یا غیر ضروری؟ تو جواب دیا کہ ضروری سمجھتا تھا اور اسی وجہ سے رکھی تھی، اس نے کہا کہ جب آپ جانتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حکم کے تحت داڑھی رکھی تھی۔ اور اب آپ نے صرف میرے کہنے پر اللہ کے حکم کو توڑا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے وفادار نہیں اور جو شخص اپنے اللہ کا وفادار نہ ہو وہ اپنے افسر کا بھی وفادار نہیں ہوسکتا، لہٰذا اب ہم آپ کو ملازمت پر رکھنے سے معزور ہیں ﴿خسر الدنیا والاخرۃ﴾ چنانچہ اس طریقے سے اس کی داڑھی بھی گئی اور ملازمت بھی گئی۔

(اصلاحی خطبات جلد ۱۴ ص: ۱۷۴)

اللہ نے فرمایا: جاؤ میں نے تمہیں بھی معاف کردیا

ایک حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ (عمر بن عامرؓ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پچھلی امتوں کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص تھا جس نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا تھا، بڑے بڑے گناہ کئے تھے، اس کی زندگی بڑی خراب گزری تھی، اور جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی زندگی کو گناہوں میں گزارا ہے کوئی نیک عمل نہیں ہے اس لئے جب میں مرجاؤں تو میری نعش کو جلا دیا جائے اور اس کی راکھ کو اس کی ہڈیوں کو بالکل باریک پیس لیا جائے پھر اس راکھ کر مختلف جگہوں پر تیز ہوا میں اڑا دیا جائے، تاکہ وہ ذرات دور، دور تک چلے جائیں یہ وصیت میں اس لئے کرر ہا ہوں کہ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ کی پکڑ میں آگیا تو مجھے اللہ تعالیٰ ایسا عذاب دیگا کہ اس جیسا عذاب دنیا میں کسی اور شخص کو نہیں دیا جائے گا۔

جب اس شخص کا انتقال ہوگیا تو اس کے گھر والوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا اور راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا جس کے نتیجے میں اس کے ذرات دور دور تک بکھر گئے (یہ تو اس کی حماقت کی بات تھی، کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے ذرات کو جمع کرنے پر قادر نہیں

اور کہا، اے امیر المومنین! جو عبرت انگیز اور دل میں غم و الم کا اثر پیدا کرنے والے خیالات میرے دل میں ہیں اگر ان کو صاف صاف بیان کر دوں تو مجھے حضور کی ناراضگی کا خوف ہے اور اگر بیان نہ کروں تو مجھے امیر المومنین کے انجام کار پر خوف آتا ہے۔ مگر اس محبت و ہمدردی کی بنا پر جو مجھے امیر المومنین کے ساتھ ہے اپنی طرف سے آنکھیں بند کر کے جو نصیحت و وعظ کا حق ہے اسے ادا کرتا ہوں اس کے بعد میں نے خلیفہ کے گناہوں کا حال تفصیل سے بیان کیا۔ سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور میں سب کچھ بیان کر کے ممبر سے اترا اور اپنے گھر چلا آیا۔ (سیر علماء)

داڑھی بھی گئی اور ملازمت بھی گئی

مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے اصلاحی خطبات میں فرمایا کہ میرے ایک بزرگ نے ایک سچا واقعہ سنایا جو کہ بڑے عبرت کا واقعہ ہے وہ یہ کہ ان کے ایک دوست لندن میں تھے اور وہ کسی ملازمت کی تلاش میں تھے ملازمت کے لئے ایک جگہ انٹرویو دینے کے لئے گئے، اس وقت ان کے چہرے پر داڑھی تھی جو شخص انٹرویو لے رہا تھا اس نے کہا کہ داڑھی کے ساتھ یہاں کام کرنا مشکل ہے اس لئے یہ داڑھی ختم کرنی ہوگی، اب یہ بڑے پریشان ہوئے کہ میں اپنی داڑھی ختم کروں یا نہ کروں، اس وقت تو وہ واپس چلے آئے اور دو تین روز تک دوسری جگہوں پر ملازمت تلاش کرتے رہے اور کشمکش میں مبتلا رہے اور دوسری ملازمت نہیں مل رہی تھی اور بے روزگار اور پریشان تھے آخر میں فیصلہ کر لیا کہ چلو داڑھی کٹوا دیتے ہیں تا کہ ملازمت تو مل جائے چنانچہ اس شخص نے اپنی داڑھی کٹوا دی اور اسی جگہ ملازمت کے لئے پہنچ گئے، جب وہاں پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟

انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے کہا تھا کہ یہ داڑھی کٹوا دو تو تمہیں ملازمت مل جائے گی تو میں داڑھی کٹوا کر آیا ہوں، اس نے پوچھا کہ آپ مسلمان ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں مسلمان ہوں۔ اس نے پھر پوچھا کہ آپ اس داڑھی کو ضروری سمجھتے

ان کے وعظ میں اتنی تاثیر تھی کہ جو سنتا اثر میں ڈوب جاتا۔ کتنے زار و قطار روتے ہزاروں آدمی اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہزاروں یہود و نصاریٰ آپ کے مواعظ سن سن کر دائرہ اسلام میں آ گئے، اور بہت گمراہ ان کی بدولت راہ راست پر آ گئے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ خلیفہ المستفی باللہ اس محل میں آ کر بیٹھا جہاں وہ وعظ سننے کے لئے معمولاً بیٹھا کرتا تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ، میں حسب معمول وعظ کہنے کے لئے ممبر پر جا کر بیٹھا اور احکام شرع بیان کرنے لگا۔ خلیفہ میری طرف دیکھتا جاتا تھا اور میری تقریر سن رہا تھا۔ میں نے بیان کرتے کرتے خود خلیفہ کو خاص طور پر پند و نصائح کرنے کے لئے بھی اکثر باتیں بیان کیں۔ یہاں تک مجھے رشید اور شیبان کی حکایت بیان کرنا مناسب معلوم ہوئی۔ چنانچہ میں نے کہا ایک روز رشید نے شیبان کو جو اس عہد کے نامور اور جادو بیان واعظوں میں تھے۔ بلا کر کہا مجھ سے کچھ نصیحتیں بیان کرو۔ شیبان نے دریافت کیا کہ امیر المومنین آیا وہ شخص اچھا ہے جو آپ کو دنیا میں خوفزدہ کرے تاکہ عقبیٰ میں اطمینان حاصل ہو اچھا ہے؟ یا وہ شخص اچھا ہے جو آپ کو دنیا میں خوش کرے عقبیٰ میں خوف کے انجام تک پہنچائے؟ رشید نے کہا، اس مختصر جملہ کو ذرا تفصیل سے بیان کرو۔ شیبان نے کہا، یعنی جو شخص آپ کو قیامت کے عذابوں اور اندیشوں سے ڈرائے اور کہے کہ خوف خدا اپنا شعار کیجئے تاکہ جب ہر شخص خائف ہوگا اور اس وقت عالم یہ ہوگا کہ آپ کو لا کھڑا کریں گے، حساب و کتاب شروع ہوگا، اور آپ سے ان تمام کاروائیوں کا مواخذہ کریں گے۔ اور آپ کے گناہوں کی سزا آپ کے سامنے لا کے پیش کریں گے۔ اس روز آپ کو اطمینان ہو۔ ایسا شخص آپ کے نزدیک اچھا ہے؟ یا وہ شخص جو آپ کا دل خوش کرنے کے لئے خوشامدانہ باتیں کرے، جھوٹی تعریفیں بیان کرے اور یہ کہہ کے خوش کر دے کہ اللہ جل شانہٗ ان لوگوں سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کرے گا جو رسول اللہ ﷺ کے اعزاء و اقرباء ہیں اور ان کا حساب و کتاب ہی نہ ہوگا۔ یہ تقریر سن کر رشید اس قدر رویا کہ حاضرین کو اس کے حال پر ترس آنے لگا۔ اتنا بیان کر کے میں المستفی کی طرف متوجہ ہوا،

بتائے ہوئے آداب قبلہ کی خبر ہوتی تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ تھوکتا۔ امام شاطبیؒ کتاب الاعقام میں لکھتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ تارک سنت کو درجہ ولایت حاصل نہیں ہوتا اگر چہ ترک سنت کا سبب عدم واقفیت ہی کیوں نہ ہو۔

ہمسایہ سے حسن سلوک

حضرت بایزید بسطامیؒ کے پڑوس میں ایک آتش پرست کا مکان تھا ایک دفعہ وہ سفر پر گیا اسکا ایک شیر خوار بچہ تھا رات ہوتی تھی تو یہ بچہ اندھیرے کی وجہ سے رونے لگتا تھا کیونکہ اس آتش پرست کے گھر میں چراغ نہیں تھا شیخ نے اپنا معمول بنالیا کہ جوں ہی رات ہوتی وہ اپنے گھر سے چراغ اٹھاتے اور ہمسائے کے گھر میں رکھ آتے تھے اس طرح بچہ خوش ہو جاتا آتش پرست سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے سارا حال اس کو سنایا وہ شیخ کے حسن اخلاق سے اتنا متاثر ہوا کہ فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔ (منتخب حکایات)

تجسس نہیں کرنا چاہیے

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو امام مسجد نے پوچھا کہ آپ نہ تو کسی سے نہ کچھ طلب کرتے ہیں اور نہ کچھ کام کرتے ہیں پھر آپ کی گزر کس طرح ہوتی ہے شیخ نے فرمایا صبر کر پہلے میں نماز دوبارہ پڑھ لوں پھر جواب دوں گا کیونکہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں جو رزق دینے والے کو نہیں جانتا۔

حق وعظ ونصیحت

ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ ایک ممتاز محدث ہیں۔ تفسیر حدیث، فقہ، تاریخ و سیر میں علامہ عصر تھے۔ وعظ گوئی میں ابن جوزیؒ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ تمام دنیا میں شہرت ہوگئی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کے کلمات پند ونصائح سننے کے لئے آتے۔

ہیں تم کو اپنے عیبوں پر نظر ڈالنے سے غافل نہ کر دے یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دوسروں پر نگران مقرر نہیں کیا ہے پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو سب سے عقلمند ہو اور عقلمندی یہ ہے کہ جب ان کو حق بات بتائی جائے تو وہ اس کو فوراً قبول کر لے خواہ حق بات کہنے والا مرتبہ اور حیثیت میں اس سے کتنا ہی کمتر ہو دوسرے اگر اس سے غلطی ہو جائے تو وہ اس کا اعتراف کرنے میں مطلق ہچکچائے نہیں تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اس سے کوئی بات کرے تو وہ اس کو پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنے اگرچہ وہ اس کو پہلے سے جانتا ہو ایک موقع پر حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ انسان کے لئے چھ چیزیں فساد کا باعث بنتی ہیں۔

۱۔ آخرت کا عمل کرتے وقت نیت کا کمزور ہونا۔

۲۔ مخلوق کی رضامندی کو خدا کی رضامندی پر ترجیح دینا۔

۳۔ اپنے آپ کو شیطان کو حوالے کر دینا۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دینا۔

۵۔ موت کو فراموش کر کے حرص وہوس میں مبتلا ہونا۔

۶۔ بزرگوں کے اوصاف حسنہ کو نظر انداز کر دینا اور ان کی لغزشوں کو اپنے لئے حجت بنانا۔

قبلہ کی تکریم

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو خبر پہنچی کہ فلاں جگہ بہت بڑے بزرگ آئے ہوئے ہیں حضرت بایزید بزرگوں کی زیارت اور صحبت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے وہ اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ ان بزرگ کی قیام گاہ تک تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا حضرت بسطامیؒ اسی وقت بغیر ملاقات کے واپس لوٹ آئے اور فرمایا کہ اگر یہ شخص ولی اللہ ہوتا اور اس کو نبی ﷺ کے

اس میں بھی ہمارے ساتھ خیانت کی ایسی حالت میں تو کیسے توقع رکھتا ہے کہ میں اللہ کا اسم اعظم تیری امانت میں دے دوں۔ (صحیح اسلامی واقعات)

اللہ کا سہارا

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی سیاحت کے دوران میں ایک پہاڑ کے دامن میں بہت سے لوگ دیکھے جو سب مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا تھے میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہوانہوں نے جواب دیا کہ اس پہا کے ایکغار میں ایک باخدا بزرگ رہتے ہیں وہ سارا سال عبادت میں مصروف رہتے ہیں اورصرف ایک دن غار سے باہر نکلتے ہیں اس دن جو مریض یہاں جمع ہوتے ہیں وہ ان پر دم کرتے ہیں اور ان کے حق میں شفا کی دعا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان سب مریضوں کوشفا عطا کردیتا ہے میں یہ سن کر وہاں ہی ٹھہر گیاایک دن وہ بزرگ غار سے باہرتشریف لائے نہایت زردزواور دبلے پتلے تھےان کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے چہرے پرجلال برس رہا تھا انہوں نے سب مریضوں پر دم کیا اور ان کی شفایابی کے لئے دعا مانگی اس کے بعد وہ غار میں جانے کے لئے مڑے اس وقت میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور کہا آپ نے ظاہری بیماریوں کا علاج تو کیا ہے خدا کے لئے میری باطنی بیماری کا بھی علاج کیجئے انہوں نے میری طرف نگاہ کی اور فرمایا اے ذوالنونؒ میرا دامن چھوڑ دے کیونکہ حق تعالیٰ اپنی عظمت اور جلال سے دیکھے گا کہ تو اس کے سوا کسی دوسرے کا دامن پکڑتا ہے تو وہ تجھے غیروں ہی کے حوالے کردے گا میں یہ سن کر تھرا اٹھا اور ان کا دامن چھوڑ دیا اس کے بعد وہ جلدی سے غار کے اندر چلے گئے۔ (بصیرت افروز واقعات)

ہمیشہ کام آنے والی وصیت

ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسی وصیت کیجئے جو ہمیشہ میرے کام آتی رہے فرمایا بس یہ خیال رکھنا کہ کہیں لوگوں کے عیوب کی چھان

قبر میں گر پڑے لوگوں نے بڑی مشکل سے نکالکر گھر پہنچایا۔ (حکایتوں کا گلدستہ)

بے صبر نہیں بننا چاہیے

بروایت ابن جوزیؒ یوسف بن الحسن نے بیان کیا ہے کہ میں نے لوگوں سے سنا کہ حضرت ذوالنون مصریؒ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے تھے میں اسم اعظم جاننے کے شوق میں مصر پہنچا اور ایک سال تک شہر جیزہ میں حضرت ذوالنونؒ کی خدمت میں رہا اوران کے احکام بجالاتا رہا پھران سے عرض کیا کہ اے شیخ میں نے آپ کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا آپ نے میری استعداداور اہلیت کا اندازہ کرہی لیا ہوگا میری خواہش ہے کہ آپ سے اسم اعظم کی تعلیم حاصل کروں حضرت ذوالنونؒ نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا مجھے امید بندھ گئی کہ کسی دن بتادیں گے اسی طرح چھ ماہ اور گزر گئے ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ذوالنونؒ ایک طباق اٹھائے آرہے ہیں طباق پر ایک سرپوش تھا اور وہ ایک کپڑے میں بندھا ہوا تھا حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا تم میرے فلاں دوست کو جانتے ہو جو فسطاط میں رہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں میں ان سے خوب واقف ہوں آپ نے فرمایا تو یہ چیز میں ان کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تم ان کو دے آؤ میں نے کپڑے میں بندھا ہوا وہ طباق لے لیا اور فسطاط کے لئے روانہ ہوگیا راستے میں خیال آیا کہ ذوالنونؒ جیسا شخص اپنے دوست کو کیا چیز ہدیۃً بھیج رہا ہے اس کو دیکھنا تو چاہئے پھر خیال آیا تجسس ٹھیک نہیں اگر ذوالنون مناسب سمجھتے تو خود ہی یہ چیز مجھے دکھا دیتے آخر میں صبر نہ کرسکا اور گرا کھول کر اس طباق کا سرپوش اٹھایا دیکھا تو اس میں ایک چوہا تھا جو کود کر بھاگ گیا مجھے سخت غصہ آیا کہ ذوالنونؒ نے میرے ساتھ عجیب مذاق کیا ہے کہ ایک چوہا دے کر اتنے طویل سفر پر بھیج دیا اسی غصہ کی حالت میں واپس آیا ذوالنونؒ نے مجھے دیکھا تو سب کچھ سمجھ گیا اور فرمایا اے احمق ہم نے تیرا امتحان لیا تھا ہم نے تیرے ہاتھ میں ایک چوہا امانت دیا تھا تو نے

معلوم نہیں کہ میرا ایمان حقیقی بھی ہے یا نہیں۔

آخرت کا معاملہ

ایک دفعہ حضرت مالک بن دینار کسی سفر سے دریا کے راست واپس تشریف لارہے تھے جب ان کی کشتی کنارے سے جالگی تو محصول لینے والا کشتی میں آیا اور کہا ہر مسافر کے سامان کی تلاشی لی جائے گی کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے یہ سن کر حضرت مالک بن دینارؒ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور چھلانگ لگا کر زمین پر آگے محصول لینے والے نے پوچھا یہ کیا آپ کشتی سے باہر کیوں کود گئے فرمایا میرے ساتھ کوئی چیز ہی نہیں تھی وہ بولا اچھا تو جایئے۔ حضرت مالک دینارؒ فرماتے ہیں اس وقت میں نے دل میں کہا کہ بس آخرت کا معاملہ بھی اسی طرح ہوگا۔ (حکایات صوفیہ)

ہیبت حق اور عبرت پذیری

حضرت مالک بن دینارؒ پر ہیبت حق کا اس قدر غلبہ تھا کہ جب کوئی خوف اور حیرت دلانے والی آیت سنتے تو کانپنے لگتے اور ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی ایک دفعہ کسی قاری نے ان کے سامنے آیت اذا اُذُلـذلـت الارضُ ذلذالها پڑھی اس کو سنتے ہی آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی اور زاروقطار رونے لگے آپ کی حالت دیکھ کر دوسرے حاضرین مجلس بھی بے قرار ہو گئے اور رونے لگے جب قاری آخری آیت **فـمـن یّعمل مثقال ذرّۃ خیراً یّرہ ومن یّعمل مثقال ذرّۃ شرّاً ایّرہ** پر پہنچے تو حضرت مالک شدت تاثر سے غش کھا کر گر پڑے اور لوگ ان کو اٹھا کر گھر لے گئے۔

ایک دن آپ قبرستان میں تشریف لے گئے وہا ایک جنازہ دیکھا جب اس کو دفن کرنے لگے تو آپ قبر کے کنارے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے اے مالک ایک دن تیرا بھی یہی حال ہوگا اور یہاں قبر میں ٹیک لگانے کے لئے تجھے کوئی تکیا نہیں ملے گا یہ الفاظ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ غش کھا کر

اپنے باغ کی نگرانی کے لئے اجرت پر لے گیا میں اس کے باغ میں بہت عرصہ رہا ایک دن میں نے دیکھا ایک خادم آیا اور اس کے ساتھ دوسرے ساتھی بھی تھے آ کر بیٹھ گئے پھر اس نے آواز دی اے باغبان میں نے کہا ہاں میں ہوں اس نے کہا جاؤ ایک بڑا دانہ انار کا لے کر آؤ جو میٹھا ہو۔ میں چلا گیا اور ایک بڑا دانہ انار لے کر آیا اس نے لے لیا اور اس کو توڑ دیا تو اس کو کھٹا پایا اس نے کہا اے باغبان تم اتنے عرصے سے ہمارے باغ میں رہتے ہو پھل میوہ انار کھاتے ہو آج تک تجھے کھٹے اور میٹھے کا پتہ نہیں چلا ؟ ابراہیم بن ادھم کہتے ہیں کہ میں نے کہا قسم بخدا میں نے تمہارے پھل میں سے کچھ نہیں کھایا ہے اور واقعتہ میں کھٹے میٹھے کا فرق نہیں کر سکتا اس خادم نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے کہا کہ سنو یہ کیا کہتا ہے اگر ابراہیم بن ادھم بھی ہوتا تب بھی اس سے نہ بڑھتا۔ کل کو اس نے میری تعریف مسجد میں کی تو بعض لوگوں نے مجھے پہچان لیا پھر وہ خادم آیا اور اس کے بہت سارے لوگ تھے جب میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ میرے پاس آ رہا ہے تو میں درخت کے پیچھے چھپ گیا لوگ اندر آ گئے تو میں بھی ان کے ساتھ مل گیا جب سب لوگ اندر آ گئے تو میں وہاں سے باہر نکل کر بھاگ گیا۔ یہ میرا شروع کا حال ہے اور طرسوس سے اس ریگستان میں آنے کا سبب ہے۔

(کرامات اولیاء)

اللہ کی رحمت پر تکیہ

حضرت سفیان ثوری ایک مرتبہ مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے اثنائے سفر میں آپ محمل سوار تھے اور زار زار روتے جاتے تھے لوگوں نے پوچھا کیا آپ گناہوں سے ڈر کر رو رہے ہیں یہ سن کر آپ نے ہاتھ بڑھا کر گھاس کا ایک تنکا توڑ لیا اور فرمایا گو میں بہت گناہ گار ہوں میرے گناہ حق تعالیٰ کی رحمت اور شان رحیمی کے سامنے اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جو گھاس کے اس تنکے کی ہے میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ

آنے کا سبب کیا ہے) اس نے کہا: میرا والد بلخ والوں میں سے تھا اور اس کا تعلق خراسان کے بادشاہوں سے تھا ہمیں شکار کھیلنے کا شوق دلایا گیا ایک دن میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور میرا شکاری کتا بھی میرے ساتھ تھا اچانک سامنے سے ایک لومڑی یا خرگوش بھاگا میں نے اپنے گھوڑے کو حرکت دی تو میں نے پیچھے سے آواز سنی:

''تمہیں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔''

میں رک گیا دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر نہیں آیا تو میں نے کہا اللہ ابلیس پر لعنت کرے پھر میں نے گھوڑے کو حرکت دی تو پھر ذرا اونچی آواز میں وہی بات سنی۔ پھر میں رک گیا اور دائیں بائیں دیکھا تو کچھ نہیں نظر آیا میں نے کہا لعنت ہو ابلیس پر پھر تیسری مرتبہ گھوڑے کو حرکت دی تو میں نے وہی آواز اپنے گھوڑے کی زین کے سامنے والے حصّے سے سنی تو میں رک گیا اور میں نے کہا بیدار کیا بیدار کیا یہ ایک ڈرانے والا ہے اللہ کی طرف سے قسم بخدا میں آج کے بعد اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

میں اپنے گھر واپس آیا پھر میں نے اپنے والد کے چرواہوں میں سے کسی کے پاس گیا اور اس سے ایک جبہ اور کمبل لے لیا اور اپنے کپڑے اتار کر اس کو دے دیئے اور عراق کی طرف روانہ ہوا نشیب و فراز میں سفر کرتا رہا یہاں تک کہ میں عراق پہنچا۔ وہاں میں نے چند دن کام کیا مجھے حلال کمائی میسر نہیں ہوئی میں نے کسی بزرگ سے مشورہ کیا اس نے کہا اگر آپ حلال کمائی چاہتے ہیں تو ملک شام چلے جائیں۔

میں ملک شام چلا گیا ایک شہر میں داخل ہوا جس کو منصورہ کہتے تھے وہاں بھی کئی دن میں نے کام کیا حلال ہاتھ نہ آیا میں نے پھر کسی شیخ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اگر تم خالص حلال چاہتے ہو تو طرسوس شہر میں چلے جاؤ، وہاں مباح چیزیں ہیں اور کام بھی زیادہ ہے۔ میں طرسوس چلا گیا وہاں میں نے چند دن کام کیا باغوں کی نگرانی کرتا تھا اور کھیتی کاٹتا تھا ایک دن میں سمندر کے کنارے پر بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور مجھے

خدمت وتواضع میں مشغول ہو جاتے اس شخص کو اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیتے
کہ وہ کتنی جلیل ہستی کے سامنے حاضر ہے ایک بار پاؤں میں کچھ تکلیف تھی زمین پر نہیں
بیٹھ سکتے تھے مجبوراً مجلس میں ایک چار پائی پر تشریف فرما ہوئے طبیعت میں
انقباض محسوس فرماتے تھے اور بار بار حاضرین مجلس سے معذرت فرماتے تھے کہ مجبوری
کی وجہ سے تم لوگوں سے بلند جگہ پر بیٹھا ہوا ہوں حاضرین نے چشم پُر آب ہو کر عرض کی
کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت بخشے ہماری زندگی آپ ہی کہ دم پر وابستہ ہے ایک دفعہ شاہی
فوج پاک پٹن کے قریب سے گذری تمام لشکر بابا صاحبؒ کی زیارت کے لئے شہر میں
داخل ہو گیا اور حضرت کے گرد بے پناہ ہجوم ہو گیا آپ اپنی خانقاہ کی چھت پر کھڑے ہو
گئے اور اپنا پیراہن دیوار کے ساتھ لٹکا دیا لوگ آتے تھے اور اسے چھو کر آگے نکل جاتے
تھے تھوڑی ہی دیر میں پیراہن پارہ پارہ ہو گیا اور آپ مسجد میں تشریف لے آئے
فوجیوں کا ہجوم تھا کہ کم ہونے میں ہی نہیں آتا تھا آخر خلفا و مریدان خاص نے آپ کو
اپنے گھیرے میں لے لیا اور لوگوں سے کہا کہ دور سے زیارت کر کے آگے نکلتے جاؤ
مشتاقان زیارت میں سے ایک بوڑھا حلقہ توڑ کر آپ کے پاس پہنچ گیا اور عرض کی کہ
اے شیخ حق تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں آپ یہ
حلقہ بنا کر بیٹھے ہیں مخلوق کو کیوں روک رکھا ہے یہ اللہ کے بندے ہیں آپ کو تو اللہ تعالیٰ
کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے آپ کو مرجع خلائق بنا دیا ہے حضرتؒ بوڑھے کی زبان
سے یہ کلمات سن کر زار و قطار رونے لگے اور اسے گلے لگا کر فرمایا تم سچ کہتے ہو اور پھر
مریدوں کو حلقہ توڑنے کا حکم دیا۔ (تاریخ بغداد)

ابراہیم بن ادہم کی توبہ کا واقعہ

ابراہیم بن بشار (جو ابراہیم بن ادہم کا خادم تھا) نے کہا میں نے ابراہیم بن
ادہم سے پوچھا آپ کا ابتدائی واقعہ کیسا ہوا؟ (یعنی آپ کے اہل اللہ کی جماعت میں

صندوقچہ میں پانچ ہزار دینار سرخ رکھے ہیں اس کو اٹھالاؤ خادم گیا اور کافی دیر کے بعد
واپس آ کر عرض کی کہ میں نے ہر جگہ تلاش کیا صندوقچہ کہیں نہیں ملا معلوم ہوتا ہے
کوئی اس کو اڑا لے گیا ہے آپ نے یہ سن کر فرمایا الحمد اللہ تھوڑی دیر بعد خادم پھر آیا اور
مسرت بھرے لہجے میں کہا یا حضرت صندوقچہ مل گیا ہے آپ نے پھر فرمایا الحمد اللہ اور
خاموش ہو گئے اہل مجلس نے پوچھا کہ آپ نے صندوقچہ کے گم ہونے پر بھی اللہ کا شکر
ادا کیا اور مل جانے پر بھی اس میں کیا بھید تھا فرمایا درویشوں کے نزدیک دنیا کی کوئی
حیثیت نہیں ہے ان کو نہ کسی چیز کے جانے کا غم ہوتا ہے اور نہ کسی چیز کے آنے کا پھر
آپ نے اس صندوقچہ میں سے دینار نکال کر حاجت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔

(بصیرت افروز واقعات)

دریا دلی

ایک دفعہ ملتان میں سخت قحط پڑا حاکم ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی خواجہ بہاؤ
الدین زکریاؒ نے غلہ کی ایک بہت بڑی مقدار قحط زدہ لوگوں کی امداد کے لئے بھیجی جب
اس غلہ کی بوریوں کو الٹا کیا گیا تو ان میں سے چاندی کے سکوں سے بھرے ہوئے چار
برتن بھی نکلے حاکم ملتان نے حضرتؒ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے کہلا بھیجا کہ ہم
نے یہ سکے خود ہی غلہ میں رکھوائے تھے غلہ کے ساتھ ہم نے یہ بھی اللہ کی راہ میں دیے
ہیں تم ان کو قحط زدہ لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (حکایتوں کا گلدستہ)

انکسار و فروتنی

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ انتہائی منکسر المزاج تھے لوگوں کے ساتھ
گفتگو میں اپنے لئے فقیر درویش اور عاجز کے الفاظ استعمال فرماتے تھے اپنی مجالس
میں عام لوگوں کے ساتھ چٹائی پر بیٹھتے تھے کوئی کرسی یا مسند آپ کے نیچے نہ ہوئی تھی
اگر ایک ادنیٰ آدمی بھی آپ کی مجلس میں آجاتا تو اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے اور اس کی

سے اپنے قلم کو روکے رہتا۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ سلطان شمس الدین التمش پر بڑی شفقت فرماتے تھے کیونکہ وہ ایک نیک سیرت عدل پسند اور فقیر دوست بادشاہ تھے اس کے عہد میں ملتان کا حاکم ناصر الدین قباچہ تھا ملتان کے صوبہ میں اوچ اور سندھ کے وسیع علاقے میں شامل تھے ناصر الدین قباچہ نشہ اقتدار سے بدمست ہو گیا اور اس نے خود مختار بادشاہ بننے کے شوق میں سلطان التمش کے خلاف معاندانہ سازشیں شروع کر دیں خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ اور قاضی شرف الدین اصفہانی قاضی ملتان کو اس کے منصوبوں کا علم ہوا تھا انہوں نے دو خط جداگانہ لکھ کر سلطان التمش کو قباچہ کے وزائم کی اطلاع دی اتفاق سے دونوں مکتوب قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ آ گئے قباچہ ان کو پڑھ کر غصے سے دیوانہ ہو گیا اور ان دونوں بزرگوں کو اپنے دربار میں طلب کیا جب وہ دونوں دربار میں تشریف لائے تو قباچہ نے قاضی شرف الدین کو اپنے روبرو بٹھایا اور ان کا خط ان کے ہاتھ میں دے دیا قاضی صاحب خط دیکھ کر خاموش ہو گئے قباچہ نے جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دو اس نے اسی وقت قاضی صاحب کو شہید کر ڈالا جب قباچہ شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کی طرف متوجہ ہوا اور ان کا خط ان کے ہاتھ میں دے دیا آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہا بے شک یہ میرا خط ہے اور میں نے اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے تم جو کچھ کر رہے ہو اس کا نتیجہ مسلمانوں کی خونریزی کے سوا کچھ نہ ہوگا اس لئے میں نے سلطان کو یہ خط لکھ کر کوئی برا کام نہیں کیا حضرت خواجہؒ کی باتوں میں ایسی تاثیر اور ایسا جلال تھا کہ قباچہ تھرّا اٹھا اور سرزنش کے بجائے آپ سے معذرت کرنے لگا اور پھر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ (حکایات صوفیہ)

اہل حق کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ نے ایک دن اپنے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں

نے مسلمانوں کے راستہ سے یہ پتھر اکھیڑ دیا۔ پھر فرمایا ہمارے ساتھ ٹہلنے کے لئے چلو ،حتیٰ کہ قید خانہ کے دروازہ تک پہنچے اس وقت عابدی نے قید خانہ کے داروغہ سے فرمایا ان کو پکڑو اور بیڑیاں پہنا کر قید کردو اور حضرت سفیان نے بیڑیوں کے واسطے پیر پھیلا دیئے اور کہا ہم فرمانبردار ہیں چنانچہ قید ہو گئے اور کئی روز تک قید خانہ میں اس طرح پر رہے کہ جب چاہتے بیڑیاں پاؤں میں رہنے دیتے اور جب چاہتے اتار کر پھینک دیتے۔ جب جمعہ کا دن آیا اور نماز کا وقت قریب ہوا تو آپ بیڑیاں اتار کے جامع مسجد میں پہنچے ،مسجد آدمیوں سے بھری ہوئی پائی ،آپ مسجد میں داخل ہو کر امیر کے قریب جا پہنچے۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ان مردوں پر نماز پڑھتا ہوں اور چار تکبیریں کہتا ہوں پھر اللہ اکبر کہا اور مسجد سے نکل کر قید خانہ میں واپس لوٹ گئے اور ایک مدت تک وہاں رہے حتیٰ کہ بادشاہ کا جواب آیا جس میں لکھا تھا اسے چھوڑ دو ہم خود اس سے سلامتی چاہتے ہیں۔اس سے پہلے انہوں نے دعوی کیا تھا کہ شہر اور ملک سب ان کا ہے تمہارا نہیں ہے۔ پھر وہ قید خانہ سے نکل گئے۔اس کے بعد کسی بادشاہ یا کسی شیطان کا ان پر قابو نہ چلا۔ایک مرتبہ اسی طرح ان کو سلطان کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا ایک روز آپ باشاہ کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہا ہمارے ملک سے نکل جاؤ اور یہ مقام ابین میں جہاں سے عدن دو منزل پر واقع تھا ،اور سلطان وہاں سے ڈر کر چلے بھی گئے تھے۔ (کرامات اولیاء)

صبر کا اجر

امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے امام غزالیؒ سے ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا تو انہوں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نی مجھے بخش دیا اور فرمایا بخشش تیری صبر فی الکتابت کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ کتابت کرتے وقت میرے صبر کا یہ حال تھا کہ جب کوئی مکھی قلم کی نوک پر بیٹھ کر سیاہی پینے لگتی تو تاوقتیکہ وہ خود اپنی خواہش کے مطابق سیاہی پی کر اڑ نہ جاتی میں لکھنے

پاس گئے اور یہ ان کی ریاضت اور تجرد اور فقیرانہ شکل کا زمانہ تھا، آپ نے دیکھا تو وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور مسلمان اس کے آگے زمین پر کھڑے تھے اور خدمت گزاری کرتے تھے، جب اس کے پاس پہنچے تو کہا کہ اشھد ان لا اِلٰہ الا اللہ واشھدُ ان محمداً رسول اللہ پڑھو وہ چلایا اور اپنی فوج کو مدد کے لئے بلایا فوج کسی طرح اس کی مدد کو نہ پہنچ سکی پھر آپ نے اس پر کلمہ شہادت دوسری اور تیسری بار پیش کیا اور وہ ہر مرتبہ فوج کو پکارتا رہا اور فوج اس کی مدد نہیں کرسکتی تھی تیسری دفعہ کے بعد شیخ نے بائیں ہاتھ سے اس یہودی کے بال پکڑے اور سیدھے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا چاقو لیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اسے ذبح کردیا اور اللہ کے نام پر قربانی کی پھر اپنی جگہ پر لوٹ گئے اور جامع مسجد کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ امیر تک پہنچی اس نے اس خبر کا یقین نہ کیا کیونکہ وہ یہودی بادشاہ کا خادم اور اس کے خواص میں سے تھا خصوصاً جب یہ سنا کہ قاتل ایک فقیر آدمی ہے۔ پھر جب متواتر خبر پہنچی تو غلاموں سے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس پکڑ لاؤ مگر غلام اس کے پاس تک نہ پہنچ سکے۔ اور جامع مسجد تک جاکے واپس لوٹ گئے۔ اس وقت امیر خود سوار ہوکر اپنی فوج کے ساتھ نکلا اور جامع مسجد میں پہنچا انہیں تکلیف تو کیا پہنچاتے ان میں سے بھی کسی کو حضرت کے پاس جانے کی جرأت نہ ہوئی اس وقت امیر سمجھ گیا کہ ان کی اللہ کی جانب سے حفاظت ہوتی ہے۔ اور وہاں سے لوٹا تو اسے بادشاہ کی جانب سے سختی کا اندیشہ ہوا کیونکہ شہر اس کی حفاظت میں تھا چنانچہ اس نے عقلمند اور اہل رائے سے مشورہ کیا بعض عقلمندوں نے رائے دی کہ یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں اور آپس میں تعلق رکھتے ہیں اور رج میں ایک ولی اللہ ہیں ان کا نام عابدی ہے ان کے پاس کسی کو بھیج کر بلواؤ اور ان سے اس قصہ کی شکایت کرو۔ چنانچہ قاصد بھیج کر انہیں بلوایا اور ان سے شکایت کی اور انہیں مجبور کیا اور کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ قاتل بادشاہ کا جواب آنے تک شہر سے نہ نکلنے پائے۔ انہوں نے فرمایا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حضرت عابدی امیر کے پاس سے چل کر شیخ سفیانؒ کے پاس آئے ان میں صحبت اور محبت تھی اور حضرت عابدی نے ان کے فعل کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا تم

جہالت کی وجہ سے یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس جرنیل کو اس سے محفوظ رکھا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

میں نے کہا: گویا کہ تم لوگ اس کو عیب سے برتر سمجھتے رہے ہو کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

کہنے لگے: خدا کی قسم! ہم واقعی اس کو برتر سمجھتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے ہی اسے برتر رکھا ہے۔

میں نے کہا: واہ بھئی واہ، اللہ کی بندوں میں سے ایک بندے کو تو اس حیثیت سے اونچا درجہ دیتے ہو کہ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور خود اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق ہے، گویا کہ آپ کی نظر میں خالق کا درجہ مخلوق سے کم ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

یہ سن کر اس جرنیل نے اس زور سے خراٹا لیا کہ میں ڈر گیا۔ پھر اس نے کہا: اے بادشاہ! اس کو ابھی اور اسی وقت اپنے ملک سے نکال باہر کیجئے، کہیں یہ آپ کے لوگوں کو گمراہ نہ کردے۔

بادشاہ نے شہہ سواروں کو بلا کر مجھے ان کے ساتھ کردیا اور میرے لئے گھوڑا منگوا کر مجھے اس پر سوار کرنے کو کہا اور اسلامی سرزمین میں جو بھی مسلمانوں میں سے ملے ان کے حوالے کردینے کا حکم دیا۔ تو مجھے ان لوگوں نے مسلمانوں کے سپرد کردیا جنہون نے مجھے سرحد پر سے لے لیا۔ (تہذیب للحافظ ابن حجر ۸)

حضرت سفیان یمنیؒ کی کرامت

شیخ کبیر عارف باللہ حضرت سفیان یمنیؒ ایک مرتبہ عدن میں داخل ہوئے ان سے کہا گیا کہ یہاں ایک یہودی ہے اسے بادشاہ نے ایک بڑے صوبہ کا حاکم بنا رکھا ہے اور اسے بڑا مرتبہ اور منصب حاصل ہوگیا ہے، اب مسلمان اس کی ہمرکابی میں چلتے ہیں اور وہ جب بیٹھتا ہے تو اس کے سر پر کھڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ سفیان اس کے

دے دیں، تاکہ ان نکتہ چینی کرنے والوں سے اس کا مناظرہ کروا کر اس کے فضل وکمال سے واقف ہو جائیں۔ بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔

قباث کہتے ہیں: میں نے جرنیل سے کہا: یہ تم نے بہت برا کیا، کیونکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے ساتھی مجھ پر غالب آ گئے تو وہ مجھے جاہل سمجھیں گے اور مجھے حقیر جانیں گے۔ اور اگر میں ان پر غالب آ گیا تو وہ مجھ سے حسد کرنے لگیں گے۔

جرنیل نے کہا: یہ تو عام لوگوں کی عادت ہے، بادشاہوں کا معاملہ تو اس کے برخلاف ہے۔ اور میں تمہیں ایک بات بتادوں کہ اگر تم ان پر غالب آ گئے تو بادشاہ کی نظر میں تم باعزت ہو جاؤ گے اور بادشاہ کے منظور نظر بن جاؤ گے۔ اور اس کے نزدیک ایسے مرتبہ کو پہنچ جاؤ گے کہ وہ تمہاری حاجت روائی کرے گا۔ اور اگر وہ لوگ تم پر غالب آ گئے تو اسے اپنے ساتھیوں کے تم پر غلبہ سے بہت خوشی ہوگی، تب بھی وہ تمہارے لئے کوئی نہ کوئی حق اپنے اوپر واجب کر دے گا۔ اور ضرور وہ تمہاری کوئی حاجت پوری کرے گا۔ اگر تم غالب آ جاؤ یا مغلوب ہو جاؤ دونوں صورتوں میں اس سے اس کے ملک سے نکلنے اور اپنے ملک جانے کی درخواست کرنا۔ وہ ایسا ہی کرے گا۔

قباث کہتے ہیں: جب میں بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور میرا اکرام کر کے مجھ سے کہا: ان جرنیلوں سے مناظرہ کرو۔

میں نے اس سے کہا: میرا دل نہیں مانتا کہ میں ان حقیر لوگوں سے مناظرہ کروں۔ میں تو صرف بڑے جرنیل سے مناظرہ کروں گا، تو بادشاہ نے اسے بلانے کا حکم دیا۔

جب وہ آیا تو میں نے اسے سلام کیا اور اسے کہا: خوش آمدید محترم شیخ! پھر میں نے اس سے کہا: اے شیخ آپ کیسے ہیں؟

کہنے لگے: بخیریت ہوں۔

میں نے اس سے کہا: آپ کے بیٹے کا کیا حال ہے؟

یہ سن کر سب جرنیل ہنس کر کہنے لگے: وہ جرنیل (ان کی مراد وہ جرنیل تھا جو میرا دوست تھا) یہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص ادیب ہے۔ اور یہ بہت عقل مند ہے اس کو تو اپنی

انہوں نے نے ایسا ہی کیا اور لڑکی کے والدین کی طرف روانہ ہوئے جو برجان کے بادشاہ تھے۔ وہ اپنی رعایا کے ساتھ باہر آئے اور اپنی بیٹی کو دیکھا۔ پھر دعوت کا اہتمام کیا۔ اور روم اور برجان کے مابین صلح ہوئی جس میں بہت مضبوط عہد و پیمان ہوئے کہ تیس سال تک کوئی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی نہیں کرے گا۔ پھر وہ لوگ اپنے ملک چلے گئے اور ہم اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

جرنیل کہنے لگا: میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ تو مجھے وہ عہدہ ورثہ میں ملا اور ان کے بعد میں اس عہدہ پر فائز ہوا۔ میرا اس شہزادی سے بیٹا بھی ہوا۔

اے عربی! اگر آپ کی پریشانی اس درجے تک پہنچی ہو جو پریشانی میں نے آپ کو اپنے بارے میں بتائی تو یقیناً آپ کو بھی کشائش و آسانی مل جائے گی۔ چنانچہ ابھی جرنیل یہ بات مکمل بھی نہیں کر پائے تھے کہ شاہِ روم کا قاصد آیا اور جرنیل سے کہا: آپ کو بادشاہ سلامت بلا رہے ہیں، جرنیل بادشاہ کے پاس چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد لوٹ کر کہنے لگے:

اے عربی! غم دور ہونے کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں بادشاہ کے پاس گیا تو وہاں عرب کے لوگوں کا ذکر چل پڑا، سب جرنیلوں کی ان کے بارے میں ایک ہی رائے تھی۔ اور وہ یہ کہ ان میں نہ کوئی عقل ہوتی ہے اور نہ کوئی تمیز اور ان کا روم پر غالب آجانا ان کی اکثریت اور اتحاد کی وجہ سے ہے نہ کہ ان کی حسن تدبیر کی وجہ سے۔ میں نے بادشاہ سے کہا: بات ایسی نہیں جیسے یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، بلکہ عرب لوگ تو کافی مہذب، ذہین اور مدبر ہوتے ہیں۔

مجھ سے بادشاہ نے کہا: تم اپنے اس عرب مہمان کی محبت میں عرب لوگوں کی تعریف میں بے جا مبالغہ کر رہے ہو اور عرب لوگوں کی تعریفوں کے پل باندھ رہے ہو جس کے وہ مستحق بھی نہیں۔ اور ان کے ایسے اوصاف بیان کر رہے جو ان میں موجود نہیں۔

میں نے کہا: اگر بادشاہ سلامت مناسب سمجھیں تو وہ اس عربی کو آنے کی اجازت

لٹکا دیا تھا۔اس نے میرے والدین سے کہا: جب تم لوگوں کوتمہار بیٹا یاد آئے اورتم بہت غمگین ہو جاؤ تو جا کراس تصویر کودیکھنا جس کو دیکھ کرتم لوگ روؤ گے تو تمہاری پریشانی میں کمی آجائے گی۔

جب وہ لڑکی میرے والدین کے پاس رہنے لگی تواس نے دیکھا کہ وہ دونوں اس کمرے میں بہت جاتے ہیں اور جب نکلتے ہیں تو رو رہے ہوتے ہیں۔ایک روز جب والدین اس کمرے میں جارہے تھے، وہ ان کے پیچھے پیچھے گئی تواس کی نظراس تصویر پر پڑی۔ جب اس نے وہ تصویر دیکھی تو اپنا چہرہ پیٹنے لگی، بال نوچنے لگی اور رونے لگی۔

میرے والدین نے لڑکی سے اس تصویر کے بارے میں معلوم کیا اوراس کے ماں باپ پوچھا تواس نے سب کچھ بتادیا۔

پھر والدین نے پوچھا: تمہارا شوہر کہاں ہے؟

کہنے لگی: اس کنویں میں جس میں سے مجھے نکالا گیا تھا۔فوراً میرے والدین بہت سے لوگوں کو لے کراس کنویں کی طرف نکلے، بہت بڑا مجمع حاضر تھا۔جس میں وہ غلام بھی تھے جنہوں نے میری بیوی کو کنویں میں نکالا تھا۔ یہاں تک کہ وہ سب کنویں تک پہنچ گئے۔ پھرانہوں نے ڈول ڈالا، اوراس وقت شدت غم کی وجہ سے میں نے اپنی وہ تلوار میان سے نکال کر سونت لی تھی، جو میرے ساتھ اتاری گئی تھی۔اوراس کی نوک میں نے اپنے سینے پر رکھی تھی تا کہ اس پر زور دے کر پیچھے اپنی پیٹھ میں سے نکالوں اوراس طرح دنیا سے جان چھوٹ جائے۔

چنانچہ میں چھلانگ لگا کر ڈول میں بیٹھ گیا۔انہوں نے مجھے اوپر کی طرف کھینچا یہاں تک کہ میں باہر نکل آیا۔ مجھے کنویں کے کنارے میرے والدین اور میری بیوی نظر آئی۔ وہ لوگ میرے لئے سواری لے کر آئے تھے، تا کہ میں اس پر سوار ہو کر اپنے ملک لوٹ سکوں۔ میرے والدین اس ملک کے بادشاہ بن چکے تھے۔ میں نے ان کی یہ بات نہ مانی کہ میں اپنے ملک لوٹ جاؤں توان سے کہا: بہتر یہ ہے کہ اس لڑکی کو پہلے اپنے والدین سے ملوایا جائے، تا کہ آپ کی طرح وہ بھی اپنی بیٹی کو دیکھ کر خوش ہو جائیں۔

میں نے اندھیرے میں نظریں دوڑانے لگا تو جس جگہ میں تھا مجھے سوکھی روٹی اور شراب نظر آئی جو زیادہ پرانی معلوم نہ ہوتی تھی۔ ہم دونوں اس سے اپنا پیٹ بھرنے لگے۔سوائے چند دنوں کے روزانہ کوئی نہ کوئی تابوت نیچے آتا جس میں میاں بیوی ہوتے جن میں سے ایک مردہ اور ایک زندہ ہوتا۔اگر آنے والوں میں کوئی مرد زندہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا، تاکہ میری بیوی کے پاس میرے علاوہ کوئی مرد نہ ہو۔اگر ان میں عورت زندہ ہوتی تو میری بیوی اس کو قتل کر دیتی، تاکہ اس کے شوہر کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور عورت نہ ہو۔

ہم کنویں میں اسی طرح ایک سال سے زائد عرصہ رہے۔ پھر کنویں میں کسی نے پانی نکالنے کی غرض سے ڈول ڈالا تو سمجھ گیا کہ ڈول ڈالنے والا بر جانی نہیں ہے اور اس جگہ پر برجانی کے علاوہ کوئی رومی ہی آسکتا ہے، چنانچہ میں نے سوچا کہ میں شہزادی کو خود سے پہلے ڈول میں بٹھالوں تاکہ ہماری جان بچے، یہ لوگوں کو جا کر میرے بارے میں آگاہ کرے تو وہ لوگ دوبارہ میری طرف ڈول ڈالیں اور میں بھی اس میں بیٹھ کے نکل جاؤں۔

میں نے شہزادی کو اس کے کپڑے اور زیور و جواہرات سمیت ڈول میں بٹھا دیا۔ ان لوگوں نے ڈول کو اوپر کی طرف کھینچا تو اس میں سے لڑکی برآمد ہوئی۔

اتفاق سے وہ لوگ میرے والد کے غلام تھے۔ ان لوگوں نے تو میرے بارے میں کوئی سوال نہ کیا جب کہ لڑکی بھی ان سے خوف زدہ ہو کر انہیں کچھ نہ کہہ سکی اور لڑکی کے خوف کی وجہ سے گھگی بندھ گئی۔ وہ لوگ میرے ماں باپ کی کیفیت جانتے تھے اور غم سے بھی واقف تھے جو انہیں میری گمشدگی کی وجہ سے لاحق تھا۔ وہ لوگ اس لڑکی کو میرے والدین کے پاس لے آئے، تاکہ انہیں دیکھ کر کچھ تسلی ہو۔ میرے والدین اس لڑکی کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور اس کو اپنے پاس رکھ لیا۔

میرے والد کا ایک دوست تھا جو مصوری جانتا تھا۔ اس نے میرے والدین کے لئے میرے ایک تصویر ایک لکڑی پر بنا دی تھی اور اسے خوب مزین کر کے ایک کمرے میں

اے رومی! ہمارے یہاں رواج یہ ہے کہ ہم میاں بیوی کے درمیاں اگران میں سے کوئی ایک مرجائے تو تب بھی علیحدگی نہیں کرتے۔ اگر شوہر بیوی سے پہلے مرجاتا ہے ہم اس عورت کو اس آدمی کے ساتھ اس کے تابوت میں لٹادیتے ہیں۔ اوران دونوں کو ایک ساتھ ایک کنویں میں اتاردیتے ہیں جوکہ ہمارے مردوں کا ٹھکانہ ہے۔ اوران دونوں کے ساتھ تین دن کھانا پینا رکھ کران کو کنویں میں اتاردیتے ہیں۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر سے پہلے مرجائے تو ہم اس کو اس کی چارپائی میں لٹاتے ہیں اور دونوں کو ایک ساتھ کنوے میں اتاردیتے ہیں۔ اگر تم اس رواج پر راضی ہو تو اللہ تمہیں تمہاری بیوی مبارک کرے۔ اوراگر تمہیں منظور نہ ہو تو ہم تمہارے ساتھ یہ معاملہ ختم کردیں گے اور ہم اس کی شادی تمہارے ساتھ نہیں کریں اور تم ہماری روایات کی مخالفت کر کے ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔

جرنیل کہتا ہے: مجھے اس کی محبت نے اس بات کے کہنے پر مجبور کردیا کہ مجھے یہ رواج منظور ہے تو تب جا کر اس نے اس لڑکی کو تیار کرنے اور میرے ساتھ رخصت کرنے کا حکم دے دیا۔ میں اس کے ساتھ چالیس دن رہا ایسا لگتا تھا کہ ہمیں دنیا جہاں کی دولت مل گئی ہو۔ پھر وہ ایسی بیمار ہوئی کہ اس پر ہروقت بے ہوشی طاری رہتی۔ ایک دن وہ شدید بے حوش ہوگئی جو بھی اس کو دیکھتا اس کو یہی شبہ ہوتا کہ یہ مرچکی ہے۔

چنانچہ اس کے کفن کا انتظام کیا گیا۔ اسی طرح مجھے بھی کفن پہنایا گیا۔ ہمیں ایک ہی تابوت میں اٹھایا گیا۔ بادشاہ اور رعایا سوار ہوئے اور ہمیں رخصت کرتے چلے، یہاں تک کہ ہمیں لے کر کنویں کے کنارے پر پہنچے، پھرانہوں نے تابوت کے نچلے حصوں کو رسیوں سے باندھا اور ہمارے ساتھ تابوت میں تین دن کا کھانا پینا رکھ دیا۔ پھر ہمیں کنویں میں اتارا یہاں تک کہ ہم اس کی تہہ تک پہنچ گئے اور جب ہم پر رسیاں ڈال دی گئیں تو اس میں سے ایک رسی شہزادی کے منہ پر گری اس کی تکلیف نے اس پر بے حوشی والی کیفیت کو زائل کردیا اور وہ بیدار ہوگئی۔ جب وہ بیدار ہوئی تو مجھے ایسا لگا کہ مجھے دنیا جہاں کی دولت مل گئی۔

کردوں گا۔

وہ کہنے لگا: میں کسی قاصد کو بھیج کر تمہارے معاملہ کی تحقیق کروانا ضروری نہیں سمجھتا، میں تمہیں چند باتوں سے آزماؤں گا جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

میں نے کہا: چلئے جس ذریعہ سے چاہیں تحقیق کر لیں۔ اس نے ایک گھوڑا، عرق گیر، زین اور لگام منگوائی، اور مجھے گھوڑا تھامنے کا حکم دیا تو میں نے گھوڑا سائیس کے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر اس نے عرق گیر پکڑنے کا حکم دیا تو میں نے اسے پکڑا، اور گھوڑے پر ڈالنے کا کہا تو میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اس کے بعد مجھے زین تھامنے کا حکم دیا تو میں نے اسے پکڑا۔ پھر پٹی، درہ اور گھوڑے کو تنگ باندھنے کا کہا اور لگام پکڑنے اور گھوڑے کو لگام لگانے کا حکم دیا تو میں نے وہ بھی کر دکھایا۔ پھر مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کا حکم دیا تو میں سوار ہو گیا۔ پھر چلنے کا حکم دیا تو میں چلا۔ پھر مجھے آنے اور جانے کا حکم دیا تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر مجھے اترنے کا کہا تو میں اترا۔

تب اس نے کہا: میں مان گیا کہ یہ بادشاہ روم کا بیٹا ہے، کیونکہ اس نے گھوڑے کو بالکل شاہی انداز میں تھاما اور باقی سارے کام بھی بالکل شاہانہ انداز میں کئے۔ اس لئے گواہ رہنا کہ میں اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں۔

سب جرنیلوں نے کہا: ہم گواہ ہیں اس نے کہا: ابھی گواہی مت دو۔

جب میں نے اس کی یہ بات سنی کہ: ''ابھی گواہی مت دو'' تو میں پریشان ہو گیا کہ اب کیا مصیبت آ گئی۔ تو اس نے مجھ سے کہا: میں نے یہ گواہی اس لئے نہیں رکوائی کہ میں تمہیں ناپسند کر رہا ہوں۔ ہمارے یہاں کچھ روایات ہیں جن کی ہم مخالفت نہیں کر سکتے ۔ خدانخواستہ تمہارے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آ سکتا ہے تو ہم تمہیں اس روایت کی بھینٹ چڑھا دیں یا پھر ہمیں تمہارے لئے اس روایت کو چھوڑنا پڑے گا اس طرح تو ہم اپنے رواجوں کو توڑنے والے بن جائیں گے۔

دوسرے کو نہ دیکھیں۔

جرنیل کہنے لگا: برجان نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا ارادہ کرتے تو اس آدمی کے پاس پیغام نکاح بھیجے جس کو اس کی بیٹی پسند کرتی ہے۔

جرنیل کہنے لگا: میں نے شہزادی سے کہا: جب تم سے تمہارے والدین پوچھے کہ تمہاری خواہش کیا ہے کہ میں تمہارا کس شخص سے نکاح کروتو تم کہہ دینا کہ میں صرف اس رومی سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ تو وہ جھنجلا کر کہنے لگی: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اپنے والد سے ایک غلام کے ساتھ نکاح کرنے کا کہوں۔ میں نے اس سے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے غلام نہیں بنایا، میں تو شہزادہ ہوں اور میرے والد روم کے بادشاہ ہیں۔

برجان کے باشندے رومی جرنیل کو جو کہ برجان کی حدود پر متعین ہو روم کا بادشاہ کہتے تھے۔

تو وہ مجھ سے پوچھنے لگی: کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟

میں نے اسے بتایا: یہ بالکل سچ ہے۔

ابھی ہماری بات بھی پوری نہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کا قاصد آ گیا اور اس نے ہم دونوں کو علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد تین دن ہی گزرے تھے کہ مجھے بادشاہ نے طلب کیا۔ میں اس کے پاس حاضر ہوا، میں نے اس کے چہرے پر برے اثرات ثبت دیکھے۔

اس نے مجھ سے کہا: اے بدبخت! تم نے اپنے نسب کے بارے میں مجھ سے جھوٹ کیوں کہا؟ جب کہ میں اپنے والد کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کو قتل کی سزا دیتا ہوں۔

میں نے اس سے کہا: میں نے اپنے والد کے سوا کسی اور کی طرف خود کو منسوب نہیں کیا۔

اس نے مجھ سے کہا: تمہارا دعویٰ ہے کہ تم بادشاہ روم کے بیٹے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں بالکل میں یہی کہتا ہوں اور چلیئے آیئے میں اس کو ثابت بھی

اٹھا لئے گئے۔اور وہ لوگ مجھے برجان کے بادشاہ کے پاس لے گئے۔

اس بادشاہ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو میرے ساتھ رعایت کرنے اور اپنے قریب رہنے کا حکم دیا۔اور مجھے اپنا بیٹا بنا لیا۔

بادشاہ کی ایک بیٹی تھی۔ وہ اس سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا۔اس نے اس کو شہہ سواری اور گھوڑ دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی سیکھایا تھا۔

ایک مرتبہ برجان کے بادشاہ نے میری موجودگی میں اپنے چند جرنیلوں سے کہا: تم میں سے کون روم کے بادشاہ کے پاس جا کر اس کے شہر سے ایک کاتب کو لے آئے گا، تاکہ وہ میری بیٹی کو لکھنا پڑھنا سکھائے۔

میں نے اس سے کہا:

اس کا قاصد مجھ سے زیادہ لکھائی جاننے والا لے کر نہیں آ سکتا۔اس نے مجھے اپنے سامنے لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے لکھ کر دکھایا۔اس نے میرے خط کی تعریف کی۔اور جب اس نے میرے خط کا ان خطوط کے ساتھ موازنہ کیا جو میرے والد مجھے بھیجتے تھے تو اس کو میرا خط اس سے بھی زیادہ عمدہ لگا، چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کو میرے پاس بھیج دیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اسے لکھنا سکھاؤں۔

وہ میرے ساتھ تیرا سال رہی، میں اس سے محبت کرنے لگا اور وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی۔ پھر ایک دن وہ میرے پاس روتی ہوئی آئی تو میں نے اس سے کہا: شہزادی صاحبہ! آپ کیوں رو رہی ہیں؟

کہنے لگی: چھوڑ دو مجھے رونے ہی دو۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی۔

کہنے لگی: میں آج رات اپنے والدین کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور ابھی نیند کی آغوش میں جانے ہی والی تھی کہ میں نے اپنے والد کو میری والدہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: ہماری بیٹی جوان ہوگئی ہے اور یہ رومی بھی سمجھدار ہو گیا ہے، لہذا ان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ یہ دونوں آج کے بعد اکٹھے بیٹھیں۔ جب ہماری بیٹی کل اس کے ساتھ بیٹھے تو تم ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان دونوں کو علیحدہ کروا دینا، تاکہ یہ دونوں ایک

وہ تمام باتیں مجھے سکھائی جائیں جن کو گھوڑ سوار سیکھتے ہیں۔ مجھے گھر میں رہنے کے بجائے خیمے میں رہنے کا حکم دیا اور مجھے سوائے اس گوشت کے جو پرندہ شکار کر کے لائے یا کتا شکار کر کے لائے یا تیر سے شکار کیا ہوا ہو اور کوئی گوشت کھانے کی اجازت نہ تھی۔ اسی طرح دس سال گزر گئے۔ پھر میرے چچا کا انتقال ہو گیا اور عہدہ میرے چچا کے بعد میرے والد کو ملا۔

ایک مرتبہ والد نے مجھے اپنے پاس بلوایا اور ملکی صورت حال پر مجھ سے بات کی تو جب انہوں نے میری فہم وفراست اور میرے آداب وآخلاق کو دیکھا تو مجھ سے بہت متاثر ہوئے اور مجھے وہ تمام کام کرنے کی اجازت دے دی جس کی عام طور پر بادشاہ اپنی اولاد کو اجازت نہیں دیتے۔ میرے لئے تلواریں، خیمے اور ریشم تیار کیا اور میرے پاس گھوڑ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت بھیجی اور سب کو ان کی ضرورتوں کا سامان فراخی سے دیا۔ اور مجھے گھر سے دور خیموں میں رہنے کا حکم دیا۔

جب میں پندرہ سال کا ہوا تو ایک دن میں اپنے رہنے والے ایک مکان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ مجھے پانی کا ایک تالاب نظر آیا جو لمبائی میں میرے اندازے کے مطابق ۱۰۰۰ گز اور چوڑائی ۳۰۰ سے ۴۰۰ گز کے درمیان تھا۔ میں نے اپنا خیمہ وہاں لگانے کا حکم دیا اور شکار کرنے نکل پڑا۔ اس روز مجھے اتنا شکار ملا جس کی کبھی میں نے خواہش بھی نہ کی تھی۔ واپسی پر میں خیمے میں آیا اور باورچیوں کو کھانا بنانے کا حکم دیا تو انہوں نے میرا پسندیدہ کھانا بنایا، پھر دستر خوان لگایا، میں ابھی کھانا نکلتے ہوئے دیکھ ہی رہا تھا کہ میں نے چیخ وپکار کی آوازیں سنیں پھر آوازوں کے ساتھ ہی میں نے اپنے سپاہیوں کے سر ان کے تن سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ میں جس جگہ تھا وہاں سے دور چلا گیا اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھے انہیں اتار کر اپنے غلام کے کپڑے پہن لئے۔ پھر میں نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو مجھے ہر طرف لاشیں ہی پڑی ہوئی نظر آئیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ میرے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک برجان کے فوجی سپاہیوں نے کیا۔

مجھے غلام کی طرح قید کر دیا گیا۔ ہمارا سارا ساز وسامان تلواریں وغیرہ سب

موت کو زندگی پر ترجیح دے رہا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔

اس نے کہا: اگر تم سچے ہو تو تمہارے غم کے دور ہونے کا وقت قریب آچکا ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کیسے پتا چلی؟

اس نے کہا: میں بھی ایسی مصیبتوں میں پڑ چکا ہوں جو تمہاری مصیبتوں سے زیادہ ہولناک تھیں اور بعد میں اس کا نتیجہ راحت کی شکل میں ملا۔

اس نے مجھے بتایا: میرے ملک میں یہ جرنیل کا عہدہ میرے آباؤ اجداد سے ورثہ میں چلا آرہا ہے۔ ہماری تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ پھر میرے والد اور چچا کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ اور یہ عہدہ میرے چچا کے پاس تھا، میرے والد کے پاس نہ تھا۔ میرے والد اور چچا کے یہاں اولاد ہونے میں تاخیر ہوئی تو میرے والد اور چچا نے اطباء پر بہت پیسہ خرچ کیا اپنے اس علاج کے لئے جس سے آدمی کو عورت پر قدرت ہوتی ہے۔ پہلے طبیبوں نے چچا کا علاج کیا لیکن چچا صحت یاب نہ ہو سکے اور مایوس ہو گئے تا اطباء میرے والد کا علاج کرنے میں مصروف ہو گئے، جس میں ان کو کامیابی ہوگئی۔ جب چچا کو پتا چلا تو اس نے بہت ساری حاملہ عورتوں کو جو کہ مختلف زبانیں جانتی تھیں جمع کیا جن میں عربی، رومی، فرنگی، صقلابی، خزرجی وغیرہ تھیں، اس نے ان سب کو اپنے گھر میں ٹھہرایا۔

جب میں پیدا ہوا تو چچا نے سب عورتوں کو میرے پاس رہنے کا حکم دیا اور ہر ایک سے یہ بات کہہ دی کہ اس سے اپنی زبان کے سوا کسی اور زبان میں بات نہ کرے۔

ابھی میں پورے چار سال کا بھی نہ ہوا تھا کہ میں ان ساری زبانوں میں گفتگو کرنے لگا جو ان عورتوں نے سکھائی تھی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ میرے ساتھ کھیلنے والی اور تربیت کرنے والی اسی جنس میں سے ہوں جس جنس میں سے میری پرورش کرنے والی عورتیں تھی۔ وہ سب مجھے لکھنا اور اپنی اپنی کتابوں میں پڑھنا سکھاتی تھیں تو میں نے نو سال کے اندر ہی سب کچھ سیکھ لیا۔

میرے چچا نے حکم دیا کہ گھوڑ سواروں کی ایک جماعت میرے ساتھ رکھی جائے اور

تو وہاں مجھے کفار ہی نظر آئے۔ میں بہت دل برداشتہ ہوا۔ میری شدید خواہش ہوئی کہ کاش! میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوتا۔ میں نے وہ کٹھن رات جاگتے جاگتے گزاری، اور جب صبح ہوئی تو میں بہت زیادہ ناامید اور بہت زیادہ بے حال تھا۔

دوپہر کے وقت قاصد مجھے بلانے آیا تو میں اس جرنیل کے پاس اس حال میں گیا کہ غم کے آثار میرے چہرہ پر نمایاں تھے۔ اور میں نے جب کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے میرا ہاتھ پہلے کے برخلاف کیفیت میں بڑھتے ہوئے دیکھا تو ہنستے ہوئے کہنے لگا: میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے ساتھیوں سے بچھڑنے کا غم ہے۔

میں نے اس کے خیال کی تصدیق کی۔ اور اس سے پوچھا: کیا آپ کسی طرح انہیں اپنے ماتحت میں واپس بلا سکتے ہیں؟

اس نے کہا: بادشاہ نے تمہارے ساتھیوں کو میرے پاس سے دوسرے جرنیل کے پاس منتقل کیا ہے۔ وہ صرف اور صرف انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایسا کرتا ہے۔ اور بہت مشکل ہے کہ وہ میرے تمہارے ساتھ لگاؤ اور محبت کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے سے باز آجائے اور انکو تکلیف پہنچانے والی تدبیر چھوڑ دے۔ اور مجھے اس سلسلے میں کوئی قدرت نہیں۔

میں نے اس سے کہا: آپ بادشاہ سے درخواست کریں کہ وہ مجھے آپ کے ماتحتی سے نکال کر میرے ساتھیوں کے ساتھ شامل کر دے، تاکہ وہ سب جہاں ہوں میں بھی ان کے ساتھ رہوں۔

وہ کہنے لگا: اس سلسلہ میں بھی میں کچھ نہیں کر سکتا، کیونکہ میں اس بات کی اجازت تو نہیں لے سکتا کہ تمہیں خوشحالی سے بدحالی، عزت سے ذلت اور آسائش سے تنگی کی طرف منتقل کر دوں۔

جب اس نے یہ بات کہی تو میں دل برداشتہ ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: تم تو انتہائی غمگین ہو گئے۔

میں نے کہا: میں بہت زیادہ غمگین ہو گیا ہوں اور میرا غم انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اور میں

وہ کہنے لگا: اگر زبان کا جان لینا ہی انسان کو اپنی جنس سے اس جنس میں تبدیلی کر دیتا ہے جس کی زبان اسے آتی ہے تو پھر تو تمہیں رومی ہونا چاہئے۔ کیونکہ جتنی فصاحت میری عربی میں ہے تو تمہاری رومی زبان میں فصاحت اس سے کم تو نہیں، اس اعتبار سے تمہارے کہنے کے مطابق تو تمہیں رومی اور مجھے عربی ہونا چاہئے۔

میں نے اس کی بات کی تائید کی۔ چنانچہ میں اس کے پاس پندرہ دن رہا اور میں اس سے پہلے کبھی اپنی زندگی میں اس سے زیادہ آسائش میں نہیں رہا۔

سولھویں رات کو میں نے سوچا کہ آدھا مہینہ گزر چکا ہے، اور وہ دن قریب آرہا ہے کہ مجھے دوسرے جرنیل کے پاس جانا ہوگا تو میں ساری رات غمگین رہا۔

سولھویں دن اس کا قاصد مجھے کھانے کے لئے بلانے آیا، میں چلا گیا اور جب کھانا ہمارے سامنے پیش ہوا اور اس نے مجھے خلاف معمول کم کھاتے دیکھا، تو ہنسنے لگا پھر اس نے مجھ سے کہا: اے عربی! میں جانتا ہوں کہ جب آدھ مہینہ گزر گیا تو تم نے سوچا کہ وہ دن قریب آرہا ہے کہ جب تم میرے پاس سے کسی اور جرنیل کی طرف منتقل ہو جاؤ گے جو تمہارے ساتھ میرے جیسا سلوک نہیں کرے گا۔ اور تم اس کے ساتھ اس طرح نہیں رہو گے جسطرح میرے ساتھ رہتے ہو۔ اس لئے رات بھر جاگتے رہے۔ اور اس کی وجہ سے تمہیں ایسا غم لگ گیا جس نے تمہارے کھانے کو کم کر دیا اور تمہارے کھانے پر اثر انداز ہوا۔ تو میں نے اسے بتایا: آپ کا خیال بالکل درست ہے۔

جب پورا مہینہ گزر گیا اور تیر گھمائے گئے تو تینوں تیر دوسرے جرنیلوں کے نام کے نکلے تو میرے ساتھیوں کو وہاں بھیج دیا گیا اور میں اکیلا رہ گیا۔

میں نے اس روز جرنیل کے پاس ناشتہ کیا۔ اور میری عادت تھی کہ میں ناشتہ کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس چلا جاتا تھا۔ پھر ہم مل بیٹھ کر باتیں، اپنا دل بہلاتے، قرآن پڑھتے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے، فرائض کا مذاکرہ کرتے اور ایک دوسرے سے حفظ کیا ہوا قرآن اور دوسرے علم وغیرہ کی باتیں سنا کرتے۔ جب میں اس دن کھانے کے بعد اس جگہ گیا جہاں میں جاتا تھا اور جہاں مسلمان ساتھی ہوا کرتے تھے

مجھ سے میرا نام ونسب اور پتہ پوچھا جس طرح امیرالمومنین نے مجھ سے دریافت کیا۔ تو میں نے اس کو سب سچ سچ بتادیا۔

پھر وہ مجھ سے کہنے لگا:

تمہیں اپنی کتاب (قرآن مجید) کتنی یاد ہے؟

میں نے بتایا: میں حافظ ہوں۔ کہنے لگا، سورہ آل عمران پڑھو! تو میں نے اس کی پچاس آیتیں پڑھ کر سنائی۔

وہ کہنے لگا: تم تو فصیح قاری ہو۔ پھر اس نے مجھ سے اشعار روایت کرنے کے بارے میں پوچھا: میں نے اسے بتایا: ہاں میں روایت کرتا ہوں۔

اس نے مجھے مخصوص شاعروں کے شعر پڑھنے کو کہا اور کہنے لگا۔

تم ایک خوش بیان روای ہو۔

اس نے اپنے نائب سے کہا: مجھے یہ شخص بہت قابل لگتا ہے اس لئے اسے قید نہ کرو پھر کہنے لگا: یہ تو انصاف نہ ہوا کہ میں اس کے ساتھیوں کے ساتھ برا سلوک کروں۔ اس لئے اس کے ساتھیوں کو بھی رہا کردو اور ان کا اکرام کرو اور ان کی ضیافت میں کوئی کسر نہ چھوڑو۔

پھر اس نے اپنے باروچی کو بلایا اور اس سے کہا: جب تک یہ عربی میرے پاس ہے میں اس کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گا خبردار! وہ چیزیں نہ پکانا جو مسلمان پر حرام ہیں اور اپنے پکوانوں میں سے کسی چیز میں بھی شراب نہ ڈالنا۔ پھر اس نے اپنا کھانا منگوایا اور مجھے اپنے پاس طلب کیا تو میں آکر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

میں نے اس سے کہا: میں اور میرے والد آپ پر قربان، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اپنے بارے میں بتائیں کہ آپ عرب کے کس خاندان سے ہیں؟

وہ ہنس کہ کہنے لگا: میرے پاس تمہارے سوال کا کوئی جواب نہیں، کیونکہ میں عربی نہیں ہوں کہ میں تمہیں تمہارے سوال کا جواب دوں۔

میں نے اس سے کہا: پھر آپ کی عربی میں اتنی فصاحت کیسی ہے؟

حکمرانوں کی بہ نسبت قدرے بہتر حال میں تھے، لیکن جب خلافت اس کے بیٹے کو سپرد کی گئی تو اس نے بادشاہ بنتے ہی یہ ارشاد جاری کیا کہ قیدی جب مستقل ایک ہی شہر میں ٹھہرائے جاتے ہیں تو اس سے مانوس ہو جاتے ہیں، اگرچہ وہ قیدی بہت برے حال میں ہوں۔ اس لئے اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی سزا نہیں ہو سکتی کہ انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرتے رہا جائے۔ پھر اس نے تیر منگوائے اور ہر تیر پر شہر کے رومی جرنیلوں میں سے ایک ایک جرنیل کا نام لکھا۔ اور پھر ہر سال چار مرتبہ ان تیروں کو گھمایا جاتا تو پہلے تیر میں جس جرنیل کا نام نکلتا وہاں مسلمانوں کو منتقل کر دیا جاتا۔ وہ ان کو اپنے پاس ایک مہینہ قید رکھتے اور پھر دوسرے کی طرف منتقل کر دیتے۔ اسی طرح تیسرے کی طرف پھر اس کے بعد دوبارہ تیر اسی طرح گھمائے جاتے۔

جب بھی ہم کسی جرنیل کے پاس جاتے تو وہ ہمیں کہتا: خدا کا شکر کرو کہ تمہیں برجان جرنیل کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ تو ہم اس کے نام سے ہی خوف زدہ ہو جاتے تھے۔ اور اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے تھے کہ اس نے ہمیں اس سے دور ہی رکھا۔ اس طرح کافی عرصہ گزر گیا۔

ایک مرتبہ جب تیر گھمائے گئے تو پہلا اور دوسرا تیر کسی اور دو جرنیلوں کے نام نکلے اور تیسرا تیر برجان کے جرنیل کے نام نکلا۔ دو مہینے ہمارے کافی پریشانی میں کسی ناخوشگوار واقعے کا انتظار کرتے ہوئے گزرے۔ جب دو مہینے پورے ہوئے تو ہمیں برجان جرنیل کے پاس لے جایا گیا۔ ہم نے اس کے دروازے پر سابقہ جرنیلوں کے خلاف زیادہ مجمع دیکھا۔ اور دوسرے کے برخلاف اس کے سپاہیوں میں زیادہ سختی دیکھی۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے اس میں جتنی سختی اور تند خوئی دیکھی اس سے ہمیں اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ اس نے داروغہ جیل کو بلوایا اور مسلمانوں کو اسی طرح قید کرنے کا حکم دیا جس طرح دوسرے جرنیل حکم دیا کرتے تھے، تو داروغہ جیل ایک ایک کر کے سب کو قید کرتا گیا، یہاں تک کہ وہ میرے پاس پہنچا۔ میں جرنیل کی طرف دیکھنے لگا تو مجھے ایسا لگا کہ وہ مجھے دوسروں کی نسبت الگ ہی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے مجھ سے عربی میں گفتگو کی اور

غیر اللہ پر نظر رکھتا ہے اسے خدا کے یہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ میں نے کہا حضرت میرے واسطے خدا سے دعا کیجئے کہا **یحفظک اللہ ویحفظ بک ویحفظ علیک** ۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا اخلاص کو لازم پکڑ اور اپنے اور اللہ کے درمیان جو عہد ہے اس کی نگہداشت رکھ۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلے گئے

روم نے اسے حضرت معاویہؓ کے دور میں قیدی بنایا اور عبدالملک کے دور میں رہا کیا

ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان دمشق کے شاہی محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک عبدالملک کے پاس شام کی سرحدوں ح کی طرف سے ایک قاصد ایک خط لے کر آیا۔ جس میں یہ تحریر تھا کہ بہت سے رومی گھڑسواروں کو مسلمانوں نے سرحد پر آتے ہوئے دیکھا تو مسلمان لڑنے کی غرض سے ان کی طرف دوڑے۔ ان رومیوں کے ساتھ قباث نامی ایک آدمی تھا جو کہ حضرت امیر بن ابی سفیانؓ کے زمانہ خلافت میں قیدی بنا تھا۔ جب رومیوں کا مسلمانوں کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو رومیوں نے کہا: ہم جنگ کے ارادے سے نہیں بلکہ ہم تو صرف اس مسلمان کو لے کر آئے ہیں تاکہ اسے مسلمانوں کے حوالے کر دیں کیونکہ شہنشاہ روم نے ہم کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ تو عبدالملک نے اس مسلمان کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب وہ شخص عبدالملک کے پاس حاضر ہوا تو اس نے دریافت کیا: تم کون ہو؟

وہ کہنے لگا: قباث بن رزین لخمی میرا نام ہے۔ میں مصر میں شہر فسطاط کی مشہور جگہ حمرا میں رہتا ہوں۔ میں حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں قید ہوا جس وقت روم کا بادشاہ توم بن مرزق تھا۔

پھر اس سے عبدالملک نے پوچھا: اس کا تم لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا؟

وہ کہنے لگا: میں نے اس شخص سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن کسی کو نہیں دیکھا، ہاں ایک بات ہے وہ بہت بردبار تھا۔ مسلمان اس کے دور میں دوسرے

میرے پیچھے پیچھے ہولئے۔ جب میں بازار سے نکلا تو کہا خدا کے لئے میرے مہمان ہوجاؤ۔ میں ان کے ساتھ گیا تو وہ مجھے ایک خوبصورت گھر میں لے گئے جہاں خیر کے آثار معلوم ہوتے تھے مجھے بٹھا کر تھوڑی دیر غائب ہوئے اور ایک بڑے بوڑھے آدمی کو ہمراہ لے آئے مجھ سے کہا یہ میرے باپ ہیں ان کے واسطے دعا کرو۔ میں ان کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ وہ شخص کھانا لے آئے ہم نے کھانا کھایا اور ہاتھ دھوکر میں جانے لگا تو اس نے کہا آپ تین دن تک میرے مہمان ہیں چنانچہ میں تین دن تک ان کے یہاں رہا۔ ہر روز وہ میرا اکرام زیادہ کرتے تھے۔ جب چوتھا روز ہوا تو میں نے رخصت ہوکر نکلنا چاہا تو اس شیخ نے کہا اے بیٹے آج تم میرے مہمان ہو۔ اس دن میں نے شیخ کے یہاں قیام فرمایا۔ جب دوسرا دن ہوا تو خدا حافظ کر کے کھڑا ہوا تو وہ جوان پھر میرے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب میں شہر پناہ سے باہر نکلا تو اس نے مجھے رخصت کیا اور روٹی اور حلوہ اور ایک بٹوہ مجھے دے کر کہا۔ حضرت یہ راستہ کا توشہ ہے اسے قبول فرمالیجئے۔ میں اسے لے کر دو دن متواتر چلا اور ایک دوسرے شہر میں داخل ہوا اور فقراء کو تلاش کر رہا تھا تا کہ جو کچھ پاس ہے وہ ان کے حوالے کروں۔ اتنے میں ایک خوبصورت شیخ میرے سامنے آئے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور دل میں آیا کہ یہ شخص ولی اللہ ہے۔ چونکہ نماز کا وقت قریب آ گیا تھا میں مسجد میں داخل ہوا اور نماز ادا کر کے بیٹھا رہا۔ مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ خواب میں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا کہ وہ بٹوہ جو تمہارے پاس ہے اس شیخ صالح کو جو ابھی تمہارے سامنے سے گزرے تھے دے دو۔ وہ اللہ کے صالح بندے ہیں۔ میں اسی وقت بیدار ہوا اور ان کی تلاش میں نکلا اور کہا اے اللہ! انہیں شیخ کی حرمت سے ان کی ملاقات کرا دیجئے۔ ابھی یہ دعا پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ وہی بزرگ نہر سے لوٹے میں پانی لئے ہوئے میرے سامنے آئے۔ میں نے بٹوہ کھولا تو اس میں پانچ دینار اور پانچ درہم تھے۔ میں انہیں جمع کیا اور ان کا ہاتھ چوم کر ان کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ انہوں نے وہ دام لے لئے اور فرمایا اے بیٹے جو

مقدس میں ہی سفر آخرت اختیار کیا۔

فقر غیور

ایک مرتبہ سلطان شمس الدین التمس کا وزیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کئی گاؤں کی جاگیر بطور نظر پیش کی آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان نے کسی سے جاگیر قبول کی ہوتی تو ہم بھی کر لیتے اگر ہم یہ جاگیر قبول کرلیں تو قیامت کے دن اپنے خواجگان کو کیا منہ دکھائیں گے۔

ایک اور موقع پر شاہی صاحب اختیار الدین ایبک کچھ گاؤں کا فرمان لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا درویشوں کو ایسی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے آئندہ ہم کو دنیا کے جال میں پھنسنے کی ترغیب مت دینا۔

سب سے اچھا درویش

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ بے حد تواضع تھے اور اپنی تعظیم و تکریم کو پسند نہیں فرماتے تھے ایک دفعہ آپ کی خانقاہ میں کچھ مرید وضو کر رہے تھے حضرت زکریاؒ ان کے پاس تشریف لے گئے ایک مرید کے سوا باقی سب وضو چھوڑ کر آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور سلام عرض کیا جو مرید وضو کرنے میں مشغول رہا اس نے اطمینان سے وضو تمام کر کے آپ کے مراسم تعظیم ادا کئے حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا تم سب درویشوں میں افضل اور زاہد ہو۔

ایک خوبصورت نوجوان کا واقعہ

ایک فقیر سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ملک خراسان کے ایک شہر میں داخل ہوا اور بازار میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک خوبصورت جوان راستہ میں ملے اور سلام کیا اور

آزاد کر سکتے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے ثواب چاہتا ہوں۔

(ابن سعد: ج ۷)

ایک قابل ذکر خواب

سعید جزری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو خواب میں جمال نبوی ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس شخص نے آپ ﷺ سے التجا کی، حضور میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارے لئے عامرؒ دعا کر رہے ہیں۔ اس شخص نے عامرؒ سے یہ خواب بیان کیا، یہ لطف و کرم سن کر ان پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ ہچکی بندھ گئی۔ (ابن سعد: ج ۷)

درویشوں کا شیوہ

ایک دفعہ ایک باطن شخص حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا حضرت خواجہ صاحب نے اس کے تیور بھانپ لئے اور مومنانہ فراست سے اسکا ارادہ معلوم کر لیا جب وہ آپ کے قریب آیا تو آپ اس کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور بڑی نرمی سے فرمایا بھائی تم جس ارادے سے آئے ہو اس کو پورا کرو میں تمہارے سامنے موجود ہوں یہ سن کر اس شخص پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا پھر کہنے لگا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ کو قتل کرنے پر مامور کیا گیا اسی مقصد کے لئے یہ چھری اپنی بغل میں چھپا کر لایا اب میری خواہش ہے کہ اسی چھری سے آپ میرا کام تمام کر دیں تا کہ میں اپنی بدنیتی کی سزا کو پہنچوں خواجہ صاحبؒ نے فرمایا ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ جو ہم سے بدی کرتا ہے ہم اس سے نیکی کرتے ہیں تم نے میرے ساتھ کوئی بدی نہیں کی یہ فرما کر اس کو گلے لگا لیا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی اس شخص پر آپ کی بلند اخلاق کا اس قدر اثر ہوا کہ اسی وقت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور دن رات آپ کی خدمت میں رہنے لگا حضرت خواجہ کی صحبت نے اسی کو پتھر سے ہیرا بنا دیا اور وہ ۴۵ بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوا بالآخر حجاز

کے بدلے دینار عطا فرمائے۔

رفیق سفر

حضرت عامر بن عبداللہؒ بڑے بلند مرتبہ اور مرتاض تابعین میں تھے۔ اگرچہ وہ ہمیشہ گوشۂ تنہائی میں عبادت کیا کرتے لیکن ان کی رگوں میں جہاد کا خون دوڑتا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ جب وہ کسی جہاد میں جانے لگتے تو پہلے موافق مزاج رفیق مزاج تلاش کرتے جب وہ مل جاتا تو اس سے کہتے کہ میں اس شرط پر تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں کہ تم تین باتوں کی مجھے اجازت دو۔ ایک یہ کہ میں تمہارا مؤذن رہوں، دوسرے یہ کہ خدمت گذاری کروں اور اس میں کوئی خلل اندازی نہ کرے، تیسرے اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق تم پر صَرف کروں۔ اگر وہ ان باتوں کو مان لیتا تو عامرؒ اس کے ساتھ ہو جاتے ورنہ اس کا ساتھ چھوڑ کر دوسرا ساتھ تلاش کرتے۔ اپنی سواری پر دوسرے مجاہدین کو باری باری سوار کرتے تھے۔ (ابن سعد: ج ۷)

کیا اس دور میں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو سفر میں یہ جذبۂ خدمت اور اپنے ساتھی کے لئے خرچ کا یہ حوصلہ رکھتے ہوں؟ یہی ان کی بڑائی کی دلیلیں ہیں۔

نیک نیتی

حضرت عامر بن عبداللہؒ کا ایک اور واقعہ ہے جو آپ کے اخلاص، حسن عمل اور نیک نیتی کی شہادت دیتا ہے، آپ جہاد میں کبھی دنیا کی غرض لے کر نہیں گئے، مال غنیمت کی خواہش اور نہ کسی اور مقصد کے لئے۔ ان کا جہاد بھی خالصۃً لوجہ اللہ ہوتا تھا۔ اسماء بن عبید کا بیان ہے کہ عامر عنبری ایک مہم میں تھے، جنگ میں ایک بڑے دشمن کی لڑکی ہاتھ آئی۔ لوگوں نے عامرؒ کے سامنے اس کے اوصاف بیان کئے، انہوں نے سن کر کہا، میں بھی مرد ہوں، مجھے لڑکی دے دو۔ ان کی اس غیر متوقع خواہش پر لوگوں نے نہایت مسرت کے ساتھ وہ لونڈی ان کے حوالے کردی۔ جب وہ ان کے قبضہ میں آگئی تو اس سے کہا، تم لوجہ اللہ آزاد ہو۔ لوگوں نے ان سے کہا، آپ اس کے بدلے دوسری لونڈی

عرض کی کہ فلاں جگہ سے آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا جس مقصد کے لئے تم آئے ہو وہ محض طویل سفر طے کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا اسے حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس پر قابو پانے کی کوشش کرو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے۔

درہم کے بدلے دینار

امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمروالاوزاعیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں عیدالفطر کی شب میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی شخص نے میرے دروازے پر دستک دی میں باہر آیا تو دیکھا کہ میرا ہمسایہ کھڑا ہے میں نے کہا کہو بھئی کیسے آنا ہوا اس نے کہا حضرت کل عید ہے لیکن میرے گھر میں خاک اڑ رہی ہے اور خرچ کے لئے ایک پیسہ تک نہیں اگر آپ کچھ عنایت فرمائیں تو عزت آبرو کے ساتھ ہم عید کا دن گزار لیں گے میں نے عید کے مصارف کے لئے ۲۵ درہم جمع کر رکھے تھے فوراً ہی اپنی بیوی سے کہا کہ ہمارا فلاں ہمسایہ نہایت ہی غریب ہے اس کے پاس عید کے دن خرچ کرنے کے لئے ایک پیسہ تک نہیں اگر تمہاری رائے ہو تو جو ۲۵ درہم ہم نے عید کے مصارف کے لئے رکھ چھوڑے ہیں ہمسایہ کو دے دوں ہمیں اللہ تعالیٰ اور دے گا بیوی نے کہا بہت اچھا چنانچہ میں نے وہ سب درہم اپنے ہمسائے کے حوالے کر دیئے اور وہ دعائیں دیتا چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد میرا دروازہ پھر کسی نے کھٹکھٹایا میں نے دروازہ کھولا تو ایک نوجوان مکان میں داخل ہو کر میرے قدموں پر گر پڑا اور رونے لگا میں نے کہا خدا کے بندے تجھے کیا ہوا ہے اور تو کون ہے؟ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں آپ کے والد کا غلام ہوں عرصہ ہوا بھاگ گیا تھا اب مجھے اپنی حرکت پر بہت ندامت لاحق ہوئی یہ پچیس دینار میری کمائی کے ہیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں قبول فرما کر مجھے ممنون فرمایئے آپ میرے آقا ہیں اور میں آپ کا غلام میں نے وہ دینار لے لئے اور غلام کو آزاد کر دیا پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا کی شان دیکھو اس نے ہمیں درہم

مومن کی فراست

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ ایک دن اپنے مریدوں کے حلقے میں بیٹھے تھے کہ ایک جوان زاہدانہ لباس پہنے اور مصلے کندھے پر ڈالے ہوئے آیا اور ایک گوشے میں بیٹھ گیا حضرت خواجہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے رہے اتنے میں وہ جوان آیا اور حضرت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا حدیث شریف میں آیا ہے۔

اِتَّقُوا فِرَاسَتِہ المُومِنِ فَاِنَّہ ینظر بنُورِ اللہ

(مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اس کا مطلب کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا اس کا مطلب ہے کہ تو اپنا زنار توڑ ڈال اور خدائے واحد پر ایمان لا جوان نے کہا خدا نہ کرے میرے کیوں زنار ہوتا آپ نے خادم کو اشارہ کیا خادم نے اس کے کپڑے اتار کر دیکھا تو نیچے زنار موجود تھا جوان نے اعتراف کیا کہ فی الواقع وہ غیر مسلم ہے اور آپ کی آزمائش کے لئے آیا تھا اس کے بعد وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

علم بکاؤ چیز نہیں

حضرت شیخ ابوالعباسؒ ایک مرتبہ ایک دکان پر اخروٹ خریدنے گئے دکاندار نے اپنے ملازم سے کہا کہ اچھے اچھے اخروٹ چن کر دینا شیخ نے پوچھا جب کوئی شخص اخراٹ خریدنے آتا ہے تو تم اپنے ملازم کو یہی حکم دیتے ہو اس نے جواب دیا نہیں یہ تو میں نے آپ کے علم کی وجہ سے کہا ہے آپ نے یہ سن کر جواب دیا بھائی میں چند اخروٹوں کے عوض اپنا علم فروخت نہیں کر سکتا یہ کہہ کر آپ اخروٹ لئے بغیر چلے گئے۔

حصول مقصد کا صحیح طریقہ

حضرت ابوعلی وقاقؒ کے پاس ایک مرتبہ ایک شخص بڑی دور سے چل کر آیا اور

تو میں نے ایک قائل (کہنے والے) کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اے شخص کل تو درندوں سے (پھاڑنے والے جانوروں سے) انس کرتا تھا آج کیا ہو گیا جو پرندوں سے ڈر رہا ہے وجہ یہ ہے کہ کل تو ہماری طرف متوجہ تھا اور آج اپنے نفس کی طرف مائل ہے اور فرمایا کہ ایک بار میں اسّی دن بھوکا رہا میرے دل میں خطرہ گذرا کہ مجھے کچھ حصہ بزرگی کا مل گیا تو میں نے ایک عورت کو غار سے نکلتے دیکھا گویا کہ اس کی صورت حسن آفتاب سے مثل تھی اور کہتی جاتی تھی کہ منحوس ہے منحوس ہے جو اسّی روز بھوکا رہ کر اللہ پر اپنے عمل کا دباؤ ڈالنے لگا مجھے چھ مہینے گذر گئے کہ میں نے کچھ نہیں چکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہا آمین.

آپ ہی نے فرمایا کہ میں اپنے سفر میں کہتا تھا کہ الٰہی کسی وقت تیرا شکر گذار بندہ بنوں گا تو میں نے ایک قائل کو سنا کہتا تھا جبکہ تو اپنے سوا کسی کو منعم علیہ نہ جانے میں نے کہا الٰہی اپنے سوا کسی کو کیونکر منعم علیہ نہ جانو حالانکہ تو نے انبیاء پر اور علماء پر اور بادشاہوں پر نعمت کی ہے تو سنا کہ وہ قائل کہہ رہا ہے کہ انبیاء نہ ہوتے تو تجھے ہدایت نہ ہوتی اگر علماء نہ ہوتے تو تو اقتداء (پیروی) نہ کرتا اگر بادشاہ نہ ہوتے تو تجھے امن نہ ملتا یہ سب میری نعمت تجھی پر ہے اور فرمایا کہ میں اور میرا ساتھی دونوں ایک غار میں وصول الٰہی اللہ کے ارادہ سے جا رہے تھے ہم جی میں کہتے تھے کہ کل حاصل ہو جائے گا پرسوں حاصل ہو جائے گا ہم پر ایک آدمی داخل ہوا اس کے چہرہ پر ہیبت تھی ہم نے کہا تم کون ہو کہا عبدالملک ہم نے جانا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے میں نے کہا آپ کا کیا حال ہے کہا اس کا کیا حال ہوگا جو کہتا ہے کہ کل فتح ہوگی پرسوں فتح ہوگی یعنی وصول الی اللہ حاصل ہو جائے گا نہ ولایت فلاح (بہبودی نجات) ہے اے نفس! اللہ کی عبادت اللہ کے واسطے کر فرماتے ہیں ہم ہوشیار ہوئے اور سمجھ گئے وہ کس لئے آئے تھے ہم نے توبہ اور استغفار کی ہم پر کشائش قلبی ہوگی۔

نوجوان نے کہا اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا اس لئے ان کی بدعاء لگی ہوگی۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تیری والدہ زندہ ہیں تو اس نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے آدمی بھیج کر اس جوان کی والدہ کو بلوایا۔ جب وہ خاتون دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اس خاتون سے پوچھا، کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس خاتون نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا آگ دھکائی جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر تو اس بیٹے کی سفارش نہ کرے گی تو تیرے بیٹے کو آگ میں ڈالا جائے گا گو کیا اس وقت اس کی سفارش کرو گی؟ تو اس خاتون نے کہا اس وقت میں ضرور اسکی سفارش کرونگی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ اور ہم سب کو گواہ بنا کر کہہ دے کہ میں نے اس کو معاف کر دیا میں اس بیٹے سے راضی ہوگی چنانچہ ماں نے رضا مندی کا اظہار کیا پھر نبی کریم ﷺ نے اس قریب المرگ جوان سے فرمایا! لا الہ الا اللّٰہ کہہ، تو اس نے واضح الفاظ میں صاف صاف لا الـہ الا الـلّٰہ پڑھا، تو رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا تمام تعریفیں اس رب کریم کے لیے ہیں جس نے میری وجہ سے اس نوجوان کو جہنم کی آگ سے نجات دی۔

اللہ کی عبادت صرف اللہ کے واسطے کرو

حضرت شیخ کبیر ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں دوران سیاحت ایک بار ایک ٹیلہ پر سو رہا تھا درندے آ کر میرے گرد گھومتے رہے اور صبح تک میرے گرد بیٹھے رہے میں نے درندوں سے جیسا انس اس رات دیکھا تھا، پھر کبھی نہ پایا جب صبح ہوئی تو میرے جی میں کھٹکا ہوا کہ مجھے انس باللہ کا مقام کچھ کچھ حاصل ہو گیا ہے میں ایک وادی میں اترا جہاں پرندے سفید پاؤں کے تھے میری آہٹ سنتے ہی سب کے سب اڑ گئے اس سے میرے دل پر رعب (ڈر، خوف) چھا گیا

؟ کہا سعید میں نے بہت غور کیا کہ کون سے سعید ہیں خیال میں نہ آیا اور سعید بن المسیب کا دھیان بھی نہ تھا کیونکہ انہوں نے چالیس برس سے مسجد کے سوا کہیں جانا بالکل ترک کر دیا تھا۔

جب میں دروازہ پر آیا تو دیکھا کہ سعید بن المسیب ہیں مجھے خیال ہوا کہ شائد کوئی ضرورت آپ کو پیش آئی ہوگی میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ بلوالیا؟ فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تھا میں نے پوچھا کہ کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ تم نے نکاح کیا تھا مجھے تمہارا اکیلا سونا برا معلوم ہوا اس لئے تمہاری بیوی کو پہنچانے آیا ہوں میں نے جو دیکھا تو واقع میں وہ نیک بخت ان کے پیچھے کھڑی ہوئی ہے۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ کو بند کر دیا، وہ نیک بخت مارے شرم کے گر پڑی میں نے دروازہ کو خوب بند کر دیا۔

ماں کی ناراضگی کا نتیجہ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ایک نوجوان شخص اس وقت نزع کے عالم میں ہے، اس کو کلمہ طیبہ تلقین کیا جاتا ہے لیکن اس کے منہ سے یہ کلمہ ادا نہیں ہورہا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہ شخص اس کلمہ کو اپنی زندگی میں نہیں کہتا تھا لوگوں نے عرض کیا وہ برابر کلمہ گو رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص زندگی بھر یہ کلمہ کہتا رہا ہو آخری وقت میں کلمہ جاری نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ (یعنی ضرور اس کو آخری وقت میں کلمہ نصیب ہونا چاہیے)۔

پھر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور ہم بھی آپ ﷺ کی ہمراہی میں چلے جب آپ ﷺ اس نوجوان کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ پڑھو! تو نوجوان نے عرض کیا میں اس کلمہ کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوں آپؐ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے اس

نیند کا غلبہ ہوا اس وقت حیران و پریشان تھے کہ،

اگر بکریوں کی دیکھ بھال جاری رکھتے ہیں تو نیند اور تھکاوٹ بے بس کئے دیتی ہے اور اگر اس حالت میں سو جاتے ہیں تو بھیڑیئے بکریوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اسی حالت میں انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ دعاء پڑھی، احاطه علمک و نفذت ارادتک و سبق تقدیرک ،اسکے بعد زمین پر سر رکھ کر سو گئے جب نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا ایک بھیڑیا اپنے کندھے پر عصاء موسیٰ رکھ کر بکریوں کی نگہبانی کر رہا ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے موسیٰ: تم میری ایسی طاعت کرو، جیسا کہ میں چاہتا ہوں تو میں تمہاری حوائج و ضروریات پوری کرونگا جیسا کہ تم چاہتے ہو۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ کا واقعہ

عبداللہ بن ابی دواعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت سعید بن المسیب کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا چند روز نہ گیا پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا کہ کہاں تھے میں نے کہا کہ میری بیوی مر گئی تھی اس لئے حاضری سے قاصر رہا آپ نے فرمایا کہ تم نے ہم کو اطلاع نہ کی ہم بھی تمہاری عیادت کو آتے۔

اس کے بعد میں نے اٹھنا چاہا آپ نے فرمایا کہ اب اور کوئی بیوی ہے کہ اٹھے جاتے ہو، میں نے عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسے کی اوقات ہے مجھے کون بیٹی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ میں دیتا ہوں میں نے عرض کیا کہ آپ دیں گے؟ فرمایا کہ ہاں۔ اور خطبہ پڑھ کر تھوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیا میں وہاں سے اٹھا اور خوشی کے مارے پھول رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کس سے ادھار لوں کیا کروں کیا نہ کروں۔ ایسے میں مغرب کا وقت ہو گیا میں نماز پڑھ کر گھر آیا اور چراغ جلایا روزہ افطار کیا روٹی اور تیل کھانے بیٹھا اتنے میں دروازہ پر دستک ہوئی میں نے پوچھا کون

فروخت کردے، بادشاہ فقیر کی خدمت میں گیا اور کہا، میرا ارادہ حج کا ہے، مگر ارکان دولت خرابی مملکت کے خیال سے منع کرتے ہیں، کیا ایک حج کا ثواب میرے ہاتھ فروخت کر سکتے ہو؟ فقیر نے کہا ''میں سب حجوں کا ثواب فروخت کرتا ہوں۔'' بادشاہ نے کہا ہر حج کی کیا قیمت لوگے؟ کہا ہر حج کے لئے جو قدم میں نے اٹھایا ہے تمام دنیا کی قیمت کے برابر ہے، بادشاہ نے کہا ''میرے قبضے میں تو دنیا کا تھوڑا سا ملک ہے، اور آپ ایک قدم کی اتنی قیمت مانگتے ہیں تو پھر کیسے معاملہ ہوسکتا ہے؟

درویش نے کہا'' اے بادشاہ! میرے تمام حجوں کی قیمت آپ کے نزدیک بہت آسان ہے، بادشاہ نے کہا وہ کس طرح؟ فقیر نے کہا جس کسی مظلوم کی تم نے دادرسی کی ہے، اس گھڑی کا عدل کا ثواب تم مجھ کو دے دو میں تمہیں ساٹھ حجوں کا ثواب بخشے دیتا ہوں، پس معلوم ہوا کہ بادشاہ کے لئے عدل نفل عبادت سے برتر ہے۔ (حکایات صوفیہ)

ایک گناہ

ایک بزرگ کو بعد انتقال خواب میں دیکھ کر کسی نے پوچھا'' مافعل اللہ بک ''یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' کہنے لگے۔'' مجھے بارگاہ خداوند عزوجل میں پیش کیا گیا اور میرے گناہ گنوانے شروع کیے گئے۔ میں اقرار کرتا گیا اور وہ معاف ہوتے گئے، مگر ایک گناہ پر میں خاموش ہوگیا اور مجھے اقرار کرتے ہوئے بے حد شرم آئی۔ بس پھر کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے میرے چہرے کی کھال اور گوشت سب کچھ جھڑ گیا۔ پوچھا گیا آخر وہ کونسا گناہ تھا۔ فرمایا: میں نے ایک امرد یعنی خوبصورت لڑکے پر شہوت بھری نظر ڈال دی۔'' (کیمیائے سعادت)

اطاعت کا فائدہ

ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بکریاں چراتے ہوئے آبادی سے نکل کر ایک ایسے میدان میں جا پہنچے جہاں بھیڑیئے بکثرت تھے آپ کو تھکاوٹ نے ستایا اور

حکم دیجئے کہ مجھے نہ ستایا کریں، بادشاہ نے کہا کہ میرے حکم سے تو منع نہیں ہو سکتے، فقیر نے کہا کہ جب ایسے حقیر ترین جانور بھی آپ کی اطاعت سے منحرف ہیں اور آپ کو ان کے دفعیہ پر قدرت نہیں تو میں اور کس چیز کے لئے آپ سے امداد طلب کروں، بادشاہ لاجواب و مایوس واپس آ گیا۔ (حکایات صوفیہ)

مفت خوری کی عادت

ایک بزرگ نے واقعہ سنایا، کچھ لوگ سفر پر جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور مشورہ ہوا کہ اجتماعی طور پر کھانا تیار کیا جائے۔ ہر ایک کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام لگایا گیا، ایک صاحب ایسے تھے ان سے کہا گیا کہ جناب، آپ جنگل سے لکڑیاں چن لائیں، انھوں نے جواب دیا یہ کام مشکل ہے، ہاتھ میں کانٹا چبھے گا، امیر قافلا نے کہا، اچھا پھر چولہا پھونکیے، کہنے لگے اس میں منہ جلنے کا خطرہ ہے، اچھا آٹا گوندھ لیں، کہنے لگا اس سے ہاتھوں میں آٹا چپک جائے گا اچھا کنویں سے کچھ پانی نکال لاؤ کہنے لگے کہ، اس میں گر گیا تو کیا ہوگا؟ اسطرح کسی کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ دوسرے ساتھیوں نے مل کر سارے کام کر لئے اور کھانا تیار ہو گیا آخر میں اس سے کہا اچھا تشریف آیئے کھانا تیار ہے اب سب سے پہلے جا کر دستر خوان پر جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ایک کام تو کر ہی لیتا ہوں ورنہ تم لوگ کہو گے یہ تو کسی کام کا بھی نہیں ہے۔ (حکایات صوفیہ)

عدل نفل عبادت سے برتر ہے

ایک بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ خانہ کعبہ کا حج کرے، ارکان دولت سے مشورہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ مثال جان کے ہے اور سلطنت جسم کے ہے، جس وقت بادشاہ کا سایہ ملک سے اٹھ جائے گا، بہت سی خرابیاں واقع ہوں گی، بادشاہ نے کہا پھر یہ ثواب حج کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ کہ اس ولایت میں ایک درویش ہے، جو ساٹھ حج ادا کر چکا ہے، اور گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہے، ممکن ہے کہ ایک حج کا ثواب آپ کے ہاتھ

بعد نئے کپڑوں کا انتظام اتنا خرچ کون برداشت کرے گا؟

سیٹھ: سوامی جی! آپ کی کرپا سے میرے پاس پر ماتما کا دیا بہت کچھ ہے، کچھ زمین آپ کے نام کردوں گا، آپ بارام زندگی بسر کریں گے۔

مہاتما: تو اس صورت میں شادی خانہ آبادی کی ضرورت بھی درپیش ہوگی؟

سیٹھ: کیا پرواہ ہے، شادی بھی ہوجائے گی۔

مہاتما: تو ضروری ہے کہ میرے بال بچوں کی پیدائش بھی ہو۔

سیٹھ: ہاں اس میں کیا شک ہے؟

مہاتما: لیکن یہ بتایئے کہ اگر کوئی بچہ مرجائے گا تو روئے گا کون؟

سیٹھ سوامی جی! رونا تو آپ کو ہی پڑے گا۔

مہاتما: (ہنس کر) تو بھائی اتنے بڑے جنجال میں پھنسانے والا جوتا واپس ہی لے جاؤ، نہ جوتا پاؤں میں پڑے، نتیجہ یہ کہ تعلقات دنیوی کی زیادتی افزائش آلام کا موجب ہوتی ہے۔

کار دنیا کسے تمام نکرد　　　　ہر چہ گیرید مختصر گیرید

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں
آنچہ ما درکار داریم اکثرش درکار نیست

جو کی روٹی کا کمال

ایک بادشاہ کسی فقیر کی خدمت میں شاہی کھانا لے کر حاضر ہوا اور کھانے کی درخواست کی، فقیر نے ایک آئینہ منگوایا اور شاہی مرغن کھانے میں سے ایک لقمہ لے کر اس پر مل دیا، تمام آئینہ دھندلا پڑ گیا، پھر اس پر اپنی جو کی روٹی مل دی تو آئینہ شفاشف ہوگیا، اور کہا ''آپ کے کھانے آئینہ دل کو سیاہ کرتے ہیں، لیکن نان جویں اسے جلا دیتیں ہے، مجھے اس سے معاف کیا جائے۔'' پھر بادشاہ نے کہا ''میرے لائق کوئی کارخدمت ہو تو فرمائیں، فقیر نے کہا ''مکھیاں اور مچھر مجھے بہت دق کرتے ہیں، ان کو

جنجال میں پھنسانے والا جوتا

ایک گیانی مہاتما چلتے چلتے کسی شہر میں آئے اور بیرون شہر ایک درخت کے نیچے دھونی ماری، چند دن رہنے پر ایک سیٹھ صاحب کو عقیدت ہوگئی، چونکہ سادھو صرف ایک لنگوٹی باندھے، ننگے جسم اور ننگے پاؤں رہتے تھے، اسلئے سیٹھ نے ایک خوشنما جو تا سادھو کی بھینٹ، کیا تاکہ زمین کی تپش اور کانٹوں سے پاؤں کا بچاؤ رہے، مہاتما مسکرا کر کہنے لگے کہ ''سیٹھ جی! ہمیں جوتا لینے میں تو انکار نہیں، لیکن جوتا نہایت قیمتی خوشنما اور شاندار ہے،'' ننگے بدن کے ساتھ اس کی خوبصورتی میں دھبہ لگے گا، اس کے ساتھ تو اسی قسم کی بیش قیمت پوشاک بھی لازمی ہے، سیٹھ صاحب نے کہا'' ہمیں تو اس بات کی خوشی ہے کہ آپ کوئی حکم دیں، اور یہ معمولی بات ہے پوشاک تیار ہو جائے گی۔''

مہاتما: لیکن سیٹھ صاحب! اتنی قیمتی پوشاک اور خوشنما جوتے کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں کوئی خوبصورت چھڑی نہ ہو تو لطف نہیں آتا۔

سیٹھ: مہاتما جی! یہ درست ہے، چھڑی بھی لیجئے۔

مہاتما: یہ سب ٹھیک ہو گیا، لیکن اگر کچھ دور جانا پڑا، تو اتنی زرق برق پوشاک میں پیدل چلنا تو خلاف شان ہے۔

سیٹھ: تو کیا بات ہے؟ ایک نہایت اچھا اور خوبصورت گھوڑا مع زین دے دیا جائے گا۔

مہاتما: بہت خوب! لیکن ایک اور بات ضروری ہے کہ باہر دوسرے گاؤں جانے پر گھوڑے کی سیوا کون کرے گا؟

سیٹھ: بے شک سوامی جی ایک نوکر ضرور چاہئے، میں اس کا بھی انتظام کر دوں گا۔

مہاتما: لیکن نوکر کی تنخواہ، گھوڑے کا خرچ اور اس پوشاک کے پرانے ہو جانے کے

اصرار خلیفہ اپنی بیان کردہ دلیل پر ہی قائم رہا، ناچار خلیفہ نے اس رقم خطیر کوخزانہ شاہی میں داخل کرلیا اور اس شخص کی دیانت کا تمام سلطنت میں شہرہ ہوگیا۔

چند سال گزرنے کے بعد وہی شخص پچاس روپے کی چوری کے الزام میں گرفتار ہوکر خلیفہ کے روبرو پیش کیا گیا، خلیفہ نے کہا'' کیا وجہ ہے کہ تمہارے جیسا ایمان دار شخص جس نے باوجود ہماری مخالفت وممانعت کے اس قدر رقم کثیر خزانہ سرکاری میں داخل کردی، اب اس رقم حقیر چرانے کے جرم کا مرتکب ہوگیا، اس شخص نے دست بستہ عرض کیا اس زمانے میں کافی مالدار تھے اس رقم خطیر کی ضرورت محسوس نہ کرتا تھا، لیکن اب چند سال سے مسلسل ومتواتر نقصانات نے مجھے نان ونفقہ کامحتاج کردیا ،میرے اہل وعیال دوروز سے مبتلائے فاقہ کشی تھے، ایسے سخت حالات پیش آمدہ سے مجبور ہوکر میں اس جرم کا مرتکب ہوا ہوں، انسان کے ہر سانس میں نئی ہوا جاتی ہے ،خیالات کی تبدیلی زیادہ عرصے کی محتاج نہیں ہوتی، اور خیالات بھی حالات کے ماتحت ہوتے ہیں، جوں جوں حالات تبدیل ہوتے جاتے ہیں، ویسے ہی خیالات پر بھی اثرا نداز ہوتے ہیں، سرشت انسانی حالات اسفل واعلیٰ میں اپنی حاجات کے ماتحت ایسی ناگہانی تبدیلیوں کے لئے ہر وقت آمادہ رہتی ہے، میں اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہوں اور اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔''

خلیفہ نے فرمایا کہ' ایسے ہی غیر متوقع اور ناگہانی خطرات وحوادث کا خیال رکھتے ہوئے بنظر احتیاط پیش بینی جسنے وہ تمام رقم تمہارے ہی نام سے بطور امانت خزانہ شاہی میں جمع کررکھی ہے، جواب تم کو واپس دی جاتی ہے، امید ہے کہ ایسے نامساعد حالات کی موجودگی میں اب تمہیں اس کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔'' چنانچہ وہ تمام رقم اس شخص کو دے دی گئی اور خلیفہ کے عدل وانصاف اور رحم دلی کی ہر شخص نے تعریف کی۔

(حکایات صوفیہ)

دربدر کی بھیک

ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مسافر سے تنگ ہو کر ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرے، ایک بیوی تھی اس بیچاری کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقری کا چیلہ بنا، گلے میں کفنی ڈالی ہاتھ میں کاسہ لیا دربدر بھیک مانگنی اختیار کی ایک دن پھرتا پھرتا اسی بستی میں آنکلا، جہاں اس کی بیوی رہتی تھی، حسب عادت صدا کی، بھلا ہو مائی کچھ بھیجو فقیر کو۔ مائی نے اس بے وفا کی آواز پہچان لی، جھانک کر دیکھا تو وہی ذات شریف ہیں خیر ان کو چٹکی بھر آٹا دیا اور کہا کہ شاہ جی! گو ہمارا تمہارا میاں بیوی کا رشتہ تو قطع ہو گیا، لیکن لاؤ تمہاری روٹی تو پکادیں، کہا اچھا مگر آٹا دال، نمک مرچ اور لوٹا توا، چولہا، کچھ لکڑیاں، سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں، یہ سامان لو اور پکادو، تب اس عورت نے زور سے ایک دوتھپڑ ماری اور کہا کہ کم بخت سارا سامان دنیا تو دنیا بغل میں مارے پھرتا ہے، کیا جورو ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا۔

چیست دنیا از اللہ غافل بدن　　　نے قماش و نقرہ فرزند و زن

منب نمی گویمکہ مجنوں باش و در صحرا نشیں　　　شہر ہم بدنیست لیکن فارغ از دنیا نشین

(حکایات صوفیہ)

انسان کے ہر سانس میں نئی ہوا جاتی ہے

خلیفہ عبدالرحمٰن کے دربان میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے سرکاری زمین کا ایک ٹکڑا خریدا تھا، تعمیر مکان کے وقت اس کی کھدائی میں پچاس ہزار اشرفی برآمد ہوئی ہیں، چونکہ میں نے صرف زمین خریدی تھی، دفن شدہ مال نہیں خریدا، لہذا یہ دفینہ خزانہ سرکار میں داخل کیا جائے، خلیفہ نے ازراہ سیر چشمی و رعایا پروری اس کی دیانت داری کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا "جب ہم زمین فروخت کر چکے تو جو کچھ اس کے اندر سے نکلے اس کے مستحق تم ہی ہو۔" لیکن وہ شخص باوجود

روٹی

سکندر کے عالمگیری اور فتح مندی سے متاثر ہو کر ایک بادشاہ نے ازراہ دور اندیشی یہ طریق کا اختیار کیا کہ باوجود سکندر سے بدرجہا زیادہ لشکر جرار رکھنے کے بغیر کسی جنگ کے صلح کے لئے پیش قدمی کی، سکندر نے اس کی بے شمار فوج کو دیکھ کر کہا کہ اگر تو صلح کے لئے آیا ہے، تو اس لشکر جرار اور فوج بے شمار کو ہمراہ لانے کا کیا مطلب ،شاید یہ تیرے دل میں کچھ دغا ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ دغا شیوہ عاجزوں کا ہے، صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے یہ میرا اجری لشکر ہے، جو دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہے، تاکہ تو سمجھے کہ میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا، لیکن تیرا اقبال بلند ہو، جو کوئی دولت اللہ داد سے لڑے گا سو گرے گا، اسی سبب سے میں تیرا مطیع ہوا، سکندر نے کہا، بے شک تو لائق احسان ہے، میں نے تجھے امان دی، اس بادشاہ نے تمام لشکر کو نہایت پر تکلف کھانا کھلایا اور زردوزی خیمہ میں دیبائے منقش کا فرش بچھا ہوا تھا، سکندر کو بٹھایا اور ایک بڑے خوان زریں میں بیش بہا جواہرات، لعل یاقوت ،موتی ہیرے زمرد بھر کر سکندر کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ کھائیے سکندر نے کہا۔ یہ جواہرات انسان کی غذا نہیں، بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا کھایا کرتے ہیں؟ کہا یہی روٹی ،جو عام خلقت کھاتی ہے، اس بادشاہ نے کہا سخت تعجب ہے، کیا یہ روٹی تجھے اپنے ملک میں نہ ملتی تھی؟ کس لئے ناحق اس قدر رنج ومصیبت برداشت کرتا ہے اور اپنے ساتھ بے شمار مخلوق الہی کو بھی مبتلائے مصیبت کر رکھا ہے، سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا، اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموز ودنیا وآخرت اس سے علاقہ رکھتے ہیں۔

گدا را کند دو درم سیم سیر　　　سکندر ز نصف جہاں نیم سیر

(حکایات صوفیہ)

کرتا اور ایک حصہ اپنے خرچ میں لاتا اور ایک حصہ اپنی والدہ کو دے دیتا تھا ایک دن اس کی ماں نے اس سے کہا کہ، تیرا باپ فلاں مکان میں تیرے لئے ایک گائے کا بچھڑا چھوڑ گیا ہے تو اسے جا کر دیکھ لے! والدہ کا حکم پاتے ہی لڑکا اس مکان پر گیا جہاں وہ بچھڑا تھا اور اسکو والدہ کے سامنے لے آیا تو اس کی والدہ نے کہا تو اس کو بازار لے جا اور تین دینار کو فروخت کر دے مگر میری اجازت کے بغیر فروخت نہ کرنا غرض جب وہ لڑکا بچھڑے کو لے کر بازار گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا، لڑکے! اپنی ماں کی اجازت کے بغیر اس بچھڑے کے چھ روپے لے کر میرے ہاتھ فروخت کر دے یہ سن کر لڑکے نے کہا، جناب! والدہ کی اجازت حاصل کرنا تو ضروری ہے میں ان کی اجازت کے بغیر کس طرح فروخت کر سکتا ہوں؟ چنانچہ لڑکے نے بازار سے واپس آکر تمام واقعہ اپنی والدہ کو سنایا تو اس کی ماں نے بتایا، بیٹا! وہ شخص بادشاہ ہے تو اس کے پاس جا کر اس سے معلوم کر کے کیا آپ مجھ کو اس بچھڑے کے فروخت کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو بادشاہ نے اس لڑکے کو بتایا کہ، ابھی ٹھہر جا! تیرے اس بچے کو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام خریدیں گے اور اس کی قیمت کا جس قدر اس کی کھال میں آسکے گا سونا تجھے دیں گے غرض اس طرح ہوا اس لڑکے نے اپنی والدہ کے ساتھ جو نیک عمل کیا تھا اس کے مکافات اور مقتول کے بیان کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اس بچھڑے کا ذبح کرنا لازم قرار دے دیا کیونکہ بنی اسرائیل مرنے کے بعد قیامت میں پھر زندہ کر کے اٹھائے جانے کے قائل نہ تھے مگر جب اس بچھڑے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے جسم یعنی زبان یا پشت کی کھال کا کوئی حصہ مقتول کے جسم پر مارا تو اللہ کے حکم سے مقتول نے زندہ ہو کر خود ہی اپنے قاتل کا نام بتا دیا۔ جس سے بنی اسرائیل پر ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد بھی مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔

(خیر المؤانس)

مارے جانے لگے، مگر شیخ حمید الدین کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ خادمہ آہ ووایلا نہیں کر رہی ہے بلکہ ہر کوڑے پر ہنس رہی ہے انہوں نے سزا روک کر خادمہ کو بلایا اور اس سے خلاف معمول ہنسنے کی وجہ پوچھی خادمہ نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواد یا:

مجھے خیال آیا کہ جب اس نرم بستر پر ایک بے اختیارانہ نیند کی یہ سزا ہے تو ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا جو روزانہ اس نرم بستر پر آرام کرتے ہیں۔

خادمہ کے اس جواب کا شیخ حمید الدین پر اتنا اثر ہوا کہ ان کی زندگی بالکل بدل گئی ،وہ دنیا اور اس کی لذتوں سے بے رغبت ہو گئے، یہاں تک کہ درویشی کی زندگی اختیار کر لی، سلطنت چھور کر شیخ حمید الدین لاہور آئے، یہاں حضرت سید احمد توختہ (جوان کے نانا بھی ہوتے تھے) کی خدمت مین حاضر ہو کران کے ہاتھ پر طریقہ شطاریہ میں بیعت کی اور ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعدان کی خلافت حاصل کی شیخ حمید الدین نے ۱۶۷سال کی عمر پائی، آخر عمر میں وہ اُچ اور سکھر کے درمیانی علاقہ میں تبلیغ وارشاد کا کام کرتے رہے، اس علاقہ میں بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔

(تذکرہ صوفیائے پنجاب۔از اعجاز الحق قدوسی)

ایک دیندار شخص اور بچھڑے کا واقعہ

کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک بخت اور دیندار آدمی تھا جس نے گائے کا ایک بچھڑا پال رکھا تھا اس نیک بخت شخص کا ایک کم سن لڑکا تھا جب اس نیک بخت شخص کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا کہ، الٰہی میں اس کم سن بچے کی امانت یہ بچھڑا تیرے حوالے کرتا ہوں چنانچہ جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو باپ کی طرح وہ بھی عبادت الٰہی میں لگا رہا جس کا عمل یہ تھا کہ وہ تہائی رات سوتا تہائی رات عبادت الٰہی میں گزارتا اور ایک تہائی رات میں اپنے معبود حقیقی کے سامنے گریہ وزاری کرتا تھا اور دن میں اپنی محنت ومشقت سے جو کچھ کماتا تھا اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ خیرات

مرد کون ہے؟

ایک دفعہ ایک شیخ سری سقطیؒ کی بزرگی اور کمالات کا شہرہ سن کر کسی دور دراز مقام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے وطن کے فلاں بزرگ نے دنیا سے یکسر قطع تعلق کر لیا ہے اور ایک پہاڑ میں معتکف ہو کر مصروف عبادت ہو گئے ہیں انہوں نے آپکو سلام بھیجا ہے حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا دنیا یکسر قطع تعلق کر کے کسی غار میں معتکف ہو جانا کوئی جوانمردی نہیں ہے مرد وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور دنیا میں گم ہو کر نہ رہ جائے۔

چور کو خالی ہاتھ نہ جانے دیا

ایک دفعہ حضرت شیخ احمد خضرویہؒ کے گھر میں رات کو ایک چور گھس آیا ادھر ادھر بہتیرا ٹٹولتا پھیرا ایک بوریہ نشین درویش کے گھر میں کیا رکھا تھا مایوس ہو کر واپس جانے لگا شیخ اس وقت جاگ رہے تھے اور ایک کونے میں مصروف عبادت تھے انہوں نے چور کو اس طرح خالی ہاتھ اور مایوس جاتے دیکھا تو دل میں اس سے ہمدردی پیدا ہوئی اس کو پکار کر کہا اے بھائی فقیر کے گھر سے اس طرح تہی دست نہ جا میرا کہنا مان یہ ڈول لے کر اس کنویں سے پانی نکال اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جا شاید اللہ تعالیٰ تیرے لئے کوئی صورت پیدا کر دے چور نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گیا صبح ہوئی تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دو سو اشرفیاں نذر کیں آپ نے وہ اشرفیاں چور کے ہاتھ پر رکھ دیں اور فرمایا یہ تیری ایک رات کی نماز کا صلہ ہے چور یہ دیکھ کر سکتے میں آ گیا اور اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا کہنے لگا افسوس میں نے گذشتہ عمر برے کاموں میں صرف کر دی اور محروم رہا صرف آج کی رات میں نے اللہ کا کام کیا اور اس نے مجھ پر اتنا کرم فرمایا اگر میری گذشتہ زندگی بھی اس کی یاد میں بسر ہوتی تو مجھے کیا کچھ نہ ملتا یہ کہہ کر اس نے سچے دل سے توبہ کی اور

شیخ احمد خضر دیہؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔

عہدے کی اہلیت

حضرت ابو بردہؒ مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے صاحبزادے ہیں۔ بزرگوں کے فیض صحبت نے ابو بردہؒ کا دامن علم نہایت وسیع کر دیا تھا۔ فضائل اخلاق کا مجسم پیکر تھے۔ ان کی ذات میں تمام اخلاقی محاسن جمع تھے۔ یزید بن مہلب جس زمانے میں خراسان کا والی ہوا، اس وقت اس کو ایک جامع اوصاف شخص کی ضرورت ہوئی، اس نے لوگوں سے کہا، مجھے کوئی ایسا آدمی بتاؤ جو خصائل حسنہ میں پورا ہو۔ لوگوں نے ابو بردہؒ کا نام لیا۔ یزید انہیں بلا کر ان سے ملا۔ تجربہ سے انہیں بہترین شخص پایا ان کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوا انہیں پرکھنے کے بعد ان سے کہا، میں تم کو فلاں فلاں عہدہ پر مامور کرتا ہوں، انہوں نے اس کو قبول کرنے سے معذرت چاہی، یزید نہ مانا۔ اس وقت انہوں نے معذرت میں یہ مذہبی دلیل پیش کی کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ''جس شخص نے کوئی ایسا عہدہ قبول کر لیا جس کے متعلق وہ خود جانتا ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ دوزخ کو اپنا مستقر بنانے کے لئے تیار رہے۔'' (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱)

اس حدیث میں جو وعید بیان کی گئی ہے اسے دیکھئے، پھر اپنے معاشرے پر نظر دوڑائیے۔ کتنے نااہل اور نالائق لوگ ذمہ دارانہ عہدوں پر اپنی خوشامد، تملق اور جوڑ توڑ کے ذریعہ براجمان ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کے اداروں میں خصوصیت کیساتھ یہی صورتحال ہے۔ خود بمبئی کے بڑے بڑے مسلم اداروں میں دیکھئے ''طوق زریں ہمہ درگردن خرمی بینم'' کا منظر آپ کو ملے گا۔ جو نہ صحیح جملے لکھ سکتے ہیں، نہ جن کو تحقیق کا سلیقہ، وہ تحقیقی اداروں کے سربراہ بن کر بیٹھے ہیں اور خود اپنے ہاتھوں دوزخ لے رکھی ہے۔ تعلیم و تعلم سے واسطہ جو نہیں رکھتے وہ پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر بن گئے ہیں۔ ہوس زر رکھنے والے اور نام و نمود کے چاہنے والے سربراہ بن بیٹھے ہیں۔ ماشاء اللہ چند ہی ان میں مستثنیٰ ہیں۔

علم کی عظمت

یزید بن ابی حبیب مصر کے ائمہ تابعین میں تھے، علم کا بڑا وقار قائم رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی امیر کے آستانہ پر جانا گوارا نہیں تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی اس کو خود اپنے یہاں بلاتے تھے۔

ایک مرتبہ ریان بن عبدالعزیز نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ میرے پاس آیئے، میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ''تم خود میرے پاس آؤ، میرے پاس تمہارا آنا تمہارے لئے زینت، اور میرا تمہارے پاس جانا تمہارے لئے عیب ہے۔'' (تذکرۃ الحفاظ: ج ا)

عہدۂ قضا سے انکار

حضرت ابوقلابہ جرمی بصرہ کے ممتاز تابعین میں تھے۔ حدیث کا ان کو خاص ذوق تھا، اور اس کی بڑی جستجو رہتی تھی، فقہ میں بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ اس فقہی کمال کی وجہ سے انہیں قضا کا خاص ملکہ تھا۔

ایوب کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ابوقلابہ سے زیادہ فیصلہ کی استعداد رکھنے والا نہیں دیکھا اس استعداد کے باوجود عہدۂ قضا (جج کے عہدہ) سے بہت گھبراتے تھے۔ ایوب کہتے تھے کہ میں نے ان کو قضا کا جتنا بڑا عالم پایا، اتنا ہی سختی سے اس سے بھاگنے والا اور اس کو برا سمجھنے والا پایا۔ وہ عہدۂ قضا کے لئے بلائے گئے، ان کو اس سے نفرت تھی کہ اس کے خوف سے شام بھاگ گئے۔ ایک عرصہ کے بعد جب واپس آئے تو میں نے ان سے کہا، اگر آپ عہدۂ قضا قبول کر لئے ہوتے اور لوگوں میں انصاف کرتے تو اس میں آپ کو اجر ملتا۔ جواب دیا ''ایوب! مانا ایک شخص تیراک ہے اگر وہ سمندر میں پڑ جائے تو بتاؤ کتنا تیر سکتا ہے؟'' (طبقات ابن سعد: ج ۷)

حق تعالیٰ اپنے بندوں سے غافل نہیں ہوتا

شیخ احمد خضر دیہؒ بڑے سخی تھے ان کے در سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہ جاتا تھا اگر اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو کسی سے قرض لے کر سائل کی ضرورت پوری کرتے اس طرح انہوں نے ہزار ہا بندگان خدا کو فیض پہنچایا خود مقروض ہو گئے وفات کا وقت قریب آیا اور حالت نزح طاری ہوئی تو ان کے جاننے والوں میں سے کسی کی آنکھ نہ تھی جو اشکبار نہ ہو اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو اپنے رپوں کی فکر تھی جو شیخ کے ذمہ تھے شیخ خود بھی اپنے قرض کے خیال سے بے چین تھے اور حیران تھے کہ یہ بوجھ سر پر لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے حاضر ہوں گا کچھ دیر بعد انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے اللہ اب تو ہی میرے قرضوں کو پورا کر میں تو ایک عاجز و حقیر بندہ ہوں اس لئے کیا کر سکتا ہوں اس وقت تمام قرض خواہ شیخ کے سرہانے کھڑے تھے ابھی شیخ کی دعا کے الفاظ ختم بھی نہیں ہوئے تھے کہ باہر سے کسی نے آواز دی کہ احمدؒ کے قرض خواہ باہر آجائیں اور اپنا حساب چکالیں اس آواز کے سنتے ہی تمام قرض خواہ باہر کی طرف لپکے اور ایک شخص نے شیخ کے سب قرضوں کو چکا دیا، راوی کا بیان ہے کہ ادھر اس نے قرض ادا کیا ادھر شیخ احمد خضر دیہؒ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

ہلکے اور بھاری بوجھ کا فرق

ایک دفعہ رات کو شہر بصرہ میں آگ لگ گئی حضرت مالک بن دینار بصریؒ کا گھر بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا مالکؒ نے اپنا عصا، چادر اور جوتیاں اٹھائیں اور باہر نکل آئے لوگوں نے کہا حضرت گھر کی خبر تو لیجئے فرمایا گھر میں اور رکھا ہی کیا ہے ہلکے بوجھ والے رہائی پا گئے اور بھاری بوجھ والے ہلکے ہو گئے قیامت میں ایسا ہی ہوگا۔

اللہ کی رحمت

ایک دفعہ آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا اور لوگ بڑی بے تابی سے بارش کا انتظار کر رہے تھے بارش تھی کہ برسنے کا نام ہی نہ لیتی تھی حضرت مالک بن دینارؒ نے یہ دیکھ کر فرمایا تم سب بارش کا انتظار کر رہے ہو تمہارے اعمال دیکھ کر تو مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں اگر پتھر نہ برسے تو سمجھنا اللہ نے خاص رحمت کی۔

حضرت مالک بن دینار اور حاکم بصرہ

ایک دفعہ بصرہ کا حاکم بڑے غرور اور تمکنت کے ساتھ اکڑتا ہوا حضرت مالک بن دینار کے سامنے سے گزرا آپ نے فرمایا یہ غرور کی چال بدل ڈالو حاکم بصرہ کے خدام حضرت مالک کی طرف دوڑے کہ ان کو اس گستاخی کی سزا دیں حاکم نے ان کو روک دیا اور خود حضرت مالکؒ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے پہچانتے نہیں ہیں آپ نے جواب دیا میں تجھے خوب جانتا ہوں آخر تو کیا شے ہے تیرا آغاز پانی کا ایک بدبودار قطرہ ہے اور تیرا انجام بدبودار مردہ جسم ہے اور آغاز وانجام کا درمیانی وقفہ تیرے کام کرنے کا وقت ہے اس دوران میں جیسا بوئے گا ویسا کاٹے گا حاکم بصرہ نے یہ سن کر گردن جھکا لی اور چپکے سے چلا گیا۔

انتہائے زہد

ایک دفعہ کچھ لوگ رات کے وقت حضرت مالک بن دینارؒ کی زیارت کے لئے گئے دیکھا کہ گھر میں اندھیرا ہے اور مالکؒ ایک روٹی کو ہاتھ میں لئے ہوئے مل رہے ہیں ان لوگوں نے کہا حضرت گھر میں نہ دیا ہے نہ روٹی کھانے کے لئے سالن یہ کیا؟ فرمایا بھائی مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو خدا کی قسم میں تو ان چیزوں پر ہی نادم ہوں جو میرے پاس ہیں۔

بُروں کے حق میں دعائے خیر

ایک دن حضرت معروف کرخیؒ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ ارادت مند بھی آپ کے ساتھ تھے اتنے میں چند اوباش نوجوان ایک کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے گاتے بجاتے اور شراب پیتے سامنے سے گزرے ان کی ہلڑ بازی اور طوفان بدتمیزی کو دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے کہا حضرت ملاحظہ فرمائیے یہ لوگ خوف خدا سے کس قدر عاری ہیں کہ اس طرح کھلم کھلا مستیوں میں مشغول ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان سب کو غرق کر دے۔

حضرت معروف نے فرمایا، اچھا آؤ سب مل کر دعا کریں، جب سب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو حضرت معروف نے دعا کی۔

''اے اللہ العالمین تو نے ان لوگوں کو جیسا عیش و سرور دینا میں عطا کے اسے آخرت میں بھی ان کو ایسا ہی عیش و سرور عنایت فرما۔'' آپ کے ساتھیوں نے کہا حضرت ہم نے تو آپ سے عرض کی تھی کہ ان بدبختوں کے لئے بددعا کیجئے آپ اس کے برعکس ان کے لئے دعائے خیر کر رہے ہیں'' آپ نے فرمایا حق تعالیٰ جب ان کو آخرت میں عیش و راحت عطا فرمائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کو دنیا میں توبہ کی توفیق دے کر ان کے گناہ معاف کر دے گا اس سے ان کا بھلا ہو جائے گا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

تواضع اور انکسار

حضرت معروف کرخیؒ کمال درجہ کے عابد و زاہد تھے اپنی عبادت کا کرنے سے حتی الوسع گریز کرتے تھے وہ قائم الیل اور صائم النہار تھے کیا مجال کبھی ان کی زبان پر اپنی نماز یا روزے کا ذکر آیا ہو ان کے مرض وفات میں ایک شخص نے سوال کیا کہ اے شیخ زندگی میں روزوں کے مواملہ میں آپ کا کیا معمول رہا، فرمایا حضرت عیسیٰ

علیہ السلام ایسا ایسا روزہ رکھتے تھے اس شخص نے کہا میں آپ کے روزوں کے بارے میں پوچھتا ہوں فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام اس طرح روزہ رکھتے تھے سائل نے پھر کہا کہ میرا سوال آپ کے روزوں سے متعلق ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزوں کے بارے میں یہ معمول تھا اس شخص نے اب زور دے کر اپنا سوال دہرایا تو مجبور ہو کر فرمایا بھائی میرا کیا پوچھتے ہو میں تو ہمیشہ روزہ سے رہتا تھا اگر کوئی شخص میری دعوت کرتا تھا تو میں قبول کر لیتا تھا (یعنی کھانا کھا لیتا تھا) اور یہ نہیں کہتا تھا کہ میں روزہ سے ہوں۔

حضرت طارقؒ کا صدق

مشہور ہے کہ حضرت طارقؒ جب ایک اندھیرے کنویں میں گر گئے تو اس کنویں پر سے کچھ حاجیوں کا گزر ہوا جنہوں نے اس کنوے کو دیکھ کر کہا کہ اس کنویں کا منہ بند کر دینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کوئی اس میں گر جائے یہ سن کر حضرت طارقؒ نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر تو سچا ہے تو خاموش رہ! چنانچہ حاجی مسافر اس کنویں کو بند کر کے چلے گئے انہیں کیا معلوم تھا کہ اس میں حضرت طارقؒ موجود ہیں کنویں میں پہلے ہی سے اندھیرا تھا اب اور بھی تاریک ہو گیا دیکھتے کیا ہیں کہ ان کہ قریب ہی کنویں میں قدرتی دو چراغ روشن ہوئے جن کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایک بڑا اژدھا ان کی طرف چلا آ رہا ہے سوچنے لگے سچ اور جھوٹ تو اب ظاہر ہو گا دیکھئے! اس کا کیا انجام ہوتا ہے؟ چنانچہ جب وہ اژدھا ان کے قریب آیا تو خیال کیا بس اب یہ مجھے نگل جائے گا خدا کی قدرت! اژدھا سیدھا کنویں کے دھانے کی طرف چڑھتا چلا گیا اور کنویں کے اوپر جو کچھ پاٹا گیا تھا اس سب کو علیحدہ کر کے اپنی دم حضرت طارقؒ کی گردن سے پیر تک لپیٹ کر ڈول کی طرح لپیٹ کر کنویں سے باہر لے آیا اور اپنی دم ان کی گردن سے نکال کر چلتا بنا حضرت طارقؒ نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے طارق! دیکھ یہ تیرے رب کی مہربانی ہے کہ اس نے تیرے دشمن کو تیری نجات کا ذریعہ

بنا دیا چنانچہ اس واقعہ کے بعد اللہ پر سچا بھروسہ کرنے کے سبب سے ان کا نام طارق صادق مشہور ہو گیا۔ (قلیوبی)

دو عمل سے نجات

امام غزالیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اتنا بُرا آدمی تھا کہ کوئی اس کی وفات کا سن کر اس کے گھر نہیں آیا۔ عام طور پر وفات ہو جاتی ہے تو لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر وہاں کوئی نہ آیا، تو اس کی بیوی نے چار مزدور لئے اور ان کے کندھے پر لاد کر قبرستان کے پاس پہنچا دیا۔ قبرستان کے قریب ایک میدان تھا۔ جہاں لوگ عموماً جنازہ پڑھتے تھے۔ وہاں پہنچا دیا گیا۔ اس علاقے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ ان کو الہام ہوا کہ ایک ولی اللہ کا انتقال ہو گیا ہے، اور کوئی اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے نہیں آیا۔ جاؤ! جا کر جنازہ پڑھو۔ وہ جنازہ کے لئے نکلے تو ان کو دیکھ کر بے شمار مخلوق ٹوٹ پڑی۔ جنازہ ہوا تدفین ہو گئی۔ اس کے جنازے سے فارغ ہو کر وہ بزرگ اس کے گھر آئے اور اس کی بیوی سے پوچھنے لگے کہ اس کا کون سا عمل ایسا تھا کہ جس کی بنا پر اس کا اتنا اکرام کیا گیا؟ اس عورت نے کہا کہ:

اور تو میں کچھ نہیں جانتی، البتہ دو عمل اس کے مجھے یاد ہیں۔ ایک تو یہ تھا کہ وہ رات کو شراب پیتا تھا اور ساری رات اس کے نشے میں دھت پڑا رہتا تھا، آخری رات میں اس کا نشہ ٹوٹتا اور اللہ تعالیٰ کو خطاب کر کے ہمیشہ کہتا رہتا کہ یا اللہ تو مجھے جہنم کے کس کونے میں ڈالے گا؟ ساری رات اسی طرح کرتا رہتا، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا، فجر ہو جاتی تو یہ غسل کرتا، نئے کپڑے پہنتا اور نماز پڑھتا۔ اس کا ایک تو یہ عمل تھا۔

اور اس کا دوسرا عمل یہ تھا کہ اس کا گھر کبھی یتیم سے خالی نہیں ہوا، ہمیشہ کسی یتیم کو اپنے گھر میں رکھتا تھا، وہ بچہ بڑا ہوتا، اس کی شادی کراتا، پھر دوسرا بچہ لے آتا، اسی پر

اللہ تعالیٰ نے اس کی نجات کردی۔

میرے بھائی! ہمیں تورات کو لپٹتے ہوئے بھی خیال نہیں آیا کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اسی طرح صبح کو اٹھتے وقت بھی یہ خیال نہ آیا۔

بھائیو! سب باتیں غلط ہیں، مگر موت برحق ہے، دنیا کی سب باتیں غلط ہوسکتی ہیں، موت غلط نہیں ہوسکتی، موت برحق ہے، تو ہم لوگوں کو اپنی موت کی فکر کرنی چاہئے، اوراس کی تیاری کرنی چاہئے۔ (اصلاحی مواعظ)

شعبان کی پندرھویں شب کی فضیلت

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کسی سفر میں ایک پہاڑ دیکھا اورآپ نے اس پر جانے کا قصد فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک سخت پتھر دودھ سے زیادہ سفید نظر آرہا ہے چنانچہ جب اس کے چاروں طرف سے دیکھنے کی کوشش کی تو وحی کے ذریعہ حکم آیا کہ اے عیسیٰ! تم اسی پر تعجب کرتے ہو جو کچھ تمہاری نظر کے سامنے ہے میں اس سے زیادہ عجیب چیز تمہیں دکھائے دیتا ہوں اب دیکھتے ہی دیکھتے وہ سفید پتھر شق ہوا اوراس سے ایک ایسے بزرگ ظاہر ہوئے جن کے جسم پر بالوں کا کرتہ تھا اور ہاتھ میں سبز چھڑی اوران کے سامنے خوشہ انگور لٹکا ہوا تھا اوراس حالت میں وہ بزرگ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اس تعجب انگیز منظر کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا اے شیخ! یہ کیا ماجرا ہے؟ شیخ نے جواب دیا کہ یہ انگور میرا رزق ہے پھر معلوم کیا کہ آخر اس پتھر میں آپ کب سے عبادت میں مصروف ہیں؟ جواب ملا کہ چارسو برس سے جس کو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیران رہ گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ یا اللہ! یا میرے معبود! کیا اس سے بھی زیادہ افضل مخلوق تو نے پیدا کی ہے؟ تو اللہ کی جناب سے وحی آئی کہ ہاں! محمد (ﷺ) کی امت میں سے جس نے شعبان کا مہینہ پایا اور پندرھویں شعبان کی رات کو نماز

پڑھی تو اس کی یہ عبادت میرے نزدیک اس چار سو سال کی عبادت سے افضل ہے یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمنا ظاہر کی کہ کاش! میں بھی حضرت محمد ﷺ کی امت میں ہوتا! (قلیوبی)

ایک یتیم پر رسول اللہ ﷺ کی شفقت

ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ عید کی نماز کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے دیکھا کچھ بچے کھیل رہے ہیں اور ایک بچہ ایک طرف بیٹھا ہوا رو رہا ہے جس کے جسم پر پرانے کپڑے ہیں نبی کریم ﷺ نے اس لڑکے سے رونے کا سبب معلوم کیا اور فرمایا کہ آخر ان بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں کھیلتے؟ اس لڑکے نے نبی کریم ﷺ کو پہچانا نہیں اور کہنے لگا کہ جناب! مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے آپ مجھ سے کیا دریافت کرتے ہیں میرا باپ ایک جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گیا تھا وہ شہید ہو گیا اور میری ماں نے دوسرا نکاح کر لیا ان دونوں نے میرا مال ہضم کیا اور مجھے میری ماں کے شوہر نے گھر سے نکال دیا ہے اب نہ میرے پاس کھانے پینے کا سامان ہے نہ رہنے کو مکان جب میں نے دیکھا کہ یہ بچے جن کے باپ زندہ ہیں میں نے خوش وخرم کھیلتے دیکھا تو میرا غم تازہ ہو گیا اور مجھے اپنے باپ کی یاد آ گئی اور رونا آ گیا یہ سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ بنوں اور عائشہ تیری ماں اور فاطمہ تیری بہن اور حسن وحسین تیرے بھائی؟ یہ سن کر لڑکے نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے زیادہ میرے لئے اور کیا خوش قسمتی ہو گی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اس بچے کو گھر لے گئے نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنائے کھانا کھلایا اور اس کو خوش کر دیا اب وہ لڑکا ہنسی خوشی دوڑتا ہوا ان لڑکوں کے پاس گیا لڑکوں نے معلوم کیا کہ ابھی تو تم رو رہے تھے آخر اتنی دیر میں کیا خوشی حاصل ہو گئی جو ہشاش بشاش نظر آتے ہو؟ تو اس لڑکے نے جواب دیا کہ میں بھوکا تھا اب آسودا ہو گیا ننگا تھا اب

کپڑے پہن لئے یتیم تھا مگر اب رسول اللہ ﷺ میرے باپ اور حضرت عائشہؓ میری ماں اور حضرت فاطمہؓ میری بہن حضرت علیؓ میرے چچا اور حضرت حسن وحسینؓ میرے بھائی بن گئے ہیں تو مجھے اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوگی؟ اس کی یہ بات سن کر لڑکوں نے تمنا ظاہر کی کاش! ہم سب کے باپ اس لڑائی میں مر گئے ہوتے یعنی ہمیں بھی یہ نعمت میسر آ جاتی جو اس لڑکے کو یتیمی کے سبب حاصل ہوئی اور اس قدر حضور ﷺ کا قرب حاصل ہو گیا اس کے بعد وہ لڑکا عمر بھر حضور ﷺ کی خدمت میں رہا کیا اور جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو اس کو اس قدر رنج ہوا کہ اپنے سر پر مٹی ڈالتا ہوا کہہ رہا تھا کہ آہ! آج میں یتیم ہو گیا میں غریب اور مسافر ہو گیا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ (قلیوبی)

رحمت الٰہی کی وسعت

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ایک ظالم بادشاہ تھا لوگوں نے حضرت داؤد السلام سے اس کی دادخواہی کے لئے درخواست کی کہ اے اللہ کے نبی! اس ظالم نے قتل کیا ہے آپ ہمارا انصاف فرمادیجئے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ثبوت جرم پر اس ظالم کے لئے سولی کی سزا تجویز فرمائی اور رات کے وقت ایک پہاڑ پر اس کو سولی چڑھا دیا گیا اور سب لوگ اس کو تنہا چھوڑ کر واپس چلے آئے۔

چنانچہ اس ظالم نے اس حالت میں اپنے تمام معبودان باطلہ سے گریہ وزاری کے ساتھ مدد چاہی مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کی پرواہ نہ کی سورج اور چاند کے سامنے گڑگڑایا کہ میں نے تم دونوں کو پوجا ہے اب مصیبت میں میری مدد کرو مگر دونوں میں سے کسی نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا آخر مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کیا اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میں نے تیری بہت نافرمانی کی ہے تجھے چھوڑ کر تیرے غیروں کو پاجتا رہا مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی میری کچھ مدد نہ کی اب تجھے

حق سمجھ کر تیرے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہوں تا کہ تو اپنی رحمت سے میری مدد فرمائے اس کی اس سچی درخواست پر رحمت حق کو جوش آیا اور حکم ہوا کہ اس نے عرصہ دراز تک معبودان باطلہ کی پرستش کی مگر کچھ نفع نہ کر سکا اب سب کو چھوڑ کر مجھ سے پناہ چاہ رہا ہے لہٰذا میں نے اس کی دعا قبول کر لی پس اے جبرئیل! فوراً میرے بندے کے پاس جاؤ اور اس کو سلامتی کے ساتھ سولی سے نیچے اتار دو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس ظالم کو صحیح وسالم زمین پر اتار دیا صبح کے وقت جب لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے اس ظالم کو سولی کی لکڑی سے اتارنے کی اجازت چاہی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ظالم زندہ صحیح وسالم زمین پر موجود ہے پس جب حضرت داؤد علیہ السلام نے لوگوں کی اطلاع پر اس کو جا کر اس حالت میں دیکھا تو حیران رہ گئے اور دو رکعت نماز کے بعد جناب الٰہی میں درخواست کی کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ وحی آئی کہ اے داؤد! اس بندے نے ہمارے سامنے عاجزی کا اظہار کیا تو ہم نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس کو مصیبت سے رہا کر کے جان بچا دی بتاؤ! اگر میں ہی اس کی دعا قبول نہ کرتا تو پھر مجھ میں اور ان معبودان باطلہ میں کیا فرق ہوتا؟ اے داؤد! اب تم اس پر ایمان پیش کرو یہ ایمان لائے گا اور اس کا ایمان راسخ ہوگا کیونکہ خیر کی توفیق دینا اور صحیح رہنمائی کرنا میرا ہی کام ہے۔ (قلیوبی)

میں دیوانہ ہوں

حجاج نے ایک دن خطبہ بہت لمبا کر دیا، لوگوں میں سے ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا، اور کہنے لگا، اے حجاج! نماز پڑھو کیونکہ وقت انتظار نہیں کرے گا، اور اللہ تجھے معذور نہیں رکھے گا، اس پر حجاج نے اسے قید کرنے کا حکم دیا، اس قیدی کی قوم کے لوگ حجاج کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہے، اور درخواست کی کہ وہ اس قیدی کو چھوڑ دے، حجاج نے کہا کہ اگر وہ دیوانگی کا اقرار کرے گا، تو میں اسے چھوڑ دوں

گا، پس اس قیدی سے اس بارے میں کہا گیا کہ کہہ دو ''میں دیوانہ ہوں'' اس نے کہا معاذ اللہ میں تو ہرگز نہ کہوں گا کہ اللہ نے مجھے کسی مرض میں مبتلا کیا ہے جب کہ اس نے مجھے تندرستی عطا کی ہے، آخر یہ بات حجاج کو پہنچی، اس نے اسے اس کی راستی کے باعث معاف کر دیا، غرض یہ کہ تجھے صدق لازم پکڑنا چاہئے، اگر چہ وہ تجھے وعید کی آگ سے جلا دے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کر، کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے جس نے اللہ کو خفا اور لوگوں کو راضی کیا۔

سلطنت کی ترقی کا راز

ایک بادشاہ نے اپنا ایلچی ایک دوسرے بادشاہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اس سلطنت کی ترقی کے اسباب وسائل پر غور کر کے اپنے ملک میں بھی انہیں کو ترجیح دے، ایلچی نے بادشاہ کے پاس پہنچ کر اپنے آنے کی غرض وغایت بیان کی، ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں، کہ چراغ میں تیل ختم ہوگیا، بادشاہ اپنے ہاتھ سے چراغ میں تیل ڈالنے لگ گیا، ایلچی نے کہا کہ غلام کو کیوں نہیں کہہ دیتے؟ بادشاہ نے کہا اس کی آنکھ لگ گئی ہے، اور ابھی اس کی نیند کچی ہے، اس وقت جگانا مناسب نہیں، میری سلطنت کی ترقی کا راز رعایا کی اسی دل جوئی میں ہے، آپ کا بادشاہ بھی اسی فروتنی اور دل جوئی کو اختیار کرے، تو سلطنت خود بخود ترقی پذیر ہو سکتی ہے۔

شیخ کعبہ میں اللہ کو تو عبث ڈھونڈے ہے
طالب اس کا ہے، تو ہر ایک کی کر دل جوئی
عمرات جہاں کی پائداری پر تو اے منعم!
نظر سے مت گرا دینا کسی دل کے کونے کو

بے نکاح نہ رکھنا

عظیم آباد میں ایک عورت بہت چھوٹی عمر میں بیوہ ہوگئی، اس نے ہمیشہ روزہ

رکھنا اور ہر وقت شام کو سوکھی روٹی یا گیہوں کا چوکر کھانا اختیار کیا، اور شب و روز تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتی، اسی حالت میں وہ بوڑھی ہوگئی، سینکڑوں عورتیں اس کی نفس کشیا اور سچی پارسائی کو دیکھ کر مرید ہوگئیں، مرتے وقت اس نے سبھوں کو بلا کر پوچھا کہ میں نے کیسی پاک دامنی، پارسائی اور عزت و حرمت سے اپنی زندگی کاٹی، سبھوں نے کہا کہ ایسا ہونا بہت مشکل، بلکہ ناممکن ہے، کہ کبھی کسی مرد کا منہ تک نہ دیکھا، ساری عمر روزہ رکھا، سوکھی روٹی کھائی یا چوکر پی کر گزارہ کیا اور شب و روز مصروف تلاوت و مشغول عبادت رہیں، وہ بولی اب میرے دل کا حال سنو کہ جوانی سے بڑھاپے تک رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت کبھی میرے کان میں چوکیدار کی آواز آتی تو دل چاہتا کہ کسی طرح اس کے پاس چلی جاؤں، اللہ کے خوف اور دنیا کی شرم سے بچتی رہی، اب میرا آخری وقت ہے، میں تم سبھوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ کبھی جوان عورت بیوہ کو بے نکاح نہ رکھنا، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کیسی ہی نیک بخت، پرہیزگار اور کیسا ہی روکھا سوکھا کھانا کھائے، بتقاضائے فطرت مرد کی خواہش اس کے دل میں ضرور ہوتی ہے، اسی طرح مرد کو بھی عورت کی حاجت ہے، حتیٰ کہ حیوانات، چرند پرند بھی اس سے محفوظ نہیں۔

تصویر کے دو رخ

ایک نوجوان مصور نے اپنا کمال فن ظاہر کرنے کی غرض سے ایک تصویر نہایت محنت اور کوشش کے ساتھ کافی عرصہ لگا کر تیار کی، اور ایک بارونق بازار کے چوک میں اس تصوری کو ایک تخت پر آویزاں کردیا، جس کے نیچے یہ عبارت لکھی "اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو، وہاں پنسل سے نشان کردیا جائے۔"

نوجوان کو اپنے کمال فن پر بہت ناز تھا، اور خیال تھا کہ تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ ہوگا، نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب اس نے شام کو جا کر دیکھا

کہ تمام تصویر پنسل کے نشانوں کے نیچے اپنی موجودگی کو بھی مشتبہ بنا رہی ہے، نوجوان نہایت افسردہ خاطر اور مایوس ہوا، اس کے باپ نے افسردگی کا باعث پوچھا، اس نے سب ماجرا اپنی شکستہ دلی کا کہہ سنایا، باپ نے کہا کہ ایک تصویر اسی طرح کی اور تیار کرو، نوجوان نے پھر اسی طرح کافی محنت اور وقت خرچ کر کے تصویر تیار کی اور باپ کے روبرو پیش کی باپ نے اس کے نیچے لکھ دیا:

''اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو درست کر دیا جائے۔''

اور اسی جگہ وہ تصویر لٹکا دی گئی، شام کو اس نوجوان نے تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ دیکھا تو بہت خوش ہوا اور باپ کو بھی یہ واقعہ بتایا باپ نے کہا: عیب نکالنا اور الزام دینا تو آسان ہے، مگر اس سے بہتر کر کے دکھانا مشکل ہے۔''

اوروں کی عیب جوئی ہم کو نہیں گوارا — اپنی ہی عیب جوئی یہ ہے ہنر ہمارا

امیر اہل حسد ہیں کب ہنر میں — عیوب اکثر ہنر میں ڈھونڈتے ہیں

مصلحت الٰہی میں کسی کو چون و چراں کرنے کی گنجائش نہیں ہے

حضرت بابا بلھے شاہ قصوری نے بڑی کوشش اور سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد بہت مشکل سے اپنے پیرومرشد حضرت شاہ عنایت کی ناراضگی رفع کر کے دوبارہ ان کی خوشنودی حاصل کی اور اس غیر متوقع خوشی کی تقریب میں انہوں نے اپنی منت اتارنے کے لئے اظہار خوشی کے طور پر کافی مقدار میں مٹھائی کی تقسیم کرنے کے لئے منگوائی اور حضرت شاہ عنایتؒ کے حکم سے اس کے تقسیم کرنے کے لئے اٹھے تو دریافت کیا ''یا پیرومرشد الٰہی تقسیم عمل میں لائی جائے یا محمدی؟ شاہ عنایت اس عجیب سوال کو سن کر جواب دینے میں کچھ متامل ومتوقف ہوئے آخر بزرگ تھے، فرمایا ''تکریم وتقدیم تو ذات الٰہی ہی کو ہے، لہذا الٰہی تقسیمی عمل میں لانا بہتر ہے، مٹھائی لینے کے لئے بچے، بوڑھے اور جوان جمع ہو گئے، حضرت بلھے شاہ نے اس

مجمع کثیر میں بغیر کسی امتیاز کے صرف چند ایک بچوں اور بوڑھوں کو وہ تمام مٹھائی تقسیم کردی، اور باقی لوگوں کو رخصت ہونے کے لیے کہہ دیا، یہ شکایت حضرت شاہ عنایت کے پاس پہنچی، آپ نے اس غلط اور نامکمل تقسیم کا باعث دریافت فرمایا، تو بلھے شاہ نے کہا کہ خود حضور ہی نے الٰہی تقسیم کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، سوالٰہی تقسیم تو اسی طرح کی ہے جیسا کہ میں نے کی، البتہ اگر آپ محمدی تقسیم کی اجازت بخشتے تو مساوات اسلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کہ اصول اسلام کا توحید ورسالت کا عقیدے کے بعد سب سے زیادہ قابل قدر زریں اصول ہے، سب کو بحصہ رسدی مساوی کردیتا، حضرت شاہ عنایت نے فرمایا کہ ایک ناراضگی سے تم کو خلاصی کیے ہوئے ابھی دیر نہیں ہوئی، یہ بات کہہ کر تم نے دوسری ناراضگی کا سبب پیدا کرلیا، آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ اگرچہ بظاہر دنیا کے تمام معاملات میں یہی تقسیم کارفرما نظر آرہی ہے، مصلحت الٰہی میں کسی کو چون وچراں کرنے اور مارنے کی گنجائش نہیں ہے، ہماری فہم ناقص بحر حکمت ومصلحت کی گہرائیوں تک پہنچنا تو درکنار، سطح تک بھی طاقت نہیں رکھتی، آئندہ ایسے معاملات میں ہرگز لب کشائی نہ کیجیو ؎

جہاندار داند جہاں داشتن — یکے را بریدن یکے کاشتن

نہ با آنست مہر نہ با انیست کیں — تو دانا تری اے جہاں آفریں

اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے

حیدرآباد (دکن) پولیس کے ایک افسر بڑے ماہر تفتیشی شمار ہوتے تھے، وہ ملزموں سے اقرار جرم کرانے کے لیے بہت مشہور تھے، وہ ایک گول ڈنڈے پر سرخ مرچ کا لیپ کرا سے ملزم کے خفیہ مقام میں داخل کردیتے جس کے بعد وہ کردہ وناکردہ جرائم کا اقرار کرلیتا تھا۔

وقت گزرتا گیا، یہاں تک کہ وہ اپنی مدت ملازمت پوری کرکے ریٹائر ہوگئے،

عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ صحت بھی ڈھلتی گئی، یہاں تک بیماریوں نے انہیں آگھیرا۔مختلف شکایات کے علاوہ ایک تکلیف انہیں بہت تنگ کرنے لگی، ان کے مقعد میں ورم وسوزش کی شکایت ہوگئی، درد جلن کے مارے انہیں کسی پل چین نہ آتا تھا، لیٹتے یا بیٹھتے تو درد کی شدت ناقابل برداشت ہو جاتی، تمام علاج بے کار ثابت ہوئے، نیند کی نعمت بھی گئی، صرف کھڑے رہنے سے آرام ملتا تھا۔

بالآخر چھت کی دو کڑیوں سے دو رسیاں باندھ دی گئیں، ان کے دونوں ہاتھ ان رسیوں سے بندھے رہتے اور وہ اسی طرح لٹکے لٹکے نیند کی جھپکی لے لیتے۔ اسی حالت میں بالآخر اس سوزش نہانی سے ان کا انتقال ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے، اللہ آدمی کو ایک وقت تک اس کے اعمال پر ڈھیل دیتا رہتا ہے، آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل با اختیار اور آزاد ہے، پھر جلدی یا دیر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آدمی کے گناہوں اور مظالم کے باعث آزادی واختیار کی ڈھیل ختم ہو جاتی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ اس بندے کو سزا دینا شروع کرتے ہیں، یہ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔ درج بالا واقعہ اسی دنیاوی سزا کی ایک شہادت ہے۔

ناحق خون کی سزا

عبداللہ نامی ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہمراہ دریائی سفر پر گیا، دریا سے گزرنے کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے تو پانی کی ضرورت لاحق ہوئی، میں پانی کی تلاش میں نکلا، مجھے ایک جگہ کئی دروازے نظر آئے، وہ بند تھے، ہوا آتی جاتی تھی، میں نے دروازے پر آواز دی، اندر سے کوئی جواب نہ آیا، اس وقت اچانک دو سوار سفید کمبل پر بیٹھے ہوئے وارد ہوئے، انہوں نے مجھ سے کہا ''اے عبداللہ! تو اس راستے پر چل، آگے ایک حوض ملے

گا،اس سے پانی لے لینا،اور دیکھنا وہاں جو واقعہ پیش آئے اس سے ذرا بھی نہ ڈرنا۔''

میں نے ان سواروں سے بند دروازوں کا حال دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ''ان میں مردوں کی روحیں ہیں'' پھر میں آگے بڑھا اور حوض کے قریب پہنچا، میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی منہ کے بل لٹکا ہوا ہے، وہ پانی کے لیے لپکتا تھا، مگر پانی تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا، مجھے دیکھ کر اس نے آواز دی کہ ''اے اللہ کے بندے مجھے پانی پلا دے۔''

میں نے اپنا پیالہ بھر کر اس کو پانی پلانا چاہا تو میرا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا اور میں اس کے قریب نہ پہنچ سکا، پھر اس نے کہا کہ ''اچھا اپنی پگڑی کو پانی میں بھگو کر میرے پاس پھینک دے تاکہ اس کو نچوڑ کر پی لوں۔ میں نے اپنی پگڑی بھگوئی مگر اچانک میرا ہاتھ رک گیا اور اٹھ نہ سکا۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ ''اے اللہ کے بندے، میں تجھ کو پانی پلانے کے ہر ترکیب میں بے بس رہا، میرا ہاتھ رک گیا، تو کون شخص ہے کہ تجھ کو پانی پلانا اللہ کو منظور نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ''میں آدم کا بیٹا قابیل ہوں، میں پہلا شخص ہوں جس نے زمین پر ناحق خون کیا۔'' (ابن ابی دنیا)

ایک زوردار پنجہ

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ ان کا آدھا چہرہ سیاہ تھا۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ جنت میں جاتے ہوئے جہنم پر سے جونہی گزرا ایک خوفناک سانپ برآمد ہوا اور اس نے ایک زوردار پنجہ چہرے پر مارتے ہوئے کہا کہ تو نے فلاں دن ایک مرد کو بنظر شہوت دیکھا تھا تو یہ اس کی سزا ہے۔ اگر تو زیادہ دیکھتا تو تجھے زیادہ سزا دیتا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

آہ! جب بنظر شہوت دیکھنے کا انجام اس قدر ہولناک ہے تو پھر اندیشہ شہوت

کے باوجود امردوں سے دوستی، ان کے آگے یا پیچھے اسکوٹر پر سوار ہونا، ان سے لپٹنا ،ان سے اپنا جسم ٹکرانا وغیرہ وغیرہ کس قدر غضب الٰہی کو ابھارتا ہوگا۔

حضور ﷺ نے دودھ دوہا

جلیل القدر صحابی سادس الاسلام حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ میرے والد (حضرت خباب رضی اللہ عنہ) کو جہاد کے لئے گھر (مدینہ منورہ) سے دور جانا پڑا۔ گھر سے چلتے وقت وہ ہمارے پاس ایک بکری چھوڑ گئے اور کہہ گئے کہ جب اس کا دودھ دوہنا ہو اسے اصحاب صفہ کے پاس لے جانا وہ دودھ دیں گے۔ (وہ دودھ دوہنا نہیں جانتی تھیں) چنانچہ میں اس بکری کو اصحاب صفہ کے پاس لے گئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے اس بکری کو پکڑ کر اس کے پاؤں رسی سے باندھ دیے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے گھر میں جو سب سے بڑا برتن ہے وہ لے آؤ۔ میں وہ برتن جس میں آٹا گوندھا جاتا تھا، اس کو لے آئی۔ حضور ﷺ نے دودھ دوہا اور وہ برتن بھر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کو لے جاؤ خود بھی پیو اور پڑوسیوں کو بھی پلاؤ ،جب تم اس بکری کا دودھ دوہنا چاہو اسے میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں صبح و شام اس بکری کو آپ ﷺ کے پاس لے جاتی تھی اور آپ ﷺ اس کا دودھ دوہ دیتے تھے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد میرے والد واپس آگئے۔ (طبقات ابن سعد)

توکل کا مفہوم

ایک شخص جنگل میں بھیروں کو اکیلے چرتا ہوا چھوڑ کر کسی کام کے واسطے شہر میں آگیا گیا، جہاں اتفاق سے بڑا بھائی اس کو مل گیا، اس نے دریافت کیا کہ جنگل میں بھیڑوں کو کس کے حوالے کر کے آئے ہو؟ اس نے کہا توکل الٰہی چھوڑ کر آیا ہوں، بڑے بھائی نے کہا کہ تم یہ سخت غلطی کی، چھوٹے بھائی نے کہا کہ اللہ کے توکل پر بھیڑوں کے چھوڑ آنے کو غلطی بتلانا سخت بے ادبی ہے، ایسا مت کہو، بڑے بھائی نے

کہا کہ کم بخت اگر بھیڑیں اللہ کے توکل پر چھوڑ کر آیا ہے، تو بھیڑیئے بھی تو اللہ کے توکل ہی پر پھر رہے ہیں، تم نے توکل کے مفہوم کو نہایت غلط طور پر استعمال کیا ہے، توکل اختیار کرتے وقت رسول اللہ کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہئے، کہ اونٹ کو اکیلا چرنے کے لئے گھٹنا باندھ کر توکل پر چھوڑ دو اور ایسے موقعوں پر ممکن العمل تدابیر سے درگزر نہ کرو۔ (حکایتوں کا گلدستہ)

پیالہ توڑ دیا

سلطان محمود کے پاس ایک جام بیش بہا تھا، اراکین دولت کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دو، سب نے عذر کیا کہ حضور ایسی نایاب چیز کو توڑنا مناسب نہیں، آخر ایاز کو اشارہ کیا، اس نے بے تامل چور چور کر دیا، اہل دربار نے اس کو فرمان شاہ کا بندہ ہوں، بادشاہ نے بھی مصنوعی ناراضگی سے اس سے پوچھا کہ تم نے کیوں پیالہ توڑا؟ جبکہ تمام اہل دربار اس کے توڑنے میں متامل تھے، ایاز نے دوست بستہ عرض کیا کہ حضور قصور ہو گیا، معاف فرمائیں، بادشاہ نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس قسم کی فرمانبرداری ہی نے اس کو دلداری کا رتبہ دیا ہے، جس کا کہ تم سب رشک وحسد کرتے ہو۔

گناہ گر چہ اختیار ما نبود حافظ　　　　تو در طریق ادب کوش و گو گناہ زمن است

مظلوم کی فریاد

روایت ہے کہ چین کا ایک بادشاہ عادل اتفاقاً بہرا ہو گیا، اس نے تمام ارکان دولت کو جمع کیا اور رویا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور علاج کی تدبیریں سوچنے لگے ، بادشاہ نے کہا میں اپنے بہرے ہونے پر نہیں روتا ہوں، بلکہ غم تو یہ ہے کہ میں مظلوم کی فریاد کیونکر سنوں گا اور اس کی دادرسی کیونکر کر سکوں گا، لہذا اس معاملہ میں میں نے سوچا ہے کہ یہ اعلان کرادوں کہ کوئی مظلوم سوائے جامہ سرخ کے نہ پہنے۔

میں درد کہاں لے جاؤں؟

ایک بزرگ نے ایک حاکم سے اپنا حال کہا، التفات نہ فرمایا، دوسری بار کہا پھر بھی نہ سنا، تیسری بار عرض کیا تو کہا، کیوں درد سر دیتا ہے، بزرگ نے کہا سر تو تو ہی ہے، میں درد کہاں لے جاؤں؟ اس کو یہ بات پسند آئی اور اس کی حاجت روائی کی۔

شکر کا صحیح طریقہ

سلطان سنجر کا ایک گاؤں سے گزر ہوا، سر راہ ای خرقہ پوش کھڑا تھا، اس نے سلام کیا، بادشاہ نے کچھ پڑھ رہا تھا، سر ہلا دیا اور زبان سے جواب نہ دیا، فقیر نے کہا اے بادشاہ سلام کرنا سنت ہے، اور اس کا جواب دینا فرض ہے، میں تو سنت بجالایا، تو نے فرض کو کیوں ترک کر دیا؟ بادشاہ نے جواباً کہا کہ اے درویش میں شکر گزاری میں مشغول تھا اس وجہ سے تیرے سلام کا جواب دینا بھول گیا، فقیر نے کہا کہ کس کا شکر ادا کر رہے تھے، بادشاہ نے کہا اللہ منعم کا، فقیر نے کہا کہ کس طرح؟ کہا کلمہ الحمد اللہ سے کیونکہ تمام نعمائے الہیٰ کا شکر اسی ایک کلمہ سے ہے، فقیر نے کہا اے سلطان! تم شکر کا طریقہ صحیح نہیں جانتے یہ شکر نہیں ہے کہ آپ نے بلبل نغمہ سرا کی طرح کلمۂ الحمد اللہ کو زبان سے چہچہا دیا، بادشاہ نے کہا کہ دوسرا صحیح طریقہ آپ فرمایئے، درویش نے کہا:

۱۔ سلطنت کا شکر تمام خلائز کا انصاف کرنا ہے، ان کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے املاک میں طمع نہ کرنا۔

۲۔ فرمانروائی کا شکر فرمانبرداروں کو خدمت پہنچانا۔

۳۔ بلندی مرتبہ کا شکر یہ عاجزوں پر رحم کرنا۔

۴۔ صحت کا شکر بیماروں کی صحت یابی کا انتظام کرنا، اور آسائش مخلوق کو اپنے آرام پر مقدم رکھا، بادشاہ نے ان کلمات کو آب زر سے لکھوا کر اپنا دستور العمل بنایا۔

نیاساید اندر دیار تو کس چو آسائش خویش خواہی و بس

کلید در گنج مقصود شکر است در بستہ آنکس کہ بکشود شکر است

ایک نوجوان کی حفاظت کے لئے بچھو کا سانپ کو ڈنگ مارنا

حضرت مالک بن دینارؒ نے اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے اور یہ واقعہ مفتی عبدالرؤف سکھروی کی کتاب اصلاحی بیانات میں اور مفتی تقی عثمانی کی اصلاحی خطبات میں تحریر ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بچھو پانی کی طرف دوڑتا ہوا آرہا ہے میں اس کو دیکھنے لگا میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بچھو دریا کے کنارے پر گیا اور دریا کے کنارے پر ایک کچھوا اس کا انتظار پہلے سے کررہا ہے یہ پانی کے قریب پہنچ کر فوراً اچھل کر اس کچھوے کی پشت پر سوار ہو گیا جیسے ہی یہ بچھو اس کچھوے کی پشت پر سوار ہوا، وہ کچھوا اس کو لیکر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہو گیا، مجھے یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ یہ بچھو اور کچھوے کی دوستی کیسے ہو گئی؟ اور کس طرح یہ بچھو اس کی پشت پر سوار ہو کر جارہا ہے؟ چنانچہ میں نے بھی ایک کشتی کرایہ پر لی اور اس پر سوار ہو کر دوسرے کنارے پر پہنچ گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ کچھورا آہستہ آہستہ کنارے کی طرف آنے لگا جیسے ہی وہ کنارے پر پہنچا تو وہ بچھو فوراً کود کر اس کی کمر سے خشکی کی طرف آگیا اور پھر آگے تیزی سے دوڑنے لگا اور میں بھی اس کے پیچھے چلنے لگا، کچھ آگے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے ایک نوجوان شراب کے نشے میں مست پڑا ہوا ہے اور اس نوجوان کے سرہانے ایک کالا سانپ اپنا پھن پھیلائے ڈنگ مارنے کی تیاری کررہا ہے ابھی میں یہ منظر دیکھ رہا ہی تھا کہ وہ بچھو جلدی سے وہاں پہنچا اور اس نے سانپ کے ڈنگ مارا ڈنگ لگتے ہی سانپ تڑپنے لگا اور تھوڑی دیر بعد وہ سانپ مر گیا، بہرحال وہ سانپ اس نوجوان کو ڈنگ نہیں مار سکا، یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آئی، کہ کس

طرح اس نے اپنے ایک نافرمان بندے کی حفاظت فرمائی۔

بچھو ڈنگ مار کر جاچکا تھا میں نے اس نوجوان کو اٹھایا اور اس کو سارا واقعہ سنایا کہ دیکھ تو شراب کے اندر مست ہے لیکن خالق کائنات نے تیری حفاظت کیسی فرمائی؟ ایک طرف اتنی دور سے بچھو کو یہاں آنے کا حکم دیا پھر کچھوے کو مقرر فرمایا کہ وہ بچھو کو دریا پار کرائے اور پھر بچھو نے آ کر سانپ کو ڈنگ مارا اور اس طرح اللہ نے تجھے سانپ سے ڈسنے سے بچالیا جب اس نوجوان نے یہ واقعہ سنا تو وہ زار وقطار رونے لگا کہ ہائے میں ایسا گناہ گار اور نافرمان بندہ ہوں لیکن وہ مجھ پر پھر بھی مہربان ہے، اس کے بعد اس نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی اور عہد کیا کہ آج کے بعد میں اپنے پروردگار کی نافرمانی اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سمجھ عطا فرمائے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(اصلاحی بیانات جلد ۲ اصلاحی خطاب جلد ۵)

ہارون الرشید کا سوال بہلول کا جواب

کہتے ہیں کہ ایک دن بہلول ہارون الرشید کے پاس آیا خلیفہ نے بہلول سے سوال کیا، اگر کوئی انگور کھائے تو کیا حرام ہے؟ بہلول نے جواب دیا نہیں خلیفہ نے پوچھا، اگر انگور کھانے کے بعد اس پر پانی پی لیا جائے تو کیسا ہے؟ بہلول نے جواب دیا پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں، خلیفہ نے کہا اگر مدت تک اس انگور اور پانی کو دھوپ میں رکھا رہنے دیں تو حرام کیسے ہو جاتا ہے؟ بہلول نے جواب دیا اگر آدمی کے سر پر تھوڑی سے مٹی ڈال دی جائے تو کیا اس سے کوئی نقصان پہنچے گا خلیفہ نے جواب دیا نہیں بہلول نے پوچھا کہ اس کے بعد اس کے سر پر تھوڑا سا پانی ڈال دیا جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا؟ خلیفہ نے کہا نہیں بہلول نے کہا اگر اس مٹی اور پانی کو ملا کر رکھ دیں اور ایک اینٹ بنالیں اور انسان کے سر پر ماریں تو اسے کوئی اذیت پہنچے گی؟ خلیفہ نے کہا

بے شک اینٹ انسان کا سر پھاڑ دیگی، بہلول نے کہا جس طرح مٹی اور پانی مل کر انسان کا سر پھوڑ دیتی ہے اور اسے چوٹ پہنچا دیتی ہے تو اسی طرح انگور اور پانی مل کر یہی چیز نقصان دہ بن جاتی ہے جسے شریعت نے حرام اور ناپاک ٹھہرایا ہے اس کے پینے سے انسان پر بہت سی مصیبتیں آتی ہیں اور اس کے پینے والے پر سزا واجب ہو جاتی ہے، خلیفہ ہارون الرشید بہلول کے جواب پر دنگ رہ گیا۔

(ضرب مومن ۱۵ تا ۲۱ جنوری ۲۰۰۵)

وسوسوں کا علاج

حضرت حسن بصریؒ کی گفتگو کا بیشتر حصہ حکمت کے موتیوں سے آراستہ رہتا تھا جن سے بہت سے اخلاقی اور روحانی اسرار پر روشنی پڑتی ہے۔ فرماتے تھے کہ ''جو وسوسے ایسے ہیں کہ پیدا ہوتے ہیں اور نکل جاتے ہیں، وہ شیطان کی جانب سے ہیں، ان کے ازالہ میں ذکر خدا اور تلاوت قرآن سے مدد لینی چاہئے، اور جو پیدا ہو کر قائم ہو جاتے ہیں، جو نفس کی جانب سے ہیں، ان کو دور کرنے میں نماز، روزہ اور ریاضت سے مدد لینی چاہئے۔'' (مختصر صفوۃ الصفوۃ)

عرفان نفس

حضرت ابو قلابہ اپنی حقیقت پہنچاننے والے کو نجات کا اور خود فراموش کو ہلاکت کا مستوجب سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ''جس شخص کو دوسرے لوگ خود اس سے زیادہ جانتے ہوں وہ ہلاکت کا اور جو شخص خود اپنے نفس کو دوسروں سے زیادہ پہنچانتا ہو وہ نجات پانے کا مستحق ہے۔'' (ابن سعد)

حقیقی دولت مندی اور حقیقی علم

حضرت ابو قلابہ خدا کے عطیہ پر قناعت کو حقیقی دولت مندی اور دوسروں کے علم سے استفادہ کرنے والے کو حقیقی عالم سمجھتے تھے۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ سب سے

غنی کون ہے؟ فرمایا، جو اس شئے پر راضی ہے جو خدا نے اسے دی ہے۔ پھر سائل نے پوچھا، سب سے بڑا عالم کون ہے؟ جواب دیا، جو دوسروں کے علم سے اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے۔

انسان کو کتنی ہی دولت مل جائے لیکن اس کی طبیعت کو تسکین نہیں ہوتی اور مزید کے لئے ہر وہ حربہ استعمال کرتا ہے جو اس کے بس میں ہوتا ہے، اور دولت کی حرص میں وہ حلال کو چھوڑ کر حرام کے لئے اپنی ساری تگ و دو لگا دیتا ہے، اور پھر بھی اسے سکون قلب نہیں ملتا۔ لیکن اگر آدمی خدا کے عطیہ پر قناعت کرنا سیکھ جائے تو تھوڑی دولت میں بھی بڑی بڑی خوشی و مسرت کی زندگی گزارے۔ اس کے برعکس علم کا حال ہے۔ اس میں اپنے علم پر ہی قناعت کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جہاں تک ہو جو دوسروں کے پاس ہے اسے حاصل کرنے کی خواہش کرے اور دوسروں کے علم سے وہ بڑا عالم بن سکے گا۔

امانت کی واپسی

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ ائمہ علماء میں تھے۔ حدیث کے زبردست حافظ تھے۔ زہد و تقویٰ کا رنگ غالب تھا۔ امانت داری ان کا خاص وصف تھا۔ امانت میں انہیں اس قدر اہتمام تھا کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس کوئی شئے امانت رکھتا اور اس کا کچھ حصہ ضائع ہو جاتا تو خواہ امانت رکھنے والا معاف ہی کیوں نہ کر دیتا مگر وہ پوری امانت واپس کر دیتے۔

عثمان بن محمد کا بیان ہے کہ عروہ نے ابوبکرؒ کے پاس کچھ مال امانت رکھوایا۔ وہ مال یا اس کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا۔ عروہ نے کہلا بھیجا کہ تم پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ تمہاری حیثیت تو امین کی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ پر تاوان نہیں ہے، لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ قریش میں تمہاری زبان سے یہ الفاظ نکلیں کہ میری امانت ضائع ہو گئی۔ غرض عروہ کے کہنے کے باوجود وہ نہیں مانے اور اپنی املاک بیچ کر پوری امانت واپس کی۔ (طبقات ابن سعد: ج ۵)

پانچ سو عورتیں ایک ہی روز میں مریں

فرقد سبخی کو کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر ہے جو تمہیں پہنچی ہو تو ہمیں بتاؤ؟ جواب دیا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ بیت المقدس میں پانچ سو باکرہ عورتیں آئیں جن کا لباس کمبل اور ٹاٹ کا تھا، اور خدا کے ثواب اور عذاب کا آپس میں ذکر کیا، اور سب کے سب (یعنی پانچ سو کی پانچ سو) ایک ہی روز میں مرگئیں۔

(قصص الاولیاء)

شکار کرنے چلی تھی خود ہی شکار ہوگئی

بعض سلف سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک قوم میں ایک خوبصورت عورت تھی جو حسن میں لاثانی تھی اس سے کہا گیا کہ وہ ربیع ابن خثیم کو چھیڑے شاید کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے اور اس فعل کی ہزار درہم اجرت دیئے جائیں گے، چنانچہ اس عورت نے حتی المقدور عمدہ لباس اور زیورات سے سج کر (آراستہ ہوکر) نہایت عمدہ خوشبو لگائی جب خثیم نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو اس کے سامنے وہ عورت آگئی، حضرت اس کو دیکھ کر گھبرا گئے وہ کھلے منہ (بغیر پردہ کے) آپ کے سامنے آگئی اس وقت حضرت نے فرمایا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے بخار آئے گا اس سے تیرا رنگ متغیر ہوجائے گا اور رونق تیری اڑ جائے گی اور تجھ پر موت کا فرشتہ نازل ہوکر تیری روح نکال لے گا، یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر گر پڑی، قسم ہے اللہ کی جب اسے افاقہ (ہوش آیا) ہوا تو وہ توبہ کرنے کے بعد ایسی عبادت گزار بن گئی کہ جس دن وہ مری تو خشک درخت کی طرح تھی۔ (قصص الاولیاء)

ایک اللہ والے کی قبر میں قرآن کی تلاوت

عابدوں میں سے ایک شخص زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھا صالحین میں سے ایک اور شخص تھا اس نے ان کو دریافت کیا تو لوگوں نے کہا ان (زاہد بدوی) کی وفات

ہوگئی ہے صالح کہتا ہے کہ قبر کھودنے والے نے مجھ سے کہا کہ جب میں نے بدوی کے واسطے قبر کھودی اور لحد کے برابر کرنے کے واسطے میں اندر گیا تو ایک اینٹ برابر والی قبر کی گر پڑی تو میں نے اس قبر میں دیکھا تو اس میں ایک شخص نہایت چمکتے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے اور صاف ستھرے حرفوں والے قرآن شریف کو گود میں رکھے ہوئے تلاوت کر رہا اس نے مجھے دیکھ کر اپنا سر اٹھایا اور کہا کیا قیامت قائم ہوگئی؟ خدا تجھ پر رحم کرے میں نے کہا نہیں فرمایا اینٹ کو اس کی جگہ پر لگا دو خدا تجھے عافیت دے میں نے اینٹ وہیں لگا دی۔ (قصص الاولیاء)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سمندری قبہ میں موجود شخص س ملاقات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلمانؑ بن داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ سمندر کے کنارے جاؤ؟ ایک عجیب چیز دیکھو گے، حضرت سلمانؑ اپنے لشکر (جن وانس) کے ساتھ سمندر کے کنارے پر تشریف لے گئے جب ساحل پر پہنچے تو دائیں، بائیں دیکھا تو کچھ نہ تھا، آپ نے عفریت سے فرمایا کہ اس سمندر میں غوطہ لگاؤ اور وہاں کی حالت مجھے بتاؤ اس نے غوطہ مارا ایک ساعت کے بعد اوپر آیا اور عرض کیا اے اللہ کے نبیؑ میں نے اس ساحل پر اتنے غوطے لگائے، مگر اس کی تہ تک نہ پہنچا اور نہ کوئی چیز مجھے نظر آئی آپ نے دوسرے عفریت سے فرمایا کہ غوطہ لگائے اس نے بھی غوطہ لگایا اور تھوڑی دیر بعد نکل کر وہی کہا جو پہلے عفریت نے کہا تھا اس نے پہلے والے سے دگنے غوطے لگائے تھے، اس کے بعد آپ نے آصف ابن برخیا (جو بلقیس ملکہ سبا کا تخت لایا تھا) سے کہا جو کہ آپ کے وزیر تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ﴿وقال الذی عنده علم الکتاب......﴾

یعنی کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا، مراد اس سے آصف بن برخیا ہیں۔ کہ سمندر کے اندر جا کر اندر کا حال بیان کرے، انہوں نے فوراً ایک سفید قوی قبہ

حاضر کیا جس کے چار دروازے تھے اور تمام دروازوں میں سے ایک قطرہ بھی پانی کا داخل نہیں ہوا تھا حالانکہ وہ قبہ سمندر کی تہ میں تھا جس کی گہرائی اتنا گہرا تھا کہ عفریت نے اول جو غوطہ لگایا تھا اسی طرح آصف تین غوطہ نیچے ہی غوطے لگاتا تو تب تہہ تک پہنچا، آصف نے جب وہ قبہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے حاضر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر ایک شخص خوبصورت نوجوان صاف شفاف کپڑے پہنے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے آپ نے قبہ میں داخل ہو کر اسے سلام کیا اور فرمایا کہ تجھے اس سمندر میں کس چیز نے پہنچایا۔

اس نے کہا اللہ کے نبی میرا باپ اپاہج تھا اور میری ماں نابینا تھیں میں نے اس کی ستر برس خدمت کی جب میری والدہ وفات پانے لگیں تو انہوں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کی عمر دراز کر تیری عبادت میں گزارنے کی توفیق عطا فرما جب باپ کی وفات کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا اے خدا اس سے ایسی جگہ خدمت لے جہاں شیطان کا دخل نہ ہو۔ (اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے جو زمین و آسمان کا نہ ہو) چنانچہ جب میں انہیں دفن کر کے اس ساحل کی طرف آیا تو مجھے یہ قبہ نظر آیا میں اس کی خوبصورتی کے ملاحظہ کے لئے اندر داخل ہوا تو اتنے میں ایک فرشتے نے کہا اس قبہ کو دریا میں اتار دو، حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو کس زمانے میں یہاں آیا تھا؟ اس نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں آیا تھا حضرت سلیمانؑ نے تاریخ دیکھی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کے اندر دو ہزار سال گزار چکا ہے اور وہ بالکل جوان تھا، ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا آپ نے پھر دریافت کیا کہ تم اس سمندر کے اندر کھاتے کہاں سے ہو؟

کہا کہ میرے پاس ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں ایک زرد چیز لاتا ہے جو آدمی کے سر کے برابر ہوتی ہے اور میں اسے کھاتا ہوں مجھے اس میں دنیا کی ساری نعمتوں کا مزا آتا ہے اور اس سے بھوک پیاس میری جاتی رہتی ہے اور گرمی سردی اور نیند سستی اور اونگھ، وحشت سب کا سب اس سے دور ہو جاتا ہے حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تم کیا

یہ چاہتے ہو کہ ہمارے ساتھ چلو؟ ہم تمہیں اپنی جگہ پہنچادیں؟ اس شخص نے کہا کہ مجھے اپنی جگہ پر پہنچادیں، چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے آصف سے فرمایا کہ انہیں اپنی جگہ پر پہنچادو چنانچہ آصف نے اس سفید قبہ کو اپنی جگہ پر رکھ دیا، حضرت سلیمانؑ نے لوگوں کو متوجہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو ماں باپ کی (عظمت بلند و بالا وارفع واعلیٰ ہے کہ اس) کی دعائیں کیسے مقبول ہوئی خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے حقوق الوالدین کو پورا کرو، اے اللہ ہمیں بھی والدین کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے آمین ثم آمین۔ (قصص الاولیاء)

ہرنی کے ایک بے سہارا بچی کو اپنا دودھ پلانے کا واقعہ

حضرت ابو جعفر فرغانیؒ سے مروی ہے کہ ہم اپنے بعض صوفی بھائیوں کے ساتھ دینپور میں ٹھرے چند لوگ یہاں کچھ اسباب (جہیز وغیرہ) خریدنے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ یہ اسباب کس کے لئے خریدا جارہا ہے تو تو جلدی دلوادیتا میں نے کہا کہ اس کا قصہ بیان کرو؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہماری قوم کا سردار ہے ان کی ایک بیوی ہے جس سے کئی لڑکیاں پیدا ہوئیں انہوں نے ایک حمل میں کہا کہ اگر تو اس مرتبہ بھی لڑکی جنے گی تو تجھے طلاق ہے، اتفاقا سے ہم لوگوں نے گرمی کے موسم میں مراغہ کی جانب سفر کیا، ایک دن ہم سفر میں چل رہے تھے کہ اس کو پیٹ میں (بچہ ہونے والا) درد شروع ہوا وہ عورت راستہ سے ہٹ کر دور پانی پر گئی گویا کہ وضو کرنا چاہتی ہے وہیں اس کی لڑکی پیدا ہوگئی اس عورت نے وہیں اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر ایک پہاڑ کے غار کے پاس رکھ چھوڑا (اور واپس آگئی) اور کہا کہ وہ حمل نہ تھا بلکہ صرف ہوا تھی اور وہ نکل گئی۔ ہم وہاں سے چلے گئے اور چھ ماہ تک غائب رہے چھ ماہ کے بعد جب اس کے پاس پہنچے (تو یہ عورت پانی کے بہانے سے اس غار کے پاس گئی جہاں لڑکی رکھی تھی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک ہرنی کھڑی ہے اور اس بچی کو دودھ پلارہی ہے ہرنی نے جب عورت

کو دیکھا تو وہ بھاگ گئی اور عورت اس کے پاس پہنچی اور اسے اٹھالیا تو عورت رونے لگی جب عورت اس کو چھوڑ کر ہٹ گئی تو ہرنی آئی اور دودھ پلانے لگی اور عورت خاموشی سے اپنے قافلہ والوں کے ساتھ مل گئی اور قافلہ والوں کو اس واقعہ کی خبر دی اس کے شوہر نے بھی سنا چنانچہ سارے قبیلہ کے معزز لوگ جمع ہو کر اس غار کے پاس گئے دیکھا تو ہرنی (اسی طرح) بچے کو دودھ پلا رہی تھی ان کی آہٹ سن کر ہرنی بھاگ گئی لوگوں سے بچی مانوس ہوئی اور لوگ اسے اپنے ساتھ لے کر چل دئے اور وہ ہرنی دور سے کھڑی دیکھ رہی تھی حتی کہ ہم نے وہاں سے سفر کرنے کے ارادہ کیا اور یہ سامان وغیرہ اسی بچی کے جہیز کے لئے خریدا جا رہا ہے اب اس بچی کے باپ نے اس کا ایک نیک آدمی سے نکاح کر دیا ہے، پاک ہے اللہ جو مخلوق پر لطف کرتا ہے اور وہ ہر ایک کی خبر رکھتا ہے وہ بڑی قدرت اور بڑے احسان والا ہے بے شک۔ (قصص الاولیاء)

تم اچھے ہو یا میرا کتا؟

تاتاری جب بغداد کی سلطنت پر غالب آگئے تو ان کے اندر احساس برتری پیدا ہوگئی اپنے آپ کو مسلمانوں سے بھی بہت اونچا سمجھنے لگے ایک تاتاری شہزادہ ایک بار گھوڑے پر سوار ہو کر شکار دیکھنے جا رہا تھا اس کے ساتھ اس کا کتا بھی تھا راستے میں ایک مسلمان بزرگ ملے، اس نے مسلمان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا تم اچھے ہو یا میرا کتا، مسلمان بزرگ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں اچھا ورنہ تمہارا کتا اچھا ہے، یہ جملہ اس وقت اتنا موثر ثابت ہوا کہ تاتاری شہزادہ کا دل ہل گیا وہ اس ایمان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا جس پر آدمی کا خاتمہ نہ ہو تو کتے سے بدتر ہو جاتا ہے اس بات کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شہزادہ مسلمان ہو گیا۔ (خزینہ از مولانا اسلم شیخوپوری)

محمد کے نام کا احترام

سلطان محمود غزنویؒ پر اپنے تقوی اور کسر نفسی کی وجہ سے حب رسول کا بڑا غلبہ رہا وہ اپنی زبان پر رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک لانے میں حد درجہ احترام کرتا تھا اس کا ایک خاص خادم تھا اس کا نام محمد تھا وہ اس کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا، ایک روز سلطان نے اس کو تاج الدین کہہ کر پکارا وہ آیا، اور شاہی حکم کی تعمیل کر کے گھر چلا گیا، وہ خادم تین دن تک سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا سلطان نے اس کو گھر سے بلوایا اور اس سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ آقا مجھے ہمیشہ محمد کے نام سے پکارتے تھے اس روز خلاف عادت مجھے تاج الدین کے نام سے پکارا گیا تو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بدگمانی ہوگئی ہے اس لئے میں نے اپنی صورت نہیں دکھائی، اور یہ تین روز بڑی بے چینی اور بے قراری سے گزارے، سلطان نے اس کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ میں نے تم سے بدگمانی نہیں رکھی بلکہ جب میں نے تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا تھا تو اس وقت میں بے وضوء تھا مجھے شرم آئی کہ محمد کا نام بے وضو لوں۔

(تاریخ فرشتہ جلد اول)

تیری اس دیانت نے مجھے خواب غفلت سے بیدار کر دیا

نوشیرواں اپنی بادشاہت کے ابتدائی زمانے میں جب عدالت میں مشہور نہ تھا نہایت عیش وعشرت میں مشغول تھا، اور رعیت کے کاموں میں بالکل لاپرواہ، اس کے پڑوس میں ایک امیر تھا، جو نہایت سخی، جوانمرد اور مہمان نواز تھا، ایک دن نوشیرواں سوداگروں کے بھیس میں بطور امتحان اس کے پاس گیا، وہ شخص حسب عادت نہایت تکلف واحترام کے ساتھ اندر لایا اور بہت خاطر مدارات کی، نوشیرواں نے دیکھا کہ اس کے باغیچہ میں نہایت عمدہ پکے ہوئے انگور لگے ہیں، اثنائے گفتگو نوشیرواں نے کہا، اگر آپ کی فرمائش ہو، تو میں کوئی تحفہ اپنے وطن سے بھیجوں، کیونکہ

میں سوداگر ہوں، اس شخص نے کہا اگر ممکن ہو تو انگور بھیجئے گا، نوشیرواں نے کہا انگور تو تمہارے ہاں بکثرت اور بہترین قسم کے موجود ہیں، اس نے کہا ہمارا بادشاہ ظالم ہے، اور رعایا کی پرواہ نہیں رکھتا، ابھی کسی شخص کو مقرر نہیں کیا کہ لوگوں سے محصول وصول کرے، حالانکہ انگور پک گئے ہیں اور سب لوگ کھا رہے ہیں، مگر میں اس وجہ سے نہیں کھاتا کہ امانت میں خیانت ہے، جب تک کہ بادشاہ اپنا حق دسواں نہ لے لے، نوشیرواں رو دیا اور کہا کہ وہ بادشاہ ظالم میں ہی ہوں، تیری اس دیانت نے مجھے خواب غفلت سے بیدار کر دیا، پس اس روز سے اس قدر طریقہ عدل اختیار کیا کہ اپنا سب عیش و آرام حرام کر دیا اور اس شخص کو معزز و معظم بنا دیا۔ (صحیح اسلامی واقعات)

انکسار و بے نفسی

امام سبط جوزی (محدث ابن جوزی کے پوتے) کا بیان ہے کہ میں شعبان کی پندرھویں رات کو سلسلہ رفاعیہ کے بانی حضرت سید احمد الکبیر رفاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کے آستانہ پر اس وقت ایک لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا میں انسانوں کے اس بحر زخانہ کو دیکھ کر بہت حیران ہوا حضرت نے میری حیرت کو بھانپ لیا اور فرمایا ''میرا حشر ہامان جیسا ہو گا ایک لمحہ کے لئے بھی میرے دل میں یہ خیال گذرا ہو کہ میں ان لوگوں کا پیشوا ہوں'' ایک دفعہ ایک شخص نے سید احمد الکبیر رفاعیؒ سے پوچھا کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟

فرمایا میں ان تمام راہوں پر چلا ہوں جو حق تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں مگر سب سے آسان اور اعلیٰ راہ مجھے محتاجی نیاز مندی و شکستگی میں نظر آئی پوچھا گیا کہ یہ محتاجی نیاز مندی اور شکستگی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے فرمایا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا احترام کرو خدا کی مخلوق پر شفقت اور رحم کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔

(حکایات صوفیہ)

ہوائے نفس کی مخالفت

حضرت ابو محمد مرتعشؒ سے کسی شخص نے آ کر کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی کمال نہیں کمال یہ ہے کہ ہوائے نفس کی مخالفت کرے کیونکہ نفس کی ہوا کی مخالفت کرنا ہوا میں اُڑنے سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

با کمال کون ہے؟

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر مہنویؒ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے آپ نے فرمایا آسان ہے جل مرغی بھی پانی پر چلتی ہے اس نے کہا کہ فلاں آدمی ہوا میں اُڑتا ہے فرمایا یہ کوئی ایسی بات نہیں کوا اور مکھی بھی ہوا میں اُڑتے ہیں حاضرین مجلس میں سے ایک اور شخص نے کہا فلاں شخص چشم زدن میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ کمال ہے آخر شیطان بھی ایک لحظ میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے پھر فرمایا ان چیزوں کی قدر نہیں ہے باکمال وہ ہے جو لوگوں میں نشست و برخاست رکھے ان کے ساتھ لین دین کرے اہل وعیال کے حقوق پورے کرے اور پھر بھی ایک لحظ خدا سے غافل نہ رہے۔ (بصیرت افروز واقعات)

خدمت خلق

خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار جب سمرقند میں مولانا قطب الدینؒ کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے تو بیمار طلبہ کی تیمارداری آپ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی جب ان کے کپڑے اور بستر وغیرہ خراب و نجس ہو جاتے تو آپ انہیں اپنے ہاتھ سے دھو دیتے تھے فرماتے تھے کہ علم حاصل کرنے والوں کی خدمت کرنے میں بڑا اجر ملتا ہے آپ جن ہرات تشریف لے گئے تو وہاں ایک حمام گرم کی خدمت میں اپنے ذمہ لے لی روزانہ پندرہ سولہ آدمیوں کی خدمت بجا لاتے تھے اور خدمت انجام دینے کے بعد وہاں سے

فوراً چلے جاتے تا کہ کوئی اجرت نہ دے دے اور آپ ثواب سے محروم رہ جائیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی بارگاہ میں ہر شخص کسی نہ کسی دروازے سے لایا جاتا ہے اور میں خدمت کے دروازے سے لایا گیا ہوں۔ (حیرت انگیز واقعات)

احیاءِ سُنّت

مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی محمود پُھلتی بیان فرماتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل شہیدؒ کی بہن کی شادی شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ ہوئی، مولوی عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا، ایک مرتبہ مولوی اسماعیل صاحب شہید قصبہ پھلت میں منبر پر کھڑے نکاح ثانی کی ترغیب دلا رہے تھے، پھلت کے صاحبوں میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا مولوی صاحب، میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، مولوی نے فرمایا ابھی نہ پوچھو، پھر پوچھنا، اور یہ فرما کر وعظ بند کر دیا اور منبر پر سے اتر گئے اور اسی دن دہلی روانہ ہو گئے اور دہلی پہنچ کر بہن کے پاس پہنچے ان کی بہن مولوی صاحب سے بھی عمر میں بڑی تھی اور دمہ کے مرض کی وجہ سے کمزور بھی بہت تھیں، آپ نے اپنا عمامہ بہن کے قدموں میں ڈال دیا اور فرمایا بہن اگر تم چاہو تو میں وعظ کہہ سکتا ہوں ورنہ نہیں کہہ سکتا انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ فرمایا تم نکاح کرلو، انہوں نے کہا مجھے نکاح سے انکار نہیں، لیکن میں تو نکاح کے قابل ہی نہیں، مولونا نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر لوگ نہیں مانتے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تم رسم کی بناء پر نکاح نہیں کرتیں، اس پر وہ رضامند ہوگئیں اور ان کا نکاح مولوی عبدالحی صاحب دے کر دیا گیا۔

مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ میرے والد سے نکاح ہونے کے بعد بھی وہ بیمار رہیں اور میرے والد کو ان کی صحبت کا کبھی اتفاق نہیں ہوا، اور یہ بھی فرمایا کہ جب ہندستان میں نکاح ثانی بند ہوا تھا اس وقت سے مولوی اسماعیل صاحب کی بہن کا

نکاح ثانی سب سے پہلے نکاح ثانی تھا۔ (ارواح ثلاثہ)

تحفہ اور رشوت

مسلمانوں کے مشہور اور معزز خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک بار سیب کھانے کی خواہش ظاہر کی ان کی خواہش ان کے ایک عزیز کو بھی معلوم ہو گئی اس نے ایک سیب تحفہ میں بھیج دیا اس کا آدمی تحفہ لے کر پہنچا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا جاؤ کہہ دو آپ کا تحفہ پسند خاطر نہیں، آنیوالے نے عرض کیا امیر المؤمنین یہ تو گھر کی چیز ہے اسے قبول فرمانے میں کیا مضائقہ۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو تحفے قبول فرمایا کرتے تھے، امیر المؤمنین نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یقیناً وہ تحفے تھے مگر ہمارے لئے یہ رشوت ہیں۔ (تاریخ بغداد)

تعویذ

ایک نوجوان، مولانا رشید احمد گنگوہی کے پاس پہنچا اس نے ان سے کہا جناب میں اپنی چچازاد بہن سے محبت کرتا ہوں اور اس سے نکاح کا خواستگار ہوں مگر مشکل یہ ہے کہ میرے چچا مالدار آدمی ہیں اور میں بہت غریب آدمی ہوں، آپ مجھے تعویذ جلد کر دیجئے، مولانا نے جواب دیا: ''میاں میں تعویذ وغیرہ نہیں لکھتا'' نوجوان نہ مانا ، اصرار کرتا رہا، مولانا کسی طرح نہ مانے، آخر نوجوان مایوس ہو کے صحن میں گیا وہاں کنواں تھا، نوجوان کنویں میں پاؤں لٹکا کے بولا: مولوی صاحب میں بڑی امید لے کر آیا تھا آپ نے میری امید توڑ دی، میں اب زندہ رہ کر کیا کروں گا، مولانا گھبرا کے چیخے ارے ٹھہرو ٹھہرو یہا آؤ، میں تعویذ لکھے دیتا ہوں، انہوں نے کاغذ پر کچھ لکھ کے نوجوان کو دیا، جاؤ سیدھے اپنے چچا کے پاس پہنچ جاؤ، تو نوجوان نے مولانا کا کاغذ اپنے چچا کو دیدیا اس کے چچا کاغذ پڑھتے ہی رام ہو گئے کہنے لگے میاں تم کہاں تھے ہمیں تمہاری تلاش تھی، تھوڑی دیر بعد انہوں نے قاضی کو بلا کے بیٹی کا نکاح بھتیجے سے پڑھوا دیا، چند دن بعد نوجوان کو خیال آیا کہ مولانا نے بڑا تیر بہ ہدف تعویذ دیا تھا، دیکھنا

چاہئے کہ اس میں کیا لکھا تھا اس نے تعویذ تلاش کیا اور اسے کھول کے پڑھا، لکھا تھا: یا اللہ میں کچھ جانتا نہیں، اور یہ شخص کچھ مانتا نہیں، تو اس کا مولا یہ تیرا غلام، اب تو جانے تیرا کام۔ (حکایتوں کا گلدستہ)

سیر چشمی

قسطنطنیہ فتح ہو چکا تھا، فاتح محمد شاہ ثانی کے سامنے رومۃ الشرک کے آخری شاہنشاہ قسطنطنین کی لاش رکھی تھی، قسطنطنین محمد شاہ کا خطرناک دشمن تھا، اس کی لاش کے ہاتھ پاؤں، ناک، کان کاٹ کر شعلوں کے سپرد کر دینا عین مناسب تھا لیکن محمد شاہ نے حکم دیا کہ شہنشاہ قسطنطنین کی تکفین وتدفین پورے احترام واحتشام سے عمل میں لائی جائے، اس کے بعد سلطنت رومہ کا وزیر اعظم ڈیوک لیوکس نوٹارس محمد شاہ کے حضور میں پیش کیا گیا محمد شاہ نے اس سے پوچھا جو کچھ تم نے کیا اس کے پیش نظر مجھ سے کس سلوک کی امید رکھتے ہو، ڈیوک نے کہا: حضور عالی میرا زر و جواہر کا عظیم الشان خزانہ لے لیجئے اور میری جان بخشی کیجئے، محمد شاہ نے پوچھا کہ تم نے یہ زر و جواہر رعایا کی بہبود اور ملک کے دفاع میں خرچ نہیں کیے؟ ڈیوک سے کوئی جواب نہ بن پڑا وہ لرز کر کہنے لگا یہ سب مال حضور کا ہے تقدیر کی یہی مرضی تھی، شاہ محمد نے دبدبے سے کہا تو پھر تم نے ہمارا مقابلہ بیکار کیا تم پہلے دن ہی یہ سب ہمارے حوالے کر دیتے، ڈیوک کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، شاہ محمد نے حکم دیا جاؤ تمہاری جان بخشی کی جاتی ہے یہ زر و جواہر روما کے سپاہیوں میں تقسیم کر دو تا کہ وہ اس سردی میں گرم گرم کپڑے بنوا سکیں پھر جو کچھ بچ جائے اسے غریبوں اور مفلسوں میں تقسیم کر دینا، رعایا کا پیٹ بھرنا خزانہ جمع کرنے سے بہتر ہے، جاؤ، ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ (منتخب حکایات)

ایثار

شیخ عثمان خیری کی عمر گیارہ بارہ سال کی ہوگی، وہ اپنے ترکی غلاموں کی حفاظت

بیش قیمت جبہ پہنے مکتب جارہے تھے، سر پر مصری دستار تھی، راستے میں انہیں ایک گدھا نظر آیا گدھا بڑی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا، اس کی پیٹھ بری طرح زخمی تھی کیوں کہ کوّے اس پر سوار تھے اور اس کا گوشت نوچ نوچ کر لہولہان کئے دے رہے تھے، عاجز ولاچار گدھا سر ہلانے سے بھی قاصر تھا عثمان خیری پریشان ہو گئے انہوں نے غلاموں کو کوّے اڑانے کا حکم دیا اور اپنا جبہ اتار کے گدھے پر ڈال دیا پھر اپنی دستار اس کے سر پر باندھ دی۔

استاد اور شاگرد

فاتح عالم سکندر ایک بار اپنے استاد ارسطو کے ساتھ گھنے جنگل سے گزر رہے تھے ، راستے میں ایک بہت بڑا برساتی نالا آ گیا نالا بارش کی وجہ سے طغیانی پر آیا ہوا تھا استاد اور شاگرد کے درمیان بحث ہونے لگی، خطرناک نالا پہلے کون پار کرے سکندر مصر تھا کہ پہلے وہ جائے گا کچھ ردوقدح کے بعد ارسطو نے اس کی بات مان لی، پہلے سکندر نے نالا عبور کیا، پھر ارسطو نے، شاگرد کو احتراماً استاد کے پیچھے چلنا چاہئے لہٰذا نالا عبور کر کے ارسطو نے سکندر سے پوچھا کہ تم نے آگے چل کر میری بے عزتی نہیں کی؟ سکندر نے نہایت ادب سے جواب دیا نہیں استاد! میں نے اپنا فرض پورا کیا ارسطو رہے گا تو ہزاروں سکندر تیار ہو جائیں گے لیکن سکندر ایک بھی ارسطو تیار نہیں کر سکتا ہے۔

بت پرستی کا آغاز

عرب میں بت پرستی کا آغاز خانہ کعبہ کی عقیدت کے پاکیزہ جذبہ سے شروع ہوا، جو شخص بھی مکہ سے عارضی یا مستقل طور پر جدا ہوتا، وہ حرم کے مقدس پتھروں میں سے ایک آدھ عقیدت کے طور پر اپنے ساتھ لے جاتا، منزل مقصود پر پہنچ کر وہ اسے ایک خاص مقام پر نصب کر لیتا اور اسکے گرد اس طرح طواف کرتا جس طرح کہ قیام مکہ کے دنوں میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا کرتا تھا، وہ اس پتھر سے حرم کے تعلق کی بناء پر

خیر و برکت کا طالب ہوتا اور اس کے ساتھ اسی محبت اور وابستگی کا اظہار کرتا، جو ایک نیک اور خدا ترس انسان اللہ کے مقدس گھر سے کرتا ہے۔

سب سے پہلے جس شخص نے عرب میں دین ابراہیمی کو مسخ کر کے بت پرستی کا آغاز کیا وہ قبیلہ خزاعہ کا سردار عمرو بن ربیعہ لحی بن حارث بن عمر بن عامر الازدی تھا ،کعبہ کی تولید پہلے الحارث کے سپرد تھی مگر جب عمرو بن لحی مکہ میں قیام پذیر ہوا تو اس نے حارث کے حق تولید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور اپنی اولاد کی مدد سے حارث اور اس کے خاندان کو اس قابل رشک عہدہ سے محروم کر کے خود اس پر قابض ہو گیا۔

اس انقلاب کے بعد عمرو بن لحی پر اچانک بیماری کا حملہ ہوا اور اس بیماری نے بڑی سرعت کے ساتھ شدت اختیار کی ،موت و حیات کی اس کشمکش کسی حکیم و دانا نے اسے بتایا کہ شام میں البقاء کے مقام پر گرم پانی کا ایک چشمہ موجود ہے اگر وہ وہاں پہنچ کر اس کے پانی سے غسل کرے تو وہ جلد صحت یاب ہو جائے گا،اس نے اس مشورہ کو خوش دلی سے قبول کیا اور البقاء کے لئے رخت سفر باندھا،قدرت کو اس کی صحت منظور تھی چنانچہ اس نے اس چشمہ کے پانی سے غسل کیا تو جلد شفایاب ہو گیا،صحت بحال ہو جانے کے بعد اس نے کچھ دنوں کے لئے وہاں مزید قیام کیا تا کہ اس کی قوت و توانائی معمول پر آجائے ،اور آسانی کے ساتھ سفر کے مصائب اور صعوبتوں کو برداشت کر سکے،اس عرصہ قیام میں اس نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ان کے حضور سر نیاز خم کر کے دعائیں مانگتے ہیں،اس قسم کے حرکات وسکنات سے وہ پہلے قطعاً شناسا نہ تھا اس کے دل میں فطری طور پر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ ان کے بارے میں ان سے استفسار کرے،جستجو کرنے پر اسے بتایا گیا کہ یہ ان کے معبود ہیں جن کی طرف وہ بارش اور دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے ہیں،عمرو بن لحی نے ان سے درخواست کی کہ پتھر کے کچھ معبود اسے بھی دے

دیئے جائیں۔ چنانچہ بقاء کے باشندوں نے اس کے اس مطالبہ کے احترام میں چند بت اس کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیئے یہ شخص پھر کی ان مورتیوں کو لے کر مکہ واپس چلا آیا، اوران کو خانہ کعبہ کے اردگرد رکھ دیا۔

اسی سلسلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت منقول ہے وہ یہ ہے کہ قبیلہ جرہم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص اِساف اور ایک عورت نائلہ کے درمیان سرزمین یمن میں معاشقہ شروع ہوا حج کے موسم میں یہ دونوں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ روانہ ہوئے جب وہ اللہ کے مقدس گھر میں داخل ہوئے، تو اتفاق سے اس وقت وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا سفلی جذبات سے مغلوب ہو کر انہوں نے منہ کالا کیا، اس ذلیل اور مذموم حرکت کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑی اور وہ بے جان پتھروں میں تبدیل کر دیئے گئے، لیکن عربوں کی ذہانت کی داد دیجئے انہوں نے اس سے عبرت پکڑنے کے بجائے ان کی پرستش شروع کر دی، خزاعہ اور قریش کے قبائل اس معاملہ میں پیش پیش تھے۔ (حیرت انگیز واقعات)

صلہ

طبرانی کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی صعصعہ بن ناجیہ تھے تابعین میں حضرت علیؓ کے شاگرد (مشہور شاعر) فرزدق کے دادا تھے انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جاہلیت کے زمانے میں، میں نے تین سو ساٹھ بچیوں کی جان بچائی ہے، مشرکین ان کو زندہ درگور کرنا چاہتے تھے مگر میں نے ہر بچی کے عوض دو گابھن اونٹنیاں اور ایک اونٹ دیکر ان کی جان بچائی، حضور! یہ فرمائیں کہ مجھے اس عمل کا کوئی فائدہ ہوگا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کم فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی، تو نے یہ نیکی کا کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ صلہ دیا۔ (بصیرت افروز واقعات)

ڈیوٹی

ہمارے شیخ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ جنہوں نے پینتالیس برس تک دار العلوم دیو بند میں تعلیم دی، ان کی بیوی فوت ہوگئی، عصر کے وقت دفن کر کے آئے، مولانا مغرب کے بعد شمائل شریف کا درس دیتے تھے، کتاب بغل میں لی اور درسگاہ میں پہنچ گئے لوگوں نے کافی کہا سنا حتیٰ کہ منت خوشامد بھی کی، مگر آپ نے فرمایا کہ میں تو اپنی ڈیوٹی پوری کروں گا حدیث کی تعلیم سے بڑھ کر کون سا کام ہوسکتا ہے۔

درویشوں سے بدگمانی نہیں کرنی چاہئے

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ جب ہرات میں تھے تو ان پر سخت افلاس کا عالم تھا ان کے پاس صرف ایک قبا تھی جو جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی اسی طرح ان کی دستار کی دھجیاں لٹکی رہتی تھیں مگر حضرت اپنا وقت نہایت صبر وشکر سے گذارتے تھے کبھی کبھی وہ حضرت قاسم تبریزیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ہرات میں ہی مقیم تھے اور بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے وہ خواجہ احرارؒ پر بڑی شفقت فرماتے کہ اے عبید اللہ انشاء اللہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب تیرا افلاس دور ہو جائے گا اور دنیا تیری مطیع وفرمانبر داری ہوگی کچھ عرصہ بعد خواجہ احرارؒ تاشقند تشریف لے گئے اور ایک زمیندار سے شر کت کر کے زراعت کا کام شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کام میں اتنی برکت دی کہ ان کے مزارعین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی اور ان کی زمین کی پیداوار کا عشر ہزاروں من غلہ تک پہنچ گیا اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ (صاحب نفحات الانس) ان کی زیارت کے لئے تاشقند آئے انہوں نے شہر کے قریب دیکھا کہ ہزاروں من غلہ باہر جا رہا تھا لوگوں سے پوچھا کہ اس غلے کا مالک کون ہے انہوں نے کہا خواجہ عبید اللہ احرار یہ سن کر ان کے دل میں خواجہ صاحب کے لئے بدظنی سی پیدا ہوگئی کہ میں تو ان کے فقر کا شہرہ سن کر آیا ہوں لیکن وہ تو دولت میں کھیل رہے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا مگر پھر خیال آیا کہ اتنی دور آیا ہوں ان سے مل لینے میں کیا حرج ہے اسی خیال سے خواجہ صاحب کی خانقاہ میں پہنچے آپ وہاں موجود نہیں تھے مولانا جامیؒ بہت تھکے ہوئے تھے خواجہ صاحب کے انتظار میں لیٹ گئے اور بہت جلد نیند کی آغوش میں پہنچ گئے خواب میں دیکھا کہ حشر کے میدان میں ہیں اور ایک شخص ان سے اپنا قرض طلب کر رہا ہے لیکن ان کے پاس کچھ نہیں ہے چنانچہ وہ ان کو دوزخ کی طرف گھسیٹنے لگتا ہے اسی اثنا میں خواجہ عبیداللہ احرارؒ تشریف لاتے ہیں اور ان کا قرض اپنی گرہ سے ادا کر کے رہائی دلاتے ہیں اس کے بعد مولانا جامیؒ کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو خواجہ احرارؒ ان کے پاس بیٹھے ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ میرا مال اسی لئے ہے کہ تجھ جیسوں کو نجات دلاؤں مولانا جامیؒ ششدر رہ گئے اور اسی وقت آپ کی بیعت کر لی۔ (حکایات صوفیہ)

اہل حق دنیا سے یوں جاتے ہیں

فقر اختیار کرنے سے پہلے ایک دن خواجہ فرید الدین عطارؒ اپنی عطاری کی آراستہ و پیراستہ دکان میں بڑی شان سے رونق افراز تھے کسی طرف سے ایک درویش ادھر آنکلا اس نے خواجہ صاحب سے سوال کیا بابا راہ خدا میں فقیر کو کچھ دے دے خواجہ صاحب اپنے کام میں مصروف تھے انہوں نے درویش کی طرف کوئی توجہ نہ کی جب اس نے بار بار اپنا سوال دہرایا تو خواجہ صاحب چمک کر بولے ’’میاں اپنا راستہ لو، دیوانوں کی طرح کیوں گھور رہے ہو‘‘

درویش۔ بابا میں تو اپنا راستہ لوں گا لیکن تم اپنا راستہ کس طرح لو گے۔

خواجہ صاحب۔ میرے اور تمہارے راستہ لینے میں کیا فرق ہو سکتا ہے؟

درویش۔ اچھا تو کیا تو میری طرح مر سکتا ہے؟

خواجہ صاحب۔ ہاں بے شک۔

درویش۔ اچھا تو پھر دیکھ میں کیسے مرتا ہوں۔

یہ کہہ کر درویش اپنا کمبل سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا اور پھر ایک بار زور سے اللہ کہہ کر واصل بحق ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر خواجہ عطارؒ کی حالت متغیر ہو گئی ساری دکان کھڑے کھڑے لٹا دی اور راہ فقر اختیار کر لی۔ (صحیح اسلامی واقعات)

خواجہ فریدالدین عطارؒ کا واقعہ شہادت

۶۲۵ھ میں سیل تاتار نے تمام عالم اسلام کو تہ و بالا کر ڈالا وحشی تاتاری ۶۲۷ھ میں بلاد اسلام کو تاخت تاراج کرتے ہوئے نیشاپور بھی آ پہنچے خواجہ فریدالدین عطار وہیں تھے ایک تاتاری سپاہی نے ہنگامہ دار و گیر میں ان کو بھی پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے چلے برابر سے ایک دوسرے سپاہی نے کہا اس بڈھے کو ہزار روپے میں میرے ہاتھ فروخت کر دو خواجہ صاحب نے پہلے سپاہی سے کہا اتنی قیمت پر مجھے مت بیچنا میری قیمت ہزار روپے سے کہیں زیادہ ہے سپاہی انہیں کھینچتا ہوا آگے بڑھ گیا راستے میں ایک سپاہی نے اس سے کہا اس بڈھے کو گھاس کے ایک کٹھے کے عوض مجھے دے دو اب خواجہ صاحب نے پہلے سپاہی سے کہا بھئی اب مجھے ضرور بیچ ڈالو میری قیمت اس گھاس کے کٹھے سے بھی کم ہے سپاہی یہ سن کر جھلا اٹھا اور اس نے تلوار کے ایک وار سے خواجہ صاحب کو شہید کر ڈالا ایک اور روایت میں ہے کہ تاتاری نیشاپور کی اینٹ سے اینٹ بجاتے جب خواجہ عطارؒ کی خانقاہ میں گھسے تو آپ سترہ درویشوں کے ہمراہ یاد الٰہی میں مشغول تھے تاتاریوں نے بے گناہ درویشوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا خواجہ صاحبؒ کا دل ان کی مظلومی پر تڑپ اٹھا اور وہ پکار اٹھے یہ کیسی تیغ قہاری ہے یہ کیسی تیغ جباری ہے جب تاتاری خواجہ صاحب کی طرف بڑھے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا سبحان اللہ یہ کتنا بڑا کرم عزت افزائی اور احسان ہے یہ کہہ کر تلوار کے نیچے سر رکھ دیا اور جام شہادت نوش فرمایا اس وقت آپ کی عمر ایک سو چودہ برس تھی۔ (صحیح اسلامی واقعات)

مسلمان کبھی بزدل نہیں ہوتا

ایک دفعہ مرد کے شہر سے ایک نوجوان حضرت سید ابوالحسن علی ہجویریؒ المعروف بہ داتا گنج بخش) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے شیخ میں دشمنوں کے ہاتھوں سخت پریشان ہوں زندگی میرے لئے وبال بن گئی ہے خدا کے لئے میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دشمنوں کے شر سے نجات دے ورنہ ایسی زندگی سے میرا مرجانا بہتر ہے حضرت نے اس کی سرگذشت بڑے غور سے سنی اور پھر فرمایا اے عزیز یہ تو نے کیا کہا دشمنوں سے اتنا ڈرتے ہو اور ان سے پناہ مانگتے ہو دشمن تو اللہ تعالیٰ کی ایک رنگ میں رحمت ہوتے ہیں وہ تمہیں تمہاری کمزوریوں اور خامیوں سے آگاہ کرتے ہیں ان کی وجہ سے تم کئی عیبوں اور گناہوں سے بچتے ہو وہ تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکنے نہیں دیتے اسی طرح وہ تمہارے حق میں بڑی رحمتوں کا موجب ہوتے ہیں میاں اپنا دل مضبوط کرو اور ہر قسم کے خوف وخطر سے بے نیاز ہو کر جاؤ جب تک حق تعالیٰ مہربان ہے دشمن کی کیا مجال ہے کہ تمہیں کوئی گزند پہنچا سکے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو اور اسی پر توکل رکھو یادرکھو مسلمان کبھی بزدل نہیں ہوتا۔

(حیرت انگیز واقعات)

نماز اللہ کے لئے ہے نہ کہ بادشاہ کے لئے

ابوعبداللہ شیخ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ سیراز کی سیاحت سے فارغ ہو کر میں خوارزم گیا وہاں حضرت شیخ بدرالدین اعظمؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا شیخ کے فضل وکمال کی بڑی شہرت تھی وہ شاہی جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے جمعہ کے دن بھی ان کے ساتھ گیا جب خطبہ اور نماز کا وقت ہوتو شیخ منبر پر گئے اس موقع پر سلطان کے ایک معتمد نے حاضر ہو کر کہا کہ اے شیخ آج خطبہ اور نماز میں تاخیر کیجئے یہ سلطان کا حکم ہے یہ الفاظ سن کر فرط غضب سے شیخ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ نے فرمایا

نماز اللہ کے لئے ہے یا سلطان کے لئے؟ یہ کہہ کر حسب معمول خطبہ پڑھا اور نماز پڑھنے لگے ایک رکعت کے بعد سلطان آیا اس وقت تمام مسجد نمازیوں سے پُر تھی سلطان سمٹ کر ایک صف کے گوشے میں کھڑا ہو گیا اور بڑی تکلیف سے نماز ادا کی جب نماز ہو چکی تو سلطان نے جا کر شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کی حق پرستی کا شکر ادا کیا اور اپنی غلطی کے لئے معذرت کی شیخ نے فرمایا اسلام کا مقصد ہر چھوٹے بڑے کو ایک سطح پر لانا ہے اس جگہ ادنیٰ واعلیٰ کا کوئی سوال نہیں سلطان نے جزاک اللہ کہا اور شیخ کا ہاتھ چوم لیا۔

غلاموں اور کنیزوں پر شفقت

ایک دفعہ حضرت مولانا روم کی اہلیہ کرا خاتون نے اپنی لونڈی کو سزا دی مولانا کو معلوم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اگر وہ آقا ہوتی اور تم اس کی لونڈی تو تمہاری کیا حالت ہوتی پھر فرمایا فی الحقیقت تمام انسان ہمارے بھائی بہنیں ہیں کوئی شخص خدا کے سوا کسی کا غلام نہیں کرا خاتون نے اسی وقت لونڈی کو آزاد کر دیا اور جب تک زندہ رہیں غلاموں اور کنیزوں کو اپنے جیسا کھلاتی اور پہناتی رہیں۔

(بصیرت افروز واقعات)

بچوں کی دلداری

مولانا رومؒ ایک دفعہ بازار میں جا رہے تھے راستے میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے انہوں نے مولانا کو دیکھا تو دست بوسی کے لئے آپ کی طرف لپکے مولانا کھڑے ہو گئے لڑکے ہر طرف سے آتے اور ہاتھ چومتے جاتے مولانا بھی لڑکوں کی دلداری کے لئے ان کے ہاتھ چومتے ایک لڑکا کسی کام میں مشغول تھا اس نے کہا مولانا ذرا ٹھہر جایئے میں اس کام سے فارغ ہولوں مولانا نے اس کی بات کا بالکل برا نہ مانا اور وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ لڑکا فارغ ہو کر آیا اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

نماز استغراق

ایک دفعہ جاڑوں کے دن تھے مولانا روم نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور ڈاڑھی آنسوؤں سے بھگ گئی جاڑے کی شدت کی وجہ سے آنسو جمع ہو کر یخ ہو گئے لیکن حضرت اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ (حکایتوں کا گلدستہ)

ہزار کے جواب میں ایک بھی نہیں

ایک دفعہ دو شیخ سر راہ لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اے معلون تو ایک کہے گا تو مجھ سے دس سنے گا اتفاق سے مولانا رومؒ ادھر سے گذرے آپ نے اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا بھائی جو کچھ کہنا چاہتے ہو مجھ سے کہہ لو اگر مجھ کو ہزار کہو گے تو ایک بھی نہ چنو گے دونوں سخت شرمندہ ہوئے اور آپس میں صلح کر لی۔ (ایضاً)

مردان خدا بیماروں سے کراہت نہیں کرتے

مولانا رومؒ ایک مرتبہ قونیہ سے باہر گرم پانی کے ایک چشمہ پر غسل کرنے لگے وہاں جذام (کوڑھ) کے چند مریض نہا رہے تھے خدام نے ان کو ہٹانا چاہا مولانا نے خدام کو ڈانٹا اور چشمے میں اسی جگہ سے پانی لے کر بدن پر ڈالنا شروع کیا جہاں کوڑھی نہا رہے تھے۔ (ایضاً)

کتے کا حق

ایک مرتبہ مولانا رومؒ کے ایک ارادت مند کے گھر میں سماع کی مجلس تھی مولانا بھی اس میں شریک ہوئے وہاں مٹھائی کے دو طبق پڑے تھے لوگ سماع میں مشغول تھے کہ ایک کتا کہیں سے گھس آیا اور مٹھائی کے طبق میں منہ ڈال دیا لوگوں نے ان کو مارنا چاہا مولانا نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ تم لوگوں سے زیادہ بھوکا تھا اس نے کھایا تو ا

سی کا حق تھا۔ (ایضاً)

تواضع

ایک دفعہ مولانا رومؒ حمام میں گئے لیکن بغیر نہائے فوراً باہر آ گئے لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا ایک شخص پہلے سے نہار ہا تھا حمامی نے میری خاطر سے اس کو ہٹانا چاہا لیکن مجھے پسند نہ تھا کہ مجھے کسی دوسرے پر ترجیح دی جائے اس لئے میں باہر چلا آیا۔

کس کو کس سے بھاگنا چاہئے

ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ صوفیوں کے ایک گروہ کے ساتھ کہیں جارہے تھے راستے میں ایک جگہ سنڈاس کو صاف کیا جارہا تھا ہر طرف غلاظت بکھری ہوئے تھی اور سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی سب صوفی وہاں رک گئے اور اپنے ناکوں پر کپڑا رکھ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے لیکن شیخ ابوسعیدؒ وہاں کھڑے رہے اور فرمانے لگے اے لوگوں جانتے ہو یہ نجاست اس وقت زبان حال سے کیا کہہ رہی ہے لوگوں نے کہا آپ ہی فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا یہ کہتی ہے کہ کل میں بازار میں مٹھائی اور خوش رنگ پھلوں کی شکل میں دکانوں کی زینت بنی ہوئی تھی اور لوگ پیسے خرچ کر کے مجھ کو دھڑا دھڑ خرید رہے تھے اور اب میں صرف ایک رات تمہارے پیٹ میں پہنچ کر اس حالت کو پہنچ گئی حق تو یہ ہے کہ مجھے تم لوگوں سے بھاگنا چاہئے لیکن اس کے برعکس تم مجھ سے بھاگ رہے ہو۔

(ایضاً)

ایک خوبصورت نوجوان کا واقعہ

ایک فقیر سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ملک خراسان کے ایک شہر میں داخل ہوا اور بازار میں جارہا تھا کہ مجھے ایک خوبصورت جوان راستہ میں ملے اور سلام کیا اور میرے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ جب میں بازار سے نکلا تو کہا خدا کے لئے میرے مہمان

ہو جاؤ۔ میں ان کے ساتھ گیا تو وہ مجھے ایک خوبصورت گھر میں لے گئے جہاں خیر کے آثار معلوم ہوتے تھے مجھے بٹھا کر تھوڑی دیر غائب ہوئے اور ایک بڑے بوڑھے آدمی کو ہمراہ لے آئے مجھ سے کہا یہ میرے باپ ہیں ان کے واسطے دعا کرو۔ میں ان کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ وہ شخص کھانا لے آئے ہم نے کھانا کھایا اور ہاتھ دھو کر میں جانے لگا تو اس نے کہا آپ تین دن تک میرے مہمان ہیں چنانچہ میں تین دن تک ان کے یہاں رہا۔ ہر روز وہ میرا اکرام زیادہ کرتے تھے۔ جب چوتھا روز ہوا تو میں نے رخصت ہو کر نکلنا چاہا تو اس شیخ نے کہا اے بیٹے آج تم میرے مہمان ہو۔ اس دن میں نے شیخ کے یہاں قیام فرمایا۔ جب دوسرا دن ہوا تو خدا حافظ کر کے کھڑا ہوا تو وہ جوان پھر میرے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب میں شہر پناہ سے باہر نکلا تو اس نے مجھے رخصت کیا اور روٹی اور حلوہ اور ایک بٹوہ مجھے دے کر کہا۔ حضرت یہ راستہ کا توشہ ہے اسے قبول فرمالیجئے۔ میں اسے لے کر دو دن متواتر چلا اور ایک دوسرے شہر میں داخل ہوا اور فقراء کو تلاش کر رہا تھا تا کہ جو کچھ پاس ہے وہ ان کے حوالے کروں۔ اتنے میں ایک خوبصورت شیخ میرے سامنے آئے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور دل میں آیا کہ یہ شخص ولی اللہ ہے۔ چونکہ نماز کا وقت قریب آ گیا تھا میں مسجد میں داخل ہوا اور نماز ادا کر کے بیٹھا رہا۔ مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ خواب میں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا کہ وہ بٹوہ جو تمہارے پاس ہے اس شیخ صالح کو جو ابھی تمہارے سامنے سے گزرے تھے دے دو۔ وہ اللہ کے صالح بندے ہیں۔ میں اسی وقت بیدار ہوا اور ان کی تلاش میں نکلا اور کہا اے اللہ! انہیں شیخ کی حرمت سے ان کی ملاقات کرا دیجئے۔ ابھی یہ دعا پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ وہی بزرگ نہر سے لوٹے میں پانی لئے ہوئے میرے سامنے آئے۔ میں نے بٹوہ کھولا تو اس میں پانچ دینار اور پانچ درہم تھے۔ میں انہیں جمع کیا اور ان کا ہاتھ چوم کر ان کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ انہوں نے وہ دام لے لئے اور فرمایا اے بیٹے جو غیر اللہ پر نظر رکھتا ہے اسے خدا کے یہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ میں نے کہا حضرت میرے

واسطے خدا سے دعا کیجئے کہا یحفظک اللہ ویحفظ بک ویحفظ علیک ۔میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔فرمایا اخلاص کو لازم پکڑ اور اپنے اور اللہ کے درمیان جو عہد ہے اس کی نگہداشت رکھ۔پھر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

تکبیر اولیٰ اور نماز باجماعت

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نماز باجماعت کا ہر چیز و کام سے زیادہ اہتمام کرتے اور ہمیشہ تکبر اولیٰ میں شریک ہوتے۔گرمی و سردی کی شدت حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو مسجد کی حاضری سے نہیں روک سکتی تھی۔بیماری اور فالج کی حالت میں بھی حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے رہے اور جب بالکل ہی معذوری ولاچاری ہوگی تو البتہ گھر میں نماز پڑھی۔ایک دفعہ جناب مولا بخش صاحب سومرو کزی وزیر مالیات آئے اذان ہو چکی تھی تو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے چلتے چلتے ان سے بات چیت کی اس ضمن کا ایک اور واقعہ قابل ذکر ہے جو حضرت کے روحانی رفیع کا بین ثبوت ہے۔ایک دن درس قرآن کے بعد ایک شخص علیحدگی میں ملا ،اور کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ اپنے مکانوں میں سے ایک مکان آپ کو دے دوں ۔اس کے بعد وہ دو ماہ تک نہ آیا دوبارہ پھر آیا اور یہی کہا کہ پیغمبر ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے آپ چل کر مکان دیکھ لیں۔چند دن بعد پھر آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور ﷺ مجھ پر خفا ہیں کہ مجھ سے تعمیل ارشاد میں سستی ہوگئی ہے لہذا آپ ابھی تشریف لے چلیں چنانچہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔اور ایک مکان پسند کر لیا ،لیکن وہ کچھ مسجد سے دور تھا۔حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو مسجد کو روانہ ہوتے راستے میں مصافحہ وغیرہ کرتے کبھی دیر لگ جاتی اور رکعت رہ جاتی حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اس شخص کو بلا کر کہا کہ اپنا مکان واپس لے لیں۔اس نے کہا کہ میں نے آپ کو ہبہ کر دیا ہے آپ جو مرضی کریں چناچہ حضرت

مولانا احمد علی لاہوریؒ نے وہ مکان بیچ کر موجودہ مکان خضری محلہ میں بنوالیا۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہمیشہ یہ حدیث مدنظر رہتی کہ حضور ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور رات کو ہمیشہ عبادت کرتا ہے مگر جماعت پنجگانہ اور جمعہ کے لئے حاضر نہیں ہوتا فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ہمیشہ جماعت سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے صف اول میں کھڑے ہو کر سنتیں ادا فرماتے اور ہمیشہ باجماعت نماز پڑھتے۔ (بیس بڑے مسلمان)

حلال، حرام کی پہچان

مولانا عبداللطیف صاحب خطیب گنبد والی مسجد جہلم فرماتے ہیں ایک روز لاہور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص ایک برتن میں دودھ اور دوسرے برتن میں دہی لے کر آیا اور عرض کیا۔ حضرت دم کر دیں۔ حضرت نے دیکھا اور فرمایا: ''اور لے آؤ یہ تو اچھے نہیں ہیں''۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ معمولی توجہ سے حلت اور حرمت معلوم کر لیا کرتے تھے۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی دونوں اشیاء حرام طریق سے حاصل کی گئی تھیں۔ (علماءِ حق، مصنفہ سید امین گیلانی)

چودھری محمد اکبر صاحب خیر پور ملیاں ضلع شیخ پورہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ 1941ء پھاگن کا مہینہ تھا۔ میں نے اپنے گنے کی تقریباً چھ من کھانڈ تیار کی۔ اس میں سے کچھ کھانڈ لے کر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں گیا۔ کھانڈ پیش کی تو حضرت نے فرمایا: ''کھانڈ درست نہیں'' میں نے پھر اصرار کیا، لیکن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے یہی فرما کر لینے سے انکار کر دیا۔ میں حیران ہوا۔ بہر حال واپس آ کر سوچا تو دو باتیں ذہن میں آئیں۔ ایک تو میں نے ابھی تک مشین والے کا کرایہ ادا نہیں کیا تھا۔ دوسرا میں نے ابھی تک چینی کا عشر ادا نہیں کیا تھا میں نے فوراً دونوں کام

کیے عشر بھی نکالا اور مشین کا کرایا بھی مشین والے کو دے آیا۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد میں اپنی بیوی کے ہمراہ پھر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں گیا۔ کیونکہ میری بیوی بھی حضرت کی بیعت تھی۔ اسے سبق سنانا تھا۔ حاضر ہونے پر میں نے عرض کیا کہ حضرت جی چاہتا تھا کہ تھوڑا سا گھی آپ کے لئے لیتا آؤں۔ مگر کھانڈ کی واپسی کے باعث ہمت نہ پڑی۔ ڈرتا تھا آپ کہیں خفا نہ ہوں۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا گھی کہاں پڑا ہے۔ میری بیوی نے بتایا گھر کے فلاں سمت کے کمرے میں پرات کے اندر ڈبے میں ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے سر مبارک کو دو منٹ تک سینے کی طرف جھکایا۔ پھر فرمایا گھی تو پاکیزہ ہے۔ پھر فرمایا چینی کہاں پڑی ہے۔ میں نے بتایا تو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے پھر توجہ کی اور بعد میں فرمایا: اب تو چینی بھی پاکیزہ ہے۔ چودھری محمد اکبر کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ واقعی عشر اور کرایہ ادا نہ کرنے کے باعث حضرت نے واپس کی تھی۔ حضرت مولانا قاضی حسین احمد شجاع آبادر فرماتے ہیں: ایک دفعہ گفتگو میں حضرتؒ نے فرمایا میں اور میرا لڑکا مولوی عبیداللہ انور تانگے میں جا رہے تھے ایک نئی مسجد راہ میں دیکھی میں نے دیکھتے ہیں کہا کہ: ''اس مینارف پر حرام کا مال لگا ہے۔'' بشیر احمد صاحب چوہان موضع میاں علی خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے بتایا حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ''میاں علی'' تشریف لائے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس کافی لوگ جمع ہو گئے کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اچانک فرمایا مجھے زنا کی بو آ رہی ہے۔ لہٰذا آپ سب حضرات تشریف لے جائیں۔ تمام مجمع رخصت ہو گیا۔ بعد ازاں موقع پا کر وہ شخص حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اقرار کے بعد توبہ کی اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی بیعت ہوا۔ حج ادا کیا بقایا عمر شریعت کے مطابق بسر کرنے لگا۔ تادم تحریر وہ صاحب حیات ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ کی اور شریعت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرزا جان باز فرماتے ہیں کہ ان سے حاجی دین محمد صاحب مدظلہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص محمد حسن جو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مخلص عقیدت مندوں میں سے تھا اور ایک بار حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہمراہ عمرہ کرنے کا بھی شرف حاصل کر چکے تھے۔ لاہور میں اچانک بیمار ہو کے فوت ہو گیا۔ میں نے دوسرے روز حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے اس کی وفات کا ذکر کیا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنے کے بعد فرمایا مجھے بروقت اطلاع کیوں نہ دی۔ ہم نے عرض کیا آپ کی ضعیفی اور ناسازی طبع کے پیش نظر۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا مجھے اس کی قبر پر لے چلو قبر پر پہنچ کر حضرت نے دعا فرمائی اور مراقبہ کیا۔ پھر فرمایا: ''محمد حسین کی حالت تو اچھی ہے مگر پاؤں ننگے ہیں۔'' عرض کیا وہ جو بیت اللہ سے کفن لایا تھا وہ اتفاق سے چھوٹا نکلا۔ اس لئے سر ڈھانپ دیا اور پاؤں ننگے رہنے دیئے۔ (بیس بڑے مسلمان)

میری ٹوپی لے جا کر ان کے پاؤں پر رکھ دو

16 فروری **1953**ء کو وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین لاہور آئے تھے اور بیرون دہلی دروازہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تقریر فرمائی۔ اور اپنی ٹوپی اتار کر فرمایا۔ کوئی یہ میری ٹوپی لے جا کر خواجہ صاحب کے پاؤں میں رکھ دے اور انہیں میرے طرف سے یقین دلا دے کہ وہ مجھے اپنا سیاسی حریف نہ سمجھیں۔ اگر وہ محسن کائنات جناب رسالت مآب ﷺ کی ناموس اور عزت کا تحفظ کر دیں تو میں اپنی زندگی بھر ان کا خدمت گزار رہوں گا۔ حتیٰ کہ ان کے گلے میں اگر سور بھی ہوں گے تو ان کو چرا تا رہوں گا۔ پھر ایک لحظ کے لئے خاموش ہو گئے اور پھر آہ بھر کر فرمایا۔ آخر کبھی کوئی پوچھے ہی گا نا کہ بخاری تم نے یہ سب کچھ کس لئے کیا تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے اس عاشقانہ انداز سے مجمع تڑپ اٹھا۔ (بیس بڑے مسلمان)

استغناء، توکل اور اللہ کی مدد

ایک مرتبہ مکان پر چند احباب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ایک عقیدت مند آیا کچھ دیر بیٹھا، اور جاتے دفعہ مصافحہ کرتے وقت کچھ رقم تھما دی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فوراً مٹھی کھول دی فرمایا بھئی یہ اپنی ضرورت پر خرچ کر لینا۔اس نے بہت اسرار کیا۔مگر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نہ مانے وہ بے چارہ افسردہ سا ہو کر واپس ہوا۔عرض کیا شاہ جی آپ نزرانہ قبول فرما لیتے، فرمایا میرے کون سے کارخانے چلتے ہیں۔مگر میں دینے والوں کی حیثیت دیکھ لیتا ہوں۔ان لوگوں میں رسم ہے کہ پیر کے پاس خالی ہاتھ نہ جائیں چاہے گھر کے برتن بیچ دیں۔پیر کو نذرانہ ضرور دیتے ہیں، دینے والا محبت سے دے اور مناسب دے تو قبول کر لیتا ہوں۔رفتہ رفتہ بات توکل پر آ گئی۔اس ضمن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا۔

ایک دفعہ امرتسر میں پیچش سے دربستر تھا محض کھچڑی اور دہی کسی وقت کھا لیتا، ایک روز شام کے قریب گھر سے اطلاع ملی کہ آٹا ختم ہے۔میں نے کہا صبر کرو حسب معمول شام کو ایک ہمسایا عورت جو عقیدت اور محبت کے باعث آ کر گھر کا کام کر جاتی تھی۔وہ آئی اور سیدھا جا کر مٹکے کا ڈھکنا اٹھایا کہ (بی بی) کو آٹا گوندھ کر دے تو مٹکا خالی تھا۔پوچھا بی بی جی آٹا تو ہے نہیں (بی بی) نے کہہ دیا۔''ہاں! اس وقت آٹا گوندھنے کی ضرورت نہیں، رہنے دو ضرورت ہوگی تو دیکھا جائے گا۔وہ عورت سمجھ دار تھی، سمجھ گئی اور ضرورت کے مطابق گھر سے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکا کر لے آئی۔بہر حال رات گزر گئی، صبح نماز سے فارغ ہو کر چارپائی ہی پر پڑا ہوا تھا کہ منہ اندھیرے ہی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے تو کوئی جواب نہ ملا میں چونکہ کئی دن سے پیچش کا مریض تھا۔اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔مگر مجبوراً اٹھنا پڑا اور طبیعت پر گراں گزرا کہ یہ کون ہے میری آواز کا جواب ہی نہیں دیتا۔جب دروازہ کھولا تو ایک

نوجوان کھڑے پر ایک پوری بوری آٹے کی رکھے کھڑا ہے۔ علیکم وعلیکم کے بعد میں
میں نے اسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور پوچھا کہ تو فرشتہ ہے یا انسان وہ ہنس
پڑا اور کہا شاہ جی ہوں تو انسان ہی۔ میں نے کہا یہ اندھیرے میں کیا سوجھی کہ آٹے کی
بوری آٹھا لائے تمہیں کس نے کہا تھا۔ اس نے کہا شاہ جی! میں آپ کا ادنیٰ عقیدت
مند ہوں۔ میں نے فلاں بازار میں نئی ہی آٹا پیسنے کی چکی لگائی ہے۔ میں نے منت مانی
ہوئی تھی کہ سب سے پہلے ایک بوری گندم شاہ جی کی نذر کروں گا۔ رات چکی نصب کی
تھی، جب کام ختم ہوا تو اسی وقت آپ کے لئے آٹا پیس کر رکھ لیا تھا اور اب لے آیا
ہوں۔ پھر فرمایا وہ ہمیشہ اس نافرمان اور اس ناکارہ کی آبرو رکھ لیتا ہے۔ یہ محض اس کا
فضل وکرم ہے، ورنہ میں اس لائق کہاں ہوں۔ (بیس بڑے مسلمان)

میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑ رہی ہے

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انورؒ جانشین حضرت لاہوریؒ خدام الدین میں
تحریر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے دوران تقریر فرمایا:۔ میں ان
سوروں کا ریوڑ چرانے کو بھی تیار ہوں جو برٹش امپریلزم کی کھتی کو ویران کرنا چاہیں میں
کچھ نہیں چاہتا، میں ایک فقیر ہوں اپنے نانا محمد ﷺ کی سنت پر کٹ مرنا چاہتا ہوں۔ اور
اگر کچھ چاہتا ہوں تو اس ملک سے انگریزوں کا انخلاء...... دو ہی خواہش ہیں میری
زندگی میں یہ ملک آزاد ہو جائے یا پھر تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔ میں ان علماء حق کا پرچم
لئے پھرتا ہوں جو 1857ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ رب
ذوالجلال کی قسم مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں
۔ لوگوں نے پہلے کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے؟ وہ
شروع سے تماشائی ہیں اور تماشا دیکھنے کے عادی۔ میں اس سرزمین میں مجدد الف ثانی
کا سپاہی ہوں، شاہ ولی اللہؒ اور خاندان ولی اللہ کا متبع ہوں۔ سید احمد شہیدؒ کی غیرت کا

نام لیوا، اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی جرأت کا پانی دیوا ہوں، میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر علمائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گزار ہوں جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ ہاں ہاں میں انہیں کی نشانی ہوں ،انہیں کی صدائے بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتوی کا علم لے کر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہند کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی طرح چلتا رہوں گا۔ میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے۔ برطانوی سامراج کو کفنانا یا دفنانا۔

(بیس بڑے مسلمان)

نوالے کے بدلے نوالہ

ایک عورت کا بیٹا لاپتہ ہوگیا، جب کافی عرصہ گزرنے جانے کے باوجود گھر واپس نہیں آیا تو وہ عورت اس سے مایوس ہوگئی۔

وہ عورت ایک دن کھانا کھانے بیٹھ گئی اور جیسے ہی اس نے نوالہ اپنے منہ کے قریب کیا تو دروازے پر ایک فقیر نے کھانا مانگنے کے لئے آواز لگائی۔ اس عورت نے وہ نوالہ نہیں کھایا، بلکہ اس کو پوری روٹی کے ساتھ رکھ کر اسے صدقہ کردیا۔ اور اس نے اپنا وہ دن اور رات بھوکی رہ کر گزار کیا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اس کا بیٹا واپس آ گیا۔ اس نے اپنی ماں کو ان سختیوں کے بارے میں بتایا جو اس پر آئی تھیں۔

اس نے کہا: سب سے بڑی مشکل جو مجھ کو پیش آئی وہ یہ تھی کہ میں کچھ دنوں پہلے فلاں جگہ پر ایک گھنے درخت کے نیچے سے گزر رہا تھا کہ اچانک ہی ایک شیر میرے سامنے آنکلا۔ شیر نے اس گدھے کی پیٹھ پر جس پر میں سوار تھا اوپر کی طرف سے مجھ پر حملہ کردیا۔ گدھا بہت تیزی کے ساتھ بھاگا، لیکن پھر بھی اس کے پنجے میرے لباس اور جبے تک پہنچ گئے۔ اس کے پنجوں سے مجھ کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا، لیکن میں اتنا حیرت زدہ ہوگیا کہ میرے ہوش وحواس ہی اڑ گئے۔ اس نے مجھے اٹھا کر وہاں موجود جھاڑیوں

میں پھینک دیا اور مجھ پر بیٹھ گیا، تا کہ مجھے چیر پھاڑ دے تو میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو کہ بااخلاق اور سفید پوش تھا۔ اس نے آ کر بغیر کسی اسلحے کے شیر پر قابو پالیا، اور اس کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔

اس سفید پوش نے شیر سے کہا: اے کتے! کھڑے ہو جاؤ، نوالے کے بدلے نوالہ ہے۔ تو شیر کھڑے ہو کر بھاگ گیا۔

میں نے اس آدمی کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ اور میں اپنی جگہ پر اس وقت تک بیٹھا رہا جب کہ میرے ہوش وحواس پورے طور پر بحال نہ ہو گئے۔ پھر میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو اس پر کوئی زخم نہیں پایا۔ پھر میں چلا اور اس قافلے سے جا ملا جس کے ساتھ میں تھا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔ مجھے اس آدمی کی بات ''نوالے کے بدلے نوالہ ہے'' سمجھ میں نہ آئی۔ چنانچہ جب میں نے گھر پہنچتے ہوئے والدہ کو پورا قصہ بتایا تو، انہوں نے کچھ غور کیا تو اچانک انہیں وہ وقت یاد آ گیا جب انہوں نے اپنے منہ سے نوالہ نکال کر فقیر کو صدقہ کیا تھا۔ (نشوار المحاضرہ واخبار المذاکرہ)

امام ابوحنیفہؒ کا عجیب واقعہ

ایک روز ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ بالا خانے پر آپ کا گھر تھا، جا کر آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گئے۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر نیچے دستک دی۔ آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہوا ہو، اور سارا دن مصروف رہا ہو، اس وقت اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ ایسے وقت میں کوئی آ جائے تو انسان کو کتنا ناگوار ہوتا ہے کہ یہ شخص بے وقت آ گیا، لیکن امام صاحب اٹھے۔ زینے سے نیچے اترے، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں، امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ دیکھئے اول تو امام صاحب جب مسائل بتانے کے لئے بیٹھے تھے۔ وہاں آ کر تو مسئلہ پوچھا نہیں، اب بے وقت پریشان کرنے کے لئے یہاں آ گئے۔ لیکن امام صاحب نے اس کو کچھ نہیں

کہا، بلکہ فرمایا کہ اچھا بھائی کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟ اس نے کہا کہ میں کیا بتاؤں۔ جب میں آرہا تھا تو مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے، لیکن اب میں بھول گیا۔ یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آجائے تو پھر پوچھ لینا۔ آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا، نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا، بلکہ خاموشی سے اوپر چلے گئے۔ ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ اٹھ کر نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت وہ مسئلہ مجھے یاد آگیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔ اب اگر ایک عام آدمی ہوتا تو اس وقت تک اس کے اشتعال کا کیا عالم ہوتا، مگر امام صاحب اپنے نفس کو مٹا چکے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا اچھا بھائی جب یاد آجائے تو پوچھ لینا، یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے، اور جا کر بستر پر لیٹ گئے۔ ابھی لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ پھر نیچے تشریف لائے۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ یاد آگیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ۔ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے)۔

اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا، اور وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا، تو اب اس سوال کے بعد تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا۔ لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا کہ انسان کی نجاست اگر تازہ ہو تو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ (العیاذ باللہ) حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا، بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے حاصل کیا جاتا ہے، اور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے خشک پر نہیں بیٹھتی اس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے ورنہ

مکھی دونوں پر بیٹھتی۔

جب امام صاحب نے یہ جواب دے دیا تو اس شخص نے کہا۔امام صاحب! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھے معاف کیجئے گا میں نے آپ کو بہت ستایا۔ لیکن آج آپ نے مجھے ہرادیا۔امام صاحب نے پوچھا کہ میں نے کیسے ہرادیا؟اس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھی۔میرا کہنا یہ تھا کہ حضرت سفیان ثوریؒ علماء کے اندر سب سے زیادہ بردبار ہیں،اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ ہیں اور میرے دوست کا کہنا تھا کہ سب سے زیادہ بردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابوحنیفہؒ ہیں اور ہم دونوں کے درمیان بحث ہوگئی۔اوراب ہم نے جانچنے کے لئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اس وقت آپ کے گھر میں آؤں جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اوراس طرح آپ کو دو تین مرتبہ اوپر نیچے دوڑاؤں اور پھر آپ سے ایسا بیہودہ سوال کروں،اور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ اگر غصہ ہوگئے تو میں جیت جاؤں گا اور اگر غصہ نہ ہوئے تو تم جیت گئے۔لیکن آج آپ نے مجھے ہرادیا،اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو۔آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

(بحوالہ اصلاحی خطبات ج ۸)

ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرت ناک واقعہ

جب سے ٹی وی دیکھنے کا رواج ہوا ہے،ٹی وی دیکھنے والوں کے مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے بڑے بڑے عبرت ناک واقعات بھی سامنے آئے ہیں ،جس سے ہمیں سبق لینا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعات اسی لئے دکھاتے ہیں تا کہ ہم لوگ عبرت حاصل کرلیں۔

مفتی مولانا عبدالرؤف سکھروی کے ایک رسالے ''ٹی وی کی تباہ کاریاں'' میں

ایک عورت کا بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت (کسی گھر میں) ایک ماں اور ایک بیٹی تھی، ماں نے بیٹی سے کہا بیٹی آج گھر میں مہمان آنے والے ہیں افطاری تیار کرنی ہے اس لئے تم بھی میرے ساتھ مدد کرو اور کام میں لگو اور افطاری تیار کرلو! بیٹی نے صاف جواب دیا کہ اماں اس وقت ٹی وی پر ایک خاص پروگرام آرہا ہے میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں اس سے فارغ ہوکر کچھ کروں گی، چونکہ وقت کم تھا اس لئے ماں نے کہا کہ تم اس کو چھوڑ دو پہلے کام کراؤ، مگر بیٹی نے ماں کی بات ایک نہ سنی اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لیکر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں مجھے بار بار منع کرے گی، اور کام کے لئے بلائے گی۔

چنانچہ ٹی وی کو اوپر کمرے میں لیجا کر اندر سے کنڈی لگالی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہوگئی نیچے ماں بیچاری آواز دیتی رہی لیکن لڑکی نے کچھ پرواہ نہ کی ماں سے افطاری کے لئے جو تیاری ہوسکی کرلی اتنے میں مہمان بھی آگئے، اور سب لوگ افطاری کے لئے بیٹھ گئے ماں نے بیٹی کو آواز دی تاکہ وہ بھی آکر روزہ افطار کرلے لیکن بیٹی نے کوئی جواب نہیں دیا تو ماں کو تشویش ہوئی چنانچہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جاکر دستک دی اور اس کو آواز دی لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا بالآخر دروازہ توڑا گیا جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو کیا دیکھا کہ ٹی وی سامنے چل رہا ہے اور بیٹی ٹی وی کے سامنے مری ہوئی اوندھے منہ زمین پر پڑی ہوئی ہے اب سب گھر والے پریشان ہوگئے جب اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی گئی تو اس کی لاش کو کوئی نہ اٹھا سکا ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے کئی ٹن وزنی ہوگئی ہے اب سب لوگ پریشان ہوگئے کہ اس کی لاش کیوں نہیں اٹھائی جارہی اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے ٹی وی اٹھالیا اب صورت حال یہ ہوگئی کہ اگر ٹی وی اٹھائیں تو اس لڑکی کی لاش اٹھے گی اگر ٹی وی رکھ دیں تو لاش نہیں اٹھے گی چنانچہ ٹی وی کے ساتھ اس کی لاش کو نیچے لائی گئی اور اس کو غسل دیا اور کفن دیا گیا۔

جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو اس کی چارپائی ایسی ہوگئی جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو لیکن جب ٹی وی اٹھایا گیا تو آسانی سے چارپائی بھی اٹھ گئی تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے بالآخر جب ٹی وی جنازہ کے آگے چلا تب اس کا جنازہ گھر سے باہر نکلا اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبرستان لے جانے لگے تو ٹی وی آگے جنازہ پیچھے پیچھے رہا پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد جب میت کو قبر میں اتارا اور قبر کو بند کر کے اور اس کو ٹھیک کر کے جب لوگ واپسی گھر کی طرف آنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی ساتھ واپس لے چلو، جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی، کتنی عبرت کی بات ہے ﴿فاعتبروا یا اولی الابصار﴾ (اے عقلمند و عبرت حاصل کرو (لوگوں نے ٹی وی کو جلدی سے وہیں رکھا اور دوبارہ اس کی لاش کو قبر کے اندر کر کے قبر بند کر دی اور دوبارہ ٹی وی اٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی اب لوگوں نے کہا کہ یہ تو ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہوگی اس کے علاوہ کوئی اور صورت نظر نہیں آتی آخر کار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی اور ٹی وی بھی اس کے سرہانے رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو دفن کر دیا گیا (العیاذ باللہ)۔

اب آپ سوچئے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوگا اور کیا انجام ہوگا ہماری عبرت کے لئے اللہ نے یہ واقعہ ہمیں دکھا دیا اب بھی اگر ہم عبرت حاصل نہ کریں تو تو ہماری ہی نالائقی ہے۔ ''اللھم احفظنا منہ''۔ (ٹی وی کی تباہ کاریاں، تعمیر حیات)

بچہ پل پر سے گرا تو اس کو عقاب نے اٹھالیا پھر وہ صحیح سلامت بچ گیا

ابو سالم بن ابراہیم کہتے ہیں:

میں نے آزر بائیجان کے کنارے پر ایک نہر دیکھی جس کو ''رس'' کہا جاتا ہے۔ اس کے پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ اور اس میں بہت سارے پتھر تھے جن میں سے کچھ پانی کے اوپر نظر آتے تھے اور کچھ پانی کے اندر تھے۔ اس میں کشتیوں کی کوئی راہ گزر نہ تھی۔ اس

کے ایسے خطرناک کنارے تھے کہ جن کی کسی پروجیکٹ کے تحت منصوبہ بندی نہ کی گئی تھی۔
اس نہر پر ایک پل تھا جس پر ہر وقت قافلے گزرتے رہتے تھے۔

ایک دن میں اپنے لشکر کے ساتھ اس پر سے گزر رہا تھا۔ جب میں پل کے بیچ میں پہنچا تو میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے چھوٹے بچے کو اٹھائے ہوئے تھی تو اس پر اچانک ایک خچر نے حملہ کیا جس کی وجہ سے وہ خود پل پر گر گئی اور بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نہر میں گر گیا اور اسے پل اور پانی کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہونے کی وجہ سے بہت کم وقت لگا۔ پھر بچے نے غوطہ کھایا اور لشکر میں شور گونج اٹھا۔ ہم نے اس بچے کو پانی کی سطح پر تیرتے ہوئے دیکھا اور وہ پتھر سے بال بال بچ گیا۔

اس جگہ کثرت سے عقاب پائے جاتے تھے اور اس نہر کے کناروں پر ان کے گھونسلے تھے۔ وہ بچہ ایک رسی میں پھنس گیا، ادھر سے اچانک ایک عقاب اڑا اور اس کو تر نوالہ گمان کرتے ہوئے اس کے پاس آیا۔ پھر اس کو پکڑ کر اپنے پنجے اس میں گاڑتے ہوئے اڑ گیا اور صحراء کی طرف نکل گیا۔

میں بچے کے بچ جانے کی تمنا کرنے لگا۔ سو میں نے چند آدمیوں سے کہا: تم لوگ عقاب کے پیچھے دوڑو۔ پھر میں خود بھی اس کے پیچھے دوڑا۔

اتنے میں عقاب اچانک زمین پر اتر کر بچے کو چیر پھاڑنے کیلئے اس کی رسی کاٹنے لگا۔ جب ان لوگوں نے بچے کو دیکھا تو سب کے سب چیخیں مارتے ہوئے اس کی طرف لپکے اور عقاب کو خوف زدہ کر دیا۔ سو وہ بچے کو زمین پر چھوڑ کر اڑ گیا۔

ہم نے آ کر جب بچے کو اٹھایا تو وہ بالکل صحیح سلامت تھا۔ وہ معمولی زخمی بھی نہیں ہوا تھا۔ ہم نے اس کو الٹا لٹایا، یہاں تک کہ اس کے پیٹ سے پانی نکل گیا۔

اور پھر اس کو زندہ سلامت اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔

(الفرج بعد الشدۃ والضیقہ)

اتباع سنت کا نور

ایک تبلیغی جماعت کا جاپان میں جانا ہوا۔ وہاں کا جو سب سے بڑا پادری تھا جماعت اس کے گرجے میں ٹھری کیونکہ وہاں گرجہ تو اتوار والے دن ہی کھلتے ہیں باقی دن بند رہتے ہیں۔ تو تیسرے دن وہ پادری آیا اور کہنے لگا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں ساتھی بڑے حیران ہوئے اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میرے اندر اتنی روحانیت ہے کہ اس کی ادنیٰ طاقت میں آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں پھر اس نے غالباً بیس فٹ کے فاصلے پر ایک ساتھی کو کھڑے ہونے کو کہا اور دوسرے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دے کر نیچے کیا تو وہ ساتھی گر گیا۔ وہ پادری کہنے لگا یہ تو میری ادنیٰ طاقت کا نمونہ ہے اور کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا سنت کے مطابق تو مجھے اس جگہ نور ہی نور نظر آیا اور پھر کہا جہاں میری اعلیٰ طاقت کا نور ختم ہوتا ہے وہاں سے سنت کا نور شروع ہوتا ہے پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ (سوانح یوسفی)

مشتبہات سے اجتناب

حضرت ابوالعالیہ ریاحیؒ ممتاز تابعین میں تھے۔ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ مشتبہ چیزوں سے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ان پیشہ وروں اور عہدہ داروں کے یہاں جن کی کمائی میں کچھ بھی مشتبہ مال کا احتمال ہوتا تھا، پانی تک نہ پیتے تھے۔ چنانچہ صراف اور عشار (عُشر وصول کرنے والے) کے یہاں پانی نہ پیتے تھے۔

ابوخلدہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوالعالیہؒ کے پاس گیا، وہ کھانا لائے، اس میں ترکاری بھی تھی۔ اس کے متعلق انہوں نے کہا، یہ وہ ترکاری نہیں ہے جس میں کسی شئے کا احتمال ہو۔ یہ میرے بھائی انس بن مالکؓ نے اپنے باغ سے بھیجی ہے۔ میں نے کہا، ترکاری میں کیا ہوتا ہے؟ فرمایا، وہ ہمیشہ گندے اور برے مقامات پر اگتی ہے۔ جہاں پیشاب اور نجس چھیتھڑے ہوتے ہیں۔ (ابن سعد: ج ۷، ص ۸۲)

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت ابوالعالیہؒ خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بڑے فیاض تھے۔ انہوں نے اپنا کل مال یا اس کا بڑا حصہ خدا کی راہ میں امورِ خیر کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ابن سعد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں ''فاوصیٰ ابو العالیة بماله کله''۔ دوسری روایت میں ہے کہ ''ابوالعالیہؒ نے کہا کہ میں نے سونے اور چاندی میں جو کچھ بھی چھوڑا ہے اس کا ایک تہائی خدا کی راہ کے لئے ہے، ایک تہائی اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے لئے اور ایک تہائی غریب مسلمانوں کے لئے۔ البتہ اس میں سے میری بیوی کا حق تم لوگ دینا۔''

(طبقات ابن سعد: ج ۷، ص ۸۱)

راہبانہ لباس سے پرہیز

حضرت ابوالعالیہؒ باوجود عبادت و ریاضت کے رہبانیت سے پرہیز کرتے تھے۔ راہبانہ لباس تک پسند نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ابو امیہ کے بدن پر صوف کے کپڑے تھے۔ ان کو دیکھ کر ابوالعالیہؒ نے کہا، یہ راہبوں کا لباس و طریقہ ہے۔ مسلمان جب آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کے لئے جاتے ہیں تو اچھے لباس میں جاتے ہیں۔

(ابن سعد: ج ۷، ص ۸۳)

خاکساری اور مساوات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب تک خلیفہ نہیں ہوئے تھے بڑی شان اور تمکنت کے ساتھ رہتے تھے۔ مگر خلیفہ ہونے کے بعد سراپا عجز و انکسار اور مساوات کا نمونہ بن گئے۔ لونڈی غلام ہوں یا نوکر چاکر سب کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتے۔ ان کا حال یہ تھا کہ ملازموں کے آرام میں کبھی خلل نہ ڈالتے، اور ان کے آرام کے اوقات میں خود اپنے ہاتھ سے کام لیتے تھے۔

ایک مرتبہ رجاء بن حیوۃ سے گفتگو میں رات زیادہ گزر گئی اور چراغ جھلملانے

لگا۔ پاس ہی ملازم سویا ہوا تھا۔ رجانے کہا اسے جگا دوں؟ فرمایا، سونے دو۔ رجاء نے خود چراغ درست کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے روک دیا کہ مہمان سے کام لینا مروت کے خلاف ہے اور خود اٹھ کر زیتون کا تیل لیا اور چراغ ٹھیک کر کے پلٹ کر فرمایا "جب میں اُٹھا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ)

پندارِ تقویٰ

تقویٰ اور پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے اور خدا کے نزدیک متقی آدمی سب سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔ لیکن تقویٰ کے ساتھ غرور آیا تو تقویٰ داغ دار ہو جاتا ہے۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ کا حال یہ تھا کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، مگر اس کے باوجود گناہ گاروں کے لئے بھی اپنی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہ نکالتے تھے۔ نسر بن ذعلوق کا بیان ہے کہ کسی نے ربیع سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو برا نہیں کہتے؟ آپ نے جواب دیا "خدا کی قسم! مجھے خود اپنے نفس پر اطمینان نہیں ہے کہ دوسروں کو برا کہوں۔ لوگوں کا عجب حال ہے کہ وہ دوسروں کے گناہوں پر تو خدا سے ڈرتے ہیں، لیکن خود اپنے گناہوں کی جانب سے بے خوف ہیں۔" (طبقات ابن سعد: ج۶)

ظالم امراء کے احسانات سے پرہیز

حضرت طاؤس بن کیسانؒ صاحب علم وفضل اور کبار تابعین میں تھے۔ ارباب حکومت اور ثروت سے ہمیشہ گریز کرتے اور ان کو شر سمجھتے تھے۔ جب کبھی امراء وسلاطین نے ان پر احسان کرنا چاہا تو انہوں نے اسے پسند نہیں کیا اور اس سے اپنے کو بچایا۔ ایک دن وہب بن منبہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف کے بھائی محمد کے یہاں گئے۔ اس وقت سردی زیادہ تھی، اس لئے محمد بن یوسف نے ان کے اوپر ایک چادر ڈلوا دی مگر انہوں نے کندھا ہلا کر گرا دی۔ محمد کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی۔ یہاں سے اُٹھنے کے بعد ان سے

ہمراہی وہب نے ان سے کہا، تم کو اگر چادر کی ضرورت نہ بھی تھی تو بھی لوگوں کو محمد کے غصہ سے بچانے کے لئے تم کو اس وقت لے لینی چاہئے تھی، زیادہ سے زیادہ اسے بیچ کر اس کی قیمت مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ انہوں نے جواب دیا، اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ میرے بعد لوگ میرے اس فعل کو سند جواز بنائیں گے تو ایسا کرتا۔

(طبقات ابن سعد: ج ۵، ص ۳۹۴)

معمولی واقعات کا اثر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت علیؒ ابتداء میں عابد و زاہد نہ تھے۔ لیکن کبھی کبھی معمولی واقعات، زندگی میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ ابان بن عثمان کے لڑکے عبدالرحمٰن کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر ان کے دل پر گہرا اثر پڑا۔ انہوں نے کہا، میں ان سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا قریبی عزیز ہوں، اس لئے مجھے ان سے زیادہ عبادت کرنے کا حق ہے۔ چنانچہ اسی وقت سے ہمہ تن عبادت میں لگ گئے۔ (تہذیب التہذیب: ج ۷، ص ۳۵۸)

کثرت عبادت کی وجہ سے ان کا لقب سجاد پڑ گیا۔ رات دن کے اندر ایک ہزار رکعتیں پڑھتے۔ عبادت کا یہ ذوق وانہماک زندگی کے آخری لمحہ تک قائم رہا۔ زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ موت کے وقت تک ان کی عبادت و ریاضت میں فرق نہ آیا۔

(تہذیب الاسماء: ج ۱)

نفسانی خواہش سے بچنے کا واقعہ

حضرت سعد بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ پہلی امتوں کا واقعہ ہے کہ تین آدمی سیر و سیاحت کے لئے گھر سے نکلے، راستہ میں بارش آئی تو ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔ دریں اثناء پتھر کی ایک چٹان پہاڑ سے گر کر غار کے منہ پر آ کر رک گئی اور راستہ بالکل بند ہو گیا وہ کہنے لگے کہ اب تو نہ کوئی پیغام اور نہ نام و نشان بس اللہ ہی کارساز ہے یا اپنی کوئی نیکی ہو تو اس کا سہارا ممکن ہے لہٰذا اپنی اپنی نیکی کوئی ہو تو

اس کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کچھ بعید نہیں کہ ہم سے یہ آفت ٹل جائے
چنانچہ ایک آدمی نے دعا مانگنی شروع کی اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میرے چچا کی ایک
بیٹی تھی جس سے مجھے بے حد محبت تھی۔ میں نے اسے گناہ پر آمادہ کیا مگر اس نے انکار
کر دیا اچانک اسے شدید ضرورت پیش آئی اور میرے پاس آنا ہوا میں نے کہا اس
شرط پر ضرورت پوری کروں گا کہ تو میرا مقصد پورا کرے وہ انکار کر کے لوٹ گئی مگر
ضرورت نے اور شدت پکڑی تو وہ پھر آئی ایک روایت میں ہے کہ اس کا خاوند بیمار تھا
اور اولاد چھوٹی تھی اوپر سے قحط تھا غرض عورت اپنی مجبوری کی وجہ سے تیسری اور چوتھی
بار لوٹ لوٹ کر آئی اور میرا وہی جواب کہ میری غرض پوری کرے گی تو ضرورت پوری
کروں گا بالآخر وہ میرے کہنے میں آ گئی اور آمادگی کا اظہار کیا اور میں جب اپنی بری
خواہش پوری کرنے کو تیار ہوا تو عورت کانپنے لگی اور کہنے لگی کہ جو کام تیرے لئے حلال
نہیں وہ تجھے لائق نہ تھا میں نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی غلہ وغیرہ کی حاجت پوری
کر دی بلکہ زائد دے دیا اے اللہ تو جانتا ہے اگر میرا یہ کام محض تیری رضا کے لئے تھا تو
ہمارا یہ راستہ کھول دے۔ چنانچہ غار کا تھوڑا سا منہ کھل گیا۔ اب دوسرا کہنے لگا اے اللہ
یہ بات تیرے علم میں ہے کہ میرے والدین بوڑھے تھے۔ ایک بار میں ان کے لئے
رات کو دودھ لے کر آیا دیکھا تو دونوں سو رہے تھے۔ میں نے انہیں جگانا پسند نہ کیا ادھر
بکریوں کا بھی ڈر تھا کہ اگر وہاں نہ گیا تو درندے پھاڑ کھائیں گے مگر میں نے بکریاں
چھوڑ دیں اور رات بھر پیالہ ہاتھ میں لے کر کھڑا رہا اور صبح کر دی۔ اے اللہ تو جانتا ہے
کہ میرا یہ عمل تیری ہی رضا کے لئے تھا تو ہمارا راستہ کھول دے۔ اس دفعہ بھی غار کا
تھوڑا سا منہ اور کھل گیا۔ اب تیسرا کہنے لگا اے اللہ تیرے علم میں ہے کہ میں نے اپنے
کام پر کچھ مزدور لگائے ہر مزدور کی اجرت دو مد غلہ مقرر تھی۔ انہوں نے کام مکمل کیا اور
میں نے ان کی مزدوری ادا کر دی مگر ایک مزدور کہنے لگا کہ میرا کام دوسروں سے اچھا
تھا لہٰذا مزدوری بھی زیادہ ہونی چاہیے میں نے انکار کیا تو وہ ناراض ہو گیا۔ دوسری

روایت میں یوں ہے کہ ایک اور آدمی دوپہر کے وقت آ کر کام پر لگا مگر اسنے کام اتنا ہی کر دیا جتنا دوسروں نے پورے دن میں کیا تھا۔ میرا خیال ہوا کہ اس کو بھی دوسروں کی طرح پورے دن کی اجرت دے دوں اس پر ایک مزدور کہنے لگا کہ یہ دوپہر کو آیا اور ہم صبح سے آئے ہیں اس کو ہمارے برابر اجرت کیوں دی جارہی ہے میں نے جواب میں کہا کہ میں تمہاری اجرت میں تو کوئی کمی نہیں کی مگر وہ ناراض ہو کر اپنی اجرت چھوڑ کر چلتا بنا۔ ادھر میں نے اس کے گلہ کے دو مد کاشت کر دیئے۔ جس سے کافی فصل حاصل ہوئی اسے فروخت کر کے میں نے بہت سی بکریاں گائے اونٹ خرید لئے، ناداری اور احتیاج سے تنگ آ کر وہ مزدور پھر میرے پاس آیا اور اپنے دو مد غلہ کا مطالبہ کرنے لگا تو میں نے کہا کہ یہاں پر جو بھی مال مویشی تجھے نظر آ رہے ہیں سب لے جا۔ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ جو کچھ بھی کیا تیری رضا مندی کے لئے ہی کیا تھا تو ہمارا راستہ صاف کر دے۔ چنانچہ پتھر کی چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی۔ اور یہ صحیح سالم باہر نکل آئے۔ یہ واقعہ نعمان رضی اللہ عنہ بن بشیر نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث رقیم کے عنوان سے نقل کیا ہے ان کے علاوہ اور صحابہ رضوان اللہ اجمعین بھی الفاظ کے ذرا اختلاف کے ساتھ اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں۔

(بخاری شریف)

سود کے کاروبار کا نقصان

ایک صاحب اپنے مضمون میں رقم کرتے ہیں کہ ڈاکٹر بلوچ صاحب کی زبانی حالات لکھ رہا ہوں۔ بوسن روڈ ملتان کے ایک قبرستان میں بورڈ کے ذریعے قبر کشائی کا حکم ملا، یہ ایک ایسے آدمی کی نعش تھی جو اپنی زندگی کے بیس سال سعودی عرب میں رہا، الحاج تھا، حافظ قرآن تھا، سعودی عرب سے پاکستان واپس آ کر سودی کاروبار شروع کر دیا، اچانک مرگیا۔ اس کی پہلی بیوی کے بچوں نے مجسٹریٹ کو درخواست دی کہ

ہمارے ابو کو زہر دے کر مارا گیا ہے، دفن ہونے کے ایک سال بعد قبر کشائی کا حکم ملا۔ میں بورڈ کا ممبر تھا۔ سول جج کی موجودگی میں قبر کھولی گئی، نہ کوئی بو، نہ کوئی کیڑا تھا۔ جب کفن نعش سے ہٹایا گیا تو صرف ہڈیوں اور سیاہ راکھ کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ البتہ مختلف رنگ کے بچھو ہڈیوں کو چمٹے ہوئے تھے۔ ان بچھوؤں کو ہڈیوں سے ہٹانا ناممکن تھا۔ کیونکہ ان کے ڈنگ ہڈیوں کے اندر تھے۔ ان کو زیادہ چھیڑنے سے خطرہ تھا، اس لئے اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ یہ حالت دیکھ کر احساس ہوا کہ جو شخص سود کا کاروبار کرے گا مرنے کے بعد اس پر ایسی آگ مسلط کر دی جائے گی جو اس کو جلا کر رکھ کر دے گی۔ اس کی نعش پر کفن ویسے ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ اس آگ کا اثر صرف مرنے والے کے جسم پر رہا۔

کیا مرنے والا سود خور تھا؟

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ٹنڈو آدم کے ایک کپڑے کے تاجر کے ساتھ ہوا، اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے، اخباری اطلاع کے مطابق قبرستان میں ایک جنازہ لایا گیا، امام صاحب نے جوں ہی نماز جنازہ کی نیت باندھی، مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ امام صاحب نے بھی نیت توڑ دی اور کچھ لوگوں کی مدد سے اس کو پھر لٹا دیا۔ تین مرتبہ وہ مردہ اسی طرح اٹھ کر بیٹھ گیا۔

امام صاحب نے مرحوم کے رشتہ داروں سے پوچھا: ''کیا مرنے والا سود خور تھا؟......'' انہوں نے اثبات (یعنی ہاں) میں جواب دیا۔ اس پر امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے جب لاش قبر میں رکھی تو قبر زمین کے اندر دھنس گئی۔ اس پر لوگوں نے لاش کو مٹی وغیرہ سے دبا کر بغیر فاتحہ ہی گھر کی راہ لی۔

(بحوالہ اللہ کے نافرمانوں پر عذابات کے عبرتناک واقعات)

نفس کی تادیب

حضرت سہل بن تستریؒ نے جب پہلے پہل حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تو اپنا سب مال ومتاع راہ میں خیرات کر دیا اور پھر دامن جھاڑ کر سفر حجاز پر روانہ ہو گئے راستے میں اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا دیکھ اب میں تہہ دامن ہو گیا ہوں مجھ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرنا نفس بھلا کب قابو میں آتا ہے کوفہ پہنچے تو نفس نے روٹی اور مچھلی کھانے کی شدید خواہش کی اور کہا کہ گھر سے یہاں تک تو میں نے کچھ نہیں مانگا آج روٹی اور مچھلی کھا لوں تو پھر مکہ معظمہ پہنچنے تک کچھ نہ مانگوں گا حضرت سہلؒ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو آٹے کی ایک چکی نظر آئی جس کو ایک اونٹ چلا رہا تھا آپ نے چکی کے مالک سے کہا اگر کوئی شخص تیرا اونٹ ایک دن کرایہ پر لینا چاہے تو کیا لو گے چکی والے نے کہا دو درہم آپ نے فرمایا اونٹ کو کل کرایہ پر دے دینا تمہاری چکی صبح سے شام تک میں چلاؤں گا اور صرف درہم لوں گا چکی کا مالک راضی ہو گیا کیوں کہ اس طرح اس کو ایک درہم کی بچت ہوئی تھی دوسرے دن حضرت سہل سارا دن چکی چلاتے رہے شام ہوئی تو چکی کے مالک سے ایک درہم لے کر روٹی اور مچھلی خرید کر کھائی اور نفس سے کہا اب تو جو کچھ ہوا سو ہوا اب میں تیری کہی بات نہیں مانوں گا روٹی اور مچھلی کے چند لقموں کے لئے مجھے دن بھر اونٹ کا کام کرنا پڑا اس کے بعد آپ مکہ معظمہ پہنچے اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر تستر واپس تشریف لے گئے اس دوران میں ان کے نفس نے پھر کوئی سوال کرنے کی جرات نہ کی۔

صوفیہ کے سات اصول

کسی شخص نے حضرت سہلؒ تستر سے پوچھا کہ صوفیہ کرام کے وہ کون سے اصول ہیں جن کی پابندی کرنا ان کے نزدیک فرض ہے فرمایا کہ صوفیہ کے سات اصول

ہیں جن کو وہ فرض کا درجہ دیتے ہیں۔ پہلا کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا دوسرا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تیسرا کسب حلال، چوتھا لوگوں کو تکلیف سے بچانا پانچواں گناہوں سے بچنا، چھٹا توبہ واستغفار، ساتواں حقوق کا ادا کرنا۔(حکایات صوفیہ)

شیخ جیلانیؒ کی دعا

ایک مرتبہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے لوگوں نے آپ کو دیکھا کہ حرم کعبہ کے اندر سنگریزوں سے سجدہ ریز ہو کر دعا مانگ رہے تھے'' بارالٰہی مجھے بخش دے اور اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کے دن مجھے اندھا اٹھانا تاکہ نیکوں کے سامنے مجھے شرمسار نہ ہونا پڑے۔ (حکایات صوفیہ)

بچوں پر شفقت

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک دفعہ شہر کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ چند بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا آپ نے ان پر محبت بھری نظر ڈالی تو ایک بچہ دوڑتا ہوا آپ کی طرف آیا اور کہا میرے لئے ایک پیسہ کی مٹھائی بازار سے لا دیجئے آپ ہنستے ہوئے بازار گئے اور اس بچے کی فرمائش پوری کر دی اس پر دوسرے بچے نے بھی آپ سے مٹھائی لانے کو کہا آپ نے ہنسی خوشی سب کی فرمائش پوری کی اور جب وہ مطمئن ہو گئے تو آگے روانہ ہوئے۔ (حکایات صوفیہ)

فرمانروائے وقت کو تنبیہ

ایک دفعہ خلیفہ المقتفی لامر اللہ نے قاضی ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو بغداد کا حاکم مقرر کیا یہ شخص بڑا سفاک تھا اور لوگوں میں ابن مرجم الظالم کے لقب سے مشہور تھا اس کے تقرر پر بغداد کے لوگوں میں سخت بے چینی پھیل گئی سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بر سر منبر خلیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے امیر المومنین تم

نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو سخت ظالم ہے کل جب تم احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہو گے تو کیا جواب دو گے وہ مالک دو جہاں تو اپنی مخلوق پر نہایت مہر بان ہے خلیفہ آپ کے الفاظ سن کر کانپ اٹھا اور اس نے اسی وقت قاضی ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو اپنے منصب سے الگ کر دیا۔ (حکایات صوفیہ)

نیت کا پھل

مدینہ منورہ میں کسی عالم کی قبر کو کھودا گیا تو اس میں بجائے ان کے ایک عیسائی لڑکی کی لاش برآمد ہوئی۔ اس جگہ بعض لوگ اس لڑکی اور اس کے خاندان والوں کو جاننے والے بھی موجود تھے۔ وہ اسے دیکھتے ہی پہچان گئے ان ہی لوگوں نے پھر اس کے گھر پر جا کر اس کے حالات اور دفن وغیرہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی در حقیقت مسلمان تھی اور مدینہ منورہ میں دفن ہونے کی آرزو کیا کرتی تھی مگر۔ دفن بجائے وہاں کے کہیں اور کی گئی تھی پھر اس کی مبینہ قبر کو جو کھدوا کر دیکھا گیا تو اس میں خلاف توقع وہ عالم صاحب فروکش نظر آئے۔ لوگوں نے ان عالم صاحب کی بیوی سے ان کے اعمال کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ویسے تو وہ بڑے نیک آدمی تھے مگر عیسائی مذہب کے متعلق حسن ظن بہت رکھتے تھے کہ ان کے یہاں غسل جنابت کا ضروری نہ ہونا بڑی سہولت کی چیز ہے ۔غالباً ایسی وجہ سے انہیں اس عیسائی لڑکی کی قبر میں اور عیسائی لڑکی کو ان کی قبر میں پہنچا دیا گیا تھا۔ (حکایات صوفیہ)

ابراہیم بن ادھم کے ہاتھ پر ایک گنہگار نوجوان کی توبہ

ایک شخص ابراہیم بن ادہم کے پاس آیا اور کہا اے ابواسحٰق میں نے آپ پر بہت زیادتی کی ہے مجھے کوئی راستہ بتا دیجئے جو مجھے باز رکھے اور میرے دل سے فضولیات کو نکال دے۔

ابراہیم نے کہا: پانچ باتیں ایسی ہیں جن پر عمل کرو تو تجھے کوئی گناہ نقصان نہیں

دے سکے گا اور کوئی لذت تجھے گمراہ نہیں کر سکے گی۔ اس نے کہا: وہ کیا ہیں؟ ابراہیم نے کہا پہلی بات یہ ہے کہ تم کسی گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ کے رزق سے نہیں کھاؤ اس نے کہا پھر کیا کھاؤں ساری چیزیں تو اس کے رزق سے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اس کے رزق سے کھاؤ اور اس کی نافرمانی کرو؟ نوجوان: نہیں اچھا نہیں ہے دوسری بات کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا: جب تم اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو اس کی زمین پر نہیں رہو۔ نوجوان: واہ یہ تو پہلی بات سے بھی بڑی ہے جب مشرق و مغرب اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی زمین ہے تو میں کہاں رہوں؟ ابراہیم نے کہا: یہ مناسب ہے کہ تم اس کا رزق کھاؤ اس کی زمین پر رہو اور اس کی نافرمانی کرو؟ نوجوان: نہیں مناسب نہیں ہے، تیسری بات کیا ہے؟ ابراہیم: جب تم اس کے رزق سے کھاؤ اور اس کی زمین پر رہو اور پھر بھی اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو ایسی جگہ تلاش کرو جہاں وہ تجھے نہ دیکھے۔ نوجوان: یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو تمام پوشیدہ جگہوں کو جانتا ہے؟ ابراہیم: پھر کیا یہ ٹھیک ہے کہ تم اس کا رزق کھاؤ اس کی زمین پر رہو اور تم اس کی نافرمانی اس حال میں کرو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہو؟

نوجوان: نہیں ہرگز نہیں، چوتھی بات کیا ہے؟ ابراہیم: جب ملک الموت تیرے پاس آئے تو اس سے کہو مجھے مہلت دو تاکہ میں سچی توبہ کر لوں اور اللہ کے لئے نیک اعمال کروں۔ نوجوان: وہ تو نہیں مانے گا۔ ابراہیم: جب تم موت کو اپنے آپ سے دفع کرنے پر قادر نہیں ہو اور جانتے ہو کہ موت جب آئے گی تو نہیں ہٹے گی تو کیسے چھٹکارے اور توبہ کی امید رکھتے ہو: نوجوان: پانچویں بات کیا ہے؟ ابراہیم: قیامت کے دن جب تیرے پاس دوزخ کے فرشتے آجائیں اور تجھے جہنم کی طرف لے جانا چاہیں تو تم انکار کرو۔ نوجوان: وہ تو مجھے نہیں چھوڑیں گے اور میری بات نہیں مانیں گے ۔ابراہیم: پھر کیسے نجات کی امید رکھتے ہو؟ نوجوان: بس ابراہیم میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد وہ ابراہیم بن ادہم کے ساتھ عبادت کرتا

رہا یہاں تک کہ موت نے دونوں میں علیحدگی کردی۔ (بحوالہ کتاب التوابین)

قناعت وسادگی

حضرت سفیان ثوریؒ نہایت سادہ، متواضع اور قناعت پسندانہ زندگی گزارتے تھے۔ان کا ذریعۂ معاش صرف ان کے چچا کی ایک جائداد تھی۔انہوں نے زندگی بھر گھر کے اوپر ایک پیسہ خرچ نہیں کیا۔لباس بھی نہایت سادہ پہنتے تھے۔علی بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ کے راستے میں مجھ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کی ہر چیز کی قیمت کا اندازہ لگایا تو دو یا تین درہم سے زیادہ نہیں تھی۔

وہ مجلس میں بیٹھتے تھے تو صدر نشین بن کر نہیں بلکہ غایت تواضع میں دیوار کے ایک کنارہ سے ٹیک لگا کر اکڑوں بیٹھتے تھے۔خود بھی فقر وفاقہ کی زندگی گزراتے تھے اور ان کی مجلس میں اہل فقر ہی کی عزت تھی۔ارباب دولت کی ان کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں کہ، میں نے فقر کو امام سفیان کی مجلس سے زیادہ معزز اور بلند نہیں دیکھا۔اور دولت وخوشحالی کو ان کی مجلس سے زیادہ ذلیل کہیں نہیں دیکھا۔ان کے ان ہی علمی وعملی اوصاف کی بنا پر امام شعبہؒ جیسے امامِ وقت فرماتے تھے کہ، سفیانؒ نے اپنے علم وزہد کے ذریعہ لوگوں پر سیادت کی۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج۳، تاریخ بغداد: ج۹)

ذوق عبادت اور خدمت خلق

حضرت امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین میں ہیں اور وقت کے ممتاز محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ان کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کی بصیرت، حفظ واتقان اور رجال کی تنقید میں وہ تنہا ایک امت کے برابر ہیں۔اپنے علم وفضل کے ساتھ اپنی سیرت وکردار اور زہد وتقویٰ میں بھی ممتاز تھے۔نہایت ہی حضور قلب اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔رکوع وسجدہ میں اتنی تاخیر کرتے کہ دیکھنے والوں کو شبہ ہوتا کہ وہ بھول گئے۔نماز میں انہیں اس قدر لطف آتا کہ جب بھی ان کو فرصت ملتی وہ نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔روزہ سے بھی ان کو خاص شغف تھا۔سال کے اکثر ایام

میں وہ روزے سے ہوتے تھے۔ کثرت صوم و عبادت کی وجہ سے نہایت ہی کمزور اور نحیف ہوگئے تھے، اور چہرہ کا رنگ سیاہ ہوگیا تھا، مگر صوم وصلوٰۃ کی یہ کثرت حقوق العباد کی ادائیگی یا خدمت خلق میں سدراہ نہیں بنتی تھی، بلکہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بھی پوری نگہداشت کرتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کے تو ملجا و ماویٰ تھے۔ خود ان کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی، مگر جب بھی ان کے ہاتھ میں کوئی رقم آجاتی تو وہ فوراً فقراء و مساکین میں تقسیم کردیتے تھے۔ ایک بار خلیفہ مہدی نے تین ہزار درہم بھجوائے۔ انہوں نے پوری رقم اہل حاجت میں تقسیم کرادی۔ کسی مسکین کو دیکھ لیتے تو ان کا دل بھر آتا تھا اور ان کے پاس جو کچھ ہوتا تھا، دے ڈالتے تھے۔

نضر بن شمیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ غریبوں پر رحم کرنے والا نہیں دیکھا۔ ان کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی غریب آدمی ان کے پاس سے گزرتا تھا تو جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوجاتا تھا اس کی طرف نظر رحم سے دیکھتے رہتے تھے۔

(تاریخ بغداد و تذکرۃ الحفاظ)

بے نظیر ایثار

امام شعبہؒ ایک بار گدھے پر سوار ہوکر کہیں جارہے تھے۔ راستے میں مشہور محدث سلیمان بن مغیرہؒ ملے۔ انہوں نے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ امام شعبہؒ نے کہا، واللہ! میرے پاس اس گدھے کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے، یہ کہہ کر وہ نیچے اتر گئے اور گدھا سلیمانؒ کے حوالے کردیا۔

ایک بار کسی پڑوسی نے ان سے کچھ مانگا۔ ان کے پاس کچھ موجود نہیں تھا، فرمایا، ایسے وقت تم نے مجھ سے سوال کیا کہ کچھ موجود نہیں ہے۔ اچھا یہ سواری کا گدھا لے لو۔ اس نے گدھا لینے سے انکار کیا آپ نے پھر اصرار کیا تو اس نے لے لیا۔ وہ گدھے کو لے کر کچھ آگے گیا تھا کہ ان کے بعض احباب نے دیکھا اور پہچانا کہ یہ تو امام کی سواری کا گدھا ہے۔ وہ چونکہ ان کی طبیعت سے واقف تھے، اس لئے صورت حال سمجھ گئے۔

انہوں نے سائل سے پانچ درہم میں گدھے کو خرید لیا اور پھر اس کو لا کر امام شعبہؒ کو ہدیہ کر دیا۔ (تاریخ بغداد)

حدیث سے شغف

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ویسے تو تمام دینی علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے، مگر علم حدیث کے خاص طور سے بڑے شیدائی تھے۔ حفظ و روایت سے انہیں خاص شغف تھا۔ جہاد اور عبادت سے جو وقت بچتا وہ اس مبارک کام میں صرف کرتے تھے۔ بسا اوقات حدیث کا ذکر خیر چھڑ جاتا تو پوری رات آنکھوں میں کٹ جاتی۔ ایک دن عشاء کی نماز کے بعد علی بن حسنؒ سے کسی حدیث کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، ساری رات مسجد کے دروازے پر کھڑے کھڑے گزر گئی، اور ان کو احساس بھی نہ ہوا۔ شغف بالحدیث کا یہ عالم تھا کہ گھر سے باہر بہت کم نکلتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ ہمہ وقت مکان کے اندر بیٹھے رہتے ہیں، وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا کہ وحشت کی کیا بات ہے جبکہ مجھے اس تنہائی میں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے شرف صحبت کی دولت نصیب ہے۔ (تہذیب و مناقب کردری)

مقصد یہ تھا کہ میں ہر وقت حدیث نبوی ﷺ اور آثار صحابہ کے مطالعہ اور غور و خوض میں لگا رہتا ہوں تو گویا میں ان کی صحبت میں بیٹھ کر ان سے بات چیت کرتا ہوں اور ان کی نشست و برخاست، رفتار و گفتار کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ پھر اس سے زیادہ ایک مسلمان کے لئے انس اور خوشی کی بات کیا ہو سکتی ہے؟

احساس ذمہ داری

ایک بار حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کسی شخص سے قلم مستعار لیا۔ اتفاق سے قلم اس شخص کو واپس کرنا بھول گئے۔ جب مرد پہنچے تو قلم پر نظر پڑی، مرد سے پھر شام واپس گئے اور قلم صاحب قلم کو واپس کیا۔ (کردری: ج ۲)

غور کیجئے! مرد سے شام سینکڑوں میل دور ہے، اور پھر یہ واقعہ اس زمانے کا ہے

جب آمد و رفت اور سواریوں کی آسانیاں نہیں تھیں۔صرف گھوڑے،اونٹ اور خچر تھے۔ یہ ان کی اخلاقی بلندی اور احساس ذمہ داری کی بہترین مثال ہے،اور دنیا کی اخلاقی تاریخ کا غیر معمولی واقعہ ہے۔

امام احمد بن حنبل کے پڑوسی کی توبہ

جعفر صائغ کا بیان ہے کہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل کے پڑوسیوں میں ایک شخص تھا جو گناہوں اور فواحش کا ارتکاب کرتا تھا۔ایک دن امام احمد بن حنبل کی مجلس میں آیا اور سلام کہا۔امام احمد نے اس کو پورا جواب نہیں دیا اور پیشانی پر شکن ڈال دی۔

اس نے کہا اے ابوعبداللہ! مجھ سے کیوں ناراض ہو میں نے تو اس کام سے توبہ کرلی ہے جب سے میں نے ایک خواب دیکھا ہے، احمد بن حنبل نے کہا: کیا دیکھا ہے۔

اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا،آپ اونچی جگہ پر کھڑے تھے اور بہت سے لوگ نیچے بیٹھے ہوئے تھے،وہ لوگ ایک ایک کر کے اٹھتے تھے اور آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے تھے،آپ ﷺ دعا فرماتے۔یہاں تک کہ ان میں صرف میں رہ گیا۔میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن جن بُرے اعمال کا میں ارتکاب کرتا تھا اس کی وجہ سے مجھے شرم آئی (اور نہیں اٹھا)

آپ ﷺ نے مجھ سے کہا اے فلاں! تم کیوں نہیں اٹھتے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جس برائی پر میں عمل پیرا ہوں اس کی وجہ سے شرم آتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: شرم آئے تب بھی اٹھو اور مجھ سے دعا کی درخواست کرو میں تیرے لئے دعا کروں گا۔کیونکہ تو میرے صحابہ میں سے کسی کو گالیاں نہیں دیتا۔میں اٹھا اور دعا کی درخواست کی،آپ ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس افعال بد کو مبغوض بنادیا۔امام احمد بن حنبل نے کہا اے جعفر اے فلاں: اس واقعہ کو

یاد کرو اور بیان کرو شاید اس سے کسی کو فائدہ ہو۔ (بحوالہ کتاب التوابین)

پوشیدہ طور پر امداد

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ طرطوس (شام) اکثر آیا کرتے تھے، راستہ میں رفہ پڑتا تھا۔ یہاں وہ جس سرائے میں قیام کرتے تھے اس میں ایک نوجوان بھی رہا کرتا تھا۔ جب تک ان کا قیام رہتا یہ نوجوان ان سے سماع حدیث کرتا اور ان کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ ایک بار یہ پہنچے تو اس کو نہیں پایا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ قرض کے سلسلہ میں قید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے قرض کی مقدار اور صاحب قرض کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ فلاں شخص کا دس ہزار کا مقروض تھا، اس نے دعویٰ کیا تھا اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ قید کر دیا گیا۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے قرض خواہ کو تنہائی میں بلایا اور اس سے کہا کہ بھائی تم اپنے قرض کی رقم مجھ سے لے لو اور نوجوان کو رہا کر دو۔ یہ کہہ کر اس سے یہ قسم بھی لی کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے گا۔ اس نے اسے منظور کر لیا۔ ادھر آپ نے اس کی رہائی کا انتظام کیا اور اسی رات رخت سفر باندھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ نوجوان رہا ہو کر سرائے میں پہنچا تو اس کو آپ کی آمد و رفت کی اطلاع ملی۔ اس کو ملاقات نہ ہونے کا اتنا رنج ہوا کہ اسی وقت طرطوس کی طرف رونہ ہو گیا۔ کئی منزلوں کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کا حال دریافت کیا، اس نے اپنے قید اور رہا ہونے کا ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا، رہائی کیسے ہوئی؟ بولا کوئی اللہ کا بندہ سرائے میں آ کر ٹھہرا تھا، اسی نے اپنی طرف سے قرض ادا کر کے مجھے رہا کروا دیا ہے۔ مگر میں اسے جانتا نہیں۔ فرمایا کہ، خدا کا شکر ادا کرو کہ اس مصیبت سے تمہیں نجات ملی۔ (صفوۃ الصفوۃ)

بہادری کا کارنامہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کا نمونہ تھے۔ انہوں نے سال کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ میں تجارت کرتے،

دوسرے حصہ میں درس وتدریس کا کام انجام دیتے اور تیسرے حصہ میں جہاد اور سفر حج میں مشغول رہتے۔ان کی شرکت جہاد کا ایک عجیب واقعہ ہے:

''اس زمانے میں رومیوں اور مسلمانوں میں برابر آویزش رہتی تھی۔کبھی رومی اسلامی سرحدوں پر حملہ کرتے اور کبھی مسلمان پیش قدمی کرتے۔ایک بار مسلمانوں نے پیش قدمی کی۔عبداللہ بن مبارکؒ بھی جہاد میں شریک ہوئے۔رومی فوج سے ایک سپاہی نکلا اور اس نے دعوت مبارزت دی۔سلیمان مروزی کا بیان ہے کہ اسلامی فوج سے بھی ایک شخص اس کے مقابلے کے لئے نکلا اور پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔پھر دوسرا شخص سامنے آیا،اس کا حشر بھی وہی ہوا۔لگاتار اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی آدمی مقابلہ میں آئے اور اس مجاہد نے ان سب کو ڈھیر کر دیا۔لوگوں نے یہ بہادری دیکھ کر مجاہد کو گھیر لیا۔اس نے اپنا چہرہ لپیٹ رکھا تھا۔جب لوگوں نے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا یہ بہادر مجاہد عبداللہ بن مبارکؒ ہیں۔'' (صفوۃ الصفوۃ)

غیر ضروری مسائل سے گریز

امام ابوحنیفہؒ کے ممتاز شاگردوں میں امام زفرؒ بھی ہیں۔یہ اپنے علم وفضل اور ملکۂ اجتہاد میں امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے ہم پایہ تھے۔ان کے زمانہ میں فلسفہ کے اثر سے بہت سے ایسے مباحث اور لفظی اختلاف پیدا ہوگئے تھے جن کی حیثیت دین میں تو کچھ نہیں تھی،مگر سوء اتفاق سے وہ اس وقت توحید وآخرت کے مسائل کی طرح اہم ہوگئے تھے اور جو لوگ ان کلامی مسائل اور فلسفیانہ موشگافیوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے کی کوشش کرتے تھے،ان کے دامن پر بھی لوگ دو چار چھینٹے ڈال ہی دیتے تھے۔امام صاحبؒ اور ان کے تقریباً تمام اصحاب وتلامذہ ایسے غیر ضروری مسائل ومباحث سے گریز کرتے تھے،مگر پھر بھی لوگوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں جن سے ان کا کوئی بھی تعلق نہیں تھا۔

اس وقت قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ عام طور سے موضوع بحث بنا

ہوا تھا، اور اس کے بارے میں لوگ ائمہ سے عموماً سوالات کرتے تھے۔ امام زفرؒ ان لایعنی باتوں سے بہت گریز کرتے تھے، مگر پھر بھی کبھی کبھی زبان کھولنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔ ایک روز کسی نے قرآن کے بارے میں پوچھا، انہوں نے جواب دیا ''القرآن کلام اللّٰہ ''یعنی قرآن کلامِ الٰہی ہے۔ یہ نہایت عاقلانہ جواب تھا۔ مگر سائل کا مقصد کچھ اور تھا، اسی لئے اس نے فوراً پوچھا کہ کیا وہ مخلوق ہے؟ امام زفرؒ نے ذرا تند مگر ہمدردانہ لہجے میں فرمایا کہ، اگر تم ان دینی مسائل کے سوچنے اور غور کرنے میں مشغول ہوتے جن میں میں مشغول ہوں تو وہ میرے لئے بھی مفید ہوتا اور تمہارے لئے بھی۔ اور جن مسائل کی فکر میں تم پڑے ہوئے ہو، وہ تمہارے لئے مضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ چیزیں ثابت کرو جن سے وہ خوش ہو، اور جن چیزوں کا تم کو خدا نے مکلف نہیں بنایا ہے اس میں اپنی جان ناحق نہ کھپاؤ۔ (تبع تابعین: ص۱۸۸)